2941

سلسلۂ آصفیہ

فیہ ما فیہ

یعنی

ملفوظات مولانا جلال الدین رومی

باضافۂ مقدمہ، و حواشی، و تذکرہ، و تبصرہ،

مرتبۂ

عبدالماجد

[illegible]

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ طبع گردید

قیمت

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

131015

Marfat.com

فہرستِ عنوانات

۱	دیباچہ	۱ - ۸
۲	تذکرۂ صاحب ملفوظات	۹ — ۳۱
۳	تبصرہ بر ملفوظات	۳۲ - ۴۳
۴	فیہ ما فیہ	۱ - ۲۸۲

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچۂ مرتب

بیسوین صدی عیسوی مین کسی کتاب کا آغاز حمد و نعت سے کرنا تصنیف اور مصنف دونون کو ہدفِ مضحکہ بنانا ہے۔ زمانہ حال کی روشن خیالی یہ ہے کہ اپنے ہی جیسے محدود علم و ناقص عقل رکھنے والے انسانون کا جتنا شکریہ بھی ادا کیا جائے، ان کی امداد کا جس قدر بھی اعتراف کیا جائے، انکی محنت و کاوش کے جتنے بھی حوالے دیئے جائین سب جائز و درست، بلکہ بہتر و مستحسن، لیکن علیم مطلق، عالم کل، خالقِ علم و عقل کے لطف و نوازش، کرم و احسان کا نام بھی زبان پر لانا تہذیب کے خلاف، مصنفین کے فیشن کے خلاف، و آداب تصنیف کے خلاف۔

لیکن مین اس دستورِ عام کے خلاف اللہ کا شکر ادا کرنے پر مجبور ہون۔ نہ اس لیے کہ مین کوئی شکرگذار بندہ ہون، بلکہ اس لئے کہ جس کتاب کے شائع کرنے کی سعادت مجھے حاصل ہو رہی ہے، اس کا میرے ہاتھون شائع ہونا تمامتر احسانِ خداوندی ہے۔ نہ اس مین میری کسی کاوش کو دخل، نہ کسی دوسرے مصنف کی امداد شامل۔ آج سے آٹھ سال ہوئے کہ ریاست رامپور کے سرکاری کتبخانہ مین بیٹھا ہوا مختلف کتابین دیکھ رہا تھا کہ اسی الٹ پلٹ مین اتفاق سے فارسی کی ایک بوسیدہ و کرم خوردہ کتاب پر نظر پڑ گئی۔ نام دیکھا تو فیہ ما فیہ! دیر تک تو اس کا یقین ہی نہ آیا کہ یہ وہی کتاب ہوگی، جو حضرت مولانائے روم کی جانب

[illegible] دل کو شمار ہا کہ یہ شاید اسی نام کی کوئی دوسری کتاب ہو گی۔ رفتہ رفتہ شکوک [illegible] زائل ہوتا گیا، اور جب یقین آگیا کہ وہی حضرت مولانا کی شہرۂ آفاق و نایاب کتاب ہے تو اس وقت کی مسرت قلب کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم [illegible] اونچے دربار سے ہر لحظہ اور ہر گھڑی بلا طلب و بلا استحقاق بے شمار انعامات کی بارش ہوتی رہتی ہے اگر کسی ناکارہ اور نا اہل کے ہاتھوں یہ کام انجام دلوا دیا تو اس پر حیرت کیوں کی جائے۔

[illegible] اور [illegible] کی [illegible] [illegible] مسرت اور [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] عطا فرمائی [illegible] [illegible] و عجم مشرق و مغرب [illegible] [illegible] [illegible] ہر قوم و ہر ملک [illegible] علم و حکمت، سچائی و روحانیت و نورانیت کے دروازہ کھول دیتی ہے۔

[illegible] آقا صلعم کے ایک نامور نام لیوا حضرت جلال الدین بلخی معروف بہ مولانا رومی گذرے ہیں جن کی مثنوی معنوی کا شمار دنیا کی مشہور ترین کتابوں میں ہے۔ مولانا کی ایک اور کتاب بھی فیہ ما فیہ کے نام سے منسوب تھی لیکن اب تک اس کا صرف نام [illegible] یہ کتاب گویا نایاب تھی۔ رسالہ سپہ سالار میں جو مولانا کے حالات و سوانح پر سب سے زیادہ قدیم و مستند کتاب ہے، صرف ایک مقام پر ضمناً فیہ ما فیہ کا نام لیا گیا ہے۔ [illegible] مطلب [illegible] اور کسی قسم کا ذکر مطلق نہیں۔ مولانا شبلی مرحوم نے اپنی سوانح مولانا روم میں [illegible] کی تصنیفات کے ذکر [illegible] حسب ذیل عبارت لکھی ہے۔

فیہ ما فیہ [illegible] ملفوظات کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کے

Marfat.com

کے نام لکھے یہ کتاب بالکل نایاب ہے سپہ سالار نے اپنے رسالہ میں مختصراً اس کا

تذکرہ کیا ہے۔ (صفحہ [illegible] کان پور)

مولانا شبلی غریب تو [illegible] ہندوستانی [illegible] اہل فرنگ [illegible]

تحقیق و تلاش انھیں کہاں نصیب تھے لیکن خود پروفیسر نکلسن [illegible]

[illegible] الدین نثر کے بھی ایک رسالہ کے مصنف ہیں جس کا [illegible]

[illegible] شائع ہے اور جس میں زیادہ تر معین الدین پروانہ رومی سے خطاب ہے [illegible]

[illegible] مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز انگریزی [illegible]

[illegible] نہ کھلتا [illegible] مشرق و مغرب [illegible]

[illegible] پر میری نظر [illegible] جستجو کا کاوش [illegible]

[illegible] پیش کر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

درج ہے۔ اس نسخہ کی نقل کا مسئلہ نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمان خان صاحب
شروانی کی نگاہِ توجہ نے حل کر دیا۔

جس کتاب کا ایک ہی نسخہ ناپید سمجھا جاتا تھا جب اس کے تین تین نسخے اللہ کے فضل سے اکٹھے ہو گئے، تو کتاب کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا، اور تینون نسخون کا باہمی مقابلہ شروع کیا گیا، تینون مین کتبخانۂ آصفیہ کا نسخہ نسبتہً صحیح تر پایا گیا، تاہم تینون مین اختلافات بہت کثرت سے پائے گئے، گو زیادہ تر اختلاف محض جزئی و لفظی نکلے، کوئی اہم اور بڑا اختلاف جس سے مفہوم ہی سرے سے بدل جاتا ہو، بحمد اللہ نظر نہین آیا، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ہندوستان مین کوئی ایک نسخہ آیا تھا جس کی یہ تینون مختلف نقلین ہین، اور اختلافات جو کچھ ہین، ان کی ذمہ دار محض کاتبون کی بے احتیاطی یا کم استعدادی ہے، اسی اثنا مین مجھ سے اور کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن سے جو مولانا کے کلام کے خاص شیدائیون مین ہین، اس رسالہ کے باب مین مراسلت شروع ہو چکی تھی، اور مین انکی خدمت مین کتبخانۂ آصفیہ والے نسخے کی نقل ارسال کر چکا تھا، پروفیسر موصوف نے اسے دیکھ کر ہی نہین کہ جولائی ۱۹۲۳ء مین رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی صد سالہ سالگرہ کے موقع پر مستشرقین اور فضلاے اسلامیات کے سامنے اس رسالہ کے متعلق اپنا مضمون پڑھکر سنایا بلکہ اپنے قسطنطنیہ کے ذی علم دوستون کے ذریعہ سے اس رسالہ کا وہان کھوج لگانا بھی شروع کر دیا۔

خداے کریم و کارساز کے الطاف بیکران کا شکریہ کہان تک ادا کیا جائے، پروفیسر موصوف اور ان کے دوستون کی کوششین بارور ہوئین، اور ۱۹۲۴ء مین میرے پاس قسطنطنیہ سے رسالۂ مذکور کی ایک نہایت خوشخط اور صحیح نقل پہونچ گئی، جو دراصل چار مختلف قلمی نسخون سے مقابلہ کے بعد تیار ہوئی تھی، ہندوستان کے تینون نسخون مین سے کسی پر سنہ کتابت درج نہین، لیکن انداز سے کوئی نسخہ سو ڈیڑھ سو برس سے زائد کا لکھا ہوا معلوم نہین ہوتا، قسطنطنیہ کے چار نسخون

Marfat.com

ہیں جن میں تین پر تاریخ کتابت درج ہے جو علی الترتیب ۵۱۰ھ و ۶۱۱ھ و ۶۶۸ھ ہیں، ان میں سے پہلا نسخہ مولانا ہی کے سلسلہ مولویہ کے ایک شیخ الزاویہ شیخ احمد بن شیخ ... کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے قسطنطنیہ کا نسخہ (جو وہاں کے چار مختلف نسخوں سے مقابلہ اور تصحیح کیا ہوا ہے) یہی نہیں کہ ہندوستان کے تینوں نسخوں سے کہیں زیادہ صحیح ہے، بلکہ ان تینوں سے کہیں زیادہ مکمل و جامع بھی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں جو نسخہ اول بار آیا اور جس کی نقل وہ رامپور اور حیدر آباد والے تینوں نسخے ہیں وہ ناقص تھا اور آخر کا ایک بڑا حصہ اس میں چھوڑ دیا گیا تھا چنانچہ ناظرین اس مطبوعہ نسخہ کے صفحہ ۱۷۰ کے وسط پر یہ نوٹ ملاحظہ کریں گے کہ وہاں تینوں ہندی نسخے عملاً ختم ہو جاتے ہیں، اور باقی ۷۰ صفحے صرف استنبولی نسخوں میں پائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ میں دیباچہ کی عبارت صرف ہندی نسخوں میں ہے استنبولی نسخوں میں نہیں، اور وہ گھڑا ہوا اضافہ یا الحاق ہے ہندی اور استنبولی نسخوں کے درمیان کہیں کہیں عبارت میں بھی تقدیم تاخیر کا فرق ہے، ان چند چیزوں کے سوا کوئی بڑا فرق ہندی اور استنبولی نسخوں میں نہیں، اسی کی بنا پر قدرةً میں نے سب سے زیادہ اعتماد استنبولی نسخہ ہی پر کیا ہے، اسی کی عبارت کو نمونہ ترجیح دی ہے، گو جا بجا کسی ہندی نسخہ (خصوصاً کتبخانہ آصفیہ والے نسخہ) کی عبارت کو بھی منتخب کر لیا ہے، اس حیدر آبادی نسخہ کا نام میں نے نسخۂ الف رکھا ہے، اور ص۲ و ص۱۲ پر حاشیہ میں کئی عبارتوں کو جگہ دی ہے، استنبولی نسخہ اگر پیش نظر نہ ہوتا تو لاکھ مشقت پر بھی میں اتنی صحیح کتاب ہرگز نہ پیش کر سکتا اور اس استنبولی نسخہ کی دستیابی کے شکریہ و فخر کا ... الفاظ میں لکھوں سب کم ہی ہوں گے،

مختلف نسخوں کی آخری تصحیح و مقابلہ میں مجھے سب سے زیادہ مدد دو ندوی عزیزوں مولوی نور الحق ندوی پشاوری اور مولوی ابو الجلال صاحب ندوی اعظم گڈھی سے ملی ہے

چونکہ خیر مجلس کتاب میں [illegible] آیات قرآنی و احادیث کے جو عربی عبارتیں بہ کثرت آئی ہیں ان کی تصحیح
کی ذمہ داری جناب مولانا سید سلیمان صاحب ندوی نے باوجود اپنی عدیم الفرصتی کے بہ کمال عنایت
اپنے ذمہ لے لی تھی [illegible] ترتیب و تدوین میں جناب مولانا حمید الدین صاحب اعظم گڑھی (صاحب
نظام القرآن) [illegible] صاحب ندوی سے بھی بعض مفید مشورے [illegible]
[illegible] شروع سے آخر تک جس قدر بھی ہیں سب راقم سطور [illegible]
کو مختلف پیراگراف (بند و فقرے) میں توڑنے کی جرأت بھی میں نے کی ہے [illegible]
کی عبارت مسلسل تھی اور پرانے نسخوں میں تو فصلیں بھی نہ تھیں [illegible]
آیات قرآنی کی تخریج نسبتاً آسان تھی، احادیث کی تخریج [illegible]
تھی اس دشواری کے حل ہونے میں ایک حد تک مولوی عبد الرزاق [illegible]
اور ان سے بڑھکر میرے مرحوم و محبوب رفیق عزیز مولانا عبد الرحمن ندوی نگرامی [illegible]
اردو ترجمہ صرف آیات قرآنی و احادیث [illegible]
ترجمہ چھوڑ دی گئی ہیں ان ترجموں [illegible]
ہیں ان سب کی ذمہ داری تنہا راقم کی ذات پر ہے، کوئی دوسرے صاحب اس ذمہ داری
میں شریک نہیں۔

قدیم کتابوں [illegible] (تہذیب) کا جدید و مقرر [illegible] یہ ہے کہ اختلاف قرأت پر مسلسل
نوٹ دئے جاتے ہیں، چھوٹی بڑی ہر وہ عبارت یا ہر وہ لفظ جو مختلف نسخوں میں مختلف طریقوں
سے پڑھا جا سکتا ہے خواہ وہ اختلاف ایک نقطہ یا شوشہ ہی کا ہو، اگر فٹ نوٹ میں اس کا اختلاف
ظاہر کر دیا جانا ضروری سمجھا جاتا ہے، عام ناظرین تو خیر البتہ ناقدین معاف فرمائیں کہ میں نے
[illegible] کی نہ عملاً تقلید کر سکا نہ اصولاً اس کی ضرورت کا قائل ہو سکا

میں نہ "اسکالر" ہوں نہ "ریسرچ اسکالر" نہ "مستشرقین" "علمائے مشرق" [illegible]

اب دل میں باقی ہے تھوڑی بہت محنت جو کچھ [illegible] اہل قلم

کی نہیں بلکہ مشرق کے "اہل ذوق" کی خدمت [illegible] سمجھنے میں اگر کسی

طالب کو اس رسالہ سے مدد مل گئی اور کسی [illegible] کے حق میں

نکل گئی تو [illegible] کا مقصد حاصل ہے مجھے [illegible] اگر کوئی دوسرا

کام کو کرتا تو یقیناً مجھ سے کہیں بہتر صورت میں [illegible]

جن کا [illegible] میں نہیں سمجھ سکا ہوں [illegible]

ہے [illegible] صاحب مطلب نکال [illegible]

[illegible] کرام سے آخری التماس یہ ہے [illegible]

[illegible] لغزشیں نظر آئیں [illegible] کے متعلق [illegible]

[illegible]

[illegible] آمین [illegible]

رب العالمین -

[illegible]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ

مولٰینا جلال الدین رومیؒ

صاحبِ ملفوظات

نام | اسم مبارک محمدؐ، لقب جلال الدین، تخلص رومی تھا، عرف عام نے مولانائے رُوم ملائے روم، مولوی رُومی، مولوی معنوی، کہہ کر پکارا۔

سلہ مولانا کے حالات وسوانح کے اصلی ماخذ یہ دو ہیں :۔

(۱) رسالہ سپہ سالار، از فریدون سپہ سالار جنھوں نے بہ قول خود اپنی ایک عمر مولانا کی خدمت اور حضوری میں صرف کر دی تھی "از ابتدا صبح عمر خود را بہ ملازمت حضرت او مستغرق داشتم"، کانپور میں منشی [illegible] مرحوم کے اہتمام سے مثنوی کا جو اعلیٰ نسخہ چھ جلدوں میں طبع ہوا تھا اس کے ساتھ یہ رسالہ بھی علیحدہ چھپ گیا ہے۔

(۲) مناقب العارفین، از شمس الدین افلاکی جو دو واسطوں سے مولانا کے سلسلہ میں شامل [illegible] کتاب بہت مفصل ہے لیکن ہر قسم کے رطب و یابس روایات کا مجموعہ ہے، آگرہ میں طبع ہو چکی ہے لیکن اب بازار میں [illegible] حیدرآباد دکن کے کتب خانہ آصفیہ میں مطبوعہ نسخہ موجود ہے اس سے زیادہ تر ایک قلمی نسخہ سے مستفید ہوا جو [illegible] فرنگی محلی مرحوم کے کتب خانہ میں تھا، اردو ترجمہ حافظ احمد علی خان صاحب شوق رامپوری مہتمم کتب خانہ [illegible]

ان دو اصلی ماخذوں کے علاوہ کتب ذیل سے بھی مستفید [illegible] ہوا ہوں :۔

(۱) الجواہر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ از عبد القادر قرشی [illegible]
[illegible]

زمانہ ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ مطابق ۳۰ ستمبر ۱۲۰۷ء کو بمقام بلخ عالم آب وگل مین قدم رکھا، اور ۶۸ سال قمری، یا ۶۶ سال شمسی کی عمر مین، ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۲۷۳ء کو، غروبِ آفتاب کے وقت، عالمِ ارواح کی جانب مرجعت کی۔

نسب سلسلۂ نسب، نو واسطون سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہونچتا ہے، جوہرِ صدیقیت کی آب وتاب بزرگانِ خاندان مین نمایان رہی، چنانچہ مولانا کے جد امجد حسین بن احمد اپنے زمانہ مین ایک نامور صوفی و صاحبِ کیف بزرگ گزرے ہین نانہالی سلسلہ حضرت سلطان ابراہیم ادہمؒ سے ملتا ہے،

والد ماجد مولانا کے والد ماجد سلطان بہاء الدین ولدؒ علم و فضل، زہد و تقوی، فقر و طریقت مین یگانۂ روزگار تھے :۔

"بادشاہی بود کامل، صاحبِ کشف، و در ہمہ علوم ظاہر و باطن بے نظیر......
پسندیدہ و مقبول و محبوبِ ہمہ دلہا بود، و ورع و تقوی بہ غایت، و ریاضت
بسیار، و مجاہدات بیشمار داشت، و بر ہمہ دلہا مشرف بود" (رسالہ سپہ سالار)

فتاوائے علمی و مذہبی دور دور سے آتے تھے، اور انکی ذات شیخ وقت کی حیثیت سے مرجع خلائق بنی ہوئی تھی،

"از اقصاے خراسان فتاوای مشکل بحضرت او آوردندی" (سپہ سالار)

"در علوم ماہر بود و صاحبِ حال ..... مثلِ او در فتوی در آن عصر کسی نبود" (دیباچہ ملفوظات)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل) اردو مین، مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی سوانحعمری مولانا ئے روم دلچسپ پیرایہ مین ہے، انگریزی مین نکلسن نے اپنے مقدمہ انتخاب دیوان شمس تبریز مین جو کچھ لکھا ہے، اگرچہ مختصر ہے، لیکن قابل مطالعہ ہے، ریڈ ہاوس نے مثنوی جلد اول کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ مین جو کچھ لکھا ہے، وہ سب مناقب العارفین سے ماخوذ ہے،

Marfat.com

مرتبۂ کمال و عظمت کا اندازہ، تذکرہ نویسون کے اس بیان سے ہو سکتا ہے، کہ ایک شب کو بلخ کے تین سو نامور عالمون اور مفتیون مین سے ہر ایک نے اپنے مقام پر یہ خواب دیکھا کہ حضرت سرورِ کائنات صلعم ایک سبز خیمہ مین جلوہ افروز ہین، ایک پہلو مین سلطان بہاء الدین ولد حاضر ہین، اور الطاف و عنایات خاص سے سرفراز ہو رہے ہین، یہان تک کہ زبان مبارک سے یہ ارشاد ہوا، کہ "ہم نے بہاء الدین کو سلطان العلماء کا لقب دیا"، صبح ہوئی تو یہ تمام علماء "سلطان العلماء"، کی خدمت مین اپنا خواب عرض کرنے اور تہنیت پیش کرنے کو حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا کہ "خیر اب رسولِ خدا صلعم کی زبان سے سن لینے کے بعد تو تم کو یقین آیا"[1]

ترکِ وطن، | فرمانروائے بلخ، محمد خوارزم شاہ عزیز بھی تھا، اور معتقد بھی، لیکن رفتہ رفتہ بد عقیدگی اور برگشتگی بڑھتی گئی، سپہ سالار نے اس کا سبب یہ لکھا ہے، کہ سلطان العلماء وعظ مین حکمت و فلسفۂ یونان اس مین غلو رکھنے والون کی سخت خبر لیتے رہتے تھے امام رازیؒ کو انھین فنون مین توغل تھا، انھون نے اپنے اثر کو کام مین لاکر بادشاہ کے دل مین انکی طرف سے رنجش پیدا کر دی، تعلقات کی یہ کشیدگی یہانتک بڑھی کہ بالآخر، شیخ نے تنگ آکر ترکِ وطن کی ٹھان لی، اور ۶۱۰ھ مین ایک روز اہل و عیال، اور شاگردون، اور مریدون کی ایک جماعت کو لیکر نکل کھڑے ہوئے اور ... روانہ ہوئے، ادھر تاتاریون کے ٹڈی دل نے ممالکِ بلخ کی فضا کو چھا لیا اور ... یث جادی عقیدت مندی کی آنکھ کو ان دونون واقعون سے ...

---

[1] یہ روایت جزئی اختلافات کے ساتھ، سپہ سالار، مناقب، دیباچہ ملفوظات سب ہی مین ... ہے،

کا رشتہ نظر آتا ہے[۱]،

تا دلِ مردان حق نامد بدرد — ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد

سکونت قونیہ | نیشاپور، بغداد، مکہ معظمہ، دمشق وغیرہ کی سیاحت، اور حج سے فراغت کے بعد یہ قافلہ قونیہ پہونچا، اور یہین سکونت اختیار کر لی، یہان خاندان سلجوق کے تاجدار علاؤ الدین کیقباد کی حکومت تھی، اس نے بزرگ شیخ کو ہاتھوں ہاتھ لیا، عزت و احترام کے ساتھ درس و تدریس کی خدمت سپرد کی، اور خود بھی اکثر حاضر ہوتا رہتا[۲]،

شیخ عطار کی نظر عنایت | اثنائے مسافرت مین جب قافلہ نیشاپور پہونچا ہے، تو شیخ فریدالدین عطارؒ سلطان العلماء سے ملنے تشریف لائے، مولانا اس وقت بچہ تھے، لیکن گوہر شناس نے اس وقت گوہر کو پرکھ لیا، اپنی کتاب اسرار نامہ عنایت کی، اور ارشاد فرمایا کہ عنقریب یہ لڑکا دل جلون کے گروہ مین آگ لگا کر رہیگا،

"در اثنای آن سفر به نیشاپور رسید، شیخ فریدالدین عطارؒ به دیدن مولانا بهاءالدین آمد آن وقت مولانا جلال الدین کودک بود، شیخ عطارؒ کتاب اسرارنامه را ہدیہ بمولانا جلال الدینؒ داد، و به مولانا بهاءالدین گفت زود باشد که این پسر آتش در سوختگان عالم زند[۳]،

ازدواج | اس سفر و سیاحت کے دوران مین، سنہ ۶۲۳ھ مین عمر کے انیسوین سال مولانا کا عقد لالائے سمرقند، شرف الدین کی صاحبزادی جوہر خاتون کے ساتھ ہوا، اور اسی سال ان کے بطن سے، فرزند رشید سلطان ولدؒ کی ولادت ہوئی، ان دونوں کے تفصیلی حا

---

[۱] دیباچہ ملفوظات، مناقب و سپہ سالار، [۲] سپہ سالار،

[۳] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی،

Marfat.com

سے اہل تذکرہ خاموش ہیں، ان کی وفات کے بعد مولانا نے دوسرا عقد کرا خاتون قونوی سے کیا، جن کا ذکر تذکروں میں بار بار آتا ہے[1]۔

علوم ظاہری مولانا نے علوم ظاہری کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد کے سایۂ شفقت میں حاصل کی، اور اس کے بعد سید برہان الدین محقق ترمذی سے جو اپنے وقت کے ایک بڑے ہمہ دان فاضل تھے، پھر تحصیل علوم و تکمیل فنون کے شوق میں اس وقت کے بڑے بڑے مشہور علمی مرکزوں، حلب، دمشق وغیرہ کی خاک چھانی اور ہر جگہ کے باکمال استادان فن سے استفادہ کیا، چنانچہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں یہ مرتبہ استناد حاصل ہوگیا تھا کہ لغت، ادب، فقہ، منقولات، حدیث، و تفسیر کے وہ نازک و دقیق مسائل، جو کسی سے حل نہ ہوتے، ان کے پاس لائے جاتے، اور ان کے جواب سے سب کو تشفی ہو جاتی:

"در علوم رسمی چون اقسام لغت و عربیت و فقہ و حدیث و تفسیر و معقولات و منقولات بغایتی رسیدہ بود کہ در آن عصر سرآمد ہمہ علما و مرشد بودہ" (سپہسالار)

"ہر مسئلہ کہ اقران آن عہد را مشکل افتادے، بحضرتش عرضہ داشتندے [illegible] وجہ در تحقیق آن فرمودے، کہ سائل را از ذوق آن [illegible] حل می شد" (ایضاً)

علمائے حنفیہ کے سب سے معتبر تذکرہ میں، مرتبۂ علمی کی شہادت [illegible] میں ملتی ہے:-

كان عالماً بالمذهب واسع الفقه عالماً بالخلاف وانواع [illegible]

كان اماماً عارفاً بالفقه على مذهب ابي [illegible]

[1] یہ عبارات الفوائد [illegible]

وعالما بالخلافت[۱]

درس وافتاء۔ ۶۲۸ھ میں چوبیس سال کے سن میں اپنے والد کی وفات پر مولانا، بادشاہ وقت اور اعیانِ شہر کے اصرار سے مسندِ درس وافتاء پر جلوہ افروز ہوئے،

در سلطان علاء الدین سلجوقی با تمامی ارکان وصدور آن دیار جمع شد، مولانا جلال الدین را بجائے پدر نشانیدند، (مفتاح التواریخ بہ حوالہ خلاصۃ المناقب)

علم وفضل، اور کمالِ فن کی شہرت، طلبہ کو دور دور سے کھینچ لائی، مناقب العارفین کی روایت کے مطابق چار سو طلبہ کا ہجوم ہر وقت رہتا تھا، ان تمام خارجی شہادتوں سے قطع نظر کرکے مثنوی میں جس کثرت سے مسائلِ معقول ومنقول کے حوالہ اور اشارہ کئے ہیں، وہ بجائے خود اس امر کی روشن دلیل ہے، کہ صاحب مثنوی کا دماغ، قرآن وحدیث فقہ واصول، کلام وفلسفہ، ہر قسم کے علوم ومعارف کا گنجینہ تھا، لیکن علوم ظاہری کا یہ تبحر سوزِ قلب کی تسکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتا تھا،

تجلیات باطنی کا ظہور۔ ارباب تذکرہ متفق ہیں، کہ تجلیات باطنی کا ظہور بچپن ہی سے ہونے لگا تھا، بارہا ایسا ہوتا کہ تین تین چار چار دن گزر جاتے اور کچھ نہ کھاتے پیتے، ایک مرتبہ چھ برس کے سن میں جمعہ کے دن چھت پر ہمسن بچوں کے ساتھ سیر کر رہے تھے، لڑکوں میں باہم یہ صلاح ٹھہری، کہ ایک چھت سے دوسری پر کود دیں، مولانا نے تبسم کے ساتھ فرمایا، کہ یہ تو کتے، بلی سب ہی جانور کر لیتے ہیں، ہمت ہو تو آؤ آسمان پر جست کریں یہ کہا اور نظروں سے غائب ہو گئے، ساتھ کے لڑکے سہم گئے، تھوڑی دیر کے بعد پھر نظر آنے لگے، اور ارشاد فرمایا، کہ "سبز پوشوں کی ایک جماعت مجھے اڑا کر آسمانوں پر لے گئی اور آسمانوں

[۱] الضیاء، جلد ۲ صفحہ ۲۶،

Marfat.com

کی سیر کرائی[1]" تذکروں میں اس قسم کے خرقِ عادات اور بھی منقول ہیں،

"او بحضرت مولانا از پنج سالگی باز صور روحانی و اشکال غیبی یعنی سفرۂ ملائکہ و بررۂ جن و خواص انس کہ مستوران قباب عزت اند ظاہر می شدہ اند، در تمثل می گشتند"
(نفحات الانس)

"حضرت مولانا از سن پنج سالگی اکثر اوقات از جائے خود بر می جست و مضطرب می شد تا حدی کہ مریدان بہاء الدین ولد او را در میان می گرفتند، از آنکہ صور روحانی و اشکال غیبی بہ نظرش متمثل می شدند، اعنی سفرۂ ملائکہ و بررۂ جن و انس کہ مستوران قباب حضرت اند" (مناقب العارفین)

بیعت و منازلِ سلوک، شیخ بہاء الدین ولد عارف کامل تھے، انکی صحبت و تربیت، لختِ جگر کے اس جوہر فطری پر جلا دیتی رہی، ان کے انتقال کے بعد مولانا نے ان کے خلیفہ سید برہان الدین محقق ترمذیؒ کے ہاتھ پر انہیں کے حسب خواہش بیعت کی، اور ان کی زیر تربیت نو سال کی مدت تک تصوف و سلوک کے مقامات عالیہ طے کیے،

"سید برہان الدینؒ چون با مولانا جلال الدینؒ صحبت داشت ... با او گفت کہ اگرچہ در علم ظاہر جای پدر گرفتہ، و اما پدرت غیر ازین علوم ظاہر حالات دیگر داشت و آن دیدنی ست نہ آموختنی، آن احوال از پدر تو بمن رسیدہ است، اگر مرید شوی مرادیابی، مولانا جلال الدین برغبت تمام مرید شد، و مدت نہ سال در صحبت او بود"

و سید برہان الدینؒ بعد از آن حضرت خداوندگار را ... عادت ... خبیث

[1] سپہ سالار، مناقب، و نفحات الانس مسئلہ دیباچہ مثنوی ...

فرمودہ، طریق سلوک و آداب مشایخ تلقین کرد...... و مدت نہ سال تمام صحبت فرمودند۔[۱]

ابتدائے تربیت سلوک میں سید موصوف نے مولاناؒ سے ایک ہفتہ روزہ رکھنے کو کہا مولاناؒ نے کہا، کہ "پیرے چالیس دن ہونے چاہئے"، سید موصوف نے چالیس دن کی خلوت کرائی، حجرہ کا دروازہ مقفل کر دیا، اور سامان خورد و نوش میں سے بجز ایک لوٹا پانی، اور چند نان جویں کے اور کچھ نہ دیا۔ چلہ کے خاتمہ پر دروازہ کھولا، تو دیکھا، کہ مولاناؒ حضور کامل کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہیں، مرشد کی طرف نظر بھی نہ اٹھائی، دروازہ بدستور بند کر دیا اور یوں ایک اور چلہ گذر جانے کے بعد دوبارہ کھولا، تو دیکھا کہ نماز میں مشغول ہیں، اور آنکھوں سے اشک جاری ہیں، مرشد کی جانب اب بھی التفات نہ کیا، مرشد نے تیسرے چلہ کا انتظار کیا، اس کے خاتمہ پر مولاناؒ تبسم کرتے ہوئے باہر تشریف لائے، تو آنکھوں سے انوار جمال الٰہی برس رہے تھے، مرشد نے گلے سے لگا لیا، اور چہرہ پر بوسہ دیا۔[۲]

شمس تبریزؒ | محقق ترمذیؒ نے ۶۳۸ھ میں وفات پائی، پانچ سال بعد ۶۴۲ھ میں شمس تبریزیؒ کی صحبت نصیب ہوئی جس نے گویا مولانا کی زندگی کا رخ ہی بدل دیا حضرت شمسؒ بابا کمال الدین جندی کے مرید اور عارف کامل تھے، ایک مرتبہ مناجات میں دعا کی، کہ "پروردگار کوئی تیرا بندہ خاص ایسا ملتا، جو میری صحبت کا تحمل ہو سکتا" ارشاد ہوا کہ "روم کو جاؤ" یہ بشارت پاتے ہی چل کھڑے ہوئے، اور ساری اقلیم روم کا گشت لگا کر بالآخر قونیہ میں آکر اترے، شب کا وقت تھا، برنج فروشوں کی سرائے میں فروکش ہوئے، صبح ہمہ تن شوق بن کر دوکان کے چبوترے پر بیٹھے، جذب دل کامل تھا، شکار، خود شکاری

---

[۱] سپہ سالار [۲] مناقب العارفین،

سے کے استقبال کو بڑھا، اِدھر حضرت شمسؒ انتظار کی گھڑیاں گن رہے تھے، ادھر مولاناؒ بھی صبح ہوتے ہی ان کی ملاقات کو چلے، شہرت علم وفضل کا آفتاب اوج کمال پر تھا راستہ مین خلقت دست بوسی کو ٹوٹی پڑتی تھی، شمسؒ کی نگاہ چار ہوئی، رہبر محبت نے بتا دیا کہ یہی وہ محبوب ہے، جس کی بشارت ہوئی تھی،

مولاناؒ مقابل کے چبوترے پر آکر بیٹھ گئے، دیر تک آنکھون آنکھون مین راز و نیاز ہوتے رہے، اس کے بعد شمسؒ نے مولاناؒ سے سوال کیا کہ "بایزید بسطامیؒ کو ایک طرف تو اتباع سنت مین یہ غلو تھا کہ زندگی بھر خربزہ اس خیال سے نہین کھایا، کہ نہین معلوم سرور عالم صلعم نے کس طرح تناول فرمایا تھا، اور دوسری طرف کبھی سبحانی ما اعظم شانی کے نعرہ لگاتے تھے، اور کبھی لیس فی جبتی سوی اللہ کی صدا بلند کرتے تھے، حالانکہ خود رسول اللہ صلعم کا یہ حال تھا، کہ فرماتے تھے، مین دن بھر مین ستر مرتبہ استغفار کرتا ہون، ان دو متضاد کیفیتون مین کیونکر تطبیق دیجا سکتی ہے؟" مولاناؒ نے جواب دیا کہ بایزیدؒ اگرچہ بڑے صاحب دل بزرگ تھے تاہم دائرہ ولایت مین ایک خاص درجہ پر قائم کر دیے گئے تھے، اور ان کو اسی کی عظمت ظاہر تھی، اس لئے ان کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے، بخلاف اس کے سرور کائنات صلعم کے علوے مراتب کی حد و انتہا نہ تھی، ہر لحظہ منازل قرب مین بلند سے بلند تر پایہ طے کرتے جاتے تھے، اس لئے قدم قدم پر آپ کو اپنا پہلا مقام پست نظر آتا تھا، اور اسی پر آپ استغفار فرماتے رہتے تھے،

یہ سنتے ہی شمسؒ اٹھکر مولاناؒ سے لپٹ گئے، اور ایسا لپٹے کہ پھر کبھی

نیاز کے تعلقات آپس مین بڑھے، اور بڑھتے گئے، یہان تک کہ ایک ایک دوسرے مین گم ہو گئی، مولاناؒ اب تک درس و افتا مین مصروف رہتے تھے، اب یہ مشاغل چھوڑ کر

سماع میں منہمک ہو گئے، مستی و سرشاری کے جذبات طاری رہنے لگے، دوستوں عزیزوں شاگردوں سب سے ملنا جلنا ترک ہو گیا، بڑی بڑی طویل مدتوں تک شمس کے ساتھ خلوت رہنے لگی، یہاں تک کہ ایک مرتبہ حجرہ شیخ صلاح الدینؒ میں دونوں بزرگ متصل تین مہینہ یا چھ مہینہ تک، باختلاف روایت، بغیر آب و دانہ اور دوسری بشری حاجتوں کے خلوت گزیں رہے، !

" مدت سہ ماہ، در خلوتی لیلاً و نہاراً بہ صوم وصال نشستند، کہ اصلا بیرون نیامدند، و کسی را زہرہ نبود کہ در خلوت ایشان در آید" (مناقب العارفین و نفحات الانس)

" مدت شش ماہ آزاد، در حجرۂ شیخ صلاح الدین زرکوبؒ بہم صحبت فرمودند چنانچہ قطعاً و اصلاً اکل و شرب و حاجات بشری در ماہین نبود، و در سر وقت ایشان بغیرہ شیخ صلاح الدین دگرکسے را مجال دخول نبود،" (رسالہ سپہ سالار)

شمسؒ اور رومیؒ کے تعلقات باہمی آج تک ایک طلسم بنے ہوئے ہیں، اور دونوں کی پہلی ملاقات نیز باہمی تعلق کی بابت جو عجیب و غریب افسانے عام زبانوں پر ہیں، ان کے لحاظ سے یہ روایت جو یہاں اختیار کی گئی یقیناً پھیکی اور بیمزہ معلوم ہو گی، لیکن سب سے قدیم تذکرہ سپہ سالار میں یہی روایت درج ہے، اور مناقب و نفحات میں بھی جزئی اختلافات کے بعد اس کا اعادہ کر دیا گیا ہے،

بعض تذکرہ نویسوں نے حضرت شمسؒ کیساتھ مولانا کی بڑھی ہوئی گرویدگی محبت و عقیدتمندی کو دیکھکر شمسؒ کو آپ کا پیر و مرشد لکھ دیا ہے، لیکن اس سے قطع نظر کرکے، کہ یہ خیال قدیمتر تذکروں، سپہ سالار و مناقب کی تصریحات کے برخلاف ہے، خود مولانا کا بھی ایک مقولہ اس تعلق باہمی کی نوعیت پر روشنی ڈالنے کیلئے کافی ہے، فرماتے ہیں، کہ :-

Marfat.com

"علماء ظاہر، اخبارِ رسول کے عالم ہیں، شمس تبریزیؒ اسرارِ رسول کے حامل ہیں، اور میں انوارِ رسول کا مظہر ہوں" (مناقب، ذکر شمس تبریزیؒ)

اس میں شبہ نہیں، کہ مثنوی اور اس سے بھی بڑھکر دیوانِ غزلیات میں مولانا نے ایک دو جگہ نہیں، بہ کثرت حضرت شمس تبریزؒ کا نام اس ذوق وشوق، اور اس جوش وعقیدت سے لیا ہے، کہ گویا اپنے پیر و مرشد کا ذکر کر رہے ہیں مثلاً مثنوی میں:-

شمس تبریزیؒ کہ نورِ مطلق ست — آفتاب ست و ز انوارِ حق ست
چون حدیثِ روی شمس الدین رسید — شمس چارم آسمان رو در کشید
واجب آمد چونکہ بردم نام او — شرح کردن رمزی از انعام او[1]

دیوان میں اس سے بھی آگے قدم رکھتے ہیں، مثلاً:-

شمس تبریز طلوعی بکن از مشرقِ جان — کہ چو خورشید تو جانی و جہان جملہ بدن

شمس تبریز توئی وجہِ وجود — من ہم از وجہ و مرآت تو ام

پیرِ من و مریدِ من، دردِ من و دوای من — فاش بگویم این سخن شمسِ من و خدای من

اس قسم کے اشعار سے ایک گروہ نے یہ بات ٹھہرائی ہے، کہ حضرت شمس مولانا کے پیر و مرشد تھے، اس لئے کہ ایسے الفاظ ایک مرید ہی اپنے مرشد کے لئے [illegible] لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ وزن نہیں رکھتا، اس لئے کہ [illegible]

[1] دفتر اول عنوان بردن بادشاہ طبیب را [illegible]

Marfat.com

بیخودی و وارفتگی کا نتیجہ ہے، اور تنہا شمسؒ کیساتھ اس کی تخصیص نہین، بلکہ اپنے مخصوص ارباب صحبت مین سے جس کسی کا بھی ذکر فرماتے ہین، وفور جوش و فرط محبت سے بیخود ہو جاتے ہین، قلم کی رفتار مستانہ اور البیلی ہو جاتی ہے، اور بیساختہ ایسے الفاظ زبان سے نکلنے لگتے ہین، جو عموماً کوئی خوش عقیدہ مرید ہی اپنے مرشد کی شان مین استعمال کرسکتا ہے، شیخ صلاح الدین زرکوبؒ تو مرشد نہ تھے محض رفیق صحبت تھے، تاہم انکا ذکر اکثر غزلون مین جس انداز سے کرتے ہین اس کا نمونہ یہ ہے:۔

مطربا اسرار ما را باز گو — قصہ ہای جانفزا را باز گو
چون صلاح الدین صلاح جان ماست — آن صلاح جان ما را باز گو

کار زرکوبان تو زر کردی چو زر — شہ صلاح الدین کہ تو صد مردہ

لطفہای را کہ با ما شہ صلاح الدین کند — خضر جان گر باز بیند دم بدم تحسین کند

اسی طرح شیخ حسام الدین چلپی تو متفقہ طور پر مرید و خلیفہ ہی تھے، مرشد و بزرگ نہ تھے تاہم ان کا نام مثنوی مین، بار بار اس بیتابی، اس بیخودی، اس ذوق و شوق کے ساتھ لیتے ہین، کہ کچھ دیر کے لیے پیر پر مرید کا گمان ہونے لگتا ہے، دو ایک نمونہ ملاحظہ ہون:۔

ای ضیاء الحق حسام الدین در آر — این سر خر را از این بطیخ زار
ہین نما صورتگری و جان زتو — نے غلط ہم این زتو ہم آن زتو
مثنوی را صورت بود و جانش توئی — ہم جہت ہم نور ارکانش توئی

(دفتر ۴، نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را)

Marfat.com

ہمچنان مقصود من زین مثنوی		ای ضیاء الحق حسام الدین توئی

مثنوی اندر اصول و ابتدا		جملہ بہر تست او بر تست انتہا

التجا بر تست و بر امداد تو		تکیہ بر اشفاق و بر اسعاد تو

در قبول تست عز و مقبلی		زانکہ شاہ جان و سلطان دلی

پیش من آوازت آواز خدا است		عاشق از معشوق حاشا کے جدا است

(دفتر ۴، حکایت مرد تشنہ)

شہ حسام الدین کہ نور انجم است		طالب آغاز سفر پنجم است

ای ضیاء الحق حسام الدین راد		اوستادان صفا را استاد

شرح تو غیب ست بر اہل جہان		ہمچو راز عشق دارم در نہان

مدح تو حیف ست بر زندانیان		گویم اندر مجمع روحانیان

مدح تعریف ست و تخریق حجاب		فارغ است از مدح و تعریف آفتاب

(دفتر ۵، آغاز)

حضرت شمس تبریزؒ اور مولاناؒ کے باہمی تعلقات کی اصل حقیقت کیا تھی، اس پردہ کو تو کوئی حقیقت شناس ہی اٹھا سکتا ہے، البتہ ہم ظاہر بینوں کو معلوم ایسا ... کہ مولاناؒ پہلے تو اپنے والد ماجد اور پھر سید برہان الدین ترمذی کے ... میں رہکر ریاضتوں، عبادتوں اور مجاہدوں سے علم و یقین، سلوک ... طے کر چکے تھے، اور اب قلب سوز و گداز، کیفیت، و ... کے جذبات ... تھا، شمس ہمہ تن بے تبدیلی اور وارفتگی تھے، ان کی صحبت نے ... چنگاری کا کام دیا، پیری و مریدی سے بالا رابطہ تعلقات بالاتر ...

Marfat.com

رومی تبریزی مین اور تبریزی رومی مین فنا ہوگئے، اور دونون نے اپنی اپنی جگہ لذت فنا کے حوصلہ دل کھول کر پورے کئے، دونون کے ایک دوسرے مین فنا ہونے کی کیفیت کائناتِ تصوف مین کوئی امر محال و ناممکن نہین،

مولاناؒ کی صحبت حضرت شمسؒ کے ساتھ کل دو ڈھائی برس رہی، اس درمیان مین ان کے حد سے بڑھے ہوئے اختلاط کو دیکھکر عزیزون اور شاگردون کو ناگواری اور بیچی پیدا ہوئی، کہ یہ کون دیوانہ آنکلا ہے، جس نے مولانا کو دوستون، شاگردون، عزیزون اور بال بچون، سب سے چھڑا کر اپنا کر لیا ہے، اور تخلیہ کی صحبتون مین مولانا کے صاحبزادون تک کے آنے کا روادار نہین، شمسؒ عزیزون شاگردون کے چڑھتے ہوئے تیورون کو تاڑ گئے اور کشمکش کی ناگوار صورت کو بڑھتے ہوئے دیکھکر بے اطلاع چل دیئے، مولانا کو اُنکی جدائی کا بیحد صدمہ ہوا، بالکل خلوت اختیار کر لی، سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا، اور تنہائی مین رنج وغم کا زمانہ گذارنے لگے، اتفاق سے ایک روز دمشق سے حضرت شمسؒ کا ایک مکتوب صادر ہوا، اس نے دبی دبائی آگ کو پھر بھڑکا دیا، متعدد عشقیہ غزلین لکھ کر، اور بہت سے تحفہ تحائف ساتھ کرکے اپنے فرزند رشید سلطان ولدؒ کو ان کی خدمت مین روانہ کیا،

خدا خدا کر کے حضرت شمسؒ دوبارہ تشریف لائے، لیکن چند ہی روز کے بعد قدیم ہم نشینون کے رشک وحسد نے پھر زور پکڑا اور جب نوبت حد سے گزر گئی، تو شمسؒ نے ارادہ کر لیا کہ اب جا کر واپس نہ آئین گے، چنانچہ نکل کھڑے ہوئے، اور پھر باوجود انتہائی تلاش کے کبھی ہاتھ نہ آئے،

یہ ساری تفصیل رسالہ سپہ سالار سے ماخوذ ہے، نفحات الانس وغیرہ کی بعض روایتون مین یہ آیا ہے کہ مولاناؒ کے فرزند اوسط علاء الدین محمدؒ نے برہم ہو کر حضرت شمسؒ کو

131015

قتل کر ڈالا تھا، لیکن سپہ سالار میں گم شدگی و مفقود الخبری کا حال تفصیل سے درج ہے، اس کے مقابلہ میں بعد کی تالیفات کی بے سند روایات قابلِ قبول نہیں ہو سکتی، مناقب العارفین میں بھی ترجیح اسی روایت کو دی ہے، اور خود دیباچہ ملفوظات کے ان الفاظ سے، کہ "تا شمس الدین ناپید شد" بجائے قتل کے گم شدگی کی تائید نکلتی ہے،

صلاح الدین زرکوب شمسؒ کے فراق میں مولاناؒ کی حالت زبون ہو گئی، ہر وقت ایک شوریدگی سی طاری رہنے لگی، ایک روز جوش و خروش کے عالم میں گھر سے باہر نکلے، راستہ میں شیخ صلاح الدینؒ کی دوکان پڑی، یہ ایک صاحب جمال بزرگ تھے، اور مولانا کے پیر بھائی، شمسؒ و مولاناؒ کی خلوتوں میں بھی باریابی کی خوش نصیبی تنہا انھیں کے حصہ میں آئی تھی، زرکوبی کا پیشہ کرتے تھے، اتفاق سے اس وقت چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے، ہتھوڑی کی آواز نے مولانا کے قلب پر سماع کا اثر پیدا کیا، اور سر رہ وجد و رقص کی حالت طاری ہو گئی، شیخ یہ کیفیت دیکھ کر بدستور ورق نقرہ پر ضربیں لگاتے رہے یہاں تک کہ بہت سی چاندی ضائع ہو گئی، مگر انھوں نے ہاتھ نہ روکا، بالآخر مولانا نے انھیں اپنے آغوش میں لے لیا، اور جوش و مستی کے عالم میں گھنٹوں اپنے اس شعر کی تکرار فرماتے رہے، ؎

یکے گنجے پدید آمد ازین دکان زرکوبی
زہے صورت زہے معنی زہے خوبی زہے خوبی

شمسؒ کی مفارقت سے جو شورش پیدا ہو گئی تھی، اس میں شیخ صلاح الدین کی صحبت سے بہت افاقہ ہو گیا، اب ان سے ٹھیک وہی تعلقات راز و نیاز پیدا ہو گئے، جو

سلہ سپہ سالار ذکر صلاح الدین زرکوب، مناقب وغیرہ کی روایتیں اس سے ذرا مختلف ہیں،

حضرت شمسؒ سے تھے،

"خدمت مولانا، ہمان عشق بازی کہ با شیخ شمس الدینؒ داشت بادے پیش گرفت

(مناقب ولفحات، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

"بعد از غیبت مولانا شمسؒ تسکین وآرام بحضرت شان یافتند، چنانکہ سلطانؒ ولد

می فرماید، ؎

شورتن شیخ ازو شدہ ساکن | وان ہمہ رنج و گفتگو ساکن
شیخ باو چنانکہ با آن شاہ | شمس تبریز چونکہ خاصہ اللہ
خوش درآمیخت ہمچو شیر وشکر | کار ہردو زہد گرشد زر

(سپہ سالار، ذکر صلاح الدین زرکوبؒ)

یہ رنگ دیکھکر عزیزون اور شاگردون کی آتش غضب پھر بھڑکی، اور شمسؒ کی طرح ان کی بھی آزار رسانی کی فکرین کی جانے لگین، لیکن بالآخر یہ سوچ کر، کہ مولانا کے روابط ان سے کم ہونے کے نہین آزار رسانی کے منصوبہ کچھ زیادہ چلنے نہین پائے، ۶۶۲ھ مین انکا انتقال ہوگیا، تذکرون مین تصریح ہے، کہ مولانا کے ساتھ ان کی صحبت دس سال تک رہی اس حساب سے ان کے ساتھ مولانا کے ربط خاص کے آغاز کا زمانہ ۶۵۲ھ سمجھنا چاہیے، ان کے ماتم مین جو نالۂ موزون مولانا کی زبان سے نکلا، وہ کلیات مین درج ہے، پہلا شعر یہ ہے،

اے زہجرانت زمین وآسمان بگریستہ
درمیان خود نشستہ عقل وجان بگریستہ

حسام الدین چلپیؒ | حضرت زرکوبؒ کے اُٹھ جانیکے بعد مولاناؒ نے اپنا رفیق صحبت اپنے مرید باختصاص حسام الدین چلپیؒ کو منتخب فرمایا، اور شمسؒ وزرکوبؒ کی طرح، ان کے ساتھ

مراسم محبت بے حد و بے پایاں قائم ہو گئے، مثنوی کی تصنیف انھیں کی تحریک پر ہوئی اور مثنوی میں متعدد مقامات پر ان کا نام اس محبت و ذوق، خلوص و عقیدت کے ساتھ لیا ہے کہ گویا مرید کا نہیں بلکہ مرشد کا ذکر ہے، اور مثنوی کے ہر دفتر کے آغاز میں تصریح کیساتھ انھیں مخاطب کرتے گئے ہیں، اس طرح جب تک دنیا میں مثنوی کا وجود باقی ہے حسام الدین چلپیؒ کا نام بھی زندہ و قایم ہے، مرض الموت میں اپنا خلیفہ بھی انھیں کو منتخب کیا،

دیگر معاصرین، مولاناؒ کے خاص رفیقان صحبت و یاران بزم بس یہی چند تھے، ان کے علاوہ دوسرے ارباب کمال و مشاہیر عصر سے بھی مولانا کے تعلقات تھے، اور ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں، چنانچہ ان حضرات میں، شیخ محی الدین ابن عربیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ شیخ صدر الدین قونویؒ، شیخ اوحد الدین کرمانیؒ، امام نجم الدین رازیؒ کا بار بار مختلف تذکروں میں آیا ہے، بعض روایتوں میں شیخ سعدیؒ کی بھی ملاقات کا ذکر ہے، قطب الدین [illegible] اپنے وقت کے جید معقولی و فلسفی تھے، ان کی حاضری کی حکایت بھی مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہے، چنانچہ ایک بیان ہے کہ جب انھوں نے [illegible] پند و موعظت سے برکت حاصل کی[1]

[illegible]

[1] مدینۃ العلوم، [illegible]

بزرگ ثابت ہوئے، اور حسام الدین چلپیؒ کی وفات کے بعد مسند خلافت پر بیٹھے[1]، انھوں نے
کوئی مثنوی بھی لکھی تھی جس کے اشعار مختلف تذکروں مین کثرت سے منقول ہوئے ہین[2]،

عام حالات، مولاناؒ کا زمانہ، غیرون کی غلامی کا نہین اپنی حکومت کا زمانہ تھا، عموماً علماء و مشائ
کے لئے گران قدر سرکاری وظیفے اور روزینے مقرر رہتے تھے، مولاناؒ کے لئے بھی اوقاف کی
مد سے پندرہ دینار ماہوار کا وظیفہ مقرر تھا، اس کے معاوضہ مین مولانا کے سپرد افتاء کی خدمت
تھی، فرض شناسی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ تاکیدی حکم تھا، کہ خواہ کیسی ہی وجد
سکر کی کیفیت طاری ہو، استفتاء جس وقت بھی آجائے، خدمت مین پیش کر دیا جائے، ۴۸
۴۰ سال کی عمر تک عام مشغلہ درس و تدریس اور فتوی نویسی تھا، اس کے بعد شمسؒ کی
صحبت کے اثر سے وجد و استغراق کی کیفیت بڑھتی گئی، اور شمسؒ کے اتباع مین سماع کا
غالب آ گیا[3]، یہان تک کہ مناقب العارفین کی روایتون پر اگر اعتماد کر لیا جائے تو اکثر
کئی کئی دن شغل سماع مین گذر جاتے تھے،

شریعت کی پابندی، ایک طرف اس زور کی مستی و بیخودی، فنائیت اور وارفتگی تھی لیکن
دوسری طرف شریعت کے دائرہ سے کبھی قدم باہر نہ نکلنے پایا، شب بیداری تہجد گذ
کثرت نوافل، دوام ذکر، کثرت صوم، عام معمولات تھے، ادائے نماز مین یہ شغف اہتمام
تھا، کہ جو بھی وقت نماز آتا فوراً قبلہ رخ ہو جاتے، اور چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا، عشا کی نم
مین بعض اوقات، ساری ساری رات ختم ہو جاتی، سپہ سالار کے چند بیانات سننے کے قابل ہ

"در بیخوابی شانے عظیم داشت"

"در مجاہدہ صوم و جوع آیتے بودند، چہ آن مجاہدہ کہ از ایشان مشاہدہ رفتہ ست

---

[1] یہ تفصیل مناقب العارفین سے ماخوذ ہے [2] انکی دو مثنویان مطبوعہ نہین قلمی میری نظر سے گذری ہین ایک حیدرآباد کے کتبخانہ آصفیہ مین اور ایک نصیر
(اودھ) مین ایک مثنوی بالکل مولاناؒ کی مثنوی معنوی کا تکملہ معلوم ہوتی ہے، [3] سپہ سالار،

مقدور بشر نبود۔"

"در تمامت امور متابعت آنحضرت صلعم فرمودندے و در فقر نیز تتبع بدان حضرت می کردند"

"چون وقتِ نماز رسیدے، متوجہ قبلہ شدندے، چہرۂ مبارک ایشان رنگ برنگ گشتے"

"بہ استغراق و خشوع بحد و نیاز و خضوع بے حد بہ نماز مستغرق می شدندے، و بہ کلی بہ صفات بیچون متصل گشتندے"

"بہ کرات خلق مشاہدہ رفت کہ از اول عشا قیام کردے، و تکبیر بستے، تا اول صبح بہ دو رکعت نماز مستغرق بودے، و ہمچنان در رکوع و سجود یک روز تمام و یک شب مشاہدہ رفت کہ مستغرق می بودندے"

مجاہدات و ریاضات شاقہ، زہد و قناعت، ... و ایثار، ورع و تقویٰ، احترام شریعت، ذوقِ عبادت، اور اتباعِ سنت کے کثیر اور حیرت انگیز واقعات سے، سپہ سالار، مناقب، اور دوسرے تذکروں کے اوراق لبریز ہیں۔

خلاصۂ تصوف | مولانا کی تعلیم جو کچھ تھی، اس کی تشریح سے مثنوی، نیز ملفوظات کی ایک ایک سطر لبریز ملتی ہے، لیکن ان کی ساری تعلیمات و ارشادات کے عطر کو اگر چند لفظوں میں تلاش کرنا ہے، تو اسی ملفوظ کے بالکل آخر کی عبارت پڑھ لینی چاہیے، فرماتے ہیں:-

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ ... [illegible]

بقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام ... [illegible]

وترک المعاصی والآثام ... [illegible]

علی الدوام واحتمال الجفاء من الانام والملامة علی الصیام ودوام القیام۔[1]

خواہشوں کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو، اور خلقت کی طرف سے سختیاں برداشت کرو اور ہمیشہ روزہ رکھتے رہو، اور ہمیشہ عبادت کیلئے کھڑے رہو۔

ان کے سارے تصوف، ان کی ساری تعلیمات، ان کے سارے ارشادات، کا عطر، خلاصہ نچوڑ جو کچھ بھی کہا جائے، بس یہی ہے، یہی ان کا قول بھی تھا، اور یہی ان کا عمل بھی تھا، سکھاتے بھی یہی تھے اور کرتے بھی یہی تھے، بتاتے بھی اسی کو تھے اور برتتے بھی اسی کو تھے۔

اپنی شاعری کی بابت ان کی مثنوی اور مجموعۂ غزلیات کی عام شہرت کی بنا پر خیال یہ ہوتا ہے کہ مولانا ایک فطری شاعر تھے، جو ہر وقت شعر گوئی میں مصروف رہتے ہونگے، لیکن ان ملفوظات میں مولانا نے خود اپنی شاعری پر جو اظہار رائے فرمایا ہے، اور جو خفیف اختلاف کیساتھ یہ سالارین بھی منقول ہے، اس خیال کی تردید کے لیے بالکل کافی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے شاعری سے کیا غرض، میرے علم میں شاعری سے بڑھکر کوئی مشغلہ نہیں، مگر یہاں کے لوگ میرے پاس اسی کے طالب ہو کر آتے ہیں، اور مجھ میں مروت اتنی ہے کہ کسی کو اپنے سے کبیدہ خاطر نہیں جانے دینا چاہتا ہوں، اس لیے ان لوگوں کی محض خاطرداری میں کلام موزوں کر لیتا ہوں،

در آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ پیش من می آیند، از بیم آنکہ ملول نشوند، شعرے گویم تا بدان مشغول شوند ...... وگرنہ من از کجا

---

[1] یہ عجیب توارد ہے، کہ جس طرح ایک مشہور بزرگ حضرت مولانا کے ملفوظات کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوتا ہے، اسی طرح ایک دوسرے مشہور بزرگ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات کی تقریباً ابتدا میں یہ الفاظ ملتے ہیں، "کمال مرد در چہار چیز پیدا می شود قلة الطعام وقلة الکلام وقلة الصحبة مع الانام وقلة المنام"۔ (فوائد الفواد مرتبہ خواجہ حسن علا سجزی ...)

Marfat.com

وشعر از کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، کہ ازین بدتر چیزے نیست"

تصانیف، مولانا نے جو اپنی مستقل معنوی یادگارین چھوڑی ہین حسب ذیل ہین :-

(۱) کلیات شمس تبریزؒ، غزلیات کا نہایت ضخیم مجموعہ جس مین کہا جاتا ہے کہ پچاس ہزار شعر درج ہین، عوام اسے شمس تبریزؒ کا کلام سمجھتے ہین، حالانکہ تمام تذکرہ نویس اس پر متفق ہین، کہ یہ سارا کلام مولانا ہی کا ہے، اور یہ بھی مسلم ہے کہ شمسؒ بیچارہ تو شاید ایک شعر بھی نہین کہہ سکتے تھے، اس کے علاوہ کلام خود خصوصاً جس صورت سے کہ ساتھ شمسؒ کا نام مقطع مین آتا ہے، اس امر کی صریح شہادت دے رہا ہے کہ اس کا کہنے والا شمسؒ سے الگ کوئی اور شخص ہے، ہندوستان مین نول کشور پریس لکھنؤ سے ایک متوسط ضخامت کا مجموعہ دیوان شمس تبریز کے نام سے عرصہ ہوا چھپا تھا جو اغلاط [illegible] سے لبریز تھا، [illegible] بعد کو ایک دوسرا نہایت ضخیم مجموعہ کلیات شمس تبریز [illegible] صحت کا خاص اہتمام کیا، اور اس کوشش مین ایک حد تک کامیاب بھی رہا، کلیات کا جو نسخہ ایران مین شایع ہوا ہے، وہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، امرتسر [illegible] مدت ہوئی دیوان شمس الحقایق کے نام سے مولانا کا ایک مختصر دیوان شایع ہوا تھا، وہ غالباً اس ایرانی نسخہ سے ماخوذ و منتخب تھا؛

کلیات کے مطبوعہ نسخہ مین چند غزلین ایسی بھی ملتی ہین جو [illegible] مضامین عقائد اہل سنت سے اس قدر علحدہ و بیگانہ ہین کہ مولانا جیسے [illegible] کی جانب انھین منسوب کرنا درست نہین معلوم ہوتا، مثلاً حضرت علی رضی اللہ [illegible] غزل جسکا ایک شعر یہ ہے :-

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و ہم باطن   ہم عابد و ہم معبود [illegible] علی بود

کلام کا بیشتر حصہ، غلبۂ سکر و مستی کے زمانہ کا کہا ہوا ہے، اس لئے علماء ظاہر کو اپنے مسلمات سے مطابقت دینے مین قدرۃً دشواری پیش آتی ہے، رباعیات، کلیات سے الگ بھی غالباً شائع ہو چکی ہین،

(۲) مثنوی، فرطِ شہرت سے کسی تعارف کی محتاج نہین، عربی فارسی، ترکی، اردو، انگریزی، جرمنی، مشرق ومغرب کی تقریباً ہر اعلیٰ زبان مین اس کے ترجمہ، خلاصے، انتخابات، حاشیے، دیباچے شائع ہو چکے ہین، کل مثنوی چھ دفترون مین ہے، ہندوستان مین اس کے مطبوعہ اور قلمی دونون قسم کے نسخے بکثرت ملتے ہین، بعض کتبخانون مین نفیس ترین قلمی نسخے میری نظر سے گزرے ہین، رحمت اللہ رعد مرحوم نے اپنے نامی پریس (کانپور) مین مولانا احمد حسن صاحب کی تصحیح وتحشیہ کے ساتھ جو نسخہ چھ حصون مین الگ الگ، بہ کمال آب وتاب شائع کیا تھا اس سے بہتر کوئی مطبوعہ نسخہ میری نظر سے نہین گذرا ہے، اس وقت کیمبرج کے مشہور مستشرق پروفیسر نکلسن علاوہ انگریزی ترجمہ وحواشی وغیرہ کے، مثنوی کا متن تین جلدون مین اپنی تصحیح وتہذیب کے ساتھ طبع کر رہے ہین، ان سطور کی تحریر کے وقت تک اس کی صرف پہلی جلد، جو دفتر اول ودوم پر شامل ہے، شائع ہوئی ہے، اور اہتمام صحت واسناد کے لحاظ سے بے نظیر ہے،

شیخ اسمٰعیل قیصری، شارح مثنوی نے مدت ہوئی کہین سے مثنوی کا دفتر ہفتم بھی ڈھونڈھ نکالا تھا، لیکن علمائے فن نے اسے مولانا کی تصنیف قبول کرنے سے انکار کیا، اس وقت تک مختلف سمتون سے متعدد کوششین "دفتر ہفتم" کے وجود مین لانے کی ہو چکی ہین، کسی صاحب کو خواب مین مولانا سے دفتر ہفتم کی تصنیف کی اجازت مل جاتی ہے، اور کسی کو کسی اور طریقہ سے، لیکن قبول عام کی عدالت سے اب تک یہ سارے دعوے خارج ہی ہوتے رہے ہین،

ذوق و حال، سوز و گداز، وجد و کیف مین مثنوی کا ایک ایک شعر ڈوبا ہوا ہے، لیکن باہمہ برخلاف کلیات کے، احترام شریعت کا سررشتہ کہین بھی ہاتھ سے نہین جانے پایا ہے، اس لئے بڑے بڑے مقدس و متقی علما و فقہا نے بھی اس شراب کو شراب طہور، کے حکم مین داخل رکھا ہے، اور خود بھی اس خمخانہ سے جی کھول کر سیراب ہوتے ہین، چنانچہ آج مثنوی کی جو شرحین اور حاشیہ موجود ہین، وہ زیادہ تر علما ظاہری کے قلم سے نکلے ہوئے ہین، مثنوی کا زمانہ تصنیف، کلیات سے بہت بعد کا ہے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت مرتبہ سکر و تلوین سے گذر کر منزل صحو و تمکین پر فائز ہو چکے تھے، جو حضرات صوفیہ کے طریقہ مین روحانی ترقی کا سدرۃ المنتہی ہے،

(۳) ملفوظات یا فیہ ما فیہ، دنیا ابتک اس رسالہ کے صرف نام سے واقف تھی آج مولانا کے وصال کے چھ سو تہتر سال (قمری) کے بعد محض کریم مطلق کے فضل و کرم سے پہلی بار یہ رسالہ منظر عام پر آرہا ہے، اور اس کی طبع و اشاعت کا سامان ہو رہا ہے اس پر اجمالی تبصرہ صفحات آیندہ کا موضوع ہے،

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبصرہ

فیہ مافیہ

مولانا کی مشہور ترین یادگار ان کی ضخیم مثنوی اور اس سے اتر کر ان کا ضخیم تر دیوان ہے جو عام طور پر کلیاتِ شمس تبریز کے نام سے موسوم ہے۔ نثر میں مولانا کی تنہا یادگار یہی فیہ مافیہ ہے۔ یہ ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں، بلکہ آپ کے متفرق ملفوظات کا مجموعہ ہے، جو مختلف مجالس میں آپ کی زبانِ مبارک سے صادر ہوتے رہتے تھے، اور جو آپ کے صاحبزادہ سلطان بہاء الدین ولد کے قلمبند و مرتب کیے ہوئے ہیں، جیسا کہ دیباچہ کے شروع ہی میں تصریح موجود ہے۔ ملفوظات کے اصلی مخاطب مرید با اختصاص معین الدین پروانہ ہیں جو وزیر سلطنت بھی تھے، عموماً انہیں سے تخاطب ہے، بیشتر انہیں کے سوالات کے جوابات ہیں، لیکن کہیں کہیں دوسرے مریدوں، درباریوں کی جانب بھی روئے سخن ہے، چنانچہ خود سلطان بہاء الدین ولدؒ کے نام کی تصریح ایک سے زائد مقام پر ہے۔

ملفوظات کی خیالات ومطالب مثنوی کے خیالات ومطالب ہیں، انداز بیان مثنوی کا اندازِ بیان ہے، زبان مثنوی کی زبان ہے، اس لئے ملفوظات کے صحیح ومستند ہونے میں بھی شبہہ کی وجہ نہیں، فرق جو کچھ ہے، وہ اجمال اور تفصیل اور نثر و شاعری کا ہے۔ فیہ مافیہ مختصر ہے۔ اس لئے قدرۃً مطالب

مین اجمال ہے۔ مثنوی کی سی تکرار و تفصیل شرح و بسط اس مین نہین ملتی۔ [illegible] جو درد و گداز مثنوی کے ایک ایک شعر مین ہے اس کا مقابلہ ملفوظات کے سارے اوراق مل کر بھی نہین کر سکتے۔ ان دو باتون سے اگر قطع نظر کر لی جائے، تو اور ہر حیثیت سے فیہ ما فیہ اور مثنوی دونون ایک ہی پھول کی پنکھڑیان، ایک ہی گلشن کی بہارین، ایک ہی نور کی تجلیان ہین۔

تذکرون مین ہے کہ مولانا درویش کامل بننے سے پیشتر علوم ظاہری و شرعی مین بھی کمال حاصل کر چکے تھے۔ مثنوی مین جس حسن و خوبی کے ساتھ آیات و احادیث کو تصرف مین لایا گیا ہے، اور جس سادہ و عام فہم طریقہ سے نازک و دشوار و دقیق مسائل کو حل کر دیا گیا ہے، وہ [illegible] اس دعوی کے دلائل ہین۔ مزید شہادت فیہ ما فیہ کے اوراق مین بہ کثرت ملتی ہے۔ [illegible] قدم قدم پر استشہاد ہے، اور علوم عقلی سے بھی بیگانگی کہین سے ظاہر نہین ہونے پاتی۔ [illegible] اگر ایک طرف تو مولانا کی وسعت نظر، تنوع کمالات اور جامعیت ظاہر و باطن کی [illegible] ہے، تو دوسری طرف اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ مولانا کے زمانہ تک بھی باطن کا [illegible] ظاہر [illegible] کا اہل علم سے، اور درویشون کا کتاب و سنت سے مخالف [illegible]

[illegible] مثنوی [illegible] کے پڑھنے کے بعد خیال یہ ہوتا ہے کہ مولانا کا [illegible]

[illegible]

"آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آیند، از بیم آنکہ ملول نشوند، شعر می گویم، تا بدان مشغول شوند، و اگر نہ من کجا شعر از کجا، و اللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزے نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است و می شوید برای آرزوی مہمان، چون اشتہاے مہمان بدانست، مرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالا می باید آن خرد، و آن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم و رنجہا بردم کہ نزد من فضلا و محققان و زیرکان آیند تا بر ایشان چیزے غریب نفیس و دقیق، عرض کنم، حق تعالیٰ خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را اینجا جمع کرد، و آن رنجہا را اینجا آورد کہ من باین کار مشغول شوم، چہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگ تر کارے نہ بود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافقِ طبعِ ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم، کہ ایشان خواستندے مثل درس گفتن، و تصانیفِ کتب، و تذکیر، و زہد و عمل ظاہر ورزیدن"

کلیات میں جو غزلیں درج ہیں، تذکروں میں تصریح ہے، کہ مولانا کا وہ ابتدائی کلام ہے، خود اس کلام کے بھی ایک ایک لفظ سے جوش و مستی کا اظہار ہو رہا ہے، مثنوی اس کے بہت بعد تصنیف ہوئی ہے، تاہم جو زندگی اور جو اثر مثنوی کے اشعار میں ہے، وہ غزلوں میں بھی نہیں، فیہ مافیہ سے اس حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور ارشاد ہوتا ہے کہ جوش و ولولہ ابتدائی کلام میں تھا، اور اس لئے اس کلام میں اثر ہونا بھی قدرتی تھا، لیکن اب جبکہ وہ جوش اور وہ ولولہ سرد ہو چکا ہے، کلام میں اثر اب تک وہی باقی ہے، اور یہ اُس رب کا فیضان ہے، جو مشرق و مغرب دونوں کا رب ہے، جو طلوع و غروب آغاز و انجام، ابتدا و انتہا، دونوں حالتوں میں اپنے فیضِ ربوبیت کو جاری رکھتا ہے۔

"فرمود کہ اول شعری گفتیم، داعیۂ عظیم بود کہ موجبِ گفتن بود، اکنون در آن وقت

اثر ہا داشت، و این ساعت کہ داعیہ فاتر شدہ، در غروب است ہم اثر ہا دارد، و سنت حق تعالیٰ چنین است کہ چیزہا در وقت شروق تربیت می فرماید و ازو اثر ہائے عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود در حالت غروب نیز ہمان تربیت قائم است [illegible] المشرق و [illegible] المغرب [illegible] [illegible] الشارقہ و الغاربۃ (ص ۳۰۔۳۱)

معتزلہ، فلاسفہ، ملاحدہ کے جواب مثنوی میں مولاناؒ نے بہ کثرت مقامات پر دیئے ہیں یہی خصوصیت فیہ ما فیہ میں بھی ہے معلوم ہوتا ہے مجالس میں بھی اکثر یہ تذکرے رہتے تھے، اور مولانا اپنی زبان مبارک سے اکثر ان گمراہ گروہوں کی تردید فرماتے رہتے تھے چنانچہ فیہ ما فیہ کے صفحاتِ ذیل علاوہ دوسرے مقامات کے اس حیثیت سے قابلِ ملاحظہ ہیں، ص ۳۰ و ص ۴۲ و ص ۵۰ و ص ۶۲ ص ۶۳ و ص ۶۵ و ص ۶۹ و ص ۱۵۵ و ص ۱۵۶ و ص ۱۴۲ وقس علی ہذا، اور مخالفین کے مقابلہ میں طرزِ استدلال بھی بالکل وہی ہے جو مثنوی کا ہے۔

مثنوی کی طرح ملفوظات میں بھی بہ ظاہر مکررات بہ کثرت ہیں لیکن مثنوی ہی کی طرح یہ مکررات صرف ظاہری ہیں حقیقی نہیں یعنی گو بات ایک ہی بیان کی ہے لیکن [illegible] ہیں، اور یہ مولانا کے خصوصیات امتیازی میں ہے کہ پہلے ایک بات [illegible] [illegible] چھوڑتے ہیں [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] ذہن بھی ان تک نہیں پہونچ سکتا مثلاً ایک مضمون یہ ہے کہ دنیا [illegible] [illegible] جیسا کہ تفصیل ملفوظات پر ہے ص ۲۰۲ پر اس مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

[illegible] دنیا [illegible] قرار او بقول [illegible] نعمت بود [illegible]

[illegible]

[illegible] نعمت بود [illegible]

لیکن اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ انسان کو جن مشکلات و مصائب میں ڈالا جاتا ہے اور اس سے جو سخت تکلیفیں دی جاتی ہیں ان سے مقصود صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ انسان کو اس غفلت سے پاک و صاف کرکے اسے عالم ابدی کی ابدی مسرتوں اور دائمی راحتوں سے مانوس و آشنا کیا جائے، اور اس پر سب سے نہایت رحمتوں کا دروازہ کھول دیا جائے،

"پس چون او عضو بزرگ بواسطہ غفلت شد از حق تعالی رنجہا و مجاہدہا جبراً و اختیاراً بگذارد تا آن غفلت ہا زدودہ شود و او را پاک گرداند بعد از آن تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مزبلہ است قل سرگین ها الاقل سرگین اگر عزیز است و برای آنست که برای خاتم پادشاہ ہست در وجود آدمی چون جوال گندم است پادشاہ ندا کند که این گندم را کجا می بری که صاع من درو است، او از صاع غافل است و غرق گندم شده است اگر از صاع واقف شود بگندم کے التفات کند اکنون ہر اندیشه که ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فاتر میگرداند عکس و پرتو آن صاع است که بیرون می زند، و آدمی میل بآن عالم می کند چون انعکس میل بعالم سفلی کند، علامتش آنست که آن در پرده پنهان شده باشد (ص۲۰)

سناتن کے مضمون کے بعد کارخانہ کائنات کے مبنی بر غفلت ہونے کے مفہوم کو جن الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔

و این عالم را بپا از غفلت است و جسم و عالم را ہمه قوامش بر غفلت است این جسم نیز که بالیده است از غفلت ست۔ ص۲۰۹،

لیکن یہاں اس سے نتیجہ ایک بالکل دوسرا نکالا ہے یعنی اس مقدمہ سے توحید اور وحدت وجود پر ایک لطیف استدلال کیا ہے، اور اسکی صورت یہ رکھی ہے کہ دین نام ہے ترک غفلت کا، بغیر کفر کے دین کا کوئی مفہوم ہی نہیں ہوسکتا، اس لئے دین و کفر لازم و ملزوم ہیں، اور ایک دوسرے کے

غیر موجود۔ پس معلوم ہوا کہ دونوں کا خالق ایک ہی ہے اور وہی وحدہ لا شریک لہ ہے، اس لئے دونوں کے خالق اگر الگ الگ ہوتے تو ایسی چیزیں پیدا کرتے جو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوسکتیں۔

> "وغفلت کفر است و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر است پس کفرے بباید کہ ترک او توان کرد، پس ہر دو یک چیز اند، چون این بے آن نیست و آن بے این لا تتجزی اند، خالق شان یکے باشد کہ اگر خالق شان یکے نبودے متجزی بودندے، زیرا ہر یکے چیزے آفریدے پس متجزی بودندے، پس چون خالق یکے است وحدہ لا شریک لہ باشد۔" ع[۲۹]

اسی طرح کتاب بھر میں جہاں جہاں کوئی عبارت مکرر آئی ہے، وہاں [illegible] سے حقیقی نہیں، نتائج ہر جگہ جداگانہ نکالے گئے ہیں۔

متقدمین صوفیہ کے تذکرے بکثرت آئے ہیں، اور بعض مقامات پر ان کے اقوال و [illegible] کی دلچسپ شرح و توضیح فرمائی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ دلچسپ شرح [illegible] کا دانا احوال کی ہے، استغراق کی یہ شرح کرتے [illegible] ہیں، اور اس مرتبہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عاشق [illegible] خود اپنی ہستی محو کر لیا، یہ تو نہایت فروتنی [illegible] کا قائل [illegible] اور کہتا ہے کہ میں تو حق میں شامل ہوگیا ہوں میں خود تو کچھ رہا ہی نہیں۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] ثابت وارد کر رہا ہے۔

"[illegible]"

انا العبد گفتن دعوی بزرگ ست انا الحق عظیم تواضع ست زیرا آنکه می گوید که من عبد خدایم دو هستی اثبات می کند، یکے خود را و یکے خدا را، اما آنکه انا الحق میگوید خود را عدم کرد بباد داد می گوید که انا الحق یعنی من نیستم همه اوست جز خدا را هستی نیست من بکلی عدم محضم و هیچم، تواضع درینجا بیشتر است اینست که مردم فهم نمی کنند،، (ص ۴۹)

اسی مفہوم کو ایک دوسری جگہ یوں ادا فرمایا ہے:۔

،، مستغرق آن ست که آب در او تصرف میکند، او را در آب تصرفے نیست، سباح و مستغرق هر دو در آبند، اما این را که آب می برد، و محمول ست، و سباح حامل بقوت خویش است و باختیار خود ست، پس هر جنبشے که مستغرق کند و هر قولے و فعلے که از وی صادر شود، آن از آب باشد، او در میانه بهانه است، همچنانکه از دیوار سخنے بشنوی دانی که از دیوار نیست، کسیست که دیوار را در گفت درآورده است، اولیا همچنانند که پیش از مرگ مرده اند و حکم در و دیوار گرفته و در ایشان یک سر موے از هستی نمانده است، در دست قدرت حق سپرے اند، سپر را جنبش از خود نباشد، معنی انا الحق این بود،، (ص ۴۰)

تیسری جگہ اسلوب بیان ذرا اور زیادہ لطیف ہو گیا ہے،

،، منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گفت انا الحق یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس، و این نهایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی اوست و بس، دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی، پس دوئی لازم آید و این نیز که گوئی هو الحق هم دوئی است زیرا که تا انا نباشد هو ممکن نشود پس حق گفت انا الحق چون غیر او موجود نبود و منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،، (ص ۱۹)

صفحہ پر انا الحق کی جو شرح و توجیہ ایک بالکل نئے پیرایہ مین درج ہے، وہ سب سے زیادہ دلچسپ اور اہل ذوق کے لئے پر لطف ہے ارشاد ہوتا ہے کہ کسی بادشاہ نے اپنے غلامون کو حکم دیا کہ ایک مہمان عزیز آرہا ہے، ہر غلام اپنے ہاتھ مین سونے کا ایک ایک گلاس لیکر کھڑا ہو جائے۔ اسکے بعد جب بادشاہ سلامت برآمد ہوئے، تو جو غلام سب سے زیادہ مقرب و با اختصاص تھا وہ جمال شاہی سے ایسا بیخود و مست ہوا کہ گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر [illegible] ٹوٹ گیا، یہ دیکھکر اس کی تقلید مین دوسرے غلامون نے بھی اپنے اپنے گلاس پھینک کر توڑ ڈالے [illegible] جب عتاب سلطانی نازل ہوا، تو سبھون نے عرض کی کہ ہم نے اس غلام خاص کو دیکھ کر یہ کیا [illegible] فرمایا، کہ [illegible] تو [illegible] اس [illegible] تھا وہ تو ہم ہی نے توڑ دیا تھا، وہ ہمین دیکھکر [illegible] اپنے مین [illegible] [illegible] جمال بادشاہی مین فنا ہو کر خود بادشاہ ہوگیا تھا [illegible] کا ظاہری قصور بھی [illegible]

[illegible] در لولاک لما خلقت الافلاک [illegible] معنیش این ست کہ [illegible] خود

آنکہ [illegible] انا الحق ست بزبانے دیگر و [illegible] دیگر

مسیحیون سے مسلمانون کے مباحثہ اس زمانے سے بہت پیشتر شروع ہوچکے تھے [illegible] مسیحیون کے خلاف ضمناً متعدد مقامات پر [illegible] خیال ہے [illegible] رومین ایک مستقل فصل [illegible] مین [illegible] ہے [illegible] صوفیون نے [illegible] متعلق خیال کیا جاتا ہے [illegible] بارہ مین مداہنت برتتے ہین، اور [illegible] ادیان باطلہ کی تردید [illegible] تمام سے نہین کرتے [illegible] کرتے رہتے ہین لیکن کم سے کم مولانا کے متعلق تو یہ خیال درست نہیں [illegible] سے کہین زیادہ [illegible] اور [illegible] انھون نے [illegible] کے رومین [illegible] [illegible] مین بھی اپنی [illegible] کا [illegible] لکھا [illegible] آیات و [illegible] مین [illegible] [illegible]

Marfat.com

اس وقت اٹھایا جا سکتا ہے جب عام مفسرین کے اقوال پر بھی نظر ہو۔ کلام مجید کی سورۂ بقر میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور نمرود کا جو مناظرہ درج ہے اسے پڑھکر عموماً شبہہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خلیلؑ نے وجود باری پر پہلے تو یہ دلیل پیش کی کہ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ میں ہے اور جب اس کا جواب اپنی فہم کے مطابق نمرود نے دیدیا تو آپ اپنی پہلی دلیل کو چھوڑ کر دوسری دلیل آفتاب کے طلوع مشرق سے پیش فرمانے لگے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت خلیلؑ نے اپنی دلیل چھوڑی ہرگز نہیں بلکہ بجائے اپنے اس دعوی کی کہ سنت اللہ ایک ہی جاری رہتی ہے تجھ میں اگر قوت ہے تو کسی سنت الٰہی کو توڑ کر دکھا دے جو مثال انسان کی موت و زندگی سے پیش کی تھی جب دیکھا کہ نمرود کی سمجھ میں اتنی موٹی سی بات بھی نہیں آئی تو بجائے اسی دعویٰ کی یہ دوسری مثال جو اس سے بھی زیادہ محسوس اور عام فہم تھی پیش کر دی۔

"تا مثال ابراہیم علیہ السلام بدلیل اول نمرود را جواب نماند بلکہ این ہمان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالیٰ شمس را از مشرق ہم بر می آرد و بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی میکنی بعکس آن کن از مغرب گور آور و در مشرق ہم باز فرو بر پس یک سخن بودہ باشد حجت ابراہیم علیہ السلام حق تعالیٰ آدمی را ہر لحظہ از نو نو آفریدہ در باطن او چیزے دیگر تازہ تازہ می فرستد کہ اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل ست و خود را نمی شناسد" (بلفظہٖ)

سورۂ اقرا باسم ربک الذی کی جو عام معروف تفسیر ہے، وہ تفسیر کی تمام متداول کتابوں میں درج ہے، مولانا نے اسے درج فرماتے ہیں لیکن اس کے درج کرنے کے بعد اپنے مخصوص رنگ میں اس سے جو نکتے اور لطائف پیدا کرتے ہیں اور اسے جس طرح سالک کے اصول مراتب و منازل کے حق میں دستور العمل بناتے ہیں اس سے مستفید ہونے کے لئے ذیل کا طویل اقتباس ملاحظہ ہو:-

"اما محققان میگویند کہ معنیش آنست کہ آدمی پندارد کہ او صاحب ذمیمہ را بعمل خود دور جہاد نفس خود

دفع کنند چون بسیار عاجز کنند و قوت ها و آلت‌ها را بذل کند نومید شود خدای تعالی او را گوید که می پنداشتی که بقوت و دل و عمل تو خواهد شدن آن [illegible] است کنار و رحمتی آنچه تو داری در راه ما بذل کن بعد از آن بخشش [illegible] در صد درین راه بے پایان ترا می فرمایم که باین دست و پاے ضعیف سیر کن، ما را معلوم است که باین دست و پاے ضعیف این راه را نخواهی بریدن، باک بصد هزار سال یک منزل ازین نتوانی برید اما چون درین راه بروی چنانکه [illegible] و [illegible] ترا دیگر [illegible] طاقت رفتن نماند بعد از آن عنایت حق ترا برگیرد چنانکه طفل را مادر [illegible] شیر خواره [illegible] و بزرگتر و چون بزرگ شد او را بجد رها کنند تا میرود و اکنون چون تو [illegible] سے تو نماند در آن وقت که این تو نهاد اشتی [illegible] با می نمودی گاه در میان خواب و بیداری متوسط می نمودم تا بدان [illegible] قوت می گرفتی [illegible] می شد [illegible] ساعت که این قوت نماند بخشش ما [illegible] عنایتها [illegible] تو خود را در میان نبینی و دست و پاے خود را [illegible] استاد با قوت [illegible] عنایت ورحمت ما درسد و ترا برگیرد و فوج فوج عنایت ما بر تو فرود می آید که بصد هزار کوشش ازان ذره‌ای [illegible] اکنون فسبح بحمد ربک و استغفره [illegible] استغفار کن ازین اندیشه [illegible] پنداری که می پنداشتی که آن کار از دست و پاے تو خواهد [illegible] و در زمانی دیدی اکنون چون دیدی که [illegible] است استغفار کن که انه کان توابا. ([illegible])

مولانا کا تصوف اسلام کا تصوف تھا، کتاب وسنت کا تصوف تھا، تقویٰ وطہارت کا تصوف تھا، رندی و بے قیدی، آزادی و [illegible] کا تصوف نہیں، مولانا کی [illegible] ذکر الٰہی، تزکیۂ نفس کی مجالس ہوتی تھیں جن میں [illegible] کتاب و سنت کی تعلیم سے ہر [illegible]

Marfat.com

قرآنی کی تفسیر بیان ہو رہی ہے، کہین کسی حدیث نبوی کی شرح ہو رہی ہے کہین مجددون اور بدمذہبون کی تردید ہو رہی ہے، کہین نماز کے لطائف و اسرار بیان ہو رہے ہین، کہین اصول و عقائد اسلام کی خوبیان روشن کیجا رہی ہین، کہین اصلاحِ نفس و تزکیۂ باطن کے طریقون کی تعلیم ہو رہی ہے کہین اگلے بزرگون اور اللہ کے دوستون کے مناقب و فضائل ذکر ہو رہے ہین۔ بس ان کے علاوہ شروع سے آخر تک کسی مقام پر شجرۂ کل کی رسمی پیرزادگی و سجادہ نشینی کا ذکر ہے، نہ قبور کے سجدہ و طواف کا، نہ چادر اور گاگر کا، اور نہ مروجہ عرس اور غسلِ مزارات کا! خاتمہ کلام ان الفاظ پر ہوا ہے جو بہت تھوڑے سے فرق کے ساتھ سلسلۂ چشتیہ کے چشم و چراغ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی کی زبان مبارک سے بھی ادا ہوتے ہین، یعنی اللہ سے تقوی اختیار کرو، کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو، گناہون سے بچو، خواہشاتِ نفس کو مغلوب کرو، خلق اللہ کا جور و جفا برداشت کرو، دن مین روزہ اور شب مین نماز کی عادت دائمی رکھو، بدون کی صحبت سے الگ رہو، اور صالحین کی صحبت اختیار کرو۔

اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ، وقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وهجرۃ من المعاصی والآثام وترك الشهوات على الدوام واحتمال الجفاء من جميع الانام المواظبة على الصيام ودوام القيام وترك المجالسة بالسفهاء للياء من العوام ومصاحبة الصالحين والكرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی هذه الوصية لاتكونوا فی قيد دولة وفضيلة ولكن كونوا فی قيد [illegible] الفقر لله تعالى ومكة

دیباچه

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلوة علی نبینا محمد وآله اجمعین

اما بعد این رساله‌ایست موسوم به فیه ما فیه از کلام مولانا جلال الدین محمد بلخی المشهور بمولانا رومی که سلطان بهاء الدین ولد در اثنای مجالس او نوشته [1]

اما نسب مولانا جلال الدین از پدر با میر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی الله عنه میرود و از مادر [illegible] قدس سره و پدر او مولانا بهاء الدین محمد مشهور بولد از بلخ بود و در علوم ماهر بود و صاحب حال در عهد سلطان محمد خوارزمشاه مثل او در فتوی در آن عصر کسی نبود چنانچه یکشب مفتیان بلخ باتفاق در خواب دیدند که حضرت رسالت صلی الله علیه وسلم در اندرون خیمه نشسته بودی و مولانا بهاء الدین از در خیمه اندرون آمدی حضرت مصطفی صلی الله علیه وسلم او را در پهلوی خود نشاندی و بمفتیان گفتی که بعد ازین مولانا بهاء الدین را سلطان العلما گوئید بامداد مفتیان باتفاق پیش بهاء الدین آمدند تا خواب را عرض کنند مولانا بهاء الدین تمام خواب ایشان را از اول [illegible] زیاده شد علی هذا بهاء الدین در بلخ وعظ گفتی و از ضمایر خلق نشان دادی [illegible] که خاطر او از محمد خوارزمشاه و بلخیان برنجید و با تاتار [illegible] مولانا جلال الدین [illegible]

[1] دیباچه [illegible]

از بلخ بیرون آمد و عازم زیارت کعبه شد، و در راه خبر یافت که لشکر تتار قصد بلخ کردند و قتل و خرابی بسیار واقع شد و اهالی آن تمام متفرق شدند، بیت

تا دل اهل دلی نامد بدرد،
هیچ قومی را خدا رسوا نکرد،

القصه مولانا بهاء الدین بعد از گزاردن حج متوجه روم شدند و قونیه را برگزیدند و ساکن شدند مردم قونیه چون صورت و سیرت و کلمات و حالات و کرامات و وعظ او را مشاهده کردند بسیار بدو معتقد شدند و سلطان علاؤ الدین نیز مرید و معتقد شد چون دو سال برین حال بگذشت مولانا بهاء الدین برحمت حق پیوست بعد از آن سلطان علاؤ الدین و همه قونیه بر مولانا جلال الدین جمع شدند او را بجای پدر نشاندند و در مجلس او مستفید میشدند

اما مولانا بهاء الدین را مریدی بود نام او سید برهان الدین محقق ترمذی که در جوانی از ترمذ به بلخ آمده بود و کرامات مولانا بهاء الدین مشاهده کرده بود و مرید شده و بمراد رسیده و در آخر قطب الاقطاب شده و در حالت هجرت مولانا بهاء الدین از بلخ غائب بود چون بعد از مدتی باز متوجه بلخ شد و احوال معلوم کرد عازم قونیه شد، چون بقونیه رسید یکسال بود که مولانا بهاء الدین از دنیا رحلت کرده بود و مولانا جلال الدین بجای پدر نشسته بود،

پس سید برهان الدین با مولانا جلال الدین صحبت داشت و او را در علوم ظاهر ماهر دید باو گفت که اگرچه در علم ظاهر جای پدر گرفتهٔ اما پدرت غیر ازین علوم ظاهر حالات دیگر داشت و آن دیدنی ست[1]، نه آموختنی اما آن از پدرت بمن رسیده است اگر مرید شوی مراد یابی مولنا جلال الدین برغبت تمام مرید شد و مدت نه سال در خدمت او بود تا سید برهان الدین وفات یافت و بعد از پنج سال به شمس الدین تبریزی رسید و مدتی کمر ارادت او بست بیان

---

[1] آمدنی است، (الف)

Marfat.com

تا شمس الدین ناپیدا شد بعد از آن در خدمت صلاح الدین زرکوب مدتی بسر برد و بخدمت چلبی حسام الدین حسن وفات یافت،

بسم الله رب یسر و تمم مع الخیر بالخیر

این رساله گنجینهٔ اسرار الٰہی ست و نوادر آثار نامتناہی ست مطلع انوار قدس است منبع اسرار فردوس است نتائج عالم حقایق است و جواہر معدن دقائق است مبانی اصول روحانی ست و مخزن کنوز ربانی است مفتاح خزائن یقین و اعلام قلوب محققین است انہار جنات غیب است و انوار آفتاب لاریب است مرکز دائرهٔ معانی ست و مہبط کنوز سبع مثانی از تالیف حضرت مولانا و ہادینا الی اللہ تعالیٰ سلطان العلماء و قطب الاولیا و تاج العرفا منہاج الطالبین و دلیل الواصلین حجة الحق والدین الاسلام والمسلمین جلالة الملة والدین محمد البلخی المشتہر به مولانا رومی نور اللہ مضجعه و قدس روحه و افاض انوار معارفه علی کافة المریدین والمعتقدین و جمیع المسلمین وصلی اللہ علی محمد و آله اجمعین؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الخطبہ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم شر العلماء من زار الامراء وخیر الامراء
من زار العلماء نعم الامیر علی باب الفقیر وبئس الفقیر علی باب الامیر صدق رسول اللہ
خلقان صورت این سخن را گرفته‌اند که نشاید که عالم بزیارت امیر آید تا از شرر علماء
نباشد معنیش آن نیست که ایشان پنداشته‌اند بلکه معنیش اینست که شر علماء آن کس
باشد که او مدد از امرا گیرد و صلاح و سداد او بواسطهٔ امرا باشد و از ترس ایشان صلاح ورزد
اول خود تحصیل بنیت آن کرده باشد که امرا او را صله دهند و حرمت دارند و منصب دهند
پس از سبب امرا او اصلاح پذیرفت و از جهل بعلم مبدل شد چون عالم شد از ترس و سیاست
ایشان مؤدب شد و بر وفق طریق میرود کام و ناکام عالم چون چنین باشد اگر امیر بصورت
بزیارت او آید و اگر او بزیارت امیر رود علی کل حال او زائر باشد و امیر مزور و چون عالم در صدد آن
نباشد که بسبب امرا علم منصف شده باشد بلکه علم او اولاً و آخراً برای خدا بوده باشد و طریق
ورزش او بر راه صواب بود که طبع او خود آنست و بجز آن نتواند کردن چنانچه ماهی جز در آب
زندگانی و باش نتواند کردن و از او آن آید این چنین عالم را عقل سائس و زاجر باشد
نه خوف امرا بلکه از هیبت او و در زمان او همه عالم منزجر باشند و استمداد از پرتو و عکس او گیرند

۱؎ بدتر عالم وہ ہے جو امرا کی ملاقات کو جائے اور بہتر امیر وہ ہے جو امیر کی زیارت کو جائے۔
بہتر ہے وہ امیر جو فقیر کے دروازہ پر ہو اور بدتر ہے وہ فقیر جو امیر کے دروازہ پر ہو۔ سنن ابن ماجہ میں
اس حدیث کے مفہوم کو بہ تغیر الفاظ نقل کیا ہے

Marfat.com

اگرچه ازین آگاه باشند یا نباشند این چنین عالم اگر نبرد امیر رود و بصورت زائر امیر باشد ولیکن مزور باشد، زیرا که در کل احوال امیر ازو حظ می‌ستاند و مدد می‌گیرد، و آن عالم از و مستغنی است همچو آفتاب نوربخش است، کار او عطا و بخشش است علی السبیل العموم سنگها را لعل و یاقوت و در و مرجان کند و کوهها خاکی را کان مس و زر و نقره و آهن کند، و خاکها را سبز و تازه و درختان را میوه‌های گوناگون بخشد پیشه او عطاست بخشد بدهد، و بریزد و چنانچه عرب مثل می‌گوید نحن تعلمنا ان نعطی وما تعلمنا ان ناخذ پس علی کل حال ایشان مزور باشند و امرا زائر،

خدای تعالی فرمود بر علم خود و قوت و قدرت خود تکیه مکنید [illegible] مراد آنست، تا شما را از استعانت بغیر ما و التجا بامرا و سلاطین نگاه دارد [illegible] نستعین بگوید، در خاطرم چون چنین می‌آید که این را تفسیر می‌کنم اگرچه [illegible] نیست، اما در خاطرم چون چنین می‌آید پس بگوییم تا برود حق تعالی [illegible]

قل لمن فی ایدیکم من الاسری ان یعلم الله فی قلوبکم [illegible] اخذ منکم و یغفر لکم والله غفور الرحیم سبب نزول [illegible] بود که مصطفی صلوات الرحمن علیه کافران را شکسته بود [illegible] بسیار گرفته بند در دست و پای [illegible] عباس رضی الله عنه ایشان همه شب [illegible] و امید از خود بریده بودند و منتظر تیغ و کشتن [illegible] مصطفی [illegible] ایشان را [illegible]

و بخندید بپنداشتند که از برای مغلوبی ایشان می خندد، بایکدگر ایشان گفتند دیدی که درو بشریت هست و آنچه دعوی می کرد که در من صفت بشریت نیست بخلاف راستی بود اینک در ما نظر می کند ما را درین بند و غل اسیر خود می بیند و شادی می شود و می خندد همچنانکه نفسانیان چون بر دشمن ظفر یابند و ایشان را مقهور خود ببینند شادمان گردند و در طرب آیند مصطفی صلی الله علیه وسلم ضمیر ایشان را دریافت گفت نی حاشا که من ازین رو می خندم که دشمنان را مقهور خود می بینم یا شما را بر زیان می بینم و ازان شادی شوم بل خنده ام ازان می گیرد که می بینم بچشم سر قومی را از تون و از دوزخ و از دود مان سیاه بغل و زنجیر کشکشان بزور بسوی بهشت و رضوان و گلستان ابدی می برم و ایشان در فغان و نفیر که ما را ازین مهلکه پرخطر در آن گلشن با من چرا می بری خنده ام می گیرد با این همه چون شما را آن نظر هنوز نشده است که این را می گویم دریابید و عیان ببینید[1]

عجبت من قوم یقادون الی الجنة بالسلاسل[2]

پس فرمود که حق تعالی می فرماید که این اسیران را بگو که شما اول لشکرها جمع کردید و شوکت بسیار و بر مردی و پهلوانی و انبوهی و شوکت خود اعتماد کلی می نمودید و کلی بران مغرور شدید و با خود می گفتید که ما چنین کنیم و مسلمانان را بشکنیم و مقهور گردانیم و بر خود قادر تر ازین اقتدار کسی نمی دیدید و قاهری و بالای خود نمی دانستید، لاجرم هرچه تدبیر کردید که چنین شود، جمله بعکس آن شد باز اکنون که در خوف مانده اید هم ازان علت توبه نکرده اید و نومید شدید و بالای خود قادری نمی بینید پس می باید که در حال قوت و شوکت

---

[1] مثنوی میں یہ واقعہ پوری تفصیل کے ساتھ درج ہے (مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث لا تفضلونی علی یونس بن متی)

[2] مجھے تعجب ہوا اس جماعت پر جو زنجیروں سے گھسیٹ گھسیٹ کر جنت کی طرف لائی جا رہی ہے۔

مرا ببینید و خود را مقهور من دانید تا کارها بر شما میسر شود و در حال خوف از من امید مبرید که قادرم شما را ازین خوف برهانم و ایمن کنم آن کس که از گاو سفید گاو سیاه بیرون آورد هم تواند که از گاو سیاه گاو سفید بیرون آورد یولج اللیل فی النهار و یولج النهار فی اللیل و یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی[1]، اکنون درین حالت که اسیرید امید از من مبرید و از حضرت من نومید مشوید تا شما را دست گیرم که انه لا ییأس من روح الله الا القوم الکافرون[2]

اکنون حق تعالی می فرماید که ای اسیران اگر از مذهب اول باز گردید و در خوف و رجا مرا بینید و در کل احوال خود را مقهور قهر من بینید تا من شما را ازین خوف برهانم و هر مالے که از شما بتاراج رفته است و تلف گشته جمله را باز بشما دهم بلکه اضعاف آن و به از آن شما را آمرزیده گردانم و دولت آخرت نیز بر دولت دنیا [illegible]

عباس گفت توبه کردم و از آنچ بودم باز آمدم مصطفی صلی الله علیه و سلم فرمود [illegible] دعوی را که می کنی حق تعالی از تو نشان می طلبد

دعوے عشق کردن آسان است   لیک آن را دلیل و برهان است

عباس گفت بسم الله فرما چه نشان می طلبی فرمود که از آن مالها که ترا مانده است ایثار لشکر اسلام کن تا لشکر اسلام قوت گیرد اگر مسلمان شده و نیکی اسلام و مسلمانی می خواهی گفت یا رسول الله مرا چه مانده است همه بتاراج برده اند حصیری [illegible] رسول الله صلعم فرمود دیدی که هنوز راست نشدی و از آنچه بودی [illegible] که مال چه قدر داری و کجا پنهان کرده و بکه سپرده و در چه [illegible]

---

[1] تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں اور نکالتا ہے [illegible]

[2] (آل عمران ع ۳) خدا کی رحمت سے تو ناامید وہی ہوتے ہیں [illegible]

حاشا تا رسول فرمود چندین مال معین به ام فضل نه سپردی و در فلان دیوار دفن نکردی؟
و وی را وصیت نکردی بتفصیل که اگر بازآیم بمن بسپاری و اگر باز نیایم چندینی در فلان مصلحت
صرف کنی و چندینی بفلان دهی و چندینی ترا باشد چون عباس این را بشنید انگشت برآورد
و بصدق تمام ایمان آورد و گفت ای پیغامبر بحق من می پنداشتم که ترا اقبالی هست از
دور فلک چنانک متقدمان را بوده است از ملوک مثل هامان و شداد و غیرهم چون این را
فرمودی معلوم شد و حقیقت گشت که این اقبال آن سریست و الهیست و ربانیست
مصطفی صلی الله علیه وسلم فرمود راست گفتی این بار شنیدم که آن زنار شک که در باطن داشتی
بگسست و آواز آن بگوش من رسید مرا گوشیست پنهان در عین جان که هر که زنار شک و
شرک و کفر را پاره کند من بگوش پنهان بشنوم و آواز آن بریدن بگوش جان من برسد اکنون
حقیقت است که راست شدی و ایمان آوردی ۔

مولانا فرمود در تفسیر این که من این را با میر پروانه برای آن گفتم که تو اول سر مسلمانی
شدی که خود را فدا کنم و عقل و رای و تدبیر خود را برای بقای اسلام و کثرت اهل اسلام
کنم تا اسلام بماند و چون اعتماد برای خود کردی و حق را ندیدی و همه را از حق ندانستی،
پس حق تعالی عین آن اعتماد را سبب و سعی را سبب نقص اسلام کرد که تو با تاتاری یکی شده
یاری میدهی تا شامیان را و مصریان را فنا کنی و ولایت اسلام را خراب کنی پس آن سبب
را که بقای اسلام بود سبب نقص اسلام کرد پس درین حالت روی بخدا آور که محل خوف است
و صدقه‌ها ده که تا ترا ازین حالت بد که خوفست برهاند و امید مبر اگرچه ترا از چنان طاعت در چنین معصیت انداخت آن
طاعت را از خود دیدی برای آن درین معصیت افتادی اکنون درین معصیت نیز امید مبر و تضرع کن که
او قادرست که از آن طاعت معصیت پیدا کرد و ازین معصیت طاعت پیدا کند و ترا ازین پشیمانی دهد و اسباب

Marfat.com

پیش آرد که تو باز در کثرت مسلمانی کوشی و قوت مسلمانی باشی امید مبر که انه لا ییاس من روح الله
الا القوم الکافرون[1] غرضم این بود تا او این فهم کند، و درین حالت صدقها
دهد، و تضرع کند که از حالت عالی بغایت در حالت دون آمده است، درین حالت امیدوار
باشد حق تعالی مکارست، صورتهای خوب نماید که در ضمن آن صورتهای بد باشد تا آدمی
مغرور نشود که مرا خوب رائے و خوب کاری مصور شد و رو نمود اگرچه چنانکه هرچه نمودی،
همچنان بودی پیغامبر خدا صلی الله علیه وسلم با چنان نظر تیز منور منور فریاد نکردی که ارنی
الاشیاء کما هی[1] خوب می نمائی و در حقیقت آن زشتست زشت می نمائی و در حقیقت آن
نغزاست پس بما هر چیز را چنان نماکه هست تا در دام نیفتیم و پیوسته گمراه نباشیم اکنون رائے
تو اگرچه خوبست و روشنست از رای او بهتر نباشد او چنین می گفت اکنون تو نیز بهر تصوری
و هر رای اعتماد مکن تضرع می کن و ترسان می باش مرا غرض این بود و او این آیت را
و این تفسیر را تاویل باراوت و رای خود کرد که ما این ساعت که لشکرها می بریم نمی باید
که برائے خود و آن لشکر را اعتماد کنیم و اگر شکسته شویم در آن خوف و بیچارگی هم از امید
نباید بریدن سخن را بوفق مراد خود برد و مرا غرض این بود که گفتم۔

فصل

یکے می گفت که مولانا سخن نمی فرماید گفتم آخر این شخص را نزد من خیال من [illegible]
خیال من با وی سخن گفت که چونی [illegible] خیال [illegible] این با [illegible]
من او را بی سخن جذب کند و جان [illegible] حقیقت است [illegible]

له [illegible]

حقیقت، چون سایہ او را جذب کرد حقیقت بطریق اولی کند، سخن بہانہ ایست، آدمی را
باآدمی آن جزو مناسب جذب می کند نہ سخن، بلکہ اگر صد ہزار معجزہ و بیان و کرامات بیند
چون درو از آن نبی یا ولی جزوی مناسب نباشد سود ندارد، آن جزوست کہ او را در
جوش و بے قراری دارد، در کہ از کہربا اگر جزوی باشد ہرگز سوی کہربا نرود، آن جنسیت
میان ایشان خفیست، در نظر نمی آید، آدمی را خیالِ ہر چیز با آن چیز می برد خیال باغ
بباغ می برد و خیال دوکان بدکان، اما درین خیالات تزویر پنہان است نمی بینی کہ
فلان جایگاہ می روی پشیمان می شوی و می گوئی پنداشتم کہ خیر باشد آن خود نبود پس این
خیالات بر مثال چادرند، در چادر کسے پنہان است ہرگاہ کہ خیالات از میان برخیزد و
حقایق روی نمایند بی چادر خیال قیامت باشد آنجا کہ حال چنین شود پشیمانی نماند، ہر حقیقت
کہ ترا جذب می کند چیزے دیگر غیر آن نباشد ہمان حقیقت باشد کہ ترا جذب کرد،
یوم تبلی السرائر[۱] چہ جایکہ اینست کہ می گویم بلکہ در حقیقت خود کشندہ یکیست اما
متعدد می نماید نمی بینی کہ آدمی را صد چیز آرزوست از میوہ و طعامہائے گوناگون می گوید
تتماج خواہم بورک خواہم حلوا خواہم قلیہ خواہم میوہ خواہم خرما خواہم انجیر خواہم این عدد
می نماید و بگفت می آورد اما اصلش یکیست اصلش گرسنگیست نمی بینی چون از یک
چیز سیر شد می گوید ہیچ از ینہا نمی باید پس معلوم شد کہ دہ و صد نبود بلک یک بود، وما جعلنا
عدتہم الا فتنۃ[۲] این شمار خلق فتنہ است کہ گویند این یکی و ایشان صد یعنی ولی را
یک گویند و خلقان بسیار را صد و ہزار گویند این فتنہ عظیم است این نظر و این اندیشہ

---

[۱] جس دن راز جانچے جائینگے، (طارق ع ۱) [۲] "ہم نے ان کا شمار اور تعداد فتنہ ہی کی غرض سے رکھا ہے، (مدثر ع ۲)

Marfat.com

که ایشان را بسیار بیند و او را یک فتنهٔ عظیم است، وما جعلنا عدتهم الا فتنة[1]
کدام صد کدام پنجاه و کدام شصت، قومی بے دست و پا و بے ہوش و بے جان
چون طلسم و سیماب می جنبند اکنون ایشان را شصت و یا صد و یا ہزار گوئی و این را
یکی بلکہ ایشان ہیچند و این ہزار و صد ہزار و ہزاران ہزار،

قلیل اذا عد والکثیر اذا اشتدوا

بادشاہی یکی را صد مرده نان پاره داده بود لشکر عتاب می کردند بادشاه بخود می گفت
روزے بیاید که بشما بنمایم که بدانید که این تفضیل چرا می کردم و چون روزے مصاف شد ہمه
گریخته بودند و او تنہا می زد گفت اینک برائے این مصلحت بود.

آدمی می باید که آن تمیز خود را عاری از غرضہا کند، و یاری جوید در دین که دین
یار شناسیست، اما چون عمر را با بی تمیزان گزرانید، ممیزه او ضعیف شد نمی تواند
آن یار دین را شناختن، تو این وجود را پروردی که درو تمیز نیست، تمیز آن یک صفتیست در
آدمی نمی بینی که دیوانه ہم جسد و دست و پا دارد اما تمیز ندارد، در نجاست دست می برد
و می گیرد و می خورد، و اگر این تمیز درین وجود ظاہر بودی نجاست را نگرفتی پس
دانستیم که تمیز آن معنی لطیف است که در تست، و تو شب و روز در پرورش آن
بے تمیز مشغول بودی بہانه می کنی که آن باین قائمست، ... این نیز بآن قائم
چونست که کلی در تیمار داشت این، و آن را بکلی گذاشته، بلک این بآن ...
و آن باین قائم نیست آن نور ازین دریچها ... چشم و گوش ...
اگر این دریچها نباشد از دریچهای دیگر ...

---

[1] حاشیه اوپر لکھیں،

آفتاب که آفتاب را بدین چراغ می‌نماید حاشا اگر چراغ بیاورد می آفتاب خود را بنماید چه حاجت چراغ است، امید از حق نباید بریدن انه لا ییأس من روح الله[1]، (امید سر راه ایمنیست[2]) اگر در راه نمی‌روی باری سر راه نگاهدار مگو که کژیها کردم تو راست را پیش گیر که هیچ کژی نماند راستی همچو عصای موسیست آن کژیها همچون سحرهاست چون راستی بیاید همه را بخورد اگر بدی کرده باخود کرده جفای تو با من کجا رسد، بیت

مرغی که بر آن کوه نشست و بر خاست ‏ ‏ بنگر که در آن کوه چه افزود و چه کاست

چون راست شوی آن همه نماند امید را زنهار مبر

با پادشاهان نشستن ازین روی خطر نیست که سر برود که سر رفتنیست چه امروز چه فردا اما ازین رو خطرست که ایشان چون درآیند و نفس‌های ایشان قوت گرفته است و اژدرها شده کسی که با ایشان صحبت کرد و دعوی دوستی کرد و مال ایشان قبول کرد لابد باشد که بر وفق ایشان سخن گوید و رأی‌های بد ایشان را از روی دل نگاه داشتن قبول کند و نتواند مخالف آن گفتن ازین رو خطر است زیرا دین را زیان دارد و چون طرف ایشان را معمور داری طرف دیگر که عمل است از تو بیگانه شود چندانکه آن سو می‌روی این سو که معشوقست روی از تو می‌گرداند و چندانکه تو با اهل دنیا بصلح در می‌آئی او از تو خشم می‌گیرد من اعان ظالما سلطه الله علیه[3] نیز که تو سوی او می‌روی در حکم این است چون تو آن سو رفتی عاقبت او را بر تو مسلط کند،

حیفست بدریا رسیدن و از دریا بآبی یا بسبوی قانع شدن آخر از دریا گوهرها و

---

[1] نا امید نه ہو ۔ [2] امید سر راه ایمن ست ۔ (ملفوظ)

[3] جو شخص کسی ظالم کی مدد کرتا ہے خدا اسی ظالم کو اس پر مسلط کر دیتا ہے، حدیث معنی صحیح ہے (مقاصد حسنہ سخاوی قیم)

جوهرها و صد هزار چیزهای متقوم برند از دریا آب بردن چه قدر دارد و عاقلان از آن چه فخر آرند و چه کرده باشند بلکه عالم کفیست و این آب دریا خود علمهای اولیاست گوهر خود کجاست این عالم کفی پر خاشاکست اما از گردش آن موجها و مناسبت جوشش دریا و جنبیدن دریا و موجها آن حال خوبی میگیرد که زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا [له]

پس چون زُیِّنَ فرمود او خوب نباشد بلکه خوبی در او عاریت باشد و از جای دیگر باشد قلب زر اندود است یعنی این دنیا که کفست قلبست و بی قدرست و بی قیمت است ما زر اندودش کردیم که زُیِّنَ لِلنَّاسِ

آدمی اسطرلاب حقست اما منجمی باید که اسطرلاب را بداند تره فروش و یا بقال اگرچه اسطرلاب دارد اما از آن چه فائده گیرد و بدان اسطرلاب چه داند احوال افلاک را و دوران او را و برجها را و تاثیرات را و انقلابات را الی غیر ذالک پس اسطرلاب در حق منجم سودمند است که مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ همچنانکه این اسطرلاب مسین آئینه احوال افلاکست وجود آدمی که وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ [ع] اسطرلاب حقست چون او را حق تعالی بخود عالم و دانا و آشنا کرده باشد از اسطرلاب وجود خود تجلی حق را و جمال بیچون را دمبدم و لمحه بلمحه می بیند و هرگز آن جمال از این آئینه خالی نباشد

حق را عز و جل بندگانند که ایشان خود را بحکمت و معرفت و کرامات می پوشانند اگرچه خلق را آن نظر نیست که ایشان را ببینند اما از غایت غیرت خود

له انسان کو مرغوب چیزوں کی محبت [illegible]

[illegible]

چنانک متنبّی گوید،

لبس الوشی لا متجملات ولکن کی یصن بہ الجمالا

فصل

پروانہ گفت کہ شب وروز جان ودلم بخدمت خداوندگار است واز مشغولیہا و کار وشغل بخدمت نمی توانند رسیدن فرمود کہ این کارہا ہم کار حقست زیرا سبب امن وامان مسلمانیست و خود را فدا کردہ اید بمال وبتن تا دلِ ایشان را بجاے آرید تا مسلمانی چند با من بطاعت مشغول باشند پس این نیز کار خیر باشد وچون شما را حق تعالی بچنین کار خیر میل دادہ است وفرطِ رغبت بہ خیر دلیل عنایتست وچون فتوری باشد درین میل دلیل بے عنایتی باشد کہ حق تعالی نخواہد کہ چنین خیر خطیر بسبب او برآید تا مستحق آن ثواب و درجات عالی نباشد ہمچون حمام کہ گرمست آن گرمی او از آلت تونست ہمچو گیاہ وہیمہ وعذرہ وغیرہ حق تعالی اسبابی پیدا کند کہ اگرچہ بصورتِ آن بد باشد ومکروہ اما در حقِ او عنایت باشد چون حمام او گرم می شود وسود آن بخلق می رسد،

درین میان یاران درآمدند عذر فرمود کہ اگر من شما را قیام نکنم وسخن نگویم و نپرسم این احترام باشد زیرا احترام ہر چیزی لائقِ آن وقت باشد در نماز نشاید پدر را وبرادر را پرسیدن وتعظیم کردن وبی التفاتی بہ دوستان وخویشان در حالت نماز عین التفاتست وعین نوازش زیرا چون بسبب ایشان خود را از طاعت واستغراق جدا نکند ومشوش نشود پس ایشان مستحق عقاب وتاب نگردند پس عین التفات ونوازش باشد زیرا چون حذر کرد از چیزی کہ عقوبت ایشان در آن است،

Marfat.com

پس یاران سوال کردند که از نماز نزدیکتر بحق راه هست فرمود که هم نماز اما نماز
این صورت تنها نیست این قالب نماز است زیرا که این نماز را اولیست و آخریست و هر
چیز را که اول و آخری باشد آن قالب باشد زیرا که تکبیر اول نماز است و سلام آخر نماز است و همچنین
شهادت آن نیست که بزبان می گویند تنها زیرا که آن را نیز اول و آخریست هر چیزے
که در حرف و صورت در آید او را اول و آخر باشد آن صورت و قالب باشد جان بیچون
و بے نہایت بود و او را اول و آخر نبود این نماز را انبیا پیدا کرده اند اکنون این
ہستی که نماز را پیدا کرده است چنین می گوید لی مع الله وقت لا یسعنی فیه نبی مرسل و لا ملک مقرب[1]
پس دانستیم که جان نماز این صورت تنها نیست بلکه استغراقیست و بیهوشیست
که این همه صورتها بیرون می ماند و آنجا نمی گنجد جبرئیل نیز که معنی محض ست هم نمی گنجد

حکایتیست[2] از مولانا بهاء الدین ولد قدسنا الله بسره العزیز روزی اصحاب او را
مستغرق یافتند وقت نماز رسید بعضی مریدان آواز دادند مولانا را که وقت نماز است
مولانا بگفت ایشان التفات نکرد ایشان برخاستند و بنماز مشغول شدند دو مرید موافقت
شیخ کردند و بنماز نایستادند یکی از آن مریدان که در نماز بود نامش خواجگی بود بچشم سر بوی
عیان نمودند جمله اصحاب که در نماز بودند با امام پشت شان بقبله بود و آن دو مرید که موافقت
شیخ کرده بودند روی شان بقبله بود زیرا که شیخ از ما و من بگذشت [illegible]

---

[1] میرے اور خدا کے درمیان ایک وقت ایسا آتا ہے جس میں کسی نبی مرسل و فرشتہ مقرب [illegible]
ہوتی۔ اس حدیث کو اکثر مشائخ صوفیہ نے نقل کیا ہے محدثین نے تحقیق [illegible]
البتہ اس مضمون سے متعلق دوسری احادیث صحیحہ موجود ہیں [illegible]

[2] یہ حکایت خفیف لفظی تغیرات کے ساتھ رسالہ سپہ سالار میں منقول ہے [illegible]

Marfat.com

ونما ندد در نور حق مستهلک شد کمن تی قبل ان تموتوا اکنون به نور حق شده است و هر که پشت بنور حق کند وروی بدیوار آرد قطعاً پشت بقبله کرده باشد زیرا که او جان قبله بوده است آخر این خلق که روی بکعبه میکنند آن کعبه را نبیی ساخته است که قبله گاه عالم شده است پس اگر ذات او قبله باشد بطریق اولی بود چون آن برای او قبله شده است،

مصطفے علیه السلام یاری را عتاب کرد که ترا خواندم چون نیامدی گفت بنماز مشغول بودم گفت آخر نمنت خواندم گفت من بیچاره ام مولانا فرمود که نیک ست اگر در همه وقت مدام بیچاره باشی در کل حال در حالت قدرت هم خود را بیچاره بینی چنانک در حالت عجز می بینی زیرا که بالای قدرت تو قدرتیست و مقهور حقی در همه احوال تو دو نیمه نیستی گاهی بیچاره و گاهی با چاره نظر بقدرت او دار و همواره خود را بیچاره میدان، وبی دست و بی پا و عاجز و مسکین چه جای آدمی ضعیف بلک شیران و پلنگان و نهنگان همه بیچاره و لرزان وینداً آسمانها و زمینها همه بیچاره و مسخر حکم وینداو پادشاه عظیم ست نور او چون نور ماه و آفتاب نیست که بوجود ایشان چیزی برجای ماند چون نور او بی پرده روی نماید نه آسمان ماند و نه زمین و نه آفتاب ماند و نه ماه جز آن شاه کس نماند کل شیئ هالک الا وجهه[1]

پادشاهی بدرویشی گفت که آن لحظه که ترا بدرگاه حق تجلی و قرب باشد مرا یاد کن گفت چون من در آن حضرت رسم و تاب آن آفتاب و جمال بر من زند مرا از خود یاد نیاید از تو چون یاد کنم اما چون حق تعالی بنده را گزیده و مستغرق خود گرداند هر که دامن او بگیرد و از و حاجت طلبد بی آنک آن بزرگ نزد حق یاد کند و عرضه دهد حق تعالی آن را بر آورد،

حکایت آورده اند که پادشاهی بود و او را بنده بود سخت خاص و مقرب عظیم چون آن بنده قصد سرای پادشاه کردی اهل حاجت قصها و رقعها بدو دادندی که بر پادشاه عرضه دار او آن را در چرمدان

---

[1] "بجز اس کی ذات کے ہر شے فانی ہے" (قصص، ع ۹)

کرشمے چون در خدمت پادشاه رسیدے بتاب جمال پادشاه بر تافتے پیش او مدهوش افتادے پادشاه در سینه و جیب و چهره دان او کردی بطریق عشوه بازی که این بنده مدهوش من مستغرق جمال من چه دارد آن آن نامها را بیافتی و حاجات جمله را بر ظهر آن ثبت کردے و باز در جیبدان او نهادے کارهای جمله بی آنک او عرضه دارد بر آمدے چنانک یکی از آنها رد نگشتے بلک مطلوب ایشان مضاعف و بیش از آن که طلبیده بودے بحصول پیوستے بندگان دیگر که هوش داشتندے و توانستندے قضای اهل حاجت را بحضرت شاه عرضه کردن الا هزار ترس عرض کردن و نمودن از صد کار و صد حاجت نادراً یکی منقضی شدے و بر آمدے ۱

فصل

یکی گفت که اینجا چیزی فراموش کرده ام، فرمود که در عالم یک چیز است که آن فراموش کردنی نیست اگر جمله چیزها را بیاد آری و بجای آری و فراموش نکنی و آن را فراموش کنی باک نیست همچنانک پادشاهی ترا بده فرستاد برای کاری معین تو رفتی و صد هزار کار دیگر گزاردی و آن کار را که برای آن رفته بودی نگزاردی همچنانست که هیچ نگزاردی، پس آدمی در عالم برای کاری معین آمده است و مقصود آنست چون آن نمی گزارد پس هیچ نگزارده باشد انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا[۱] آن امانت را بر آسمانها عرضه کردیم نتوانست پذیرفتن بنگر که از وی صد کارهای دیگر می آید که عقل در آن حیران می شود سنگها را لعل و یاقوت میکند و کوه را کان زر و نقره میکند و نبات را و زمین را در جوش می آرد و زنده میگرداند و بهشت عدن میکند زمین نیز [illegible]

دانه را می پذیرد و بر میدهد و عیبها را می پوشاند و صد عجایب که در شرح نیاید می پذیرد و پیدا [illegible]

همچنان معدنهای گوناگون می دهد این همه می کنند اما از ایشان آن یک کار نمی آید [illegible]

ولقد کرمنا بنی آدم[۲] نگفت که ولقد کرمنا السماء والارض [illegible]

[illegible]

می آید دنہ از زمہا دنہ از کوہہا چون آن کار بکند آن ظلومی وجہولی از وی نفی شود اگر تو گوئی کہ اگر آن کار نمی کنم چندین کارہای دیگر از من می آید، و آدمی را برای آن کارہای دیگر نیافریدہ اند ہمچنان باشد کہ تو شمشیر پولاد ہندی بی قیمت را کہ در خزائن ملوک مثل آن نباشد آوردہ باشی و ساطور گوشت گندیدہ کردہ کہ من این تیغ را معطل نمی دارم بوی چنین مصلحتی بجا می آرم ویا دیگ زرین را آوردہ در وی شلغم می پزی کہ بحبہ از و صد دیگ بدست آید یا کارد مجوہر را میخ کدوی شکستہ کردہ کہ من مصلحت می کنم و کدو را بر وے می آویزم و این کارد را معطل نمی دارم جائے خندہ و افسوس نباشد چون کار آن کدو بمیخ چوبین دیا آہنی یک پولی بر می آید چہ عقل باشد کار صد دیناری را مشغول آن کردن،

حق تعالی ترا قیمت عظیم کردہ است وی فرماید کہ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَہُمْ وَاَمْوَالَہُمْ بِاَنَّ لَہُمُ الْجَنَّۃَ[1]

تو بقیمت برابر جانی چہ کنم قدر خود نمی دانی

مصرعہ

مفروش خویش ارزان کہ تو بس گران بہائی

حق تعالی می فرماید کہ من شمارا و اوقات و انفاس شمارا و اموال شمارا و روزگار شمارا خریدم کہ اگر بمن صرف کنید و بمن دہید بہای آن بہشت جاودانست قیمت تو پیش من اینست اگر تو خود را بدوزخ فروشی ظلم بر خود کردہ باشی ہمچنانکہ آن مرد کارد صد دیناری را بر دیوار زدہ است و بر دکدوی یا کوزہ آویخت،

آمدیم بر سر حکایت بہانہ می آوری کہ من خود را بکارہای عالی صرف می کنم علوم فقہ و حکمت و منطق و نجوم و طب وغیرہ تحصیل می کنم، آخر این ہمہ برای تست، اگر فقہ است برای آن است تا کسی از دست تو نان نرباید و جامہ ات نہ کند و ترا نکشد تا تو بسلامت باشی واگر نجوم است احوال فلک و تاثیر آن در زمین ارزانی و گرانی امن و خوف ہمہ تعلق

[1] خدا نے مومنین سے انکی جان و مال کو خرید لیا ہے، کہ ان کے بدلے میں انھیں جنت دیگا،، (توبہ، ع ۱۴)

باحوال تو دارد برای تست و اگر ستاره است از سعد و نحس که بطالع تو تعلق دارد همه برای تست، چون یک تامل کنی اصل تو باشی و این همه فرع تو چون فرع ترا چندین تفاصیل و عجایبهای و علمهای بوالعجب و بی نهایت باشد بنگر که اصل ترا چه احوالها باشد، چون فرعهای ترا عروج و هبوط و سعد و نحس باشد ترا که اصلی چه عروج و هبوط و سعد و نحس و نفع و ضرر باشد، که فلان روح آن خاصیت دارد و ازو این آید فلان کار را می شاید، ترا غیر این غذا[1] خواب و خور غذای دیگرست که ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی، درین عالم آن غذا را فراموش کرده با این غذا مشغول شده و شب و روز تن را می پروری آخر این تن اسپ تست و این عالم آخر او ست، غذای اسپ غذای سوار نباشد و او را به سر خود خواب و خوریست و تنعمیست، اما بسبب آنک حیوانی و بهیمی بر تو غالب شده است تو بر سر اسپ در آخر اسپان مانده و در صف شاهان و امیران عالم بقا مقام نداری، دلت آنجاست، اما چون تن غالب است حکم تن گرفته و اسیر او مانده همچنانک مجنون قصد دیار لیلی کرد اشتر را آن طرف می راند تا هوش با او بود، چون لحظهٔ مستغرق لیلی می گشت، خود را و اشتر را فراموش می کرد، اشتر را در ده بچهٔ بود فرصت می یافت بازمی گشت و بده می رسید، چون مجنون بخود می آمد دو روزه راه بازگشته بودی همچنان سه ماه در راه بماند عاقبت افغان کرد که این اشتر بلای منست

[1] مین اپنے پروردگار کے حضور مین رہتا ہون وہی مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے ... متعدد احادیث صحیحہ کے درمیان آئے ہین، مثلاً ابوہریرہؓ کی یہ حدیث قال ... والوصال قالوا فانک تواصل یارسول اللہ قال انکم لستم فی ذلک مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی فاکلفوا من الاعمال ما ... (صحیح مسلم، کتاب الصوم، باب النھی عن الوصال ...) تعلیقون

از اشتر فرو جست و روان شد، و این بیت می خواند[1] ؎

هوی ناقتی خلفی و قدامی الهوی و انی وایاها لمختلفان

فرمود که سید برهان الدین محقق قدس سره سخن می فرمود، یکی گفت که مدح تو از فلان شنیدم گفت تا بنیم که آن فلان چه کس است و او را آن مرتبه هست که مرا بشناسد و مدح من کند اگر او مرا بسخن شناخته باشد پس مرا نشناخته است زیرا که این سخن نماند و این حرف وصوت نماند و این لب و دهان نماند این همه عرضست و اگر بہ فعل شناخت ہمچنین، و اگر ذات مرا شناخته است آنگه دانم که او مدح من تواند کردن و آن مدح از آن من باشد[2] حکایت او همچنان باشد که می گویند بادشاهی پسر خود را بجماعت اهل هنر سپرده بود تا او را از علم نجوم و رمل وغیره آموخته بودند و استاد تمام گشته با کمال کودنی و بلادت روزی بادشاه انگشتری خود را در مشت گرفت فرزند خود را امتحان کرد که بیا بگو در مشت چه دارم گفت آنچ داری گردست و زردست مجوف است گفت چون نشانها راست دادی پس حکم کن آن چه چیز باشد گفت می باید که غربیل باشد آخر چندین نشانهائے دقیق که عقول در آن حیران شوند دادی از قوت تحصیل و دانش این قدر بر تو چون فوت شد که در مشت غربیل نگنجد،

همچنین علماے این زمان در علوم موی می شگافند و چیزهاے دیگر را که بایشان

---

[1] مثنوی دفتر چهارم، عنوان حکایت عقل بانفس همچون تنازع مجنون با ناقه الخ

همچو مجنون در تنازع با شتر گه شتر چربید گه مجنون حر

[2] روزی سید قدس الله سره سخن می فرمود، شخصے گفت مدح تو از فلان کس شنیدم، فرمود تا ببینم که آن فلان کس چه کس است و او را مرتبه آن هست که مرا بشناسد و مدح من بکند اگر او مرا با سخن شناخته است یقین که نشناخته است، زیرا که این سخن نماند، و حرف وصوت نماند، و آن لب و دهان نماند این عرض است اگر بہ فعل شناخته است همچنین، و اگر ذات مرا شناخته است و نه صورت ذات را راست باشد که مدح کند (سپه سالار ص ۹۲)

Marfat.com

تعلق دارد بغایت دانسته اند و ایشان را بر آن احاطت کلی گشته و آنچ مهمست و با او نزدیک تر، از همه آنست که آن خودی اوست و خود را نمی داند همه چیز را بحلّ و حرمت حکم می کند که این جائزست و آن جائز نیست و این حلال است و آن حرام است خود را نمی داند که حلال ست یا حرام ست او جائزست یا ناجائزست پاک است یا ناپاک ست این تجویف و زردی و نقش و تدویر بر وی عارضی ست که چون در آتش اندازی این همه نماند ذاتے شود صافی از این همه،

نشان هر چیز که می دهند از علوم و فعل و قول همچنین باشد، و بجوهر او تعلق ندارد که بعد از این همه باقی آنست، نشان ایشان همچنان باشد، که این همه را بگویند و شرح دهند و در آخر حکم کنند که درشت غربلیست چون آنچه اصل ست خبر ندارند خود را ندانند که چه مرغند و مرا نه دانند که چه مرغم بلبلم یا طوطی ام، اگر مرا گویند که بانگ، دیگرگون کن نتوانم که چون زبان من همین ست، غیر آن نتوانم گفتن، بخلاف آنک آواز مرغ آموخته او مرغ نیست دشمن و صیاد مرغان ست بانگ و صفیر می کنند تا او را مرغ دانند، اگر او را حکم کنند که جز این آواز، آواز دیگرگون کن تواند کردن چون این آواز بر د عاریت است و از آن او نیست تواند که آواز دیگر کند چون آموخته است که کالاے مردمان دزدد و از هر خانهٔ قماشی نماید،

فصل

پروانه گفت این چه لطفست که مولانا تشریف فرمود و توقع نداشتم و در دلم نگذشت چه لایق آنم مرا می بایست که شب و روز دست گرفته در زمرهٔ صف چاکران

ملازمان بودمی هنوز لایق آن نیستم این چه لطف است،

فرمود این از جمله آنست که شمارا همت عالیست، هرچند که شمارا مرتبهٔ عزیزست و بزرگ ست، و بکارهای خطیر و بلند مشغولید از علو همت خود را قاصر می بینید و بدان راضی نیستید و بر خود چیزهائے بسیار لازم می دانید، اگرچه مارا هارا دل بخدمت بود اما می خواستیم که بصورت مشرف شویم، زیرا که صورت نیز هم اعتباری عظیم دارد چه جاے اعتبار خود مشارکست با مغز، همچنانک کار بے مغز بر نمی آید بی پوست نیز هم بر نمی آید، چنانک اگر دانه را بی پوست در زمین کاری بر نیاید، چون با پوست در زمین دفن کنی بر آید، درختی شود عظیم، پس ازین روئے تن نیز اصلی عظیم باشد، و "در بایست[1]" باشد و بی او خود کار بر نیاید و مقصود حاصل نشود، ای والله اصل معنی ست پیش آنک معنی را داند و معنی شده باشد، آنک می گویند رکعتان من الصلوٰة خیر من الدنیا و ما فیها پیش هر کس نباشد پیش آنکس باشد که اگر رکعتین ازو فوت شود دشوار تر آیدش[2] از آنکه همه دنیا و هرچه در دست او را ملک باشد و ازو فوت شود،

درویشی نزد پادشاهی رفت، پادشاه بوی گفت که ای زاهد، جو ای گفت زاهد توئی، گفت من چون زاهد باشم که همه دنیا از آنِ منست، گفت نی عکس می بینی دنیا و آخرت و ملکت جمله از آنِ منست و عالم را من گرفته ام توئی که بلقمهٔ و خرقهٔ قانع شده ایـنما تولوا فثم وجه الله آن وجهیست رائج و مجری که لا ینقطع ست و باقیست، عاشقان خود را فدائے آن وجه کرده اند، و عوض نمی طلبند، باقی همچو انعامند،

فرمود اگرچه انعامند اما مستحق انعامند و اگرچه در آخر اند مقبول میر آخر ند، که اگر خواهد

---

[1] "در بایست" "محتاج الیه" الہیات کی ایک اصطلاح کا ترجمہ ضروری [2] جدھر منہ کرو ادھر خدا کا رخ ہے (البقرع ۱۴)

Marfat.com

ازین آخرش بر ہاند نقل کند لطویلۂ خاصش بر د ہمچنانکہ از آغاز او عدم بود بوجودش آورد، از طویلۂ وجود بجمادیش آورد و از طویلۂ جمادی بنباتیش آورد، و از نباتی بحیوانی داز حیوانی با نسانی، و از انسانی بملکی، الی مالا نہایۃ[1] پس این ہمہ برای آن نمود تا مقر شوی کہ اورا ازین جنس طویلہای بسیارست عالی تر از ہمدیگر طبقاً عن طبقٍ فما لہم لا یؤمنون[2]

این برای آن نمودم تا مقر شوی طبقات دیگر را کہ در پیش است، برای آن نمودم کہ انکار کنی وگوئی کہ "ہمینست" استادی صنعت و فرہنگ برای آن نماید کہ او را معتقد شوند، و فرہنگہای دیگر را کہ ننموده است مقر شوند، و بآن ایمان آورند، وہمچنان پادشاہی کسان را خلعت وصلہ دہد و بنوازد برای آن نوازد کہ ازو متوقع دیگر چیزہا باشند داز امید کیسہا بردوزند، برای آن ندہد کہ بگویند ہمینست، پادشاہ دیگر انعام نخواہد کردن و دیگر جز این

---

[1] مثنوی میں ارتقائے انسانی اور مختلف مدارج وجود کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے مثلاً:

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مردم بہ حیوان سر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کی ز مردن کم شوم
حملۂ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک بال و پر

(مثنوی دفتر سوم بعنوان جواب عاشق عاذلان)

اسی طرح ایک موقع پر اور فرمایا ہے:

آمده اول باقلیم جماد — وز جمادی در نباتی اوفتاد
سالہا اندر نباتی عمر کرد — وز جمادی یاد ناورد از نبرد
وز نباتی چون بہ حیوانی فتاد — نامدش حال نباتی ہیچ یاد

(مثنوی دفتر چہارم بعنوان بیان اطوار و منازل خلقت آدمی)

[2] ترجمہ: ... کہ تم لوگ ... درجہ بدرجہ ... ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے (الانشقاق ...)

نخواهد دادن وندارد و برین قدر اقتصار کند هرگز پادشاه اگر این زاهد اند که چنین خواهد گفتن وچنین خواهد دانستن هرگز بوی انعام نکند،

زاهد آن ست که آخر بیند و اهل دنیا آخربین اند، اما آنها که اخص اند و عارف اند نه آخر نه آخر ایشانرا نظر بر اول افتاده است، و آغاز هر کار را می دانند، همچنان که دانای گندم بکارد داند که گندم خواهد رستن، از اول آخر را دید، وهمچنین جو و برنج وغیره چون اول را دید او را نظر بر آخر نیست بر اول برد معلوم شده است ایشان نادرند و اینها متوسط که آخر را می بینند و اینها که در آخرند انعام مند

درد است که آدمی را رهبر است در هر کاری که هست، تا او را درد آن کار و هوس وعشق آن کار در درون نخیزد او قصد آن کار نکند، و آن کار بی درد او را میسر نشود خواه دنیا و خواه آخرت خواه بازرگانی خواه پادشاهی خواه علم خواه عمل خواه نجوم وغیره تا مریم را درد زه پیدا نشد قصد آن درخت نخل نکرد که فاجاءها المخاض الی جذع النخلة [1]

وقال الادیب فی معناه،

الم تر ان الله قال لمریم — الیک فهزی الجذع یسقط الرطب

ولو شاء اجنی الجذع من غیر هزها — الیها ولکن کل شیء له سبب

او را آن درد بدرخت آورد و درخت خشک میوه دار شد تن همچو مریم است و هر یکی عیسی داریم اگر ما را درد پیدا شود عیسی ما بزاید و اگر درد نباشد عیسی هم از آن راه نهانی که آمد باز باصل خود پیوندد الا ما محروم مانیم و بی بهره، بیت:-

جان از درون بفاقه وطبع از برون بگر — دیو از خورش بتخمه جمشید ناشتا

---

[1] پھر درد زہ ان کو درخت خرما کے پاس لے پہونچا۔ (مریم رکوع ۲)

اکنون بکن دوا که مسیح تو بر زمینست، چون شد مسیح سوے فلک فوت شد دوا،

فصل

این سخن براے آن کس است که او بسخن محتاجست که ادراک کند، اما آنکس که بے سخن ادراک کند باوی چہ حاجت سخنست، آخر آسمانها و زمینها همه سخنست پیش آنکس که ادراک می کند وزاینده از سخن ست که کن فیکون[1] پس پیش آنک آواز پست را می شنود غلغله و بانگ چہ حاجت است،

شاعری تازی گوے پیش پادشاه آمد، و آن پادشاه ترک بود پارسی نیز نمی دانست شاعر براے او شعری عظیم غرا بتازی بگفت و آورد چون پادشاه بر تخت نشسته بود و اهل دیوان جمله حاضر امرا و وزرا آنچنانک ترتیب است شاعر بر پاے ایستاد و شعر را آغاز کرد پادشاه در آن مقامات که محل تحسین بود سر می جنبانید و در آن مقامات که محل تعجب بود خیره می ماند و در آن مقام که محل تواضع بود التفات می کرد اهل دیوان حیران شدند که پادشاه ما کلمه بتازی نمی دانست این چنین سر جنبانیدن مناسب در مجلس از وے چون صادر شد مگر که تازی می دانست چندین سال از ما پنهان داشت و اگر ما بزبان تازی بی ادبیها گفته باشیم وای بر ما شاه را غلامی بود خاص اهل دیوان جمع شدند و او را اسب و استر و مال دادند و چندین دیگر پذیرفتند که ما را ازین حال آگاه کن که پادشاه تازی می داند یا نمی داند و اگر نمی داند آن سر جنبانیدن در محل چه بود کرامت بود یا الهام بود تا روزے غلام فرصت یافت در شکار و پادشاه را خوش دید از آنکه

[1] [illegible]

شکار بسیار گرفتہ بود، از وی پرسید پادشاہ بخندید و گفت واللہ من تازی نمی دانم اما پیچ سرمی جنبانیدم یعنی می دانستم کہ مقصود او آن شعر چیست سر می جنبانیدم و تحسین می کردم،

پس معلوم شد کہ اصل مقصود ست آن شعر فرع مقصود ست کہ اگر آن مقصود نبودے آن شعر گفتہ نشدے پس اگر بمقصود نظر کنند دوی نماند دوئی در فرعست اصل یکیست ہمچنان طرق مشایخ اگرچہ بصورت گوناگون ست و بحال و مقال و حال و احوال متباین اما از روے مقصود یک چیز ست و آن طلب حق ست ہمچنانک بادے درین سرائے بوزد گوشۂ قالی برگیرد اضطرابی و جنبشی در گلیمہا پدید آید خس و خاشاک را بر ہوا برد، آب حوض را زرہ گرداند درختان را و شاخہا را و برگہا را در رقص آرد این ہمہ احوالہا متفاوت گوناگون می نماید، اما از روی مقصود و اصل و حقیقت یک چیز ست زیرا جنبانیدن ہمہ از یک باد ست،

پروانہ گفت کہ ما مقصریم مولانا فرمود کسی را کہ این اندیشہ آید و این عتاب بر و فرود آید کہ آہ در چیستم و چرا چنین می کنم این دلیل دوستی و عنایتست،

ویبقی الحب ما یبقی العتاب

زیرا عتاب با دوستان کنند با بیگانہ عتاب نکنند اکنون این عتاب نیز متفاوتست بر آنک او را درد می کند و از آن خبر دارد کہ دلیل عنایت و محبت در حق باشد اما اگر اگر عتابے رود و او را درد نکند این دلیل محبت نباشد ہمچنانک قالی را چوب زنند تا گرد از وجدا کنند این را عقلا عتاب نگویند اما اگر فرزند خود را و محبوب خود را بزنند عتاب آنرا گویند و دلیل محبت در چنین محل پدید آید پس مادام کہ در خود دردی و پشیمانی می بینی دلیل

عنایت و دوستی حقست و اگر در برادر خود عیبی بینی آن عیب درتست که در وی می بینی
عالم ہمچو آئینہ ہست نقش خود را می بینی در وی که المومن مرآة المومن[ع] آن عیب
را از خود جدا کن زیرا آنکه از وی رنجی از خود می رنجی،

گفت پیل را آوردند بر سر چشمه که آب خورد خود را در آب دید و می رمید وی پنداشت[له]
که از دیگرے می رمد نمی دانست که از خود می رمد همه اخلاق بد از ظلم و کین و حسد و حرص و
بے رحمی و کبر چون در تست نمی رنجی چون آن را در دیگری می بینی می رنجی پس بدانک از
خود می رمی و می رنجی آدمی را از کره و دنبل خود نفرتے نیاید دست مجروح در آش میکند
و انگشت خود می لیسد و هیچ از آن دلش بر هم نمی آید و چون بر دیگری اندک دنبل یا
نیم ریشی بیند آن آش او را نگوارد همچنین اخلاق بد چون کرها ست و دنبلها ست چون
در وست از آن نمی رنجد اما بر دیگرے چون اندکے از آن بیند برنجد و نفرت گیرند
همچنان که تو از وی رمی او را نیز معذور می دار اگر از تو برمد و برنجد رنج تو عذر اوست
زیرا رنج تو از دیدن آن ست و او نیز همان می بیند که المومن مرآة المومن نگفت که
که الکافر مرآة الکافر زیرا که کافر را نه آن ست که مرآة نیست الا آن است که از مرآة خود خبر ندارد،

بادشاهی دل تنگ بر لب جوی نشسته بود امرا از وی هراسان و ترسان
و هیچ گونه روی او کشاده نمی شد مسخره داشت عظیم مقرب امرا او را پذیرفتند که اگر تو

ع مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے، حدیث صحیح بخاری باب الادب میں وارد ہوئی ہے۔

له مثنوی، دفتر اول بعنوان نظر کردن پیر در چاه، الخ

اے بسا ظلمے کہ بینی در کسان — خوے تو باشد در ایشان اے فلان

اے بدیده خال بد بر روے عم — عکس خال تست آن از عم مرم الخ

Marfat.com

شاهرا الجندانی چنین ندیم مسخره قصد پادشاه کرد و هرچند که جهد و قصد می کرد پادشاه بر وی نظر نمی انداخت که او مشکلی کند پادشاه را الجند اندر جوی آب نظر می کرد و سر بر نمی داشت مسخره گفت پادشاه را در آب چه می بینی گفت قلتبانی را می بینم مسخره جواب د که ای شاه عالم بنده نیز کور نیست اکنون همین ست اگر تو در وی چیزی می بینی و می رنجی آخر او نیز کور نیست همان می بیند که تو می بینی،

پیش او دو "انا" نگنجد تو "انا" می گوئی و او "انا" یا تو بمیر پیش او یا او بمیرد پیش تو تا دوئی نماند اما آنکه او بمیرد امکان ندارد نه در خارج و نه در ذهن که هو الحی الذی لا یموت او را آن لطف هست که اگر ممکن بودی برای تو بمردی تا دوئی برخاستی اکنون چون مردن او ممکن نیست تو بمیر تا او بر تو تجلی کند و دوئی برخیزد دو مرغ را بر هم بندی با وجو جنسیت و آنکه دو پر داشتند چهار مبدل شد نمی پرد زیرا که دوئی قائمست اما اگر مرغ مرده را بر وبندی بپرد زیرا که دوئی نمانده است آفتاب را آن لطف هست که پیش خفاش بمیرد اما چون امکان ندارد می گوید که ای خفاش لطف من بهمه عالم رسیده است خواهم که در حق تو نیز احسان کنم تو بمیر که چون مردن تو ممکنست تا از نور جلال من بهره مند شوی و از خفاشی بیرون آئی و عنقای قاف قرب گردی،

بنده از بندگان حق را آن قدرت بوده است که خود را برای دوستی فنا کردن آن چنان بود که از خدا آن دوست را می خواست خدا قبول نکرد، ندا می آید که من او را نمی خواهم آن بنده حق الحاح می کرد و از استدعا دست باز نمی داشت که خداوندا در من خواست او نهاده ای از من نمی رود، در آخر ندا آمد خواهی که آن مراد

Marfat.com

بر آید سر را فدا کن، و تو نیست شو، و ماں، و از عالم برو گفت یارب راضی شدم چنان کر دسر را بباخت برائے آن دو دست تا کار او حاصل[1] شد چون بندہ را آن لطف باشد کہ چنان عمری را کہ یک روزہ آن عمر بعمر جملہ عالم اولاً و آخراً ارزد فدا کرد آن لُطف آفرین را این لطف و کرم بنا شد اینت محال اما فنائی او ممکن نیست باری تو فنا شو،

فصل

تفیلی[2] آمد بر بالای دست بزرگی نشست مولانا قدسنا اللہ بسرہ العزیز فرمود کہ ایشان را چہ تفاوت کند بالا یا زیر چراغند چراغ اگر بالائی طلب کند

---

[1] حکایت کا تعلق مولانا و شمس تبریز کی آپ بیتی سے ہے۔ مناقب العارفین میں ہے:-

حضرت شمس الدین تبریزی ...... شبے سخت بیقرار شد و شورہائی عظیم فرمود از استغراق تجلیات قدسی مست گشتہ در مناجات گفت خداوندا می خواہم کہ از محبوبان مستور خود یکے را بمن بنمائی خطاب عزت در رسید کہ آن چنان شاہد ... رو وجود مغفور کہ است عامی کنی ہمانا کہ فرزند دلبند سلطان العلما ولد المتبست گفت خدایا دیدار مبارک او را بمن بنمائے جواب آمد کہ چہ شکرانہ می دہی فرمود کہ سر را شکرانہ می دہم کہ بغیر سر چیزے ندارم الہام آمد کہ باقلیم روم رو تا بمقصود برسی و مطلوب حقیقی را یابی کمر اخلاص در میان جان بستہ بصدق تمام و عشق عظیم بجانب ملک روم روانہ شد (مناقب العارفین افلاکی فصل ...) مولانا ئے روم کی فصل چہارم میں جو مناقب شمس میں ہے۔ اس روایت کا اعادہ ... وعدہ کیا تھا اس کو سچ کر دکھایا اور اپنا سر نذر کر دیا۔ [2] یہ لفظ ... نسخہ میں یون ہی ... تھا، ہندوستان کے نسخوں میں اس کے بجائے "طفلی" ... مندرج ہے۔

برای خود طلب نکند غرض او منفعت دیگران باشد تا ایشان از نور او حظ یابند و اگر نه هر جا که چراغ باشد خواه زیر خواه بالا او چراغ است علی کل حال چه جای چراغ که آفتاب ابدیست ایشان اگر جاه و بلندی طلبند غرضشان آن باشد حاشا چون خلقان را آن نظر نیست که بلندی ایشان را بینند ایشان خواهند که بدام دنیا اهل دنیا را صید کنند تا بآن بلندی دیگر راه یابند و در دام آخرت افتند،

همچنانکه مصطفی صلی الله علیه وسلم مکه را و بلاد را برای آن می گرفت که او محتاج آن بود برای آن می گرفت تا همه را زندگی بخشد و روشنائی و بینائی کرامت کند[۱] هذا کف معودان یعطی وما هو معودان یاخذ ایشان خلق را می فریبند، تا عطا بخشند نه برای آنکه از ایشان چیزی برند شخصی که دام نهد و مرغکان را بمکر در دام اندازد تا ایشان را بخورد و بفروشد آن را مکر گویند اما اگر پادشاهی دام نهد تا باز عجمی بی قیمت را که از گوهر و هنر خود خبر ندارد بگیرد و دست آموز ساعد خود گرداند تا مشرف شود و معلم و مؤدب گردد این را مکر نگویند اگرچه بصورت مکرست، این را عین راستی و عطا و بخشش و مرده زنده کردن و سنگ را لعل گردانیدن و منی مرده را آدمی ساختن دانند و افزون تر ازین اگر باز را آن علم بودی که او را چرا می گیرند محتاج دام و دانه نبودی بجان و دل جویان دام بودی و بر دست شاه پران شدی

خلق بظاهر سخن ایشان نظر می کنند و می گویند که ما ازین بسیار شنیده ایم

---

[۱] مثنوی دفتر اول عنوان بیان آن که فتح طلبیدن پیغمبر مکه و غیر مکه را جهت دوستی ملک دنیا نبود،

جهد پیغمبر بفتح مکه هم — کی بود در حب دنیا متهم، الخ

Marfat.com

واندرون ما ازین جنس سخنہا پرست وقالوا قلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم[1] کافران می گفتند کہ دلہاے ما غلاف این جنس سخنہاست وازین پریم حق جواب شان می فرماید حاشا کہ ازین سخن پر باشند پر از وسواسند واز خیال واز شرک وشک اندبلکہ پر از لعنت اند کہ بل لعنهم الله بکفرهم کاش کہ تہی بودندے ازان ہذیانات بارے قابل بودندے کہ ازین پذیرفتندے قابل نیز نیستند حق تعالی مہر کردہ است بر گوش ایشان وبرچشم ایشان وبردل ایشان تا چشم لون دیگر بیند یوسف را گرگ بیند، وگوش لون دیگر شنود حکمت را اثر او ہذیان شمرد ودل الون دیگر کہ محل خیال ووسواس گشتہ است ہمچون زمستان از یخ سرمائی تشکل خیال تو ی تو ی افتادہ است از یخ وسردی جمع گشتہ است کہ ختم الله علی قلوبهم وعلی سمعهم وعلی ابصارهم غشاوة[2] چہ جاے آن ست کہ ازین پر باشند بوئے نیز نیافتہ اند در ہمہ عمر نہ ایشان ونہ آنہا کہ با ایشان تفاخر می آورند، ونہ تبار ونہ اصل ایشان،

کلام اولیا کوزہ ایست کہ حق تعالی آن را بر بعضی پر آب می نماید واز انجا سیر آب می شوند بر لب بعضی تہی می نماید چون درحق ایشان او چنین است ازین کوزہ چہ شکر گویند شکر آنکس گوید کہ بوی پر آب می نماید این کوزہ صورت آدم است چون حق تعالی آدم را باب وگل بساخت خمرت طينة آدم بيدي اربعين صباحا[3] قالب او را

---

[1] کہتے ہیں کہ ہمارے دل غلافوں کے اندر محفوظ ہیں، یہ نہیں بلکہ خدا نے ان کے انکار کی وجہ سے ان کو پھٹکار دی ہے ۱۱ بقرہ ع ۱۱

[2] خدا نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے ۱۱ بقرہ ع ۱

[3] میں نے آدم کی مٹی چالیس دن اپنے ہاتھ سے گوندھی ۱۱ حدیث قدسی ۱۱ سند نہیں ملی.

تمام بساخت وچندین مدت بر زمین مانده بود ابلیس علیه اللعنة فرود آمد و در قالب او رفت و در رگهای او جمله گردید و تماشا کرد آن رگ های پر خون را و پراخلاط را دید گفت آوه عجب نیست که آن ابلیس من در ساق عرش دیده بودم که خواهد پیدا شدن این باشد آن ابلیس اگر در عالم هست این ست. والسلام علیکم برخاست،

فصل

پسر اتابک بدین مولانا آمد مولانا فرمود که پدر تو دائما بحق مشغولست و اعتقادش غالبست و در سخنش پیداست (چنانکه روزی) کافران روم می گفتند که دختر با تاتار دهیم که دین یک گردد و این دین نو که مسلمانیست برخیزد. اتابک گفت آخر این دین کی یکی بوده است همواره دو و سه بوده است و جنگ و قتال قائم میان ایشان شما دین را یک چون خواهید کردن بدین طریق این فتنه را منع کرد،

بر این سخن حضرت مولانا فرمود که یک آنجا یعنی در قیامت شود اما این جا که دنیاست ممکن نیست زیرا اینجا هر یکی را مرادیست و هوائیست مختلف یکی از یجا ممکن نگر و دیگر در قیامت که همه یک شوند و بیک جا نظر کنند و یک گوش و یک زبان شوند در آدمی بسیار چیزهاست موشست و مرغست باری مرغ قفس را بالا می برد و باز موش زیر می کشد و صد هزار وحوش مختلف در آدمی هست مگر آنجا روند که موش موشی بگذارد و مرغ مرغی بگذارد و همه یک شوند زیرا که مطلوب نه بالاست و نه زیر چون مطلوب ظاهر شود نه بالا بود و نه زیر، یکی چیزے گم کرده است چپ می جوید و راست می جوید پیش می جوید و پس می جوید چون آن چیز را یافت نه بالا جوید نه زیر جوید نه چپ جوید نه راست جوید نه پیش جوید نه پس، و در روز همه

یک نظر شوند و یک زبان و یک گوش و یک هوش،

همچنانک مثلاً ده کس را باغی و یا دکانی بشرکت باشد سخنشان یک باشد و غمشان یک باشد مشغولیشان بیک چیز باشد چون مطلوبشان یک گشت پس روز قیامت چون همه را کار بحق افتاد همه یک شوند باین معنی هر کس در دنیا بکاری مشغولست یکی در محبت زن و یکی در مال یکی در کسب یکی در علم همه را معتقد آنست که درمان من و ذوق من خوشی من و راحت من در آنست و آن رحمت حقست چون در آنجا می رود و می جوید نمی یابد باز می گردد چون ساعتی مکث می کند می گوید آن ذوق و رحمت جستنی ست مگر نیک نجستم باز بجویم و چون باز می جوید نمی یابد همچنین تا گاهی که رحمت روی نماید بی حجاب بعد از ان دانند که راه آن نبود اما حق تعالی بندگان دارد که پیش از قیامت چنانند که همه چیز را از اسرار غیب می بیند آخر امیر المومنین علی می فرماید رضی الله عنه که لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً، یعنی چون قالب را برگیرند و قیامت ظاهر شود یقین ما زیادت نشود

نظیرش چنان باشد که قومی در شب تاریک در خانه رو بهر جانب کرده اند و نماز می کنند چون روز شود همه از آن باز گردند اما آن را که رو بقبله بوده است در آن شب چه باز گردد چون همه سوی او می گردند پس آن بندگان هم در شب دنیا رو بوی دارند و از غیر روی گردانیده اند پس در حق ایشان قیامت ظاهرست سخن بی پایانست اما بقدر طالب فرو می آید که وان من شیء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم[۱]،

---

[۱] "کوئی شے ایسی نہیں جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں لیکن ہم اس میں سے ایک مقدار معین مطابق اتارتے رہتے ہیں" (الحجر ع ۲)

حکمت همچو بارانست در معدن خویش بی پایانست اما بقدر مصلحت فرود
می آید در زمستان و در بهار و در تابستان و در پاییز بقدر او همچنین در بهار بیشتر و کمتر
اما از آنجا که می آید آنجا بی حدست عطاران شکر را در کاغذ کنند و یا داروها را اما شکر آن قدر نباشد
که در کاغذست کانهای شکر و کانهای داروها بی حدست و بی نهایت، در کاغذ
کی گنجد؟ تشنیع می زنند که قرآن بر محمد صلوات الله علیه چرا کلمه کلمه فرود می آید و سوره سوره
فرو نمی آید مصطفی صلی الله علیه وسلم فرمود که این ابلهان چه می گویند اگر بر من تمام فرود
آید من بگدازم و نمانم زیرا واقف از اندکی بسیار فهم کند و از چیزی چیزها و از سطری
دفترها نظیرش همچنانک جماعتی نشسته اند و حکایتی می شنوند اما آن یکی احوال را تمام
می داند و در میان واقع بوده است از رمزی آن همه را فهم می کند و زرد و سرخ میشود
و از حال بحال می گردد و دیگران آن قدر که شنیدند فهم کردند چون واقف نبودند
بر کلی احوال آن اما آنک واقف بود از آن قدر بسیار فهم کرد چو در خدمت عطار آمدی
شکر بسیارست اما می بیند که سیم چند آورده ای بقدر آن دهد سیم اینجا همت و اعتقادست
بقدر اعتقاد و همت سخن فرود آید چون آمدی بطلب شکر در جوالت بنگرند که چه قدرست
بقدر آن پیمایند کیله یا دو اما اگر قطارهای شتر و جوالهای بسیار آورده باشد فرماید
که کیالان بیاورید که کار این ورای نا داروکیلی یابد و بر نمی آید همچنین آدمی باید که او را
دریاها بس نکنند و آدمی باشد که او را قطره چند بس باشد زیاده از آن زیان دارد
و این تنها در عالم معنی و علوم و حکمت نیست در همه چیز چنین ست در مالها و زرها و کانها
جمله بی حد و بی پایانست اما بقدر شخص فرود آید زیرا که افزون از آن برنتابد و دیوانه
شود نبینی در مجنون و در فرهاد و غیره از عاشقان که کوه و دشت گرفتند از عشق زنی

Marfat.com

چون شهوت از آنچ قوت ایشان بود بر ایشان افزون برنخیزند و نمی بینی که در فرعون چون ملک و مال افزون ریختند دعوی خدائی کرد، وان من شئ الا عندنا خزائنه[1] هیچ چیز نیست از نیک و بد که آن را پیش ما در خزینه ما گنجهای بی پایان نیست اما ابقدر حوصله می فرستیم که مصلحت در آن ست[2]،

آری این شخص معتقد ست اما اعتقاد را نمی داند همچنان که کودکی معتقد نانست اما نمی داند که چه چیز را معتقد ست همچنین از نامیات درخت زرد و خشک می شود از تشنگی و نمی داند که تشنگی چیست که وجود آدمی همچون علمیست علم را اول در مر ابلند و بعد از آن لشکرها را از هر طرفی که حق داند از عقل و فهم و خشم و غضب و حلم و کرم و خوف در جا و احوالهای بی پایان و صفات بی حد بپای آن علم می فرستد هر که از دور نظر کند علم تنها بیند اما آنک از نزدیک نظر کند در زیر علم خلقی بیند و این دوری و نزدیکی بمسافت نیست یعنی غافل همین تن بیند و دانا چون نظر کند بداند که در وی چه گوهرها و چه معنی هاست،

شخصی آمد مولانا گفت کجا بودی مشتاق بودیم چرا دور ماندی گفت اتفاق چنین افتاد گفت ما نیز دعا می کردیم تا این اتفاق بگردد و زائل شود اتفاقی که فراق آورد، آن اتفاق ناخوش است ای والله همه از حقست اما نسبت بحق نیکست همه چیز اما بما نی آنچ در دیشان می گویند رحمت می گویند همه نسبت بحق نیکست و کمال

---

[1] حاشیہ گذر چکا ۔ [2] ارحکمت چون بدان ست ات ... یہاں کے تینوں نسخوں میں اس مقام پر بالکل غائب ہے ۔ اور یہاں سے بجائے دو نسخے کے بعد آخیر الفاظ کے ساتھ درج ہے ،

Marfat.com

اما نسبت بمانی زنا و ناپاکی و بی نمازی و نماز و کفر و اسلام و شرک و توحید جملہ نسبت بحق نیکست، اما نسبت با بدست، زنا و دزدی و کفر و شرک بدست، و توحید و نماز و خیرات نسبت بما نیکست ہمچنانک پادشاہی در ملک او زندان و دار و خلعت و مال، املاک و حشم و سوز و شادی و طبل و علم ہمہ باشد، اما نسبت بپادشاہ ہمہ نیکست چنانک خلعت کمال ملک اوست دار و زندان ہم کمال ملک اوست و نسبت بوی ہمہ کمال ست اما نسبت بخلق خلعت و دار کے یکے باشند[1]

فصل

سوال کرد کہ از نماز فاضل ترچہ باشد، یک جواب آنک گفتیم کہ جان[2] نماز بہ از صورت نمازست مع تقریرہ، جواب دوم کہ ایمان بہ از نمازست زیرا نماز پنج وقت فریضہ است و ایمان پیوستہ فریضہ است و نماز بعذرے ساقط شود و رخصت تاخیر باشد مر حائض را وغیرہا و تفضیلے دیگر ہست ایمان را بر نماز کہ ایمان بہیچ عذرے ساقط نشود و رخصت تاخیر نباشد و ایمان بے نماز منفعت کند و نماز بی ایمان منفعت نکند، ہمچو نماز منافقان و نماز در ہر دینے نوع دیگرست و ایمان بہیچ دینی متبدل نشود و احوال او و قبلہ او وغیرہ متبدل نگردد و فرقہای دیگر ہست بقدر جذب مستمع ظاہر شود، وان من شیٔ الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم[3]

---

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، در بیان آن حدیث کہ

عیب شد نسبت بمخلوق جہول ‏ ‏ ‏ نے بہ نسبت با خداوند قبول
کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است ‏ ‏ ‏ چون بما نسبت کنی کفر آفت ست الخ

[2] مثنوی دفتر پنجم میں یہ عنوان قرار دیکر کہ گریہ و زاری سے نماز باطل ہو جاتی ہے، یا اور زیادہ کمال حاصل کرتی ہے، جان نماز کو یون بیان کیا ہے،

زانکہ ترک تن بود اصل نماز ‏ ‏ ‏ ترک خویش و ترک فرزندان بناز

[3] حاشیہ اوپر گذر چکا ہے

مستمع ہمچو آرد ست پیش خمیر کنندہ، کلام ہمچو آبست، در آرد آن قدر آب ریزند کہ صلاح آن باشد، ؎

چشم بدگر کسے نگردد چہ کنم ،، از خود گلہ کن کہ روشنائیش توئی

چشم بدگر کس نگرد و بینی مستمع دیگر نہ جوید جز تو من چہ کنم روشنائیش توئی بدین سبب کہ تو با توئی از خود نرہیدہ تا روشنائیت صد ہزار تو بودے،

حکایت، شخصی بود سخت لاغر و ضعیف و حقیر ہمچو عصفورے سخت حقیر در نظرہا چنانک صورتہای حقیر او را حقیر نظر کردندے و خدا را شکر کردندی اگرچہ پیش از دیدن او تشکی بودندے از حقارت صورت خویش و با این ہمہ در شب سخن گفتے و لافہائے زفت زدے در دیوان ملک بردی وزیر او وزیر را از آن درد کردے و فرو خوردے تا روزے وزیر گرم شد بانگ برآورد کہ اے اہل دیوان این فلان فلانی را ما از خاک برگرفتیم و پروردیم و بنان و خوان و نان پارہ و نعمت ما کسی شد و اینجا رسید کہ ما را چنین ہا گوید در روے او بجست و گفت ای اہل دیوان و اکابر دولت و ارکان خواجہ راست می گوید نعمت و نان آبائے او پروردہ شدم و بزرگ شدم لاجرم بدین حقیری و رسوائی ام اگر بنان و نعمت کسی دیگر پروردہ شدے بودے کہ صورتم و قامتم و قیمتم بہ ازین و بیش ازین بودے او مرا از خاک برداشت لاجرم ہمی گویم، یالیتنی کنت ترابا[1] و اگر کسے دیگر مرا از خاک برداشتے چنین مضحکہ نبودے

اکنون مریدے کہ پرورش از مرد حق یابد روح او را پرورش ... کسی کہ از مزورے و سالوسے پروردہ شود و علم از وی آموزد و تربیت و مجاہدہ از وی یابد

---

[1] کاش میں خاک ہی رہتا" (نبا، ع ا)

روح از دریچیدہ شود ہمچو آن شخص حقیر وضعیف وعاجز وغمگین و بیرون مشو از تردد ہا باشد وحواس اوکوتہ بود والذین کفروا اولیاؤھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات[1]

در سرشت آدمی ہمہ علمہا در اصل او سرشتہ اند کہ روح از و مغیبات را بنماید، چنانکہ آب صافی آنچ در تحت اوست از سنگ ریزہ و سفال وغیرہ و آنچ بالائے آبست ہمہ بنماید عکس آن آب حق تعالیٰ در گوہر این نہادہ است بی علاجی و تعلیمی لیکن چون آب آمیختہ شد با خاک یا رنگہای دیگر آن خاصیت و آن دانش ازو جدا شد و ورا فراموش شد حق تعالیٰ انبیاء و اولیاء را فرستاد ہمچو آن آب صافی بزرگ کہ ہر آب حقیر رنگین و تیرہ کہ درو در آید از تیرگی و رنگ عارضی خود برہد پس او را یاد آید چون خود را صاف بیند بداند کہ اول من چنین صاف بودم بہ یقین و بداند کہ آن تیرگیہا و رنگہا عارضی بود یاد ش آید حالتی کہ پیش ازین عوارض بود و بگوید کہ ھذا الذی رزقنا من قبل[2] پس انبیاء و اولیاء مذکران باشند او را از حالت پیشین نہ آنکہ در جوہر او چیزی نو نہند اکنون ہر آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را شناخت کہ من ازویم و از آن ویم در آمیخت و آن آب تیرہ کہ آن آب بزرگ را نشناخت و او را غیر خود دید و غیر جنس دید پناہ بہ رنگہا و تیرگیہا گرفت تا با بحر نیامیزد و از آمیزش بحر دور تر شود چنانکہ فرمود، فما تعارف منھا ائتلف وما تناکر منھا اختلف[3] و ازین

---

[1] کافرون کے دوست شیاطین ہین جو انھین روشنی سے نکال کر تاریکیون مین لاتے ہین" (البقرع ۳۴)

[2] یہ وہی ہے جو اس سے قبل ہمین رزق مل چکا ہے،، بقرع ۳)

[3] "اور جس روح نے اس سے موانست کی، وہ اس سے مل گئی، اور جس نے اس سے بیگانگی اختیار کی وہ الگ ہو گئی،، حدیث صحیح (بخاری کتاب بدا لخلق)،

Marfat.com

فرمود لقد جاءکم رسول من انفسکم یعنی که آب بزرگ از جنس آب خرد است و از نفس اوست و از گوهر اوست و آنچه از نفس خود نمی بیند آن تناکر از نفس آب نیست از قرین بدست با آب که عکس آن قرین برین آب می زند و او نمی داند که رمیدن من از آن آب بزرگ و بحر از نفس منست یا از عکس این قرین بد از غایت آمیزش چنانکه گل خوار نداند که میل من بگل از طبیعت منست یا از علتی که با طبع من در آمیخته است،

بدانکه هر آیتی و حدیثی و آیتی که باستشهاد آرند همچون دو شاهد دو گواهست، واقف بر گواهیهای مختلف، بهر مقامی گواهی دهند مناسب آن مقام چنانکه دو گواه باشند گواهند بر وقف خانه و گواهند بر بیع دکانی و همین گواه اند بر نکاحی در هر قضیه که حاضر شوند بر وفق آن گواهی دهند صورت گواه همان باشد و معنی دیگر وفقنا الله وایاکم اللون لون الدم والعرف ریح المسک

فصل

گفتیم که آرزومند بودیم و آرزو که شما را ببینیم می گفت دمی خواهم که خداوندگار را ببینم مولانا فرمود که خداوندگار را این زمان نبینید بحقیقت زیرا آنچه او آرزو می برد که خداوندگار را ببینم آن نقاب خداوندگار بود خداوندگار را این ساعت بی نقاب نبینید و همچنین همه آرزوها و مهرها و شفقتها که خلق دارند بر انواع چیزها و پدر و مادر و برادر و دوستان و آسمانها و ایوانها و علمها و عملها و طعامها و شرابها همه آرزوی حق دانند و آن چیزها جمله نقابهاست چون ازین عالم بگذرند و آن شاه را بی این نقابها ببینند بدانند که آن همه نقابها و روپوشها بود

---

۲ لقد جاءکم رسول من انفسکم [illegible] آیات [illegible] (۱۲۸)

بود مطلوبشان درحقیقت یک چیز بود، همه مشکلها حل شود، همه سوالها و اشکالها را که در دل داشتند همه را جواب بشنوند، و همه عیان گردد. وجواب حق چنان نباشد که هر مشکلی را علی الانفراد جدا جدا جواب باید گفتن، بیک جواب، همه سوالها بیکبار معلوم شود و مشکل حل گردد، همچنان که در زمستان هر کسے درجامه یا در پوستینے یا در تنورے یا در غار گرمے از سرما خزیده باشد و پناه گرفته و همچنین جملهٔ نباتات از درخت و گیاه وغیره از زهر سرما بے برگ و برمانده و درختها را در باطن برده و پنهان کرده تا آسیب سرما برو نرسد چون بهار آید، جواب ایشان بتجلی بفرماید، جمله سوالهای مختلف ایشان از احیاء و نباتات و اموات بیکبار حل گردد و آن سببها برخیزد و جمله سر بیرون کنند و بدانند که موجب آن بلا چه بود،

حق تعالی این نقابها را برائے آن مصلحت آفریده است، که اگر جمال حق بے نقاب رُو نماید، ما طاقت آن نداریم، و بهره مند نشویم، بواسطهٔ این نقابها مدد و منفعت می گیریم، این آفتاب را می بینی که در نور او می رویم، و می بینیم و نیک را از بد تمیز می کنیم، و در و گرم می شویم درختها و باغها مثمر می شوند، و میوه هاے خام و ترش از حرارت او پخته و شیرین می شود. و معادن زر و نقره و لعل و یاقوت از تاثیر او ظاهر می شوند، اگر این آفتاب که چندین منفعت می دهد بوسایط اگرچه نزدیکتر آید هیچ منفعت ندهد، بلکه جملهٔ عالم و خلقان بسوزند و نمانند حق تعالی چون بر کوه بحجاب تجلی می کند آن را پر درخت و پر گل و سبزه و پیراسته و آراسته می گرداند و چون بے حجاب تجلی می کند او را ریزه ریزه و ذره ذره می گرداند فلما تجلی ربه للجبل جعله دکا[1]۔

سائلی سوال کرد که آخر در زمستان نیز همان آفتاب هست گفت ما را غرض اینجا

[1] جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کی تو اسے چور چور کر دیا۔ (اعراف ع ۱۷)

حمل گفتن مثال ست اما آنجا نه حمل ست و نه حمل مثل دیگرست و مثال دیگر، هرچند که عقل
آن چیز را بجهد ادراک نکند، اما عقل جهد خود را کی رها کند اگر جهد خود را رها کند آن عقل نباشد، عقل آنست
که همواره شب و روز مضطرب و بی قرار باشد از فکر و جهد و اجتهاد نمودن در ادراک باری تعالی، اگرچه او
مدرک نشود و قابل ادراک نیست، عقل همچون پروانه است و معشوق همچون شمع است هرچند که پروانه چون خود را بر شمع
زند بسوزد و هلاک شود اما پروانه آنست که هرچند آسیب آن سوختگی و الم می رسد (د) از شمع نشکیبد و اگر حیوانی
باشد مانند پروانه که از نور شمع نشکیبد و خود را بر آن زند او پروانه (نه) باشد و اگر پروانه خود را بر نور شمع زند و
آن نیز شمع نباشد پس آدمی که از نور حق نشکیبد و اجتهاد ننماید او آدمی نباشد و اگر تواند حق را ادراک کردن آن هم
حق نباشد پس آدمی آن ست که از اجتهاد خالی نیست و گرد نور جلال حق می گردد بی آرام
و بی قرار، و حق آنست که آدمی را بسوزاند و نیست گرداند و مدرک هیچ عقلی نگردد،

فصل

پروانه گفت که مولانا بهاء الدین پیش از آنکه خداوندگار روی نماید عذر خواست
که مولانا نخواست این حکم کرده است که امیر بزیارت من نیاید و رنجه نشود که ما را احوالهاست
حالی باشد که سخن گوییم حالی آید که نگوییم حالی پروای خلقان باشد حالی عزلت و خلوت
حالی استغراق و حیرت مبادا که امیر در حالی آید که نتوانم دلجویی او کردن و فراغت
آن نباشد که با وی بموعظه و مکالمت پردازیم، پس آن بهتر که چون ما را فراغت باشد
که توانیم بدوستان پرداختن و با ایشان نفعت رسانیدن ما بزیارت دوستان رویم
امیر گفت که مولانا بهاء الدین را جواب دادم که من بهر آن نمی آیم که مولانا
بمن پردازد و با من مکالمت کند بهر آن می آیم تا مشرف شوم و از زمرهٔ بندگان

باشم از اینها که این ساعت واقع شده است یکی آن ست که مولانا مشغول بود و روی ننمود تا دیری مرا در انتظار رها کرد تا من بدانم که اگر مسلمانان را و نیکان را چون بر در من بیاید منتظر شان نگذارم و زود در راه بدهم انتظار چنین صعب است و دشوار است مولانا تلخی آن را بمن چشانید و مرا تادیب کرد تا با دیگران چنین نکنم،

مولانا فرمود نی بلک آنک شما را منتظر رها کردیم از عین عنایت بود حکایت می آورند که حق تعالی ای فرماید که ای بنده تا من حاجت ترا در حالت دعا و ناله زود بر آوردمی اما آواز و ناله تو مرا خوش می آید در اجابت جهت آن تاخیر می افتد تا بسیار بنالی که آواز و ناله تو مرا خوش می آید مثلاً دو گدا بر در شخصے آمدند یکی مطلوب و محبوب و آن دیگر عظیم مبغوض است خداوند خانه گوید بغلام زود بی تاخیر آن مبغوض نان پاره بده تا از در ما آواره شود و آن دیگر را که محبوب ست وعده بده که هنوز نان نپخته اند صبر کن تا نان برسد و بپزد دا که دوستان را بیشتر خاطرم خواهد که ببینم و در ایشان سیر سیر نظر کنم و ایشان نیز در من تا چون اینجا بسیار دوستان صاحب گوهر همدیگر را نیک دیده باشند چون در آن عالم حشر شوند، آشنائی قوت گرفته باشد، زود همدیگر را باز شناسند، و بدانند که ما در دار دنیا بهم بوده ایم، و بهم خوش پیوندند زیرا که آدمی یار خود را زود گم می کند، نمی بینی که درین عالم که با شخصی دوست شده جانانه او در نظر تو یوسفیست بیک فعل قبیح از نظر تو پوشیده می شود، او را گم می کنی، و صورت یوسفی بگرگی مبدل می شود که همان را که یوسف میدیدی اکنون بصورت گرگش می بینی[له] هر چند که صورت او مبدل نشده است و همان ست که

له مثنوی، دفتر چهارم، حکایت آن زاهدے که در سال قحط خندان و شاد بود الخ

از پدر بر تو جفائے چون رود — آن پدر در چشم تو سگ می شود،

می دیدی، با این یک حرکت عارضی گرفش کردی فردا که حشر دیگر ظاهر شود و این ذات بذات دیگر مبدل شود چون نیک او را نشناخته باشی، و در ذات او نیک فرو نرفته باشی، چونش خواهی شناختن حاصل آنکه همدیگر را نیک نیک می باید دیدن و از اوصاف بد و نیک که در آدمی مستعار است از آن گذشتن و در عین ذات او رفتن، او نیک نیک دیدن که این اوصاف که مردم همدیگر را می دهند اوصاف اصلی ایشان نیست،

حکایت گفته اند که شخصی گفت که من فلان مرد را نیک می شناسم و نشان او بدهم، گفتند فرما گفت مکاری من بود و دو گاو سیاه داشت، اکنون همچنین بر این مثال است که خلق می گویند که فلان دوست را دیدیم و می شناسیم، و هر نشانی که می دهند در حقیقت همچنان باشد که حکایت دو گاو سیاه داده باشند آن نشان او نباشد، و آن نشان به هیچ کاری نیاید اکنون از نیک و بد آدمی باید گذشتن و فرو رفتن در ذات او که چه ذات دارد و چه گوهر دارد که دیدن و دانستن او آن ست،

عجبم می آید از مردمان که گویند اولیا و عاشقان بعالم بیچون که او را جای نیست و صورت نیست و مکان نیست [illegible] چون چگونه است [illegible] می کنند و مدد و قوت می گیرند، و متاثر می شوند، آخر شب [illegible] تحمل [illegible] مدد و از [illegible] می گیرد، آخر این مرد از لطف و احسان [illegible] و نشاط و غم او می گیرد و این جمله در عالم لامکان است [illegible] و متاثر می شود و عجبش نمی آید و عجبش می آید که عاشقان عالم [illegible] مدد گیرند

حکیمی منکر می بود این معنی را روزی [illegible]

کنیزک حکیم الهی بزیارت او رفت، گفت آخر چه می طلبی، گفت صحت، گفت صورت این صحت را بگو که چگونه است تا حاصل کنم، گفت صورتی ندارد، و او بی چون ست چونش می طلبی، گفت آخر بگو که صحت چیست، گفت این می دانم که چون صحت بیاید، قوتم حاصل می شود، و فربه می شوم، و سرخ و سفید می گردم، و تازه و شگفته می گردم، گفت من از تو نفس صحت را می پرسم که ذات صحت چه چیزست، گفت نمی دانم بیچون ست، گفت اگر مسلمان شوی و از مذهب اول باز گردی ترا معالجه کنم و صحت را بتو رسانم،

از مصطفی صلی الله علیه وسلم سوال کردند که هر چند که این معانی بی چونند اما بواسطهٔ این صورت آدمی از آن معانی منفعت می توان گرفتن، فرمود اینک صورت آسمان و زمین بواسطهٔ این صورت منفعت می گیرند از آن معنی کل چون می بینی تصرف چرخ و فلک را، و باریدن ابرها بوقت، و تابستان و زمستان و تبدیلهای روزگار را، می بینی همه بر صواب و بر حکمت آخر این ابر جماد چه داند که بوقت می باید باریدن، واین زمین را می بینی چون نبات را می پذیرد و یکی را ده می دهد آخر این را کسی می کند او را می بین بواسطهٔ این عالم مدد می گیر همچنانکه از قالب آدمی مدد می گیری از معنی آدمی از معنی عالم مدد می گیر بواسطهٔ صورت عالم،

چون پیغامبر صلی الله علیه وسلم مست شدی و بیخود گشتی سخن گفتی قال الله آخر از روی صورت زبان او می گفت، اما او در میان نبود گوینده در حقیقت حق بود[1] چون

---

[1] مثنوی، دفتر ششم، عنوان مثنوی حرامیر بر دنیا

زین سبب قل گفتهٔ دریا بود گرچه نطق احمدی گویا بود،

گفته او جمله دُرِ بحر بود که دلش را راه در دریا نبود،

او در اول خود را دیده بود که از چنین سخن جاهل و نادان بود و بی‌خبر، اکنون از وی چنین سخن می‌زاید دانند که او نیست که اول بود، این تصرف حقست چنانکه مصطفی صلی الله علیه وسلم خبر می‌دهد پیش از وجود خود چندین هزار سال از آدمیان و انبیای گذشته و تا آخر قرن در عالم چه خواهد شدن و از عرش و کرسی و از خلا و ملا وجود او دینه بود وقطعاً آن چیزها را او چو دینه حادث او نمی‌گوید حادث از قدیم چون خبر می‌دهد پس معلوم شد که او نمی‌گوید حق میگوید که وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔

حق از صوت و حرف منزه است، سخن او بیرون از حرف و صوت است، اما سخن خود را از هر حرفی و صوتی و از هر زبانی که خواهد روان کند، بیان آنست در راهها و کاروان‌سراها ساخته‌اند بر سر حوض مردی سنگین یا مرغی سنگین ساخته‌اند و از دهان ایشان آب می‌آید و در حوض میریزد همه عاقلان دانند که آن آب از دهان مرغ سنگین نمی‌آید و از جای دیگر می‌آید آدمی را خواهی که بشناسی او را در سخن آر از سخن او را بدانی و اگر طرار باشد و کسی بوی گفته باشد که از سخن مرد را بشناسند و او سخن را نگاه دارد قاصداً تا او را در نیابند

همچنان که آن حکایت که کودکی در صحرا با مادر گفت که در شب در تاریکی سیاهی همچو دیو می‌نماید [illegible] دلیرانه حمله کن پیدا شود که خیال است [illegible] چنین وصیت کرده باشد [illegible] شناسم گفت در حضرت او خاموش کن [illegible]

[illegible]

[illegible]

سخن دراز از اندیشهٔ حال او را بدانی، زیرا که از دم متأثر شده ای آن عکس اوست و احوال اوست که در اندرون تو سر بر زده است،

شیخ سرزی[1] رحمة الله علیه میان مریدان نشسته بود مریدی را سر بریان اشتها کرده بود، شیخ اشارت کرد که برای فلانی سر بریان بیارید، گفتند بچه دانستند که او را سر بریان می باید، گفت زیرا که سی سالست که مرا بایست نمانده است و خود را از همه بایستها پاک کرده ام و منزهم همچون آینهٔ بی نقش ساده گشته ام چون سر بریان در خاطر من آید، و مرا اشتها کرد و دانستم که آن تقاضای فلان ست زیرا که آینه بی نقش است اگر در آینه نقش نماید نقش غیر باشد،

عزیزی در چله نشسته بود برای طلب مقصودی، بوی ندا آمد که اینچنین مقصود بلند بچله حاصل نشود، از چله بیرون آی تا نظر بزرگی بر تو افتد، آن مقصود ترا حاصل شود، گفت آن بزرگ را کجا یابم؟ گفتند در جامع، گفت میان چندین خلق او را چون شناسم که کدامست گفتند برو او ترا بشناسد و بر تو نظر کند نشان آنکه نظر او بر تو افتد آن باشد که ابریق از دست تو بیفتد و بیهوش گردی بدانی که او بر تو نظر کرده است، چنان کرد ابریق پر آب در دست گرفت جماعت مسجد را سقائی می کرد و میان صفوف می گردید ناگهان حالتی بروی پدید آمد و شهقه بزد و ابریق از دست او افتاد بیهوش در گوشه ماند خلق جمله رفتند چون بخود باز آمد خود را تنها دید آن شاه که بروی نظر انداخته بود آنجا ندید اما بمقصود خود برسید،

خدای را مردانند که از غایت عظمت و غیرت حق روی ننمایند اما طالبان را

[1] شیخ سرزی کے کچھ حالات مثنوی، دفتر پنجم میں درج ہیں، زیر عنوان «حکایت شیخ محمد سرزی غزنوی قدس الله روحه»

Marfat.com

مقصود که خطیر بر سانند و سوهبت گفتند این چنین شاهان عظیم نادر نمودند و نادر نیند،

گفتم پیش شما این چنین بزرگان می‌آیند گفت ما را پیش نمانده است دیر است که ما را پیش نیست اگر می‌آیند پیش آن تصوری می‌آیند که اعتقاد کرده‌اند عیسی را علیه السلام گفتند بخانهٔ تو می‌آییم گفت ما را در عالم خانه کجاست و کی خانه بوده،

حکایت آورده‌اند که عیسی علیه السلام در صحرائی می‌گردید باران عظیم فرو گرفت در خانهٔ سیه‌گوش در کنج غاری پناه گرفت، لحظه‌ای که باران منقطع شد وحی آمد که از خانهٔ سیه‌گوش بیرون رو که بچگان او بسبب تو نمی‌آسایند ندا کرد که یا رب لابن آوی مأوی و لیس لابن مریم مأوی، گفت فرزند سیه‌گوش را اگر جا هست و فرزند مریم را نه جا هست و نه خانه است و نه مقام است،

مولانا قدس الله سره العزیز فرمود که اگر فرزند سیه‌گوش را خانه هست اما چنین معشوقی ندارد از خانه می‌راند ترا چنین راننده هست، اگر ترا خانه نباشد چه باک که لطف چنین راننده و لطف این خلعت که تو مخصوص شدی که از خانه‌ات می‌راند صد هزار آسمان و زمین و دنیا و آخرت و عرش و کرسی می‌ارزد از دست در گذشته است،

فرمود که اینجا امیر آمد و ما زود روی ننمودیم و بهم نیامدیم که خاطرش نشکند زیرا مقصود او از این آمدن اعزاز ماست یا اعزاز خود اگر برای اعزاز ماست و چون بیشتر نشست و ما را انتظار کرد اعزاز ما بیشتر حاصل شد و اگر غرضش اعزاز خود است و طلب ثواب چون انتظار کرد و رنج انتظار کشید ثوابش بیشتر باشد پس علی کل التقدیرین آمد آن مقصود دو چندان شد و افزون گشت پس [illegible] [illegible] انتظار [illegible]

فصل

انچه می گویند که ان القلوب علی القلوب شواهد گفتیست و نخیست که می گویند و حکایتیست که بر ایشان کشف نشده است و اگر نه سخن چه حاجت بودی چون قلب گواهی می دهد، گواهی زبان چه حاجت باشد،

امیر نائب گفت که آری دل گواهی میدهد، اما دل را حظیست جدا و گوش را جدا و چشم را جدا و زبان را جدا بهر یکی احتیاج هست تا فائده افزون تر باشد،

مولانا فرمود قدس الله سره العزیز که اگر دل را استغراق باشد همه محو او گردند، محتاج زبان نباشد آخر لیلی را حسن رحمانی نبود جسمانی و نفسی بود و از آب و گل بود عشق او را آن استغراق بود که مجنون را چنان فرو گرفت و غرق گردانید که محتاج دیدن لیلی بچشم ظاهر نبود و سخن او را بگوش شنیدن حاجت نبود که لیلی از خود جدا نمی دید که

خیالک فی عینی واسمک فی فمی
وذکرک فی قلبی فکیف تغیب

اکنون چون معشوق جسمانی را آن قوت باشد که عشق او وی را بدان حال گرداند که خود را از وی جدا نبیند و این حسهای او یکی در وی غرق شوند که از چشم و سمع و شم و غیره هیچ عضوی حظی دیگر نطلبد همه را جمع بیند و حاضر داند اگر یک عضوی ازین عضوها که گفتیم حظی تمام یابد همه در ذوق آن غرق شوند و حظی دیگر نطلبند و این طلبیدن حس دیگر دلیل آن می کند که این یک عضو چنانک حق حظست، تمام نگرفته است، حظی یافته است ناقص، لاجرم در آن حظ غرق نشده است، حس دیگرش حظ می طلبد عدو می طلبد هر حسی را حظی جدا، حواس جمعند از روی

Marfat.com

معنی وا از روی صورت متفرقند، چون یک عضو را استغراق حاصل شد، همه در وی غرق شوند چنانکه مگس بالا می پرد، و پرش می جنبد و سرش می جنبد و همه اجزاش می جنبند، چون چون در انگبین غرق شد و همه اجزاش یکسان شد هیچ حرکت نکند استغراق آن باشد که او در میان نباشد و او را جهد نماند و فعل نماند و حرکت نماند غرق آن آب باشد هر فعلی که از و آید آن فعل او نباشد فعل آب باشد، اگر هنوز در آب دست و پای می زند آن را غرق نگویند یا بانگی می زند که آه غرق شدم این را نیز استغراق نگویند[1]

آخر این انا الحق گفتن منصور هم ازین معنی است مردم پندارند که دعوی بزرگست انا العبد گفتن و دعوی بزرگست انا الحق عظیم تواضعست، زیرا آنکه می گوید که من عبد خدایم دو هستی اثبات می کند یکی خود را دیگی خدا را اما آنکه انا الحق می گوید خود را عدم کرد به باد داد و او می گوید که انا الحق یعنی من نیستم همه اوست جز خدا را هستی نیست من بکلی عدم محضم و هیچم[2] تواضع درینجا بیشتر است اینست که مردم فهم نمی کنند

اینک مردی که بندگی کند حسبة لله آخر بندگی او در میان هست اگرچه برای خداست خود را می بیند و خدا را می بیند او غرق آب نباشد غرق آنکس باشد که در او هیچ جنبشی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب باشد شیری آهوی را در پی کرد آهو از وی می گریخت دو

---

[1] مثنوی دفتر اول عنوان در بیان امیرالمومنین عمرؓ نظر او را از مقام گریہ الخ

جست و جو در دام حال و قال نو غرق گشته در جمال ذوالجلال   غرقهٔ نی که خلاصی باشدش یا بجز دریا کسی بشناسدش

[2] حضرت خواجہ باقی باللہ فرماتے ہیں

[illegible]

(مکتوبات مجددی دفتر اول حصہ ... [illegible])

هستی او در جنب هستی شیر و پیش هستی آهو اما چون شیر بر او رسید و در زیر پنجهٔ قهر او شد از هیبت
شیر بیهوش و بیخود در پیش شیر افتاد این ساعت هستی شیر ماند تنها هستی آهو محو شد
و نماند

استغراق این باشد که حق تعالی او را غیر آن خوف که خلق دارند از شیر و پلنگ
و ظالم حق تعالی او را از خوف خائف گرداند و بر ایشان کشف گرداند که خوف از حق است
و امن از حق و عیش و طرب از حق و خورد و خواب از حق حق تعالی او را صورتی بنماید
مخصوص محسوس در بیداری چشم باز صورت شیر و پلنگ یا آتش چنانکه او را معلوم شود
به حقیقت که آن صورت شیر و پلنگ یا آتش از این عالم نیست صورت غیبی است که
مصور شده است و همچنین صورت خویش بنماید بجمال عظیم و بساتین که انوار و انهار و حور و
قصور و طعامها و شرابها و خلعتها و براقها و شهرها و منزلها و عجایبهای گوناگون و حقیقت
می‌داند که از این عالم نیست حق تعالی آنها را بنظر او می‌نماید و مصور می‌گرداند پس یقین
شود که او را خوف از خداست و رجا و همه راحتها و مشاهدها اکنون این خوف او بخوف خلق
نماند زیرا که آن این مشاهده است بدلیل نیست چون حق بوی معین نمود که همه از اوست
فلسفی این را داند اما بدلیل داند و دلیل پایدار نباشد و آن خوشی که از دلیل حاصل شود آن را
بقایی نباشد تا دلیل را بر وی می‌گویی خوش و گرم و تازه می‌باشد چون ذکر دلیل بگذرد
گرمی و خوشی او نماند چنانکه شخصی بدلیل دانست که این خانه را بنّایی است و بدلیل
داند که این بنّا را چشم است کور نیست قدرت دارد و عاجز نیست موجود بود معدوم نبود زنده
بود مرده نبود بر بنای خانه سابق بود این همه را داند اما بدلیل داند و دلیل پایدار نباشد
زود فراموش شود و اما عاشقان چون خدمتها کردند بنّا را شناختند و بعین الیقین دیدند و نان و

نمک بهم خورند اختلاطها کردند هرگز بی از تصور و از نظر ایشان غایب نشد و پس چنین کس خالی حق باشد و در حق او گناه گناه نبود جرم جرم نبود چون او مغلوب و مستهلک آب است[1]،

پادشاهی غلامان را فرمود که هر یکی قدحی زرین بگیرند که مهمانی می آید و آن غلام مقرب را نیز فرمود که قدحی بگیر چون پادشاه روی نمود آن غلام خاص از دیدار پادشاه بیخود و مست شد قدح از دستش بیفتاد و بشکست دیگران چون از وی چنین دیدند گفتند مگر چنین می باید، قدحها بقصد می بینداختند پادشاه عتاب کرد که چرا چنین کردید گفتند او مقرب بود چنین کرد پادشاه گفت ای ابلهان آن را او نکرد آن را من کردم از روی ظاهر همه گناه بود اما آن یک گناه عین طاعت بود بلکه بالای همه طاعتها بود چون مقصود از همه آن غلام بود باقی غلامان تبع و طفیل وی‌اند زیرا آن غلام پادشاه بود در این معنی که گفتیم و همه غلامان پادشاه بودند پس تبع او باشند چون او عین پادشاه است [illegible] بر وی جز صورت نیست از جمال پادشاه پرست حق تعالی می فرماید لولاک لما خلقت الافلاک[2] هم انا الحق است معنیش این است که افلاک را برای خود آفریدم این انا الحق است بزبانی دیگر و رمزی دیگر،

سخنهای بزرگان اگر بصد صورت مختلف باشد [illegible]

---

[1] مثنوی دفتر دوم [illegible]

نان ده و نان حریف جان شود [illegible]

[2] [illegible]

[illegible]

Marfat.com

ور راه یکیست سخن دو چون باشد اما بصورت مخالف می نماید معنی یکیست و تفرق در صورتست و در معنی همه جمعیتست چنانک بفرماید که خیمه بدوزند یکی ریسمان می تابد دیگری میخ می تراشد دیگری جامه می بافد دیگری می دوزد دیگری می درد و این صورتها اگرچه از روی ظاهر مختلفند و متفرق اما از روی معنی متحدند و یک کار می کنند و همچنان احوال این عالم نیز چون در نگری همه بندگی حق می کنند از فاسق و از صالح و از عاصی و از مطیع و از دیو و از فرشته مثلاً پادشاه خواهد که غلامان را امتحان کند و بیازماید باسباب تا با ثبات از بی ثبات پیدا شود و نیک عهد از بدعهد و باوفا از بی وفا ممتاز شود و او را موسوسی و مهیجی باید تا ثبات او پیدا شود و اگر نباشد ثبات او چون پیدا شود؟ پس آن موسوس بندگی پادشاه می کند چون خواست پادشاه این است که چنین کند بادی را فرستاد تا ثابت را از غیر ثابت پیدا کند پشه را از درخت و باغ جدا کند تا آنچه پشه بود برود و آنچه غیر پشه باشد بماند

ملکی کنیزکی را فرمود که خود را بیاراید و بر غلامان عرضه کن تا امانت و خیانت ایشان ظاهر شود فعل آن کنیزک اگرچه بظاهر معصیت می نماید اما در حقیقت بندگی پادشاه می کند این بندگان خود را چون درین عالم دیدند نه به دلیل و تقلید بل بمعاینه بی پرده و حجاب که جمله از نیک و بد بندگی و طاعت حق می کنند که وان من شیء الا یسبح بحمده پس ایشان را همین عالم قیامت باشد چون قیامت عبارت از آنست که همه بندگی خدا کنند و جز بندگی او کاری دیگر نکنند این معنی را ایشان اینجا می بینند که لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً.

سلہ کوئی شے ایسی نہیں جو حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو (بنی اسرائیل ع ۵)

Marfat.com

عالم از روی لغت این باشد که از عارف عالی‌تر باشد زیرا خدا را عالم گویند
اما عارف نشاید گفتن معنی عارف آنست که نمی‌دانست و دانست و این در حق خدا نشاید
اما از روی عرف عارف بیش است زیرا عارف عبارتست از آنچ بیرون از دلیل
داند عالم را بالمشاهده و معاینه دیده است عرفاً عارف این را گویند

گفته‌اند که عالمی به از صد زاهد است عالم به از صد زاهد چون باشد آخر این زاهد
بعلم زهد میکند زهد بی علم محال باشد آخر زهد چیست از دنیا اعراض کردن و روی بطاعت
و آخرت آوردن آخر می‌باید که دنیا را بداند و زشتی و بی‌ثباتی دنیا را بداند و لطف و ثبات
و بقای آخرت را بداند و اجتهاد در طاعت که چون طاعت کنم و چه طاعت کنم و این
همه علمست پس زهد بی علم محال باشد پس زاهد هم عالمست و هم زاهد این عالم که به از
صد زاهد است چون باشد معنیش را فهم نکرده‌اند آن علم دیگر است که بعد از این علم و زهد
که اول داشت حق تعالی بوی دهد که این علم دوم ثمرهٔ آن علم و زهد باشد قطعاً این
چنین عالم به از صد زاهد باشد نظیر این همچنان که مردی درختی را نشاند و آن درخت بار داد
قطعاً که آن درخت بار داده به از صد درخت باشد که بار نداده باشد زیرا که آن درختان
شاید که بر نرسد که آفتهاست در راه و بسیارست حاجی که بکعبه رسد به از آن صد حاجی باشد
که در بادیه روان است که ایشان را خوف است برسند یا نرسند اما این بحقیقت رسیده
است یک حقیقت به از صد هزار شک است

امیر نایب گفت آنک نرسیده هم امید دارد فرمود که آنک امید [illegible]
رسید از خوف تا امن فرق بسیارست و چه حاجت است [illegible] این فرق ظاهر است
سخن در آنست که از امن تا امن فرقهاست [illegible] تفضیل مصطفی صلی الله علیه وسلم

برانبیا می آخر از وی ایمن باشد و اگر نه جمله انبیا ایمن‌اند و از خوف گذشته‌اند الا که
در ایمن مقامهاست که و رفعنا بعضهم فوق بعض درجات[1] الا که در عالم
خوف مقامات خوف را نشان توان داد اما مقامات امن بی نشان است در عالم
خوف نظر کنند هر کسی در راهِ خدا چه بذل می کند یکی بذل تن می کند یکی بذل مال
یکی بذل جان یکی روزه یکی زکوٰة یکی نماز یکی ده رکعت یکی صد رکعت پس منازل ایشان
مصور است معین است از آن توان نشان دادن همچنان که منازل قونیه تا قیصریه
معین است اول قیماز و اوبروخ و سلطان و غیره اما منازل دریا از انطاکیه تا مصر بی نشان است
آن را کشتی بانان دانند با اهل خشکی نگویند چون نتوانند فهم کردن،

امیر نایب گفت هم گفتن نیز فایده می دهد اگر همه را ندانند اندکی بدانند و بو برند
و گمان برند غره وار می دانند کسی که در شب تاری نشسته است بیدار العزم آنک سوی
روز کند او هم اگرچه نمی گوید که رفتن را نمی داند اما چون روز را منتظر است بروز نزدیک می شود
یا کسی خوش در شب تاریک و ابر پس کاروانی میرود نمی داند که کجا رسید و کجا می گذرد و چه قدر
قطع مسافت کرد اما چون روز شود حاصل آن رفتن را ببیند سر بجای بر زند هر که حسبةً لله
دو چشم برهم زند هم ضائع نیست فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره[2]
الا چون اندرون تاریک است و محجوب است نمی بیند که چه قدر پیش رفته است آخر ببیند که
الدنیا مزرعة الآخرة هر که اینجا بکارد آنجا برگیرد،

عیسی علیه السلام بسیار خندیدی و یحیی علیه السلام بسیار گریستی یحیی به عیسی گفت که تو

---

[1] ہم نے بعض کے درجے بعض سے بلند کئے ہیں۔ (زخرف ، ع ۳)

[2] جس نے رائی کے دانہ کے برابر بھی نیکی کی ہے وہ اسے دیکھ لے گا۔ (سورۂ زلزال)

از مکرهای دقیق حق ایمن شدی که چنین می خندی عیسیٰ گفت که تو از عنایتها و لطفهای غریب پنهان حق تو چون غافل شدی که چندین می گریی ولیی از اولیا درین ماجرا حاضر بود از حق تعالیٰ پرسید که ازین هر دو مقام کرا عالی ترست جواب رسید که انا عند حسن ظن عبدی بی من آنجاام که ظن بندهٔ منست، هر بنده را از من خیالیست و صورتیست هر چه او مرا خیال کند من آنجا باشم من بندهٔ آن خیالم که حق آنجا باشد بیزارم از آن حقیقت که حق آنجا نباشد خیالها را ای بندگان من پاک کنید که جایگاه و مقام منست[1] اکنون تو خود را می آزما که از گریه و خنده و صوم و نماز و خلوت و جمعیت و غیره ترا کدام نافع تر است و احوال تو بکدام طریق راست تر می شود و ترقی افزون تر آن کار را پیش گیر استفت قلبك وان افتاك المفتون[2]، ترا معنی هست در اندرون فتوی مفتیان بر وی عرضه دار تا آنچه او را موافق آید آن را گیرد همچنان که طبیب نزد بیمار می آید از طبیب اندرونی می پرسد زیرا ترا طبیبیست در اندرون و آن مزاج تست که دفع کند و می پذیرد لهذا طبیب بیرونی از وے می پرسد که فلان چیز که خوردی چون بود سبک بودی یا گران بودی خوابت چون بود از آنچه طبیب اندرون خبر دهد طبیب بیرونی

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، دل نهادن عرب بر التماس الخ

گفت پیغمبر که حق فرموده است　　من نگنجم هیچ در بالا و پست

در زمین و آسمان و عرش نیز　　من نگنجم این یقین دان ای عزیز

در دل مومن بگنجم ای عجب　　گر مرا جویی در آن دلها طلب

[2] اپنے دل سے فتویٰ لو اگرچہ مفتی لوگ فتویٰ دیتے [illegible] افتاك الناس و افتوك، المقاصد الحسنة سخاوی [illegible]

بدان حکم کند، پس اصل طبیب اندرون ست و آن مزاج اوست، چون این طبیب اندرون ضعیف شود و مزاج فاسد شود از ضعف همه چیز ها را بعکس بیند و نشانها ی کژ دهد، شکر را تلخ گوید و سرکه را شیرین، پس محتاج شدیم بطبیب بیرون که او را مدد دهد، تا مزاج بر قرار اول آید، بعد از آن او باز طبیب خود نماید و از و فتوی می ستاند همچنین مزاجی هست آدمی را از روی معنی، چون آن ضعیف شود حواس باطنه او هر چه بیند و هر چه گوید همه برخلاف باشد پس انبیا و اولیا طبیبانند او را مدد کنند، تا مزاجش مستقیم گردد، و دل و دینش قوت گیرد که ارنی الاشیاء کما هی

آدمی عظیم چیزیست، در وی همه چیز مکتوبست حجب و ظلمات نمی گذارد که او آن علم را در خود بخواند حجب و ظلمات این مشغولیهای گوناگون ست، و تدبیرهای گوناگون دنیا و آرزوهای گوناگون با اینهمه که در ظلماتست و محجوب پرده هاست هم چیزے می خواند و از آن واقف است، بنگر که چون این ظلمات و پرده ها و حجب برخیزد چه سان واقف گردد و از خود چه علمها پیدا کند، آخر این حرفتها از خیاطی و بنائی و نجاری و دروگری و زرگری و علم نجوم و طب وغیره و انواع حرفها لا یعد و لا یحصی از درون آدمی پیدا شده است، از سنگ و کلوخ پیدا نشده، آنک می گویند زاغے آدم را تعلیم داد مرده را در گور کردن، آن هم از عکس آدمی بود بر مرغ زد، تقاضای آدمی او را بر آن داشت آخر حیوان جزو آدمی ست، جزو کل را چسان آموزد، همچنانک آدمی خواهد که بدست چپ بنویسد قلم بدست گیرد اگر چه دل قویست اما دست در نبشتن می لرزد و دست بامر دل نبویسد

امیر گفت که مولانا دائم سخنهائے عظیم و عالی می فرماید، فرمود که سخن منقطع نیست

سلہ حاشیہ اوپر گذر چکا،

از آن کسی که اهل سخن ست دائماً سخن بوی می رسد، و سخن بوی متصل ست، در زمستان اگر درختان برگ و بر ندهند تا نپندارند که در کار نیستند، ایشان دائماً در کارند،

زمستان هنگام دخل ست تابستان هنگام خرج ست، خرج را همه ببینند همه دخل را نه بینند چنانک شخصے مهمانی کند، و خرجها کند این را همه ببینند، اما آن دخل را که اندک اندک جمع کرده بود، آن را نه بینند و نه دانند که اصل دخل ست، که خرج از دخل می آید، ما را با آنکس که اتصال باشد، دمبدم با وے در سخنیم، در خموشی و در غیبت و در حضور، بلک در جنگ هم بهمیم و آمیخته ایم اگرچه مشت بر همدیگر می زنیم، با وے در سخنیم، و یگانه ایم، و متصلیم آن مشت مبین در آن مشت مویز باشد باور نمی کنی، باز کن و ببین، چه جای مویز که جای گوهرهائے عزیز آخر دیگران از دقائق و رقائق و معارف می گویند از نظم و نثر، اینک میل امیر این طرف ست و با ماست، از روی معارف و دقائق و موعظه نیست، چون در همه جایها ازین جنس هست و کم نیست پس اینکه مرا دوست می دارد و میل می کند، این غیر آنهاست، او چیزے دیگر می بیند، و ورای آنکه از دیگران دیده ست روشنائی دیگر می یابد،

آورده اند که پادشاهی مجنون را حاضر کرد، که ترا چه بوده ست و چه افتاده است که خود را رسوا کردی و از خان و مان برآمدی و خراب و فنا گشتی لیلی چه باشد و چه خوبی دارد بیا تا ترا خوبان و نغزان نمایم و فدائے تو کنم و بتو بخشم چون حاضر کردند مجنون را و در حال خوبان در جلوه آمدند مجنون سر فرو افگنده بود و پیش خود می نگریست پادشاه فرمود آخر سر برگیر و نظر کن می ترسم عشق لیلی شمشیر کشیده است اگر سر بردارم سرم بیندازد [illegible] آخر چنان گشته بود پروای دیگرے نداشت نظر بر غیر لیلی او انداختن تا قابل بود آخر دیگران را چشم و لب و بینی بود آخر در وے چه دیده بود که بدان حال گشته بود۔

فصل

مولانا: امیر را فرمود مشتاقیم، اما چون می دانیم که شما بمصالح خلق مشغولید، زحمت دور میداریم، امیر گفت این بر ما واجب بود، وحشت برخاست، بعد ازین بخدمت آیم، مولانا فرمود که فرقی نیست همه یکیست شما را آن لطف هست که همه یکی باشد از زحمتها چه گویند لیکن چون می دانیم که امروز شمایید که بخیرات و حسنات مشغولید، لاجرم رجوع بشما می کنیم، این ساعت بحث درین می کردیم که اگر مردی را عیالست و دیگری را نیست از وی برند و بوی می دهند اهل ظاهر می گویند که از معیل می بری و بغیر معیل می دهی، چون بنگری خود معیل او نیست، در تحقیق، همچنان که اهل دلی را گوهری باشد (برای مصلحتی پنهانی) شخصی را بزنند و بینی و دهان و سر بشکنند همه گویند که مضروب مظلومست، اما بتحقیق مظلوم زنده است و آن سر شکسته ظالم چون این زنده صاحب گوهر است و مستهلک حق کرده او کرده حق بود[1] خدا را ظالم نگویند همچنان که مصطفی صلی الله علیه وسلم می کشت و خون می ریخت و غارت می کرد، و با اینهمه ظالم ایشان بودند و او مظلوم، مثلاً مغربی در مغرب مقیمست و صاحب گوهر نیست و مشرقی بمغرب آمد غریب آن مغربیست، اما این چه غریب که از مشرق آمد، چون همه عالم خانه بیش نیست ازین

---

[1] مثنوی، دفتر اول، عنوان، جواب گفتن علی علیه السلام، الخ۔

من چون تیغم وان زننده آفتاب — ما رمیت اذ رمیت در حراب

من چون تیغم پر گهرهای وصال — زنده گردانم نه کشته در قتال

سایه ام من کدخدایم آفتاب — حاجبم من نیستم او را حجاب

گوشه بدان گوشه رفت آخر هم درین خانه است اما آن مغربی که آن گوهر دارد از بیرون خانه آمده است غریب است آخر نمی گویند که الاسلام بدأ غریباً[1] نگفت که المشرقی بدأ غریباً،

همچنان که مصطفی صلی الله علیه وسلم چون شکسته شد مظلوم بود و چون شکست هم مظلوم بود زیرا در هر دو حالت حق با او بود و مظلوم آن است که حق بدست او باشد مصطفی را صلی الله علیه وسلم دل بسوخت بر اسیران حق تعالی برای خاطر رسول وحی فرستاد که بگو ایشان را در آن حالت که شما در بند و زنجیرید اگر نیت خیر کنید حق تعالی شما را برهاند و آنچه رفته است بشما باز دهد و اضعاف آن و غفران و رضوان در آخرت دو گنج یکی آن که از شما رفت و دیگر گنج آخرت

امیر سوال کرد که چون بنده عمل کرد آن توفیق و خیر از عمل می خیزد یا عطای حقست فرمود که عطای حقست و توفیق حقست اما حق تعالی از غایت لطف به بنده اضافت می کند هر دو را و می فرماید که هر دو از تست جزاءً بما کانوا یعملون گفت چون چنین است پس هر که طلب حقیقی کند بیابد فرمود و لیکن بی سالار نشود همچنان که موسی را علیه السلام چون مطیع بودند در دریا راه ها پیدا می شد و گرد از دریا بر آوردی می گذشتند اما چون مخالفت آغاز کردند در فلان بیابان چهل سال ماندند که فرمود اربعین سنةً یتیهون فی الارض[2] وسالار آن زمان در بند اصلاح ایشان باشد تا سالار چند که در بند ایشان و مطیع و فرمان او باشند مثلاً چندین سپاهی در خدمت امیر چون مطیع و فرمان بردار باشند او نیز عقل خود را صرف کند و در بند اصلاح ایشان باشد اما چون مطیع نباشند کی در بند ایشان

[1] اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی ... [illegible]

[2] ... چالیس سال تک زمین میں بھٹکتے پھرتے رہے ... [illegible]

عقل خود را صرف کند۔

بدانکه عقل در تن آدمی ہمچون امیر سیت مادام که رعایای تن مطیع او باشد ہمه کارہا باصلاح باشد اما چون مطیع نباشد ہمه بفساد آید نمی بینی که چون مستی می آید خمر خورده ازین دست و پا و زبان رعایای وجود چه فسادہا بر می آید روز دیگر بعد از ہشیاری می گوید که چه کردم و چرا زدم و چرا دشنام دادم! پس وقتے کارہا باصلاح باشد که در آن ده سالاری باشد ایشان مطیع باشند اکنون عقل وقتی اندیشه اصلاح رعایای آن اعضا کند که بفرمان او باشند مثلاً فکر کرد که بروم وقتی فکر کند که پای بفرمان او باشد و الا این فکر را نه کند اکنون ہمچنان که عقل در میان تن امیر ست این وجودہای دیگر که خلقند ایشان نیز جمله با عقل و دانش و نظر خود نسبت بآن ولی جملگی تن صرفند، و عقل اوست در میان ایشان، اکنون آن خلق که تنند، مطیع آن ولی نباشند احوال ایشان ہموارہ در پریشانی و پشیمانی گذرد، اکنون چون مطیع شوند چنان باید شدن که ہرچه او کند مطیع باشند و بعقل خود رجوع نکنند زیرا شاید که بعقل خود آن را فہم نه کنند باید که او را مطیع باشند بکلی ہمچنان که کودکی را در دوکان خیاطی نشاندند او را علی کل حال مطیع استاد باید بودن اگر تکلی دہد که بدوز تکل دوزد و اگر شلال دہد شلال دوزد اگر خواہد که پیشه بیاموزد، تصرف خود را بکلی رہا کند، و محکوم امر استاد شود امید داریم از حق تعالی که حالتی پدید آرد که آن عنایت اوست و آن بالای صد ہزار جہد و کوشش است که لیلة القدر خیر من الف شہر[1] این سخن و آن سخن یکیست که جذبة من جذبات الحق خیر من عبادة الثقلین[2] یعنی چون عنایت بیاید کار صد ہزار کوشش کند

۱؎ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے" (سورۂ قدر) ۲؎ ذات حق کی ایک کشش دونوں جہان کی عبادتوں سے بہتر ہے۔ (سپہ سالار ص ۲۳) میں اس قول کو حدیث نبوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے جامی نفحات الانس میں اسے ابوالقاسم نصرآبادی کی جانب منسوب کیا ہے، (ذکر ابراہیم ادہم)

Marfat.com

وافزودن کوشش خوب و مفید است، اما پیش عنایت چه باشد،

پروانه پرسید که عنایت کوشش دهد گفت چرا ندهد چون عنایت بیاید کوشش هم بیاید،[1]
عیسی علیه السلام چه کوشش کرد که در مهد گفت اِنّی عَبْدُ اللّٰهِ آتَانِیَ الْکِتٰبَ[2] یحیی علیه السلام هم در
شکم مادر بود که وصف او می کرد،

گفت محمد رسول الله را بی کوشش شد فرمود فمن شرح الله صدره للاسلام[3]
اوّل فضلست، چون از ضلالت بیداری درو آید آن فضل حقست و عطای محض است
والا چرا آن یاران دیگر را نشد که قرین او بودند، بعد از آن فضل و جزا همچنان که ستارهٔ آتش
جست اولش عطاست، اما چون پنبه نهادی و آن ستاره را می پروردی و افزودن می کنی بعد
ازین فضل و جزاست آدمی در اول دهلت خورد است و ضعیف که خلق الانسان ضعیفا
همچنان که اول از آهن و سنگ در جامه سوخته درخشی بجهد اول ضعیفست اما آن آتش
ضعیف را بپرورد عالمی و جهانی را بسوزاند و آن آتش خرد بزرگ و عظیم شود که انک لعلی خلق عظیم

گفتم مولانا شما را عظیم دوست می دارد فرمود که نی آمدن من بقدر دوستی و نی گفتن
من آنچه می آید گوییم اگر خدا خواهد این اندک سخن را نافع کند، و آن را در اندرون سینهٔ
شما قائم دارد، و نفعهای عظیم کند و اگر نخواهد صد هزار سخن گفته گیر هیچ در دل قرار نگیرد بگذرد
و فراموش شود همچنان که ستارهٔ آتش بر جامهٔ سوخته افتاد، اگر حق خواهد همان یک ستاره

---

[1] مثنوی دفتر سوم بعنوان تمنا کردن یاری در مقام بشریت

جز عنایت که گشاید چشم را　　جز محبت که نشاند خشم را

جهد بی توفیق جان کندن بود

[2] ... میں اللہ کا بندہ ہوں ... کتاب ...

[3] ... انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ...

وبزرگ شود، واگر نخواهد صد ستاره بدان سوخته برسد ونماند وهیچ اثر نکند وللّٰه جنود السموات والارض[1] این سخنها هم بیا حقند، قلعهارا بدستوری حق بگشایند، وبگیرند، اگر بفرماید چندین هزار سوار بر دید بفلان قلعه وروی بنمائید اما نگیرید چنین کنند، واگر یک سوار را بفرماید که بگیر آن قلعه را، همان یکسوار بگشاید وبگیرد، پشه را بر نمرود بگمارد وهلاکش کند، چنانکه می گوید استوی عند العارف الدانق والدینار والاسد والهرة، اگر حق تعالی برکت دهد دروانقی کار صد هزار دینار کند، واگر از هزار دینار برکت برگیرد کار دانقی نکند، وهمچنین اگر گربه بر کسی گمارد او را هلاک کند، چون پشه نمرود را، واگر خواهد شیر را مرکب درویشان کند واز هم ایشان می لرزد، چنانکه بعضی از درویشان بر شیر سوار می شوند وچنانک آتش بر ابراهیم علیه الصلوٰة والسلام برد وسلام شد وسبزه وگلزار گشت، چون دستوری حق نبود که او را بسوزاند،

فی الجمله چون ایشان دانستند که همه از حقست، پیش ایشان همه یکسان شد از حق امید داریم که شما این سخنها را هم از اندرون خود بشنوید، که مفید آن ست، اگر هزار دزد بیرونی بیایند در را نتوانند باز کردن تا از اندرون دزدی یار ایشان نباشد که از اندرون باز کند، هزار سخن از بیرون بگوئی تا از اندرون مصدقے نباشد سود ندارد، همچنان که درختی را تا در بیخ او تری نباشد، اگر هزار سیلاب بر دریزی سود ندارد، اول در بیخ او تری بباید تا آن مدد او شود، بیت،

نور اگر صد هزار می بیند ٭ جز که بر اصل نور ننشیند

گر همه عالم نور گیرد تا در چشم نوری نباشد هرگز آن نور را نبیند،

---

[1] آسمان وزمین میں سپاہی کے لشکر ہیں ۔ (فتح ع ۱)

اکنون اصل آن قابلیت ست که در نفس است نفس دیگر ست، و روح دیگر،
نمی بینی که نفس در خواب کجاها می رود، و روح در تن ست، اما این نفس می گردد، و چیزی
دیگر می شود پس آنچ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ گفت، مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ [1]
این نفس را گفت، و روح را نگفت، و اگر گویم که این نفس را گفت، هم خرد کاری نیست و اگر
آن نفس را شرح دهیم او همین نفس را خواهد فهم کردن، چو او آن نفس را نمیداند، مثلاً آئینه کوچک
در دست گرفته اگر در آئینه نیک و بد و یا خورد و بزرگ نماید آن باشد گفتن محال است، که
فهم شود، گفت همین قدر باشد که در و خارخاری پدید آید که بیرون آن که ما می بینیم، المی هست
تا طلبیم، این دنیا و خوشیها که در دست نصیب حیوانیت آدمی ست، این همه قوت حیوانیت
او می کند و آنچ اصل است که انسان ست در کاهش است، آخر می گویند که اَلْاِنْسَانُ
حَیَوانٌ نَاطِقٌ پس آدمی دو چیز ست آنچ درین عالم قوت حیوانیت اوست شهوات است
و آرزوها اما آنچ خلاصه اوست غذای آن علم و حکمت و دیدار حقست، آدمی را آنچ حیوانیتش
هست از حق گریزان است و انسانیتش از دنیا گریزان فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ [2] دو شخص
درین وجود در جنگند،

"تا بخت کرا بود کرا دارد دوست"

درین شک نیست که این عالم نی است و جمادات را جمله اجزا نی گویند زیرا که همه
منجمد ند این سنگ و کوه و این جامه که پوشیده وجود همه منجمد ست اگر نه دمی هست [illegible]
منجمد ست عالم معنی بسیط است در نظر نیاید اما بتاثیر توان دانستن [illegible]

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا [2] پس تم میں سے کوئی کافر [illegible]
بھی [illegible] التغابن ع ۱

Marfat.com

این عالم ہمہ چون فصل دے ست کہ ہمہ منجمد اند اما دے عقلی نہ دے حسی چون آن ہوای الٰہی بیاید کوہ را گداختن گیرد عالم آب شود ہمچنان کہ چون گرمای تموز بیاید، ہمہ منجمدان درگدازند روز قیامت چون آن ہوا بیاید، ہمہ بگدازند حق تعالی این کلمات را لشکر ہا کند گرد شما، تا از اعدا شمارا سدے شود و سبب قہر اعدا باشند یعنی اعدای اندرون، آخر اعدای بیرونی چیزی نیستند، چہ چیز باشند؟ نمی بینی چندین ہزار کافر اسیر یک کافرند کہ پادشاہ ایشان ست، و آن کافر اسیر اندیشہ، پس دانستیم کہ کار اندیشہ دارد، چون بیک اندیشۂ ضعیف مکدر چندین ہزار خلق و عالم اسیرند، آنجا کہ اندیشہ ہای بی پایان باشد بنگر کہ آنرا چہ عظمت و شکوہ باشد و چگونہ قہر اعدا کنند، وچہ عالم ہا مسخر کنند، چون می بینم معین کہ صد ہزار صورت بی حد سپاہ بی پایان صحرا در صحرا اسیر شخصی اند، و آن شخص اسیر اندیشۂ حقیر، پس این ہمہ اسیر یک اندیشہ باشند تا اندیشہای بی پایان عظیم خطیر قدسی وعلوی چون باشند پس دانستیم کہ کار اندیشہا دارند صورت ہمہ تابعند، و آلتند و بی اندیشہ معطلند وجمادند پس آنک صورت بیند او نیز جماد باشد، و در معنی راہ ندارد، و طفلست و نابالغ، اگرچہ بصورت پیر است وصد سالہ است،

رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر[1]، یعنی با نفس مصاف کردن جہاد اکبر است در جنگ صورتہا بودیم و بخصمان صوری مصاف می کردیم این ساعت بلشکر ہای اندیشہ مصاف می زنیم تا اندیشہای نیک اندیشہای بد را بشکند، و از ولایت تن بیرون کنند، پس اکبر این جہاد باشد و این مصاف اکنون کار فکر ہا دارد، کہ بی واسطہ تن در کارند، ہمچنان کہ عقل فعال

---

[1] ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف آگئے، مثنوی، دفتر اول عنوان بتفسیر رجعنا من الجہاد الاصغر

چونکہ وا گشتم ز پیکار برون — روی آوردم بہ پیکار درون
قد رجعنا من جہاد اصغریم — با نبی اندر جہاد اکبریم

Marfat.com

بی آلت چرخ را می گرداند، آخر می گوید که بآلت محتاج نیست، بیت،

توجوهری و مهر دو جهان مر ترا عرض — گوهر که از عرض طلبی هست ناپسند

چون عرضست بر عرض نباید ماندن، زیرا این جوهر چون نافهٔ مشک است، و این عالم و خوشیهای او همچو بوی مشک این بوی مشک نماند، زیرا اعرض ست، هر که ازین بوی مشک را طلبید، و بر بوی قانع نشد، نیکست، اما هر که بر بوی مشک قرار گرفت، آن بدست زیرا دست بچیزی زده است که آن در دست او نماند، بوی صفت مشکست، چندانکه مشک را روی درین عالمست، بوی می رسد، چون در حجاب رود، و روی در عالم دیگر آرد، آنها که به بوی زنده بودند بمیرند، زیرا بوی ملازم مشکست، آنجا رود که مشک جلوه می کند، پس نیک بخت آن ست که از بوی بر روی رسد، و عین او شود، بعد از ان او را فنا نماند، و در عین ذات مشک باقی باشد، و حکم مشک گیرد،[1] بعد ازان او خود بعالم بوی برساند، و عالم از وی زنده باشند و بر و از آنچه بود جز نامی نه ماند، همچنان که حیوانی در نمکسار نمک شده باشد، بر و از حیوانی جز نام نمانده باشد، همان دریای نمک باشد، در فعل و در تاثیر،[2] آن اسم او را چه زیان دارد، واز نمکیش بیرون نخواهد کردن، و اگر این کان نمک را نام دیگر نهی از نمکی بیرون نیاید،

پس آدمی را ازین خوشیها و لطفها که پرتو و عکس حقیقت بباید گذشتن، و بدین قدر نباید قانع شدن، هر چند این قدر هم از لطف حقیقت، و پرتو جمال اوست، اما نسبت به ما باقی نیست، نسبت بحق باقیست، و نسبت بخلق فانیست، چون شعاع آفتاب که در خانها می تابد،

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان گمان بردن کاروانیان، الخ

گر میان مشک تن را جا شود — روز مردن گند او پیدا شود

مشک را بر تن مزن بر دل بمال — مشک چه بود نام پاک ذو الجلال

[2] مثنوی دفتر دوم عنوان آفت تاخیر خیرات بفردا

آن خری کو در نمکسار اوفتاد — آن خری و مردگی یکسو نهاد

Marfat.com

هر چند که شعاع آفتابها ست و نورست، اما ملازم آفتابست، چون آفتاب غروب کند، روشنائی نماند، پس آفتاب باید شدن، تا خوف جدائی نماند، اصل باخت ست و شناخت بعضی را داد و عطا هست اما شناخت نیست و بعضی را شناخت هست، اما باخت نیست اما چون این هر دو باشد عظیم موفق کسے بود، اینچنین کس بی نظیر باشد، نظیر این مثلا مرد۔ راه میرود اما نمیداند که این راهست یا بی راهست میرود علی العمی بوک آواز خروسی یا نشان آبادانی پدید آید، کو این، و کو آن که راهرا میداند، و میرود، محتاج نشان نیست، کار او دارد پس شناخت ورای همه است،

فصل

اللیل طویل فلا تقصره بمنامك و النهار مضی فلا تکدره باثامك

شب درازست از بهر راز گفتن، و حاجات خواستن، بی تشویش خلق و بی زحمت دوستان و دشمنان خلوتے و سلوتے حاصل شده، و حق تعالی پرده فرو کشیده، تا عملها از ریا مصون و محروس باشد خالصا لله تعالی، و در شب نیز مرد ریائی از مخلص پیدا شود، در شب همه چیزها مستور شوند بروز رسوا شوند، مرد ریائی بشب رسوا شود، گوید چون کسی نبیند، از بهر که کنم، می گویندش کسی می بیند و لیکن تو کسی نیستی تا کسی را ببینی، آنکس که می بیند همه کسان در قبضهٔ قدرت وینند و بوقت درماندگی او را می خوانند، و بوقت درد دندان و درد گوش و درد چشم و تهمت و خوف همه او را خوانند، و بروی اعتماد دارند، که می شنود و حاجت ایشان روا خواهد کردن و پنهان صدقه می دهند از بهر دفع بلا و صحت رنجور ے را، و اعتماد دارند

که آن دادن صدقه را قبول می کند، چون صحت نشان داد، و فراغت آمد، از ایشان آن
یقین باز رفت و خیال اندیشی باز آمد، می گویند خداوندا آن چه حالت بود که بصدق ترا می خواندیم
در آن کنج زندان، با هزار قل هو الله تا لابه وزاری بے ملالت، که حاجات روا کردی،
اکنون ما بیرون زندان همچنان محتاجیم، که اندرون زندان بودیم، تا ما را ازین زندان عالم
ظلمانی بیرون آوری، بعالم انبیا که نورانیست در آری، اکنون ما را چرا همان اخلاص سرِ
زندان و بیرون حالت در دنمی آید هزار خیال فرد می آید که عجب فائده کند یا نکند و تاثیر
این خیال هزار کاهلی و ملالت می دهد آن یقین خیال سوز کو
خدای تعالیٰ جواب می فرماید کانچه گفتم نفس حیوانی شما عدو دست شما و ما را لَا تَتَّخِذُوا
عَدُوِّی وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ[له] همواره این عدو را در زندان مجاهده دارید که چون او در زندان
و در رنج و بلاست، اخلاص تو روی نماید، و قوت گیرد، هزار بار آزمودی که از رنج دندان
و از درد سر و از خوف تن ترا اخلاص پدید آمد چرا در بند راحت تن گشتی و در تیمار او مشغول شدی
سررشته را فراموش مکنید، و پیوسته نفس را بی مراد دارید تا مراد ابدی برسید، و از زندان
تاریکی خلاص یابید و نَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی

فصل

شیخ ابراهیم گفت که سیف الدین فرخ چون یکی را بزدی خود را با [illegible]
بحکایت، تا ایشان را خبر ندی، و شفاعت کسی باین طریق نشنود [illegible]

له میرے اور اپنے دشمن کو اپنا دوست نہ بنانا [illegible]
[illegible] جنت اس کا ٹھکانا [illegible]

مولانا فرمود کہ ہر چہ در این عالم می بینی، در آن عالم ہم چنان ست، بلک این ہا ہمہ نموذج آن عالم اند، وہر چہ درین عالم ست، ہمہ ازان عالم آوردہ اند و ان من شیءٍ اِلّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہ وما ننزلہ اِلّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْم[1]،

طواقان بر سر طبلہاے ادویہ مختلف می نہند از ہر انبارے مشتے از فلفل مشتے مصطکی مشتے انبارہا بی نہایتند، لیکن در طبلہ ادیش ازین نمی گنجد، پس آدمی بر مثال طواقے است یا دکان عطاریست، کہ در وی از خزائن صفات حق مشت ومشت وپارہ پارہ در حقہا وطبلہا نہادہ اند تا درین عالم تجارت میکنند لائق خود، از سمع پارۂ، واز بصر پارۂ، واز نطق پارۂ، واز عقل پارۂ واز کرم پارۂ، واز علم پارۂ اکنون پس مردمان طواقان حقند، طواقی می کنند، وروز وشب طبلہا پر می کنند، وتو تہی می کنی، یا ضائع میکنی، یا بآن کسب میکنی روز تہی میکنی وشب بازپر می کنند وقوت می دہند، مثلاً روشنی چشم رائی بینی در آن عالم دیدہاست وچشمہاست ونظرہاست مختلف از آن نموذجی بتو فرستادہ اند، تا بدان تفرج عالم می کنی، دید این قدر نیست، ولیکن آدمی بیش ازین تحمل نکند وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہ[2] این صفات ہم پیش ماست بی نہایت، بقدر معلوم بتو فرستیم پس تامل می کن کہ چندین ہزار خلیقہ کہ قرناً بعد قرنٍ آمدند وازین دریا پر شدند، وباز تہی شدند، بنگر کہ آن چہ انبارست اکنون ہر کرا بر آن دریا وقوف بیشتر، دل او بر طبلہ سرد تر،

پس پنداری کہ ہمہ عالم از ضرابخانہ بدر می آیند، وباز بدار الضرب رجوع می کنند، کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[3] انا للّٰہ یعنی جمع اجزای ما از آنجا آمدند، ونموذج

---

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا، [2] ایضاً [3] بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں، اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں، (البقرۃ ۱۹)

Marfat.com

آنجا اند و باز آنجا رجوع می کنند از خرد و از بزرگ و از حیوانات اما درین طبله زود ظاهر می شوند، و بی طبله ظاهر نمی شوند، از آن ست که آن عالم لطیفست، و در نظر نمی آید، چه عجب می آید، نه می بینی نسیم بهار را، چون ظاهر می شود در اشجار، و سبزها و گلزارها و ریاحین، جمال بهار را بواسطهٔ اینها تفرج می کنی، و چون در نفس نسیم بهار بنگری هیچ ازینها نه بینی نه از آنست که در وی این تفرجها و گلزارها نیست، آخر نه اینها از پرتو اوست، بلک در او موجهاست از گلزارها و ریاحین لیکن موجهای لطیفند، و در نظر نمی آیند، الا بواسطهٔ از لطف پیدا نمی شوند همچنین در آدمی نیز اوصافها نهانست، ظاهر نمی شود الا بواسطهٔ اندرونی یا بیرونی، از گفت کسی، و آسیب کسی، جنگ کسی و صلح کسی پیدا نمی شود صفات آدمی نمی بینی در خود تامل می کن هیچ نمی یابی خود را تهی می دانی ازین صفات نه آن ست که تو از آنچه بوده متغیر شده الا این ها در تو نهانند بر مثال آب اندر دریا، از دریا بیرون نیایند الا بواسطهٔ ابری، و ظاهر نه شوند الا بموجی موج جوشی باشد که از اندرون تو ظاهر گردد بے واسطهٔ بیرونی لیکن مادام که دریا ساکن است هیچ نمی بینی، و تن تو بر لب دریاست، و جان تو دریائیست، نمی بینی در وی هزار گونه ماران و ماهیان و مرغان و خلائق گوناگون و عجب بدر می آیند و خود را می نمایند، و باز بدریا فرو روند صفات تو مثل خشم و حسد و شهوت وغیره ازین دریا سر بر می آرند، پس گوئی صفات تو عاشقان حقند از لطیفی ایشان نتوان دیدن الا بواسطهٔ جامه بعضی ازینان چون برهنه شوند از غایت لطیفی در نظر نمی آیند،

فصل

در آدمی عشقی و دردی و خلشی و خارخاری و تقاضایی هست که اگر صد هزار عالم ملک او شود که نیاساید و آرام نیابد، این خلق بتفصیل در هر حرفتی و هر پیشه و صنعتی و منصبی و تحصیل علوم

ونجوم وغیرہ می کوشند، وہیچ آرام نمی گیرند، زیرا کہ ایچ مقصود دست بدست نیامدہ، آخر معشوق را دلارام می گویند یعنی دل بدو آرام یابد، پس بغیر چون آرام وقرار گیرد، این جملہ خوشیہا ومقصودہا چون نردبانیست وچون پایہای نردبان، جای اقامت وباش نیست، از بہر عبورست خنک آنکس کہ زودتر بیدار وواقف گردد، تا راہ دراز بروکوتاہ شود، ودرین پایہای نردبان عمر خود درا ضائع نکند،

سوال کردند مغلان مال ہائے ما را می ستانند وایشان نیز ما را گاہ گاہے مالہامی بخشند عجب حکم آن چون باشد،

فرمود ہرچہ مغل بستاند ہمچنان ست، کہ در قبضۂ وخزینۂ حق درآمدہ است ہمچنان کہ از دریا کوزہ را دیا خمی را بیرون آری آن ملک تو گردد، مادام کہ درکوزہ یا خمست، کسی را در آن تصرف نرسد و ہر کہ از آن خم ببرد بی اذن تو غاصب باشد اما چون باز بدریا ریختہ شد بجملہ حلال گردد، واز ملک تو بیرون آید پس مال ما بر ایشان حرامست و مال ایشان بر ما حلال،

لا رہبانیۃ فی الاسلام[1] والجماعۃ رحمۃ[2] مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کوشش درجمعیت نمود کہ جمع ارواح را اثر ہاست بزرگ وخطیر، در وحدت وتنہائی آن حاصل نشود، وسر این کہ مسجد ہا را نہادہ اند، آنست تا اہل محلہ آنجا جمع شوند تا رحمت وفائدہ افزون باشد،

---

[1] اسلام میں رہبانیت نہیں، حدیث معنیً صحیح ہے، لیکن ان الفاظ کے ساتھ سند نہیں ملی مولانا نے مثنوی دفتر پنجم میں اس کی تشریح ایک مستقل عنوان کے ماتحت کی ہے،

[2] جماعت رحمت ہے، حدیث بسند ضعیف (المقاصد الحسنہ، سخاوی، حرف جیم، ادر الفوائد المجموعہ شوکانی، صا ۱۹)

وخانهای جداگانه برای تفرقیست وستر عیبها فائده آن همین ست وجامع را نهادند تا جمعیت اهل شهر آنجا باشد، وکعبه را واجب کردند تا اغلب خلق عالم از بلاد واقالیم آنجا جمع گردند

امیر گفت که مغلان اول درین ولایت آمدند عور وبرهنه بودند، مرکوب ایشان گاو بود، وسلاحشان چوبین بود، این زمان محتشم وسیر گشته اند واسپان تازی هرچه بهتر وسلاحهامی خوب پیش ایشان ست،

مولانا فرمود که آن وقت که دل شکسته وضعیف بودند وقوتی نداشتند خدا ایشان را یاری داد ونیاز ایشان را قبول کرد درین زمان که چنین محتشم وقوی شدند، حق تعالی با ضعف خلق ایشان را هلاک کند، تا بدانند که آن عنایت حق بود که عالم را گرفتند نه بقوت خود، اول ایشان در صحرای بودند، دور از خلق، بی نوا ومسکین وبرهنه ومحتاج مگر بعضی از ایشان بطریق تجارت بولایت خوارزمشاه می آمدند وخرید وفروختی می کردند کرباس می خریدند، جهت جامه خود خوارزمشاه آن را منع کرد وتجار ایشان را می فرمود کشتن واز ایشان نیز خراج می ستد وبازرگانان را نمی گذشت که آنجا بروند تاتاران را زبیش پادشاه خود بتضرع رفتند که هلاک شدیم پادشاه از ایشان مهلت طلبید، ده روز در بن غاری رفت، وروزه داشت خضوع وخشوع کرد ومسکینی پیش گرفت از حق تعالی ندا آمد که قبول کردم زاری ترا، خروج کن هرجا که روی منصور باشی آن بود که چون برون آمد بامر حق منصور شدند وعالم را گرفتند،

امیر گفت تاتار نیز حشر را مقرست وی گویند که فردا یرغوی [illegible] وحسابی البته رفتنی خواهد بودن،

مولانا فرمود که دروغ می گویند خواهند که خود را با مسلمانان مشارک کنند یعنی کرما

نیز مقریم و می دانیم، اشترے را گفتند از کجا می آئی گفت از حمام، گفتند از پاشنہ ات پیداست، اکنون اگر ایشان مقر حشر ند کو علامت و نشان آن؟ این معاصی وظلم وبدی ہمچون برفہاست و یخہاست، توے برتوے جمع گشتہ چون آفتاب انابت و پشیمانی وخبر آن جہان وترس خدای در آید آن برفہای معاصی جملہ بگداز ند ہمچنان کہ آفتاب برفہا و یخہا را می گدازاند اگر برفی و یخی بگوید، کہ من آفتاب را دیدہ ام، و آفتاب تموز برمن تافت، و او برقرارست ہیچ عاقل ان را قبول نکند محالست کہ آفتاب تموز بتابد برف ویخ نگدازد

حق تعالیٰ اگرچہ وعدہ دادہ است کہ جزائے نیک و بد در قیامت خواہد بودن، اما موزج آن بقدر در وار دنیا ومبدم ولحہ بلحہ میرسد اگر آدمی را شادی در دل می آید جزائے آنست کہ کسی را شاد کردہ است و اگر غمگین می شود کسی را غمگین کردہ است، آن ارمغان آن عالمست، ونمودار روز جزا است، تا بدین اندک آن بسیار را فہم کنند چنانکہ از انبار گندم مشتی بنمایند،

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم با آن عظمت و بزرگی کہ داشت شبے دست او درد کرد الہام آمد کہ از تاثیر درد دست عباس است کہ او را اسیر گرفتہ بود و با جمع اسیران دست بستہ اگرچہ بستن یا مرحق بود، ہم جزا رسید، تا بدانی کہ این قبضہا و تیرگیہا و ناخوشیہا کہ برتو می آید از تاثیر آزارے ومعصیتے است کہ کردہ، اگرچہ تفصیل ترا یاد نیست اما از جزا بدان کہ کارہائے بد بسیار کردہ کہ ترا معلوم نیست، کہ آن بدست از جہل یا از غفلت یا از ہمنشینی بی دینی کہ گناہان را برتو آسان کردہ است، کہ آن را گناہ نمی دانی در جزای نگر کہ چہ قدر گشاد داری وچہ قدر قبض داری قطعاً قبض جزای معصیت ست، و بسط جزای طاعت آخر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم برای آنک انگشتری در انگشت خود دگر داینداعتاب

لہ مثنوی دفتر پنجم بعنوان مثل آوردن اشتر الخ
آن یکے می گفت اشتر را کہ ہے ازکجا می آئی اے اقبال پے گفت از حمام گرم کوئے تو گفت خود پیداست از زانوے تو

Marfat.com

آمد که ترا برای بازی و تعطیل نیافریدیم که اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا[1] از اینجا قیاس کن روز در چه می گذرد در خیر می گذرد یا در شر در معصیت می گذرد یا در طاعت موسی علیه السلام بخلق مشغول کرد بجهت مصلحت و حضرت را علیه السلام بکلی مشغول خود کرد مصطفی صلی الله علیه وسلم را اول بکلی مشغول خود کرد بعد از آن امر کرد که خلق را دعوت کن و نصیحت ده و اصلاح کن مصطفی صلی الله علیه وسلم در فغان و زاری در آمد که آه یارب چه گناه کردم مرا از حضرت چرا می رانی من خلق را نخواهم حق تعالی گفت ای محمد هیچ غم مخور که ترا نگذارم که بخلق مشغول شوی، در عین آن مشغولی با من باشی، و یک سر موی از آنچه این ساعت با منی چون بخلق مشغول شوی هیچ از آن از تو کم نگردد، در هر کاری که ورزی در عین وصال باشی.

سوال کردند که حکمهای ازلی، و آنچه حق تعالی تقدیر کرده است هیچ بگردد؟

فرمود که حق تعالی آنچه حکم کرده است در ازل که بدی را بدی باشد و نیکی را نیکی آن حکم هرگز نگردد، زیرا که حق تعالی حکیم است کی گوید که بدی کن تا نیکی یابی، هرگز کسی گندم کارد جو بردارد یا جو کارد گندم بردارد این ممکن نباشد همه انبیا و اولیا چنین گفته اند که جزای نیکی نیکیست، و جزای بدی بدیست. فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ از حکم ازلی آن می خواهی که گفتیم و شرح کردیم هرگز آن نگردد معاذ الله و اگر این می خواهی که جزای نیکی و بدی افزون شود و بگردد چندانکه نیکی بیش کنی نیکیها بیش شود و چندانکه ظلم بیش کنی بدیها بیش آید این بگردد اما اصل حکم نگردد.

امیر سوال کرد که ما می بینیم که شقی سعید می شود و سعید شقی می شود.

فرمود آخر آن شقی نیکی کرد یا نیکی اندیشید که سعید شد و آن سعید که شقی شد بدی کرد یا بدی اندیشید

---

[1] کیا تم اس خیال میں ہو کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا اور تم ہماری طرف نہ لوٹائے جاؤ گے

همچنان که ابلیس در حق آدم اعتراض کرد که خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ [1]، بعد از آن که استاد ملائکه بود، ملعون ابد گشت و رانده درگاه، ما نیز همچنین می گوئیم که جزای نیکی نیکیست وجزای بدی بدیست پس آن کسی که در ازل از سعدا نبود شقی گردد، همچو ابلیس، و نعوذ بالله مومن که کافر گردد، هرگز از سعدا نباشد ولیکن آن که در ازل سعیدست، اگرچه کافرست مومن گردد،

پس امیر سوال کرد یکی نذر کرد که روزی روزه دارم اگر آن را بشکند کفارت باشد یا نی،

فرمود که در مذهب شافعی رحمة الله علیه بیک قول کفارت باشد جهت آنکه نذر را یمین میگیرد وهر که یمین را بشکند بر او کفارت باشد، اما پیش ابوحنیفه رحمة الله علیه نذر بمعنی یمین نیست پس کفارت نباشد و نذر بر دو جهت است یکی مطلق و یکی مقید مطلق آن ست که گوید عَلَيَّ اَنْ اَصُومَ يَوْمًا مقید آنست که گوید عَلَيَّ كَذَا اِنْ جَاءَ فُلَانٌ گفت یکی را خری گم شده بود سه روزه داشت به نیت آنکه خر خود را بیابد بعد از سه روز خر را مرده یافت رنجید و روی بر آسمان کرد و گفت که اگر عوض این سه روزه که داشتم شش روز از رمضان نخورم مرد نباشم از من چه منفعت خواهی بردن،

یکی سوال کرد که معنی التحیات چیست والصلوات والطیبات،

جواب فرمود یعنی این پرستشها و خدمتها و بندگیها همه بخشش در ملک حقست زیرا که اگر حق ما را صحت ندید این پرستشها و فراغتها هم از ما نیاید، و بدان ما را فراغت نباشد پس حقیقت شد که صلوات وطیبات وتحیات لله است از آن ما نیست، همه از آن اوست

[1] "مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسکو خاک سے" (اعراف، ع ۲)

Marfat.com

و ملک اوست همچنان که در فصل بهار خلقان زراعت می کنند و بصحرا بیرون آیند و سفرها کنند و عمارتها کنند این همه بخشش و عطای بهارست و اگر نه ایشان همچنان که بودند محبوس خانها و غارها بودندی پس بحقیقت آن زراعت و تفرج و تنعم همه از آن بهارست و ولی نعمت اوست،

مردم را نظر باسبابست و کارها را از آن اسباب می دانند اما پیش اولیا کشف شده است که اسباب پرده بیش نیست تا مسبب را نبینند و ندانند که پرده طلسمی [illegible] همچنان که کسی از پس پرده سخن میگوید پندارند که پرده سخن میگوید و نمی دانند که پرده بیکاره است و حجاب است چون او از پس پرده بیرون آید معلوم شود که پرده بهانه بود، اولیا [illegible] بیرون اسباب کارها دیده اند که گزارده شده و برآمده همچنان که از کوه اشتر برآمد و عصای موسی ثعبان شد و از سنگ خاره دوازده چشمه روان شد و همچنان که مصطفی صلی الله علیه و سلم ماه را بی آلت باشارت بشکافت، و همچنان که آدم علیه السلام بی پدر و مادر در وجود آمد و عیسی علیه السلام بی پدر، و بر ابراهیم علیه السلام آتش گلزار گشت، و همچنین [illegible] پس چون این را دیدند دانستند که اسباب بهانه است کارساز دیگرست، اسباب جز روپوشی نیست تا عوام بآن مشغول شوند. زکریا علیه السلام را حق تعالی وعده کرد که ترا فرزند خواهم دادن، و فریاد کرد که من پیرم و زن پیر و آلت شهوتم ضعیف شده است، و زن [illegible]

سله مثنوی دفتر [illegible] عنوان بیان آنکه [illegible] رفت [illegible]

[illegible]　　　جز بنقش و جان [illegible]

[illegible]　　　[illegible]

[illegible]　　　[illegible]

Marfat.com

رسیده است که امکان حمل نیست یا رب از چنین زن فرزند چون شود قال رب انی یکون لی غلام و کانت امرأتی عاقرا و قد بلغنی الکبر الآیة[1]

جواب آمد که هان ای زکریا باز سررشته گم کردی صد هزار بار تو نمودم که کارها بیرون از اسباب است آن را فراموش کردی نمیدانی که اسباب بهانه است من قادرم که درین لحظه در پیش نظر تو صد هزار فرزند از تو پیدا کنم بی زن و بی حمل بلکه اگر اشارت کنم عالمی در عالم خلق پیدا شوند تمام و بالغ و دانا آخر نه تو را در عالم ارواح بی پدر و مادر هستی کردم و از من بر تو لطفها و عنایتها سابق بود پیش از آنکه درین وجود آیی آن را چرا فراموش میکنی احوال انبیاء و اولیاء و خلایق نیک و بد علی قدر مراتبهم و جوهرهم مثال آنست که غلامان را از کافرستان بولایت مسلمانان می آورند و می فروشند بعضی را پنج ساله می آورند بعضی را ده ساله و بعضی را پانزده ساله آن را که طفل آورده باشند چون سالهای بسیار در میان مسلمانان پرورده شود و پیر شود احوال آن ولایت را بکلی فراموش کند و هیچ از آنش اثری یاد نباشد و چون پاره بزرگتر باشد اندکیش یاد آید و چون قوی بزرگتر باشد بیشترش یاد باشد همچنین ارواح در آن عالم در حضرت حق بودند که الست بربکم قالوا بلی[2] غذا و قوت ایشان کلام حق بودی بی حرف و بی صوت چون بعضی را بطفلی آوردند چون آن کلام را بشنود از آن احوال یاد نیاید و خود را از آن کلام بیگانه داند آن فریق محجوب اند که در کفر و ضلالت بکلی فرو رفته اند و بعضی را پاره یاد می آید و جوش و هوای آن طرف در ایشان سر می کند ایشان مومنانند و بعضی چون آن کلام بشنوند

---

[1] اے میرے پروردگار میرے ہاں لڑکا کیونکر ہوگا میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے کو پہنچ چکا (آل عمران ع ۴)
[2] کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں سب نے عرض کیا کہ ضرور ہیں (اعراف ع ۲۲)

Marfat.com

آن حالت در نظر ایشان چنانکه در قدیم بود پدید می آید، و حجابها بکلی برداشته می شود، و در اصل می پیوند، و آنها انبیاء و اولیاء اند،

وصیت میکنم یاران را که چون شما را عروسان معنی در باطن روی نمایند و اسرار کشف گردد، هان آنرا با اغیار مگوئید، و شرح مکنید، و این سخن ما را که می شنوید بهر کس مگوئید که لا تعطوا الحکمة غیر اهلها فتظلموها ولا تمنعوها عن اهلها فتظلموهم ترا اگر شاهدی یا معشوقه بدست آید و در خانۂ تو پنهان شود، و گوید که مرا بکس منمائی که من از آن توام، هرگز روا بود و در خور که او را در بازارها گردانی و هر کس را گوئی که بیا این را ببین، آن معشوقه را هرگز این خوش آید، از تو برود در دیگرے پنهان کند، و خشم گیرد، حق تعالے این سخنها را بر ایشان حرام کرده است،

همچنان که اهل دوزخ با اهل بهشت فغان کنند که آخر کو کرم شما، آن عطاها و بخششها که حق تعالی بشما کرده است از روی صدقه و بنده نوازی برما نیز اگر چیزے بریزید و ایثار کنید، چه شود،

[illegible]

[illegible]

آن را خدا بر شما حرام کرده است تخم این نعمت در دار دنیا بود چون آنجا نکشتید و نورزیدید آن ایمان و صدق بود و عمل صالح، اینجا چه برگیرید، و اگر ما از روی کرم بر شما ایثار کنیم چون خدا آن را بر شما حرام کرده است، حلقتان را بسوزاند، و بگلو فرو نرود و اگر در کیسه نهید کیسه دریده شود و بیفتد،

بخدمت مصطفی صلی الله علیه وسلم، جماعتی از منافقان آمدند، و اصحاب در شرح اسرار بودند و مدح مصطفی صلی الله علیه وسلم میکردند، پیغامبر بر منبر به صحابه فرمود که خمّروا آنیتکم[1] یعنی سرهای کوزه ها و کاسه ها و دیگها و سبو ها و خمها را بپوشانید که جانورانی هستند پلید و زهرناک، مبادا که در کوزه های شما افتند، و بنادانی از آن کوزه آب خورید شما را زیان دارد باین صورت ایشان را فرمود که از اغیار حکمت را نهان دارید و دهان را و زبان را پیش اغیار بسته دارید که ایشان موشانند لائق این حکمت و نعمت نیستند،

فرمود که آن امیر که از پیش ما بیرون رفت اگر سخن ما را بتفصیل فهم نمی کرد اما اجمالاً میداند که ما او را بحق دعوت می کنیم آن نیاز و سر جنبانیدن و مهر و عشق او را بجای فهم گیریم آخر این روستائی که در شهری آید بانگ نماز می شنود، اگر معنی بانگ نماز را بتفصیل نمی داند اما مقصود را فهم می کند،

فصل

فرمود که هر که محبوب ست خوب ست، و لا ینعکس، لازم نیست که هر که خوب باشد محبوب باشد خوبی جزو محبوبیت، و محبوبی اصلست، چون محبوبی باشد البته خوبی باشد

---

[1] اپنے برتنوں کو ڈھک لو۔ (بخاری کتاب بدء الخلق، باب خمس من الدواب فواسق)

جزوِ جزوش از کلش جدا نباشد، و ملازم کُل باشد، نے در زمان مجنون خوبان بودند، از لیلی خوبتر بودند، اما محبوبِ مجنون نبودند، مجنون را گفتند که از لیلی خوبتران هست، بر تو بیاریم او می گفت آخر من لیلی را بصورت دوست نمی دارم، و لیلی صورت نیست، لیلی بدست من همچون جامیست، من از آن جام شراب می نوشم، پس من عاشق آن شرابم، که ازو می نوشم، و شمارا نظر بر قدحست از شراب آگاه نیستید، اگر مرا قدح آرید زرین و مرصع بجوهر و درو سرکه باشد یا غیر شراب درو چیزی دیگر باشد، مرا آن بچه کار آید؟ کدوی کهنه شکسته که درو شراب باشد نزد من بهترست از آن قدح و از صد چنان، و این را عشقی و شوقی می باید تا شراب را از قدح بشناسد،

همچنانکه گرسنهٔ ده روز چیزی نخورده باشد، و دیگری روزی پنج بار خورده است، هر دو در نان نظر می کنند، آن سیر صورتِ نان می بیند، و گرسنه صورت جان می بیند زیرا این نان همچون قدحست، و لذت آن چون شیر است، جز بنظر اشتها نتوان دیدن، اکنون اشتها و شوق حاصل کن تا صورت بین نباشی، و در کون و مکان همه معشوق [illegible]

صورت این خلقان همچو جامهاست [illegible]

که چون جام شکسته شود آن نقشها نماند، پس کار آن شراب دارد که [illegible]

شراب را می بیند و می نوشد که والباقیات الصالحات خیر[1]

سائل را دو مقدمه می باید که تصور کند [illegible] بگرداند

---

[1] مثنوی دفتر [illegible] عنوان در بیان آنکه حق تعالی [illegible] آفرید [illegible]

[illegible]

[illegible]

[2] [illegible]

آنکه جازم باشد که من در اینکه می گویم مخطئم، غیر ازین چیزی هست. دوم آنکه اندیشد که برای
و بالای این گفتن حکمتی هست که من نمی دانم، پس دانستیم که حسن السؤال نصف العلم
ازین رو است که هر کسی که روی بکسی آورده است و همه را مطلوب حق است، و بآن امید
عمر خود را صرف می کنند، اما درین میان ممیزی می باید که تا بداند که ازین میان کیست که او
مصیب است و بروی نشان زخم چوگان پادشاهست تا یکی گوی باشد و موحد.

مستغرق آنست که آب در او تصرف می کند، او را در آب تصرفی نیست، سباح
و مستغرق هر دو در آبند، اما این را که آب می برد و محمولست، و سباح حامل قوت خویش است
و باختیار خود است، پس هر جنبشی که مستغرق کند و هر قولی و فعلی که از وی صادر شود،
آن از آب باشد، او در میانه بهانه است، همچنانکه از دیوار سخنی بشنوی دانی که از دیوار
نیست، کسیست که دیوار را در گفت در آورده است، اولیا همچنانند که پیش از مرگ مرده اند
و حکم در و دیوار گرفته در ایشان یک سر موی از هستی نمانده است. در دست قدرت حق
سپری اند، سپر را جنبش از خود نباشد، معنی انا الحق این بود، سپر می گوید من در میان نیستم
حرکت از دست حقست، این سپر را حق ببینید با حق پنجه مزنید که آنها که چنین سپر را زخم زدند
در حقیقت بحق جنگ کرده اند، و خود را بر خدا زده اند، از دور آدم تا اکنون می شنوی که بر ایشان
چها رفت از فرعون و شداد و نمرود و عاد و ثمود، الی مالانهایه و آنچنان سپر تا قیامت قائمست
دورا بعد دور، بعضی بصورت انبیا که از پیش رفته اند، و بعضی بصورت اولیا که بودند و هستند
و خواهند بود، تا اتقیا از اشقیا ممتاز گردند، و اعدا از اولیا هر ولی حجتست بر خلق، خلق را بقدر
تعلق که بوی کردند مرتبه و مقام باشد، اگر دشمنی کنند دشمنی بحق کرده باشند، و اگر دوستی
ورزند بحق ورزیده باشند که من رآه فقد رآنی و من قصده فقد قصدنی.

بندگانِ خدا محرمِ حرمِ حق اند ہمچون خادمان حق تعالیٰ ہمہ رگہای ہستی و شہوت و بیخہای خیانت را از ایشان بکلّی بریدہ است. تا لاجرم مخدوم عالم شدہ اند، و محرمِ اسرار گشتند کہ لا یمسہ الا المطہرون[1]۔

فصل

فرمود کہ اگر پشت بہ تربیت یاران و عزیزان کردہ ام اما از انکار و غفلت نکردہ ام وی بہ روح ایشان دارم زیرا آن سخن کہ از دہان ما بیرون می آید، جان ایشان است اگر پشت بتن کنند وروی بجان آرند زیان ندارد،

مرا خوئے ہست کہ نخواہم ہیچ دلے از من آزردہ شود، اینک جماعتی در سماع خود را بر من می زنند، و بعضی یاران ایشان را منع می کنند، مرا آن خوش نمی آید، و صد بار گفتہ ام برای من کسی را چیزے مگوئید، من بآن راضیم، آخر من تا این حد دل دارم، کہ این یاران کہ نزد من می آئند، از بیم آنکہ ملول نشوند، شعری گویم، تا بدان مشغول شوند و اگر نہ من کجا شعر از کجا، واللہ کہ من از شعر بیزارم، و پیش من ازین بتر چیزی نیست، ہمچنانست کہ یکے دست در شکنبہ کردہ است و می شوید برای آرزوی مہمان چون اشتہای مہمان بدانست بمرا لازم شد، آخر آدمی بنگرد کہ خلق را در فلان شہر چہ کالا می باید آن خرد آن فروشد اگرچہ دون ترین متاعہا باشد من تحصیلہا کردم در علوم و رنجہا بردہ کہ فضلا و محققان و زیرکان آیند تا بر ایشان چیزی غریب و نفیس و دقیق عرضہ کنم حق تعالیٰ خود چنین خواست، آن ہمہ علمہا را این جا جمع کرد، و آن رنجہا را اینجا آورد، کہ من بدین

---

[1] اسے بجز پاکوں کے اور کسی کی دسترس اس تک نہیں۔ (واقعہ ع ۳)

کار مشغول شوم، چہ توانم کرد، در ولایت ما از شاعری ننگتر کارے نبود، اما اگر در آن ولایت می ماندیم، موافق طبع ایشان می زیستیم و آن می ورزیدیم کہ ایشان خواستندی مثل درس گفتن، و تصانیف کتب، و تذکیر، و زہد و عمل ظاہر ورزیدنے[1]،

امیر پروانہ گفت کہ اصل عملست؟

مولانا گفت کو اہل عمل و صاحب عمل، تا بایشان عمل نمائیم، حالی تو طالب قولی، گوش نہادہ تا چیزے بشنوی، اگر نگوئیم ملول شوی، طالب عمل شو تا بنمائیم، ما در عالم مردے می طلبیم، کہ بوے عمل بنمائیم، چون مشتری عمل نمی یابیم، و مشتری گفت می یابیم، بگفت مشغولیم، و تو عمل را چہ دانی چون، اہل نیستی بعمل عمل را توان دانستن، و بعلم علم را توان فہم کردن، و بہ صورت صورت را، و بمعنی معنی را، چون درین راہ راہ رو نیست و خالیست، اگر ما در راہیم (و در عملیم) چون خواہند دیدن،

آخر این عمل نماز و روزہ نیست، و اینہا صورت عملست، عمل معنی ایست در باطن آخر از دور آدم تا بدور مصطفیٰ صلعم نماز و روزہ باین صورت نبود، و عمل بود، پس این صورت عمل باشد عمل معنی ایست در آدمی، ہمچنانکہ میگویند دارو عمل کرد، و آنجا صورت عمل نیست، الا معنی ایست در وے چنانکہ گویند آن مرد در فلان شہر عاملست، ہیچ چیزی بصورت نمی بینند، کارہا کہ باو تعلق دارد اورا بواسطۂ آن عامل میگویند، پس این عمل غیر آنست کہ این خلق فہم کردہ اند، ایشان می پندارند کہ عمل این ظاہر ست اگر منافق آن صورت عمل بجاے آرد ہیچ فائدہ اسود ندارد، چون در وے معنی صدق و ایمان نیست،

[1] وہ مراخوی ہست کہ نخواہم، سے لیکر یہان تک کی ساری عبارت مع بعض اشعار زائد کے رسالۂ سپہ سالار (ص ۳۴، ۳۵) مین بھی درج ہے،

اصل همه چیزها گفت ست و قول ست، تو از گفت و قول خبر نداری، آن را خوار می‌بینی گفت میوهٔ درخت علم ست که از عمل می زاید، حق تعالی عالم را بقول آفرید، گفت کن فیکون و ایمان در دل ست اگر بقول نگوئی سود ندارد، نماز را که فعل ست اگر قرآن نخوانی درست نباشد، و درین زمان که گوئی قول معتبر نیست این هم بقول می گوئی،

یکی سوال کرد که چون ما خیر کنیم و عمل صالح، اگر از خدا امیدوار باشیم و متوقع جزا باشیم ما را آن زیان دارد،

فرمود ای والله امید باید داشتن، و ایمان همین خوف و رجاست، یکی مرا پرسید که رجا خود خوش ست، این خوف چیست؟ گفتم تو مرا خوفی نمای بی رجا یا رجا نمای بی خوف، چون از هم جدا نیستند و بی همدگر نیستند چون می پرسی مثلاً یکی گندم کاشت رجا دارد البته که گندم برآید و در ضمن آن خائفست که مبادا مانعی و آفتی پیش آید، پس معلوم شد که رجا بی خوف نیست، و هرگز نتوان تصور کردن خوف بی رجا یا رجا بی خوف، اکنون اگر امیدوار باشد و متوقع جزا و احسان (قطعاً) در آن کار گرم تر و جدی تر باشد، آن توقع پر اوست هر چند پرش قوی تر پروازش بیشتر، و اگر ناامید باشد کاهل گردد، و از او کاری و بندگی نیاید، همچنان که بیمار داروی تلخ را می خورد و ده لذت شیرین را ترک می کند اگر او را امید صحت نباشد آن را کی تواند کردن الانسان حیوان ناطق آدمی مرکبست از حیوانی و نطق همچنانک حیوانی در و دائمست، و منفک نیست همچنین است، و در و دائم ست، اگر بظاهر سخن نگوید در باطن گو[illegible] ست بر مثال سیلابست که در و گل آمیخته باشد آب صافی نطق اوست، و گل [illegible] حیوانی اوست، اما گل در و عارضی است، نمی بینی که آن گلها و قالبها رفتند و پوسیدند

و نطق و حکایت و علوم ایشان مانده است از نیک و بد،

صاحب دل کل ست چون او را دیدی همه را دیدی الصید کله فی جوف الفرا، خلقانِ عالم اجزای اویند و او کلست،

جزو درویشند جمله نیک و بد ... ور نباشد اینچنین درویش نیست

اکنون چون او را دیدی که کلست قطعاً همه عالم را دیده باشی و هر کرا بعد از و بینی مکرر باشد، و قول ایشان در اقوال کلست، چون قول ایشان را شنیدی هر سخنی که بعد از ایشان شنوی مکرر باشد،

من یره فی منزل فکانما ... رأی کل انسان و کل مکان

ای نسخهٔ نامهٔ الٰهی که توئی ... وی آئینهٔ جمال شاهی که توئی
بیرون ز تو نیست هر چه در عالم هست ... در خود بطلب هر آنچ خواهی که توئی

فصل

نائب گفت پیش ازین کافران بتان می پرستیدند و سجود می کردند، ما درین زمان همان می کنیم اینچ می رویم و مغول را سجده می کنیم، و خود را مسلمان می دانیم، و چندین بتان دیگر در باطن داریم از حرص و حسد و کبر و ما مطیع این جمله ایم، پس ما نیز ظاهراً و باطناً همان کار می کنیم، و خود را مسلمان می دانیم،

فرمود اما اینجا چیزی دیگر هست، چون شما را این در خاطر می آید که این بدست و ناپسندست، قطعاً دیده دل شما بیچون و چگونه چیزی عظیم دیده است، که او را این فیح می نماید، که آب شور کسی را شور نماید که او آب شیرین دیده

و خورده باشد،

و بضدها تتبین الاشیاء

پس حق تعالی در جان شما نور ایمان نهاده است، که این کارها را زشت می بینید آخر در مقابلهٔ نغزی این زشتی می نماید اگر نه دیگران را چرا این درد نیست؟ در آنچه هستند شادند، می گویند خود کار این دارد، حق تعالی شما را آن خواهد دادن که مطلوب شما و نعمت شما است، آنجا که هست، آن خواهد دادن، الطیر یطیر بجناحیه والمؤمن یطیر بهمته؛

خلق سه صنف اند بعضی ملائکه که ایشان عقل محض اند بندگی و ذکر ایشان را طبیعت و غذا و حیات است، چنانک ماهی در آب، زندگی او از آبست و بستر و بالین او آبست آن در حق او تکلیف نیست چون او از شهوت مجردست و پاک، پس چه منت اگر او شهوت نراند، یا آرزوی هوای نفس نکند چون از اینها فارغ است او را هیچ مجاهده نیست. و اگر طاعت کند آن را در حساب طاعت نگیرند چون طبعش آنست و بی آن نتوانند، و صنف دیگر بهائم اند که ایشان محض شهوتند، عقل زاجر ندارند بر ایشان تکلیف نیست و یک صنف دیگر آدمی مسکین، که مرکبست از عقل و شهوت نیمش فرشته، نیمش حیوان نیمش مار، نیمش ماهی، ماهیش سوی آب کشد، مارش سوی خاک در کشاکش و در جنگست من غلب عقله علی شهوته فهو اعلی من الملائکة و من غلب شهوته علی عقله فهو ادنی من البهائم،

فرشته رست بعلم و بهیمه رست بجهل — میان این دو منازع بماند مردم زاد

اکنون بعضی از آدمیان متابعت عقل چندان کردند، که کلی ملک شدند،

Marfat.com

و نورِ محض گشتند، ایشان انبیا و اولیا اند از خوف و رجا رہیدند کہ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ[1]، و بعضے را شہوت بر عقل شان غالب گشت، تا بکلی حکم حیوانی گرفتند، و بعضی در تنازع ماندہ اند، و آنہا آن طائفہ اند کہ ایشان را در اندرون درد و رنجے و تحسّرے و فغانے پدید می آید و بزندگانی خود راضی نیستند اینہا مومنانند اولیا رکہ ما بیان این بجا اند منتظر ایشانند، کہ مومنان را در منزل خود رسانند و آن اعلی علیین است و چون خود کنند و شیاطین کہ ماران این خاکدان اند نیز منتظر اند کہ ایشان را بمقام خود کشند و آن اسفل السافلین ست

ما می خواہیم و دیگران می خواہند تا بخت کرا بود کرا خواہد دوست

فصل

اذا جاء نصر اللّٰہ الی اخرہٖ مفسران ظاہر چنین تفسیر می کنند کہ مصطفےٰ صلعم ہمتہا داشت کہ عالمی را مسلمان کنم، و در راہ خدا آرم، چون وفات خود را دید گفت آہ نزیستم کہ خلق را دعوت کنم، حق تعالی گفت غم مخور، درین ساعت کہ تو بگزری ولایتہا و شہرہا را کہ بہ لشکر و شمشیر می کشودی بی لشکر مطیع و مومن گردانم، و اینک نشانش آن باشد، کہ در آخر وفات تو خلق را مبنی از دور می آیند گروہ گروہ مسلمان می شوند چون این نشان بیاید، بدانکہ وقت سفر تو رسید، اکنون تسبیح کن و استغفار کن کہ نزد ما خواہی آمدن،

اما محققان می گویند، کہ معنیش آنست، کہ آدمی پندارد کہ اوصاف ذمیمہ را بعمل خود و جہاد از خویشتن دفع کند، چون بسیار مجاہدہ کند و قوت ہا و آلتہا را بذل کند، نومید شود خدای تعالی او را گوید کہ می پنداشتی کہ بقوت و فعل و عمل تو خواہد شدن، آن سنتی ست کہ نہادم یعنی آنچہ تو داری در راہ ما بذل کن، بعد از آن بخشش ما در رسد، درین راہ بے پایان ترا می فرمائیم،

---

[1] "انھیں نہ کسی طرح کا خوف ہو گا، نہ غم،" (البقرہ، رع ۰)

که با این دست و پای ضعیف سیر کن، ما را معلوم ست که با این دست و پای ضعیف این
راه را نخواهی بریدن، بلکه بصد هزار سال یک منزل ازین نتوانی بریدن، الا چون
درین راه بروی چنانکه از پای درآیی و بیفتی و ترا دیگر هیچ طاقت رفتن نماند، بعد از آن
عنایت حق ترا برگیرد، چنانکه طفل را مادام که شیرخواره است او را برمی گیرند، و چون بزرگ
شد او را بخود رها می کنند تا می رود، اکنون چون تو را طاقت نماند در آن وقت که این قوتها
داشتی و این مجاهدها می نمودی، گاه گاهے میان خواب و بیداری تو لطفے می نمودم تا بدان
در طلب ما قوت می گرفتی، و امیدوار می شدی، این ساعت که این قوت نماند بخششها
و عنایتهای ما را ببینی وقتی که تو خود را در میان نبینی دو دست و پای خود را بی هدایت
و ارشاد ما قوت ندانی، عنایت و جذبه ما در رسد، و ترا برگیرد، و فوج فوج عنایت ما
بر تو فرود می آیند، که بصد هزار کوشش ازان ذره نمی دیدی، اکنون پیهم می بینی
استغفار کن، پس استغفار کن ازین اندیشه و پندار که می پنداشتی که آن کار از دست و
پای تو خواهد برآمدن، و از ما نمی دیدی، اکنون چون دیدی که از ماست استغفار کن که
اِنَّهُ کَانَ تَوَّابًا۔

ما امیر را از برای دنیا و ریاست علم و عمل دوست نمی داریم دیگرانش برائے این
دوست می دارند که روی امیر را نمی بینند پشت را می بینند، امیر همچون آینه است این
صفتها همچون درہائے ثمین که بر پشت آینه نشانده اند، آنها که عاشق زر و گوهر
بر پشت آینه است، و ایشان که عاشق آینه اند نظرشان بر پشت آینه نیست
با آینه آورده اند، و آینه را برای آن مخلص دوست میدارند که در آینه جمال خوبی
و از آینه ملال نمی گیرند، اما آن کس که روی زشت و معیوب دارد در آینه زشتی می بیند

رامی گرداند، و طالب آن جوہری شود اکنون بر پشت آئینہ ہزار گون نقش سازند و جوہر نشانند روی آئینہ را چہ زیان دارد، پس حق تعالی حیوانیت را و انسانیت را مرکب کرد تا ہر دو ظاہر گردند و بضدها تبین الاشیاء، چون تعریف چیزی بی ضد او ممکن نیست و حق تعالی ضد نداشت می فرماید کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف[1] پس این عالم را آفرید تا از ظلمت عالم انوار او پیدا شود، و ہمچنین انبیاء و اولیاء را پیدا کرد کہ اخرج بصفاتی الی خلقی[2] و ایشان مظہر نور حق اند، تا دوست از دشمن پیدا شود و بیگانہ از یگانہ ممتاز شود، کہ آن معنی را از روی معنی ضد نیست الا بطریق صورت ہمچنانکہ در مقابلہ آدم ابلیس و در مقابلہ موسی فرعون و در مقابلہ مصطفی صلعم ابوجہل الی مالانہایہ پس با اولیاء خدا اضداد پیدا شود، اگرچہ در معنی ضد ندارد چنانکہ دشمنی و ضدی می نمودند کار ایشان بالاتر می گرفت و مشہورتر می شدند کہ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواہہم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون[3]

مہ نور می فشاند و سگ بانگ میکند — مہ را چہ جرم خاصیت سگ چنین بود
از ماہ نور گیر دار کان آسمان — خود کیست آن سگی کہ بجز زمین بود

بسیار کسان ہستند کہ حق تعالی ایشان را بجاہ و نعمت عذاب می دہد و جان ایشان از آن گریزانست، فقیرے در ولایت عرب امیرے را سوار دید

---

۱ میں ایک گنج نہاں تھا، پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں،، یہ حدیث قدسی حضرات صوفیہ میں بہت مشہور ہے، اگرچہ محدثین کی تحقیق میں ثابت نہیں،

۲ میں اپنی صفات سے اپنی خلق میں آتا ہوں۔

۳ یہ کافر چاہتے ہیں، کہ اللہ کے نور کو پھونک مار مار کر بجھا دیں سو خدا اپنے نور کو پھیلا کر رہنے والا ہے خواہ کافروں کو شاق ہی گذرے،، (صف، ع ۱)

Marfat.com

در پیشانی او روشنائی انبیا و اولیا، گفت [1] سبحان اللہ من یعذب العباد بالنعم

گفتند کہ فلان مقری قرآن را درست می خواند،

گفت آرے صورتِ قرآن را درست می خواند، ولکن از معنی بے خبر، دلیل بر آنکہ حالے کہ مقری دیگر را می بیند، رد می کند بنابینائی می خواند، نظیرش مردے در دست قند دارد قندے دیگر از آن بہتر آوردند، رد میکند، پس دانستیم کہ قند را نمی داند، کسی او را گفتہ است کہ این قند است، بتقلید بدست گرفتہ است، ہمچون کودکان با گردکان بازی می کنند چون مغزِ گردگان بایشان دہی رد کنند کہ گردگان آنست کہ بجنبد این را بانگے و جنبشے نیست، آخر خزائن خدا بسیار است و علمہای خدا بسیار [2] اگر قرآن را بدانستہ می خواند قرآن دیگر را چرا رد می کند،

با مقری تقریر می کردم کہ در قرآن می گوید قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی [3]، اکنون بہ پنجاہ درسنگ مرکب

---

[1] یک نوبت در راہے می رفت، امیری با خیل و حشم بدیشان ملاقی شد، چون نظر بر آن امیر افتاد انبیا امیر از دور مرا سپ کشید و زمانے بسیار بایستاد و از آن اشک ریزان روان گشت، حضرت مولانا ... اللہ ذکر در زبان راند کہ سبحان من یعذب العباد بالنعم (رسالہ سپہ سالار ص ۱۰۲ و مناقب شمس تبریزی)

[2] مثنوی، دفتر ۳ عنوان تفسیر حدیث ان للقرآن ظہرا الخ

حرف قرآن را بدان کہ ظاہر است　　زیر ظاہر باطنے ہم قاہر است

نور قرآن اے پسر ظاہر مبین　　دیو آدم را نبیند غیر طین

[3] اے پیغمبر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے ... میرے رب کے کلمات لکھنے کیلئے تو قبل اس کے کہ میرے رب کے کلمات ختم ہوں خود سمندر ختم ہو جائیگا (الکہف ع ۱۲)

این قرآن را توان نبشتن، پس این رمز است از علم خدا، همه علم خدا این تنها نیست عطارے در کاغذ پارهٔ دارو می نهاد، اگر تو گوئی همه دکان عطار درینجاست، این ابلهی باشد، آخر در زمان موسیٰؑ و عیسیٰؑ و غیرهم کلام خدا بود، بعربی نبود، تقریر این میدادم، در آن مقری اثری کرد، ترکش کردم، آورده اند که در زمان رسول علیه السلام هر که یک سوره یا نیم سوره یاد گرفته او را عظیم خواندندے و انگشت نما گشتی که سوره یاد دارد[1]، از بهر آنکه ایشان قرآن را می خوردند، یعنی نان یا دو من خوردن عظیم باشد الا که در دهان کنند و بخایند و بیندازند هزار من توان خائیدن

آخر می گوید رب تالٍ للقرآن والقرآن یلعنه، پس این در حق کسی است، که از معنی قرآن خبر ندارد، الا هم نیکست، قومی را خدای تعالی چشمها بغفلات بست تا عمارت این عالم می کنند که اگر بعضے را از آن عالم غافل نکنند هیچ عالمی آبادان نگردد غفلت عمارتها و آباد اینها انگیزاند، آخر این طفل از غفلت بزرگ می شود چون عقل او بکمال میرسد دیگر دراز نمی شود، و نمی بالد، پس موجب و سبب عمارت غفلت ست، و سبب ویرانی هشیاریست[2]،

---

[1] مثنوی، دفتر ۳، عنوان، در بیان آنکه در میان صحابه حافظ کمے بود،

در صحابه کم بُدے حافظ کسے — گرچه شوقی بود جان شان را بسی

مغزها افزود کم شد پوستش — زانکه عاشق را بسوزد دوستش

[2] مثنوی، دفتر ۴، عنوان، آموختن پیشه گورکنی قابیل، ―

پس ستون این جهان خود غفلت ست — چیست دولت کین دوادو بالت ست

اولش دو دو بآخر لت بخور — جز درین ویرانه نبود مرگ خر

تو بجد کاری که بگرفتی بدست — عیبش این دم بر تو پوشیده شدست

اینکه من می گویم از دو بیرون نیست، یا بنا بر حسد می گویم، یا بنا بر شفقت، حاشا که حسد باشد، برای آنکه حسد را از حسد بردن دریغست، تا با آنک نه از وجه باشد، الا از غایت مهر و رحمتست که می خواهم که یار عزیز را بمعنی کشم، و از قرآن خواندن نقلت بر به

آورده اند که شخصی در راه حج در بادیه افتاده بود، و تشنگی بر وی عظیم غالب شده از دور خیمهٔ کوچک کهن دید، آنجا رفت و کنیزکی دید، آواز داد که من مهمانم، المراد آنجا فرود آمد و نشست، و آب خواست، آبش دادند، خورد از آتش گرمتر بود، و از نمک شورتر، از لب تا کام تا آنجاکه فرو می رفت همه را می سوخت، این مرد از غایت شفقت در نصیحت آن زن مشغول شد، و گفت شما را بر من حقی است جهت آن قدر آسایش که از شما یافتم، شفقتم جوشیده است آنچه با شما گویم پاس دارید، اینک بغداد نزدیکست و کوفه و واسط و غیرها از شهرهای بزرگ اگر مبتلا باشند تشنه تشنه غلطان غلطان می توان رفتن، تا آنجاکه آنجا آبهای شیرین و خنک بسیارست، و طعامهای گوناگون و حمامها و تنعمها و لذتهای آن شهرها بر شمرد لحظهٔ دیگر آن عرب بیامد که شوهرش بود تا وی چندین از این موشان دشتی صید کرده بود زن را فرمود که آن را بپخت، و چیزی از آن به مهمان دادند، مهمان چنانک بود کور و کبود از آن تناول کرد، بعد از آن در شب بیرون خیمه خفت زن به شوهر می گوید هیچ شنیدی که این مهمان چه صفتها کرد، قصهٔ مهمان تمام بر شوهر بخواند عرب گفت هان ای زن مشنو از این خبرها که حسودان در عالم بسیار چون بینند که بعضی به آسایش و دولتی رسیده اند حسد ها کنند، و خواهند که ایشان را از آنجا آواره کنند و از آن دولت محروم کنند،

اکنون این خلق چنین اند چون کسی از روی شفقت پند دهد حمل بر حسد کنند

Marfat.com

الاچون دروی اصل باشد یا صلے باشد، عاقبت روی بمعنی آرد، چون بردی از روز الست قطرهٔ چکانیده باشد، عاقبت آن قطره او را بدریای اصل کشد و از تشویشها و محنتها برهاند بیا، آخر چند از مادوری و بیگانه در میان سوداہائے اما با قومی کسی چہ سخن گوید چون جنس آن نہ شنیده اند از کسی، و نہ از شیخ خود، مگر بوی برده باشد، لیکن کسی کہ بوی نبرده است قطعاً قبول نکند،

چون اندر تبارش بزرگی نبود / نیارد حدیث بزرگان شنود

روی بمعنی آوردن اگرچہ اوّل چندان نفرت نماید اما ہر چند کہ رود شیرین تر نماید، بخلاف صورت اول لغز نماید، اما ہر چند کہ بادی بیشتر نشینی سرد شوی کو صورت قرآن و کجا معنی قرآن، در آدمی نظر کن کو صورت او کو معنی او اگر معنی از صورت آدمی می برود در خانہ اش لحظہ رہا نمی کنند

حکایت

فرمود مولانا شمس الدین قدس اللہ سرہٗ کہ قافلۂ بزرگ بجای می رفتند آنجا دانی نمی یافتند، و نہ آبی ناگہان چاہی پیش آمد سطلی بدست آوردند و ریسمان ببستند این سطل را بزیر چاه فرو آویختند و کشیدند سطل بریده شد، دیگر را فرستادند، ہم بریده شد، بعد از آن از قافلہ یکی را بریسمان ببستند و در چاه فرو کردند تا چند کسی بر نیامد عاقلی گفت من بروم او را فرو کردند نزدیک آن بود بقعر چاه رسد، سیاہی باہیبتی ظاہر شد، این عاقل گفت من نخواہم رہیدن، بارے عقل را جمع کنم، تا بینم کہ بر من چہ خواہد رفتن، آن سیاہ گفت قصہ دراز مگو، تو اسیر منی، از ہی الا بجواب صواب گفت فرما، گفت از مقامہا کجا بہتر، عاقل گفت اگر بگویم بغداد یا مصر و غیره چنان باشد کہ در مقام او طعنہ زدم و نفی کردم، گفت جا نگاه آن بہتر کہ کسی را آنجا مونسی و انسی باشد اگرچہ قعر زمین بود بہتر آن باشد، و اگر در سوراخ موشی بود خوشتر آن بود گفت ہزار احسنت رہیدی

آدمی در عالم توئی، اکنون ترا رہا کردم، و دیگرا نرا ببرکت تو آزاد کردم، بعد ازین ہیچ خوئے نکنم، عالم را بحبت تو بتو بخشیدم، بعد ازآن اہل قافلہ را سیراب کرد، اکنون غرض ازین معنیست ہم این معنی را توان در صورت دیگر گفتن الا مقلدان ہمین نقش را می گیرند دشوار است با ایشان گفتن اکنون ہم این سخن را در مثال دیگر گوئی نشنوند،

فصل

فرمود کہ تاج الدین قبائی می گفت کہ این دانشمندان در میان ما می آیند و ما را بے اعتقاد می کنند و الا ایشان حاشا کہ از ما باشند، مثلاً سگے را طوق زرین بستند، آنرا کہ بآن طوق سگ شکاری نخوانند شکاری معنی ایست در وے خواہ طوق زرین باشد و خواہ پشمین، این عالمی بجبہ و دستار نباشد، عالمی ہنریست در ذات وے، اگر آن ہنر در قبا و عبا باشد تفاوتے نکند، ہمچنانکہ در زمان پیغمبر علیہ السلام منافقان قصد رہ زنی دین می کردند، و جامہ نمازی می پوشیدند تا مقلدی را در راہ دین سست کنند، و این نتواند کردن، تا خود را از مسلمانان نسازند، اگر فرنگی یا جہودی طعن کند، وی را کی شنوند، فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساھون و الذین ہم یراءون و یمنعون الماعون[1]، سخن کلی این ست، نور داری آدمیے نداری آدمیے طلب کن مقصود این ست باقی دراز کشیدنست سخن را چون بسیار آرایش میکنند مقصود ... بقالے زنے را دوست می داشت با کنیزک ...

[1] کم بختی ہے ان نمازیوں کی جو اپنی نمازمیں سستی کرتے ہیں اور دکھاوا کرتے ہیں اور چھوٹی چیزوں تک میں بخل کرتے ہیں۔ (ماعون ع ۱)

Marfat.com

کرد کہ من چنینم وچنانم، عاشقم می سوزم، دآرام ندارم، بر من تنها می رود، دی چنین بودم ودوش بر من چنین گذشت قصہای دراز فروخواند چون کنیزک بخدمت خاتون آمد گفت بقال ترا اسلام رساند ومیگوید کہ بیا تا با تو چنین وچنان کنم، گفت باین سردی؟ گفت گفت او دراز کشید، اما مقصود این بود، اصل مقصود ست باقی دردسرست

فصل

می فرمود کہ شب وروز جنگ می کنی وطالب تہذیب واخلاق زن می باشی ونجاست زن را بخود پاک می کنی، خود را در وپاک کنی، بہتر ست کہ او را در خود وخود را بوے مہذب کن، سوی وی رو، وانچہ او گوید تسلیم کن، اگرچہ نزد تو آن سخن محال باشد، وغیرت را ترک کن، اگرچہ وصف رجالست، ولیکن بدین وصف نیکو وصفہای بد درتو درمی آید از بہر این پیغامبر علیہ السلام فرمود لا رھبانیۃ فی الاسلام کہ رہبانان را طریق خلوت بود وکوہ نشینی، وزن ناستدن، ودنیا ترک کردن، خداوند عزوجل راہی باریک وپنہان نمود پیغامبر را، وآن چیست (زن خواستن تا جور زنان می کشند، ومحالہای ایشان می شنوند وبرومی دوانند وخود را مہذب می گرادنند وانک لعلی خلق عظیم جور کسان بر تافتن وتحمل محال چنان ست کہ نجاست خود را در ایشان مالیدن است خلق تو نیک می شود از بردباری وخلق ایشان بد می شود از سبکساری وتعدی کردن پس چون این را دانستی خود را پاک می گردان وایشان را ہمچون جامہ دان کہ پلیدیہای خود

لے حاشیہ گذر چکا، لے حاشیہ گذر چکا،

Marfat.com

را ابدان پاک می کنی و تو پاک می گردی و اگر بنفس خود بر نمی آئی از روے عقل بخود
تقریر ده که چنان انگارم که عقدے نرفته است معشوقه الیست خراباتی هر گه که شهوت غالب
می شود پیش وی می روم باین طریق حمیت و حسد را از خود دفع می کن تا هنگام
آن که ورای این تقریر ترا لذت مجاهده و تحمل رو می نماید و از محالات ایشان
ترا حالها پدید شود بعد از آن بی این تقریر، مزید تحمل و مجاهده و حیف بر خود گرفتن
گردی چون سود خود مبین در آن بینی،

آورده اند که پیغامبر صلعم با صحابهٔ از غزا آمده بود فرمود که طبل را بزنید که امشب بر در
شهر بخسپیم فردا در آئیم گفتند یا رسول الله بچه مصلحت؟ گفت شاید که زنانِ شما با مردانِ
بیگانه جمع بینید و متالم شوید و فتنه برخیزد یکے از صحابه نشنید در رفت، زنِ خود را با بیگانه
یافت، اکنون راه پیغمبر این ست، که می باید رنج کشیدن، از دفع غیرت و حمیت و
رنج انفاق و کسوهٔ زن، صد هزار زهر مشقت چشیدن، تا عالم محمدی روی نماید،

راه عیسیٰ علیه السلام خلوت و شهوت نارانْدن، راهِ محمدی غصهای زن و مردم کشیدن
چون راه محمدی نمی توانی رفتن، باری راه عیسی برو، تا بیکبارگی محروم نمانی اگر دهانی
داری که صد سیلی می خوری، و بر آن در آویا حاصل آن را می بینی، یا الغیب معتقدی چون
فرموده اند و خبر داده، پس چنین چیزی هست، صبر کنم تا زمانی، تا آن حاصل که خبر داده
اند بمن نیز برسد بعد از آن ببینی چون دل بر اینها نهاده باشی که من [illegible]
ساخت حاضت ندارم عاقبت بمنها خواهم رسیدن بجهای [illegible]
این سخن اگر این ساخت [illegible]
عالم [illegible]

بتر می شود مثلاً نانی بگیر و زیر بغل نه و از مردم منع کن که این را البته بکسی نخواهم دادن چه جای دادن بلکه نخواهم نمودن اگرچه آن نان بر در بافتاده است و سگان نمی خورند از بسیاری اما چون منع آغاز کردی همه خلق رغبت کنند و در بند آن نان گردند و در شفاعت و شناعت درآیند که البته خواهیم که آن نانِ پنهان را که منع می کنی ببینیم علی الخصوص که آن نان را اگر سالی در آستین نهی و مبالغه و تاکید می کنی در نادادن و نانمودن رغبتِ شان از حد و اندازه بگردد که اَلاِنسَانُ حَرِیصٌ عَلیٰ مَا مُنِعَ،

هر چند که زن را امر کنی که پنهان شو او را دغدغهٔ خود را نمودن بیشتر گردد، و خلق را از پنهان شدنِ او رغبت بآن زن افزون تر شود پس تو نشسته رغبت را از دو طرف تیز میکنی، و می پنداری که اصلاح کار می کنی و آن خود عینِ فساد ست و اگر او را گوهری باشد که نخواهد فعلِ بد کند و اگر منع کنی و اگر نه کنی او برآن طبعِ نیک خود و سرشتِ پاکِ خود خواهد رفتن فارغ باش و تشویش مدار و اگر برعکسِ این باشد باز هم چنین بر طریق خود خواهد رفتن، منع جز رغبت کردن نیست علی الحقیقت،

این مردمان می گویند که شمس الدین تبریزیؒ را دیدیم ای خواجه ما او را دیدیم ای عزخواهر کجا دیدی یکی بر سر بام شتری را نمی بیند می گوید که من سوراخ سوزن را دیدم و رشته گزرانیدم،

خوش گفته اند آن حکایت را که خنده ام از دو چیز می آید یکی آن که زنگی سر انگشتان سیاه کند، یا کوری سر از دریچه بیرون کند، ایشان همانند اندرون نهاد باطنها می کور سر از دریچه جسم قالب بدر می کنند، چه خواهند دیدن از تحسین ایشان و تقبیح ایشان چه نزد عاقل هر دو یکیست چون هر دو ندیده اند هر دو می گویند بینایی می باید حاصل کردن بعد از آن نظر کردن

ونیز چون بینائی حاصل شود هم کی تواند دیدن تا ایشان را نیابد،

در عالم چندین اولیا اند بینا و واصل، و اولیای دیگر اند وراے ایشان که ایشان را مستوران حق گویند، و این اولیا زاریها می کنند که ای بار خدا از مستوران خود یکی با بنما تا ایشانش نخواهند و تا ایشان را نیابند، هر چند که چشم بینا دارند نتوانند شان دیدن، همو زنانیان که قحبه اند تا ایشان را نیابند کسی نتواند بدیشان رسیدن و ایشان را دیدن مستوران ربانی ارادت ایشان کی توانند دیدن و شناختن این کار آسان نیست که فرشتگان ... مردمانند که نحن نسبح بحمدک ونقدس لک[1] ما همه عشق پاکیم و روحانیم نور محضیم، و ایشان که آدمیانند مست شکم و خوار و خون ریز و یسفک الدماء[2]،

اکنون این همه براے آنست، تا آدمی بر خود لرزان شود، که فرشتگانِ روحانی که ایشان را نه مال و نه جاه و نه حجابست نور محض، غذا شان جمال خدا و عشق محض و دوربینان تیز چشم ایشان میانِ اقرار و انکار بودند، تا آدمی بر خود بلرزد که ده من چه کسم و کجا نشاسم، و نیز اگر بر وی نوری بتابد، و ذوقی روی نماید هزار شکر کند خداے را که من چه لایق ام،

این بار شما از سخن شمس الدین مبتر ذوق خواهید یافتن، زیرا که بادبان کشتی وجود آدمی اعتقادست، چون بادبان باشد باد ویراجاے عظیم برد و چون باد نباشد سخن همه باد باشد. خوش ست عاشق و معشوق میان ایشان بی تکلفی ... این ...

---

[1] ہم تیری حمد میں تسبیح پڑھتے رہتے اور تیری ہی تقدیس کرتے رہتے ہیں (البقرۃ ع ۴)

[2] اور وہ خون بہائیگا (البقرۃ ع ۴)

تکلفها برای غیرست، هر چیز که غیر عشق ست برد حرامست،

این سخن را تقریر داد می غظیم، ولیکن یکی است، وبسیاری باید کندن وجه بهها ساختن تا بحوض دل برسد، الاقوم ملولند، یا گو بنده ملولست وبهانه می آورد، واگرنه آن گوکس از قوم ملالت نبرد وبول نیرزد، هیچ کس را عاشق دلیل نتواند گفتن بر حسن معشوق وهیچ کس نتواند در دل عاشق نشاندن دلیلی که بر نقض معشوق دال باشد، پس معلوم شد که اینجا دلیل کار ندارد، اینجا طالب عشق باید شد، اکنون اگر در بیت مبالغه کنیم در حق معشوق آن مبالغه بنا شد، ونیز می بینیم که مرید معنی خود را بذل کرده برای صورت،

کان نقش تو از هزار معنی خوشتر،

زیرا هر مرید که بر شیخ آید، اول از سر معنی بر خیزد ومحتاج شیخ می شود،

بهاؤ الدین سوال کرد که برای صورت شیخ از معنی خود برنمی خیزد، بلک از معنی خود بر می خیزد برای معنی شیخ

فرمودند باید که چنین باشد، پس هر دو شیخ باشند، اکنون جهدی باید کردن که در اندرون نوری حاصل کنی، تا ازین نار تشویشات خلاص یابی وایمن شوی، آنکس که چنین نوری در اندرون حاصل شد که احوالهای عالم که بدنیا تعلق دارد مثل منصب امارت ووزارت در اندرون او می تابد، مثال برقی می گذرد همچنانکه اهل دنیا را احوالهای عالم غیب از ترس خدا وشوق بعالم اولیا در ایشان می تابد وچون برقی می گذرد، اهل حق کلی خدا را گشته اند وروی بحق دارند ومستغرق حق اند وشهوت دنیا همچون شهوت عنین روی نماید وقرار نگیرد وی گذرد، اهل دنیا دراحوال عقبی بعکس این اند،

فصل

شریف پاسوختہ گوید،

آن منعم قدس کز جہان مستغنیست　　جان ہمہ اوست از جان مستغنیست
ہر چیز کہ وہم تو بدو گشت محیط　　او قبلۂ آنست از آن مستغنیست

این سخن سخت رسوا است نہ مدح شاہ ست و نہ مدح خود ای مردک آخر ترا از این چہ ذوق باشد، کہ از تو مستغنیست این خطاب دوستان را نباشد این خطاب دشمنان ست، کہ بدشمن گویند کہ من از تو فارغم و مستغنیم اکنون این مسلمان عاشق و گرم رو را بین کہ در حالت ذوق از معشوق او را این خطاب ست کہ از تو مستغنیست مثال این آن باشد کہ تونئ در تون نشستہ بود و میگوید کہ سلطان از من تونیم فارغست و از ہمہ تونیان مستغنیست این تونی مردک را چہ ذوق باشد کہ پادشاہ از و فارغست آری سخن این بود کہ تونی گوید من بر بام تو بودم سلطان گذشت ورا ثنا گفتم در من نظر بسیار کرد و از من گذشت و ہنوز در من نظر می کرد این سخن باشد ذوق دہندہ الا این کہ پادشاہ از تونیان فارغست این چہ مدح باشد پادشاہ را و چہ ذوق دہد تونی را ہر چیز کہ وہم تو بدو گشت محیط ای مردک خود زوہم تو چہ خواہد گشت مردمان از حال تو و از وہم تو مستغنی اند و اگر از وہم با ایشان ... می شوند و گریزند چہ باشد ... کہ خدا از آن مستغنی باشد ... کافران آمدہ است حاشا ... این خطاب باشد ای مردک استغنای او

تا ثابت شود الا اگر حالی باشد ترا که چیزے ارزد از تو مستغنی بنا شد بقدر عزت تو،
شیخ محله می گفت که دو ل دیدست بعد از آن گفت وشنود چنانکه سلطان را ہم
می بینند ولیکن خاص آن کس ست که با پادشاه سخن گوید،

فرمود که این کژ و رسو است و باژگونه است موسی علیه السلام گفت وشنود و دیدار
می طلبید مقام گفت از آن موسیٰ و مقام دیدار آن مصطفیٰ صلعم بود پس این سخن چون راست
آید؟ می فرمود یکی پیش مولانا سلطان المحبوبین شمس الدین تبریزی گفت که من بدلیل قاطع
هستی خدا را ثابت کردم بامداد مولانا شمس الدین فرمود که دوش ملائکه آمده بودند و آن مرد را
دعای کردند که الحمد الله که خدای ما را ثابت کرد، خدااش عمر دهاد، درحق عالمیان تقصیر
کرد ای مردک خدا ثابت است اورا چه دلیل می باید اگر کاری می کنی خود را بمرتبه و مقام
پیش او ثابت کن و اگر نه بی دلیل تواو ثابت است، وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[1]

درین شک نیست که این فقیهان زیرک اند، و ده اندر ده می بینند در فن خود
لیکن میان ایشان و آن عالم دیواری کشیده اند برای نظام یجوز و لایجوز، که اگر آن
دیوار حجاب شان نشود، هیچ آن را نخوانند، و از کار معطل مانند و نظیر این مولانا بزبان
مثال فرمود که آن عالم مثال دریا ی است و این عالم مثال کف و خدای عزوجل
خواست که کفک را معمور دارد، قومی را پشت بدریا کرد، برای عمارت کفک، اگر
ایشان باین مشغول نشوند، خلق همدیگر را فنا کنند، و از آن خرابی لازم آید، پس خیمه است
که زده اند برای شاه، قومی را برای عمارت این خانه و خیمه مشغول کرده اند، یکی می گفت
اگر من میخ نسازم طناب را کجا بندند، آن دیگری گوید که من اگر طناب نساختی خیمه چون

[1] حاشیہ اوپر گزر چکا،

ایستادے چون ہمہ کس دانند کہ این ہمہ بندگان آن شاہند، کہ درخیمہ خواہد نشستن، و تفرج معشوق خواہد کردن، پس اگر جولاہہ ترک جولاہگی کند برای طلب وزیری، ہمہ عالم برہنہ و عور باشند پس اورا در آن پیشہ ذوقی بخشیدند، کہ بدان خرسند شدہ است پس این قوم را برای نظام عالم کفک آفریدہ اند، و عالم را برای نظام آن، ولی خنک آن کہ عالم را برای نظام او آفریدہ باشند نہ او را برای نظام عالم، پس ہر یکی را در آن کار خدای عزوجل خرسندی و خوشی می بخشد کہ او را صد ہزار سال اگر عمر ش باشد ہمان کار می کند و ہر روزی عشق او در آن کار بیشتر میشود و در او در آن پیشہ دقیقہای زاید و لذتہا از آن می گیرد کہ وان من شیء الا یسبح بحمدہ طناب گر را تسبیحی دیگر و میخ ساز را تسبیحی دیگر و نجار را تسبیحی دیگر و اولیا را کہ در خیمہ نشستہ اند و عشرت می کنند تسبیحی دیگر،

اکنون قوم برما می آیند اگر خاموش می کنیم ملول می شوند و می رنجند و اگر چیزی می گوییم لایق ایشان می باید گفتن، پس می رنجند میروند و مرا تشنیع می زنند کہ از ما ملول است و می گریزد ہیزم از دیگ کی گریزد الا دیگ می گریزد و طاقت ندارد پس گریختن آتش، ہیزم گریختن نیست بل او را چون دید کہ ضعیف است ازو دور می شود پس در حقیقت علی کل حال دیگ می گریزد پس گریختن ما گریختن ایشان ست، ما آئینہ ایم اگر در ایشان گریز نیست در ما ظاہر نی شود ما برای ایشان می گریزیم آئینہ آن ست کہ خود را در وی بیند اگر ما را ملول می بینند از ملالت ایشان ست، ہمہ آنکہ ملالت صفت ضعف است [illegible]

چہ کار دارد

مرا در گرمابہ افتاد کہ شیخ صلاح الدین را فروتنی زیادت می کردم و شیخ صلاح الدین تواضعی بسیار می کرد در مقابلہ آن، و اضعیف شکایت کردم در دلم آمد

کہ تو تواضع را از حد می بری، تواضع بتدریج باید، اول دستش بمالی، بعد ازان بأندک اندک بجای برسانی کہ آن ظاہر نہ شود و ننماید، و خو کردہ باشد، لاجرم بنایدش در زحمت افتادن وعوض خدمت را خدمت کردن چون بتدریج او را خو گر آن تواضع کردہ باشی، دوستی را چنین و دشمنی را چنین باید کردن، اندک اندک بتدریج مثلاً دشمنی را اندک اندک اول نصیحت بدہی و اگر نشنود وی را از خود دور کنی و اگر ہم نہ شنود آنگہ وی را بزنی در قرآن می گوید فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ[۱]"

وکارہای عالم بدین سان می رود نبینی صلح و دوستی بہار را، در آغاز اندک اندک گرمی نماید وآنگہ بیشتر و در درختان نگر اندک اندک پیش می آیند، اول تبسمی آنگہ رختہا از برگ ومیوہ پیدا می کنند وصوفیان ہمہ را در میان می نہند وہرچہ دارند جملہ را در می بازند پس کارہای عالم را وعقبی را جملہ را ہر کہ شتاب کرد و در اول کار مبالغہ نمود آن کار میسر او نشد اگر ریاضتست طریقش چنین گفتہ اند کہ اگر منی نان می خورد ہر روزی درم سنگی کم کند بتدریج چنانکہ سالی دو بر و بگزرد، تا نیمی را نیم من رساند چنان کم کند کہ تن را کمی آن ننماید وہم چنین عبادت و خلوت در و آوردن بطاعت و نماز اگر بکلی نماز می کرد چون در راہ حق در آید اول تا پنج نماز را نگاہ دارد وبعد از آن زیادت می کند، تا فی صلوٰتہٖ دائموت[۲].

فصل

والہ صل ان یحفظ ابن چاوش حق الشیخ صلاح الدین حفظاً فی الغیب لانہ

---

[۱] "پس ان کو سمجھاؤ، پھران کے ساتھ ہمخوابی ترک کردو، پھرانہیں مارو،" (نساء، ع ۶)

[۲] "وہ نمازمین ہمیشہ رہتے ہین،" کلام مجید کے الفاظ یون ہین، علی صلوٰتھم دائمون (معارج ع ۱)

Marfat.com

ربما ينفعه، ويندفع عنه هذه الظلمات والغشاوة، هذا ابن چاوش، اما يقول في نفسه؟ ان خلقاً من الناس قد تركوا بلادهم وآباءهم وامهاتهم واهليهم وقراباتهم وعشيرتهم، وسافروا من الهند الى السند، وعملوا رواحل من الحديد حتى تقطعت ربما يلقى انساناً له رائحة من ذلك العالم، كم من الناس ما توافي هذه حسرةً وما فازوا ولا لاقوا مثل هذا الرجل، وانت فقد لقيت في بيتك حاضراً مثل هذا الرجل وتولى عنه، ما هذا الا بلاء عظيم وغفلة،

ولم يزل مولانا ينصحني في حق شيخ المشائخ صلاح الحق والدين خلد الله ملكه انه رجل عظيم، وامثال الاشياء اني ما سمعت مولانا قط يقول ... في خدمته يسميه الا من الاياه الا باسم سيدنا ومولانا وعارف ربنا وخالقنا وغير هذه العبارة،

. . . . ليس

ان اغراضه الفاسدة قد حجبه عن هذا، واليوم يقول في الشيخ صلاح الدين انه ما ... لشيء ليت عمل الشيخ صلاح الدين من الاساءة في حقه غيرانه ... في ... له لا تقع في الجب، لشفقته عليه وعلى سائر الناس. ... لانك اذا فعلت شيئاً لا يرضى به صلاح الدين كنت في وسط قهره واذا كنت في قهره ... يتجلى بل كلما رحت تنشى وتسود من دخان جهنم ... ولقوا ... في قهره ... وا ... تنتقل من دار قهره ... لانك اذا فعلت شيئاً يرضى ... في ... فيه ... لو ... انما ينصحك لاجل غرضك و ... وانت ... الشفقة والنصيحة من علة غرض الذي يكون مثل ذا الاستاذ ...

(من) غرض اوعداوة، الیس انک اذا حصل لک ذوق تام من خمر حرام
او من حشیش او من سماع او من سبب من الاسباب فی تلک الساعة
ترضی عن کل عدو لک وتعفو عنهم وتمیل ان تبوس ارجلهم وایدیهم والکافر
والمؤمن کلاهما یستویان من تلک الساعة فی نظرک ویتحدان.

فالشیخ صلاح الدین انما هو اصل هذا الذوق وبحر الذوق (کلها) عنده فکیف
یکون له بغض الی احد، او غرض، معاذ الله انما یقول هذا شفقة
علی العباد ومرحمة علیهم، لولا ذلک فایش ما یکون منه غرض الی
هؤلاء الجرذ والضفادع لئن یکون له ذلک الملک وتلک العظمة، الیس
یستوی هؤلاء المساکین الیس ان ماء الحیوة کما قالوا انه فی الظلمات نعم
اجسام الاولیاء وماء الحیوة فیهم ولا تقدران تلتقی ماء الحیوة الا فی الظلمات
فان کنت تکره هذه الظلمات وتنتفر منها فکیف یصل الیک ماء الحیوة
الیس انک اذا طلبت ان تتعلم الخناث من المخنثین او التجربیة من القحاب
ما تقدر ان تتعلم ذلک الا ان تتحمل الف مکروه، وضرب وخلاف ما ترید
حتی تفوز بما ترید، وتتعلم ذلک فکیف ترید تحصیل حیاة باقیة
سرمدیة وتحت مقام الانبیاء والاولیاء ولا یجیء الیک مکروه
ولا تترک بعض ما عندک، کیف یصیر هذا، لا یحکم علیک الشیخ
مثل ما حکمت مشایخنا الاولون ان اترک المرأة والاولاد والمال
والمنصب بل کانوا یحکمون علیهم ویقولون اترک امرأتک حتی
نأخذها نحن وکانوا یتحملون ذلک، وانتم اذا نصحکم بشیء یسیر ما لکم

Marfat.com

لا تحملون وعسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم، الشیخ یقول هؤلاء الناس، قد غلب علیهم العمی والجهل، وما یتاملون ان الرجل اذا عشق صبیا او امراة کیف یخضع لها ویتذلل، ویفدی المال حتی یجد منها ببذل مجهوده فتتردد الیه لتطیب قلبها لیلاً ونهاراً الا تذلل من هذا وتمل من غیر هذا، فان کانت محبته للشیخ ومحبته لله، اقل من هذا، ویترک الشیخ لادنی همّ او نصیحة او دلال ویعرض عنه. فاعلم بانه لیس بعاشق ولا طالب، ولو کان عاشقاً وطالباً لتحمل اضعاف ما قلنا وکان علی قلبه، الذ من العسل والسکر،

فصل

فرمود که جانب توقات می باید رفتن، که آن طرف گرمسیرست، انطاکیه اگرچه گرمسیر است، اما آنجا اغلب رومیانند سخن ما را فهم نه کنند، اگرچه درمیان رومیان نیز آنها هستند که فهم می کنند، روزی سخن می گفتم میان جماعتی، هم جماعتی از کافران در میان بودند، در میان سخن می گریستند، و متذوق می شدند، و حالت می کردند،

یکی سوال کرد که ایشان چه فهم کنند، این جنس سخن را از مسلمانان گزیده فهم کنند ایشان چه فهم کردند که می گریستند،

فرمود لازم نیست که نفس این سخن را فهم کنند، آنچه اصل این سخن است آن را

فهم می کنند آخر همه مقرّند بیگانگیٔ آن خدا که خالق است و رزاق است و در همه متصرف و رجوع بوی است و عقاب و عفو از دست، چون این سخن را شنیدند این سخن وصف حق است و ذکر اوست پس جمله را اضطراب و ذوق و شوق حاصل شد، که ازین سخن بوی مطلوب و معشوق ایشان می آید، اگر راهها مختلف است اما مقصود یکیست، نمی بینی که راه بکعبه بسیارست بعضی از روم و بعضی از شام و از بر و بحر پس اگر در راهها نظر کنی اختلاف عظیم و مباینت بی حدست، اما چون بمقصود نظر کنی همه متفقند، و درون ها بکعبه ارتباطی عظیم است که آنجا خلافی نمی گنجد، آن تعلق نه کفرست و نه ایمان، یعنی آن تعلق مشوب نیست بآن راهها ی مختلف که گفتیم چون آنجا رسیدند آن مباحثه و جنگ و اختلاف که همدیگر را باطل و مبطل می گفتند منقطع شد چون بکعبه رسیدند معلوم شد که آن جنگها در راه بود و دیدند که مقصد یکیست،

مثلاً اگر کاسه را جان بودی بندهٔ کاسه گر بودی، و با وی عشقها باختی، اکنون این کاسه را که ساخته اند بعضی می گویند که این را چنین می باید برخوان نهادن، و بعضی می گویند اندرون او را می باید شستن، و بعضی بیرون او را، و بعضی مجموع کاسه را، بعضی می گویند حاجت نیست شستن اختلاف درین چیزهاست، اما آنک داند که کاسه را صانعی هست و از خود نشده است متفق علیه هست، و کس را درین هیچ خلاف نیست، اکنون آدمیان در اندرون دل از روی باطن محب حق اند و طالب او یند و نیاز بدو دارند و چشم داشت هر چیزے از و دارند و غیر حق را متصرف و قادر بر اشیا نمی دانند این چنین معنی نه کفرست و نه ایمان و آن را در باطن نامی نیست اما چون از باطن سوی ناودان زبان آب آن معنی روان شود و افسرده شود و نقش و عبارت گردد و حاو خا و دال گردد اینجا نامش کفر و ایمان و نیک و بدی شود و هم چنان که نباتات که از زمین می رویند در ابتدای خود صورتی ندارند

وچون روی باین عالم می آرند در آغاز کار لطیف ونازک می نمایند وسپید رنگ چندانکه درین
عالم قدم پیش می نهند، وسوی عالم می آیند کثیف وغلیظ تر می گردند، ورنگی دیگر می گیرند
اما چون مومن وکافر بهم نشینند چون بعبارت چیزی نگویند یگانه اند وبر اندیشه گرفت
نیست ودرون عالم آزادیست زیرا اندیشها لطیف اند بر ایشان حکم نتوان کردن نحن
نحکم بالظاهر والله یتولی السرائر آن اندیشهارا که حق تعالی پدید می آرد در تو، تو نتوانی آنرا
بصد هزار لاحول وجهد از خود دور کردن، پس آنچه می گویند خدا را آلت حاجت نیست
راستست، نمی بینی آن تصورات واندیشهارا در تو چون پدید می آرد بی آلتی وبی قلمی ورنگی
آن اندیشها هم چون مرغان هوائی وآهوان وحشی اند که ایشان را پیش از آن که بگیری
ودر قفس محبوس کنی وفروختن ایشان از روی شرع روا نباشد زیرا که مقدور نیست مرغ هوائی
را فروختن زیرا که در بیع تسلیم شرطست وچون مقدور تو نیست چه تسلیم کنی پس اندیشها مادام
که در باطن اند بی نام ونشان اند وبر ایشان حکم نتوان کردن نه بکفر ونه باسلام هیچ قاضی
گوید که تو اندرون چنین اقرار کردی یا چنین بیع یا سوگند بخور که در اندرون چنین اندیشه کردی
نگوید زیرا کس را بر اندرون حکمی نیست،

اندیشها چون مرغان هوا اند چون در عبارت آمدند بعد از آن توان حکم کردن بکفر
وباسلام وبه نیک وبد چنانکه اجسام را عالمیست وتصورات را عالمیست وتخیلات
وتوهمات را عالمیست، وحق تعالی ورای همه عالمهاست، نه داخل ونه خارج
تصرفات حق درنگر درین تصورات، که چون این هارا بیچون وبیچگونه
آخر آن خیال وتصورات را اگر بطلبی وسینه را بشکافی وذره ذره کنی آن اندیشه را نیابی
در خون نیابی ودر رگ نیابی، بالا وزیر در هیچ جزو وی نیابی بی جهت وبی چون

Marfat.com

وچگونہ وہم چنین بیرون نیز نباید چون تصرفات او درین تصورات بدین لطیفی است که بی نشان ست، پس او که آفرینندہ این ہمہ ست، بنگر که چگونه بی نشان باشد و چه لطیف لطیف لطیف خواہد بودن، چنانکه آن قالبہا نسبت بمعنی اشخاص کثیف اند این معانی لطیف بیچون وچگونه نسبت به باری تعالیٰ اجسام و صور کثیف اند، بیت

زیر دہ ہا اگر آن روح قدس بنمودی　　عقول و روح بشر را بدن تمر وندی

وحق تعالیٰ در عالم مصورات نگنجد، ونه در ہیچ عالمی، که اگر در عالم تصورات بگنجد، لازم آید مصور بر او محیط باشد، پس او خالق تصورات نباشد، پس معلوم شد که او ورای ہمه تصورہاست لَقَدْ صَدَقَ اللّٰہُ رَسُولَہُ الرُّؤیَا بِالحَقِّ لَتَدخُلُنَّ المَسجِدَ الحَرَامَ اِن شَاءَ اللّٰہُ[1] ہمه می گویند که در کعبه درآیم بعضی گویند که اِن شَاءَ اللّٰہُ درآییم اینہا استثنا می کنند عاشقانند زیرا که عاشق خود را بر کار و مختار نبیند در کار معشوق را داند پس می گویند، اگر معشوق خواہد درآییم اکنون مسجد حرام پیش اہل ظاہر کعبه است، پیش عاشقان وخاصان وصال حقست، پس می گویند اگر خدا خواہد بوی برسیم، وبدیدار مشرف شویم اما آنکه معشوق گوید ان شاء اللّٰہ آن نادرست وحکایت آن غریب است، غریبی باید تا حکایت غریب بشنود وتواند شنیدن،

خدا را بندگانند که ایشان معشوق ومحبوبند حق تعالیٰ طالب ایشان ست، وہر چه وظیفه عاشقان ست، او برای ایشان می کند، ومی نماید، ہمچنان که عاشق می گفت ان شاء اللّٰہ برسیم حق تعالیٰ برای آن عزیز ان شاء اللّٰہ می گوید اگر بشرح آن مشغول شویم، اولیای واصل سررشته گم کنند، پس چنین اسرار واحوال را بخلق چون توان گفتن،

قلم این جا رسید و سر بشکست

[1] ،، خدا نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر خدا چاہیگا تو مسجد حرام میں داخل ہونگے (فتح ع ۲)

Marfat.com

یکی که شتر را بر مناره نمی‌بیند تار موی در دهن شتر چون بیند آمدیم بحکایت اول اکنون عاشقان که انشاء الله می‌گویند یعنی پر کار معشوق است اگر معشوق خواهد بکعبه در آییم ایشان غرق حق اند آنجا غیر نمی‌گنجد و یاد غیر حرام است چه جای غیر است که خود را تا محو نکرد آنجا نگنجید

لیس فی الدار غیر الله

اکنون این که می‌فرماید رسوله الرؤیا خوابهای عاشقان و مشتاقان و صادقانست و تعبیرش در آن عالم پیدا شود بلکه احوال جمله عالم خواب است تعبیرش در آن جهان پیدا شود همچنانک خوابی می‌بینی که سواری بر اسب مراد رسی اسب را مراد چه نسبت و اگر بینی که که تو را درمها درست دادند تعبیرش سخنهای نیک از عالمی بشنوی درم بسخن چه ماند چنین که گفتیم احوال همه عالم خواب است الدنیا حلم النائم تعبیرهاش در آن عالم دگرگون باشد که که باین نماند آن را معبر الهی تعبیر کند زیرا بر وی همه مکشوفست همچنانکه باغبانی در باغ درآید بر درختان نظر کند بی آنک بر شاخها میوه بیند حکم کند که این خرماست و آن انجیر و آن انار است و غیره چون علم آن را دانسته است حاجت قیامت نیست که تعبیر را بیند که چه شد و آن خواب چه نتیجه داد او دیده است پیشین که چه نتیجه خواهد داد همچنین که باغبان پیشین می‌بیند که البته این درخت چه میوه خواهد داد این همه چیزهای عالم از مال و زن و جامه (و املاک و اسباب) مطلوب لغیره است مطلوب لذاته نیست نمی‌بینی که اگر صد هزار درم داشته باشی و گرسنه باشی و نان نیابی هیچ درم آن درم را خوردن و غذای خود کردن نتوانی فرزندست و قضای شهوت و جامه برای دفع سرماست همچنین بل تسلسل تشنه اوست که مطلوب لذاته است او برای او خواهند نی برای چیز دگر که چون او ورای همه است و به از همه و شریفتر و لطیفتر از همه پس او را برای کم از وی چون خواهند پس الیه المنتهی

چون بحق رسیدند بمطلوب کلی رسیدند از آنجا دگر گذر نیست،

این نفس که آدمی محل شبہ و اشکالست ہرگز بہیچ وجہ از و نتوان شبہ و اشکال را برون مگر که عاشق شود بعد از آن در وی اشکال نماند حبك الشئ يعمي و يصم ابلیس چون آدم را سجود نکرد و مخالفت امر نمود گفت خلقتني من نار و خلقته من طین[1] ذات من از نار است و ذات او از طین چون شاید که اعلی ادنی را سجود کند چون ابلیس را بدین جرم و مقابلگی نمودن و با خدا جدال کردن لعنت کرد و دور کرد گفت یا رب آه همه را تو کرده و فتنهٔ تو بود مرا لعنت می کنی و چون آدم گناه کرد حق تعالیٰ از بهشتش برون آورد با آدم گفت ای آدم چون من بر تو گرفتم بگناهیکه کردی و ترا زجر کردم چرا با من بحث نکردی آخر ترا حجت بود با من می گفتی همه از تست و تو کردی هر چه تو خواهی آن شود هر چه نخواهی خود بوجود نیاید این چنین حجت راست مبین واقع داشتی چرا نگفتی گفت یا رب می دانستم لیکن ترک ادب نتوانستم کردن حضرت و عشق نگذاشت که مواخذہ کنم،

فرمود که این شرع مشرع است یعنی آبشخوار، مثالش همچنان ست که در دیوان پادشاه در و احکام پادشاه از امر و نهی و عدل و سیاست عام و خاص را و احکام دیوان پادشاه بی حد ست در شمار نتوان آوردن و عظیم خواب ست و بر فایده قوام عالم بدانست اما احوال درویشان که فقر و مصاحبت است با پادشاه دانستن علم احکام کو و دانستن علم حاکم کو از دانستن علم حاکم تا مصاحبت پادشاه فرقی عظیمست اصحاب و احوال ایشان همچون مدرسه است که در او فقیهان باشند هر فقیهی را مدرس بر حسب استعداد او جامگی می دهد یکی را ده سیکی را بیست یکی را سی ما نیز سخن را بقدر هر کس و استعداد او می گوئیم کلموا الناس علی قدر عقولهم

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

فصل

ہر کسی این عبادت را نیتے کند، یا برای اظہار کرمے، یا برای نامے، یا برای ثواب وحق تعالیٰ را مقصود رفع مرتبۂ اولیا و تعظیم تربت و مقابر ایشان ست، ایشان بخود تعظیم محتاج نیستند، و در نفس خود معظمند، چراغ اگر می خواہد کہ او را بلند می نہند، برای دیگران می خواہد، نہ برائے خود، او را چہ زیر چہ بالا، ہر جا کہ ہست چراغ منورست، الا می خواہد کہ نور او بہ دیگران برسد این آفتاب کہ بالای آسمان ست، اگر زیر باشد ہمان آفتاب ست، الا عالم تاریک ماند پس او بالا برای خود نیست، برای غیرست، حاصل ایشان از بالا و زیر و تعظیم خلق منزہ اند، ترا کہ ذرہ ذوق و لمعۂ لطف آن عالم بروی می نماید آن لحظہ از بالا و زیر و خواجگی و بندگی و از خویشتن نیز کہ از ہمہ نزدیک ترست بیزار می شوی، و یاد ت نمی ماند، ایشان کہ معدنِ اصلِ آن نور و ذوق اند، مقیدِ زیر و بالا کے باشند، مفاخرت ایشان بحق است و حق از زیر و بالا مستغنی ست، این زیر و بالا ما راست کہ پا و سر داریم۔

رسول علیہ السلام می فرمود لا تفضلونی علی یونس بن متیٰ بان کان معراجہ فی بطن الحوت و معراجی کان فی السماء علی العرش[۱] یعنی مرا اگر تفضیل نہید برو، ازین رو منہید کہ عروج او در بطن حوت بود، و مرا بالاے آسمان، کہ حق تعالیٰ نہ بالاست و نہ زیر، تجلی بالا ہمان باشد، و در زیر ہمان، و در بطن حوت ہمان او از بالا و زیر ...

---

[۱] مجھے یونس بن متیٰ پر برتری نہ دو، کہ ان کی معراج بطن ... اور میری معراج آسمان و عرش پر ہوئی، حدیث نبوی میں صرف اتنا لفظ آیا ہے کہ مجھے یونس پر برتری نہ دو، آگے مولانا نے خود اس کی شرح کر دی ہے۔

Marfat.com

برا و همه یکیست[1]

بسیار کسان هستند که کارها می کنند، غرضشان چیزی دیگر، و مقصود حق چیزی دیگر چون خدا خواست که دین محمدؐ معظم باشد و ظاهر شود و تا ابد الدهر بماند، بنگر که برای قرآن چند تفسیر ساخته اند، ده ده مجلد، و هشت هشت مجلد، و چار چار مجلد، غرضشان اظهار فضل خویشتن، کشاف را زمخشری بچندین دقائق نحو و لغت و عبارت فصیح تصنیف کرده است برای اظهار فضل خود تا مقصود حق حاصل می شود و آن تعظیم دین محمدؐ ست، پس همگان نیز کار حق می کنند، و از غرض حق غافل، و ایشان را مقصود دیگر، حق می خواهد که عالم بماند، ایشان بشهوات مشغول می شوند، و بنیّه شهوت می رانند برای لذّت خود، از آنجا فرزندی پیدا می شود، و آن سبب قوام عالم می گردد، پس بحقیقت بندگی حق بجا می آرند، الّا ایشان بآن نیت نمی کنند و همچنین مساجد می سازند، و چندین خرجها که می کنند، در صحن و سقف آن بالا اعتبار قبله راست و مقصود معظم قبله است و تعظیم آن افزون می شود، هرچند که مقصود ایشان آن نبود،

این بزرگی اولیا از روی صورت نیست ای و الله ایشان را بالایی و بزرگی هست اما بیچون و چگونه آخر این درم بالای پول است، بالای او از روی صورت نیست، بلکه تقدیراً اگر نقره بر بام نهی و زر را زیر قطعاً زر بالا باشد علی کل حال، و لعل و دُر بالای زر، خواه زیر خواه بالا، و سبوس بالای غربالست و آرد زیر، بالا چه باشد؟ قطعاً آرد باشد، اگرچه زیرست

[1] مثنوی، دفتر ۳ تفسیر حدیث که لا تفضلونی علی یونس بن متّی ؏

گفت پیغمبر که معراج مرا — نیست بر معراج یونسؑ اجتبا،

آن من بالا، و آن او زنشیب، — زانکه قرب حق برونست از حسیب،

قرب حق نه زیر و بالا رفتن است، — قرب او از حبس هستی رستن است،

پس بالائی از روی صورت نیست، در عالم معانی چون آن گوهر در اوست، علی کل حال او بالاست،

فصل

شخصی در آمد فرمود که او محبوبست و متواضع و این از گوهر اوست، همچون شاخی که میوه اش بسیار باشد، آن میوه او را فرو کشد، و آن شاخ را که میوه نباشد سر بالا دارد همچون سپیدار، چون میوه از حد بگذرد، ستونها نهند تا بکلی فرو نیاید پیغامبر علیه السلام عظیم متواضع بود زیرا میوه های عالم اوّل و آخر برو جمع بود لاجرم از همه متواضع تر بود ما سبق رسول الله احد فی السلام گفت کسی هرگز پیش از پیغامبر سلام نگفت زیرا او پیش دستی کردی از غایت تواضع و اگر تقدیراً سلام پیشین ندادی هم متواضع او بودی و سابق در سلام او بودی زیرا اسلام را از و آموختند و از و شنیدند هرچه دارند اولیان و آخریان همه از عکس او دارند و سایه او یند اگر سایه یکی در خانه پیش از و در آید در حقیقت پیش او باشد اگرچه سایه سابقست بصورت آخر سایه که از و سابق شد فرع اوست و این اخلاق از اکنون نیست. از آن وقت در ذرها ی آدم در اجزای او، این ذرها بودند بعضی روشن بعضی نیم روشن بعضی تاریک این ساعت آن پیدا می شود اما این تابانی و روشنی سابقست و ذرّهٔ او در آدم از همه صافی تر و روشن تر و متواضع تر بود،

بعضی اوّل نگرند و بعضی آخر این ها که آخر نگرند عزیز ترند و بزرگند زیرا نظرشان با عاقبت است و با آخرت و آنها که باوّل نظر می کنند خاص ترند می گویند چه حاجت است بآخر نگریستن چون گندم کشته اند در اوّل جو نخواهد رستن و آن را که جو کاشته اند گندم [illegible] ایشان در اوّلست و قومی دیگر خاص ترند که نه باوّل نظر دارند و نه بآخر ایشان را از اوّل و آخر یاد نمی آید غرق حقند و قومی دیگرند که ایشان غرقند در دنیا باوّل و آخر نمی نگرند از غایت

غفلت ایشان علت دوزخ از این پس معلوم شد که اصل محمد[1] بوده است که لولاک لما خلقت الافلاک
هر چیزی که هست از شرف و تواضع و حکم و مقامات بلند همه بخشش اوست و سایۂ اوست زیرا
از و پیدا شده است همچنانکه هرچه این دست کند از سایۂ عقل کند زیرا که سایۂ عقل بر اوست،
هرچند که عقل را سایه نیست اما او را سایه هست بی سایه همچون که معنی را هستی هست بی هستی
اگر سایۂ عقل بر آدمی نباشد همه اعضای او معطل شوند دست بهنجار نگیرد و پا راست رفتن نتواند
چشم چیزی نبیند گوش کژ شنود پس بسایۂ عقل این اجزا کارها بهنجار می کنند و لایق بجای می آرند
و در حقیقت آن همه کارها از عقل می آید اعضا آلت اند همچنین آدمی باشد عظیم خلیفۂ وقت همچون
عقل کل است عقول مردم همچون اعضای وی اند هرچه کنند از سایۂ او باشد و اگر از ایشان کژی
پیدا از آن باشد که آن عقل کل سایه از ایشان برداشته باشد چنانکه مردی چون دیوانگی آغاز
کند و کارهای ناپسندیده پیش گیرد همه را معلوم گردد که عقل از سر او رفته است و سایه بر وی
نیفگنده و از سایه و پناه عقل دور افتاده است۔

عقل جنس ملک است اگرچه ملک را صورت هست و پر و بال هست و عقل را نیست
اما در حقیقت یک چیزند و یک فعل می کنند و یک طبع دارند بصورت نظر نمی باید کردن چون
درین معنی یک فعلند مثلاً صورت ایشان را اگر بگدازانی همه عقل شود و هیچ از پر و بال چیزی
بیرون نماند پس دانستیم که همه عقل بوده اند اما مجسم شده و ایشان را عقل مجسم گویند همچنان از موم
مرغی سازی با پر و بال اما آن همان موم باشد چون نمی گدازانی همان موم می شود و پر و بال و
پر و بال پس دانستیم که موم همان است و مرغی که از موم سازند همان موم است مجسم نقش گرفته
و همچنین یخ آب است اگر بگدازی آب محض باشد اما پیش از آن که یخ نشده بود کس آن را

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا۔

در دست نتوانستی گرفتن پس فرق میان این دست تا آن دست که آسمانها مسخّر شده است،

احوال آدمی همچنان ست که پر فرشته را آورده‌اند و بر دم خری بسته‌اند تا باشد که آن از صحبت فرشته فرشته شود زیرا ممکن ست که خر هم رنگ او شود و ملک گردد،

از خرد پر داشت عیسی بر فلک پرید | گر خرش را نیم پر بودی نماندی در خری

و چه عجب است که آن خر آدمی شود خدا قادر است بر همه چیز، آخر این طفل که اول می‌زاید از خر بتر است دست در نجاست می‌کند و به دهان می‌برد خر را باری تمیزی هست وقتی که بول می‌کند پاها را باز می‌کند تا بول بر او نچکد چون این طفل را که از خر بتر است حق تعالی آدمی با فهم و ادراک می‌کند خر را اگر آدمی کند چه عجب [illegible] پیش خدا [illegible] هیچ تعجب نیست،

در قیامت همه اعضای آدمی از دست و پا یک یک جدا جدا سخن گویند،

فلسفیان این را تاویل می‌کنند دست سخن چون گوید مگر بر دست علامتی و نشانی پیدا شود که آن به جای سخن باشد همچنان که زخمی یا دملی بر دست برآید توان گفتن که دست سخن می‌گوید خبر می‌دهد که گرمی خوردم [illegible] یا دست مجروح باشد [illegible] توان گفتن که دست سخن می‌گوید [illegible] کارد رسیده است یا دیگ سیاه رسیده است سخن گفتن اعضا و دست و پا [illegible] سنیان گویند که حاشا و کلا بلکه آن دست [illegible] سخن گوید [illegible] آدمی منکر شود که من [illegible] دست [illegible] روی به دست و پا کند که تو سخن‌گو نبودی [illegible] أنطقنا الله الذی أنطق کل شیئ[1] مرا آن کس در سخن آورد که همه چیز را در سخن می‌آورد [illegible] را آن خالقی که همه را نطق می‌بخشد مرا نیز نطق بخشید [illegible]

---

[1] [illegible]

پاره دوست من گوشت پاره سخن گفتن زبان که گوشت پاره است چون معقول است اما از آنک بسیار دیدے ترا محال می نماید، واگر نه نزد حق زبان بهانه است، چون فرمودش سخن گوی سخن گفت و هرچه امر کند سخن گوید سخن بقدر آدمی می آید،

سخن ما چون آبیست، که میزاب آن را روان می کند آب چه داند که او را میزاب کجا و بکدام دشت روان کرده است، در گلزاری یا سبزه زاری، این دانم که چون آب بسیار آید آنجا زمینهای تشنه بسیار باشد و اگر اندک آید دانم که زمین اندک ست باغچه است یا چار دیواری کوچک یلقن الله الحکمة علی لسان الواعظین بقدر همم المستمعین من کفش دوزم چرم بسیار ست الا بقدر پا برم و دوزم،

سایهٔ شخصم و اندازهٔ او | قامتش چند بود چند انم

حیوانکیست که آن در زمین می زید و در ظلمت می باشد او را چشم و گوش نیست زیرا در آن مقام که او باشد محتاج چشم و گوش نیست چون باین احتیاج ندارد نیست که خدا را چشم دگر ش حکمت یا تجلی هست الا چیزی به حاجت دهد چیزی که بے حاجت دهد بر وبال باشد حکمت و لطف و کرم حق بار بر می گیرد کسی بار کی نهد مثلاً آلت نجار بخیاط دهی که بدین کار کن بر و بال گردد چون با آن کار نتواند کردن پس چیزی را بحاجت دهد،

همچنان که آن کرمان در زیر زمین در آن ظلمت زندگانی می کنند خلقانند در ظلمات این عالم قانع و راضی اند و محتاج آن عالم و مشتاق دیدار نیستند آن چشم بصیرت و گوش و هوش ایشان را چه کار آید کار این عالم باین چشم حس که دارند بر می آید و عزم آن طرف ندارند آن بصیرت بایشان چون دهند بکارشان نمی آید،

تا ظن نبری که ره روان نیز نیند | کامل صفتان بے نشان نیز نیند

زین گونه که تو محرم اسرار نهٔ ‌‌‌‌‌‌ می پنداری که دیگران نیز نیند

اکنون عالم بغفلت قائم ست و اگر غفلت نباشد این عالم نماند شوق حق و یاد آخرت و سکر و وجد معمار آن عالم ست، اگر همه رو نماید بکلی به آن عالم رویم و اینجا نمانیم وحق میخواهد که اینجا باشیم تا دو عالم باشد پس دو کدخدا نصب کرد یکی غفلت و یکی بیداری تا هر دو خانه معمور بماند،

فصل

فرمود لطفهای شما و سعیها و تربیتها که می کنید حاضراً و غائباً من اگر در شکر و تعظیم و عذر خواستن تقصیر می کنم ظاهراً بنابر کبر نیست یا بر فراغت یا آنی و انم حق منعم را که مجازات می باید کردن بقول و فعل، ولیکن دانسته ام از عقیده پاک شما که شما آن را خالص برای خدای کنید من بخدا حواله می کنم تا عذر آن را هم او خواهد چون برای او کرده که اگر من بعد از آن مشغول شوم و بزبان اکرام کنم و مدح گویم چنان باشد که بعضی از آن اجر که حق خواهد دادن بشما و بعضی مکافات رسید این تواضعها و عذر خواستن و مدح کردن حظ دنیاست چون در دنیا رنجی کشیدی مثل بذل مال و بذل جاهی آن به که کلی عوض آن از حق باشد جهت این عذر نمی خواهم بیان آنکه عذر خواستن حظ دنیاست زیرا مال را نمی خورند و مطلوب عینه نیست مال ست و غلام و کنیزک می خرند، و منصب می طلبند تا ایشان را مدحها و ثناها گویند خود آن ست که او بزرگ باشد و محترم، و او را ثنا و مدح گویند

شیخ نساج بخاری مردی بزرگ بود و صاحب دل دانشمندان و بزرگان نزد او شدندی بزیارت و بدو زانو نشستندی شیخ امی بود، می خواستند که از زبان او تفسیر قرآن

بمعنی حدیث بشنوند، می گفت من تازی نمی دانم ترجمه آیت و یا حدیث را بگویید تا من معنی آن را بگویم ایشان ترجمه آیت می گفتند او تفسیر و تحقیق آن را بیان می کرد و می گفت رسول در فلان مقام بود که این آیت را گفت و احوال آن مقام چنین است و مرتبه آن مقام را و راه های عروج آن را به تفصیل بیان می کرد،

روزی علوی معرف قاضی را انجا مدح کرد و می گفت چنین قاضی در عالم نباشد رشوت نمی ستاند بی میل و بی محابا خالص و مخلص جهت حق میان خلق عدل می کند گفت اینکه می گوئی او رشوت نمی ستاند این یک باری دروغ است، تو مرد علوی از نسل مصطفیٰ او را مدح می کنی و ثنا می گوئی این رشوت نیست و ازین بهتر چه رشوت باشد که در مقابلهٔ او را شرح می کنی

فصل

شیخ الاسلام ترمذی گفت که سید برهان الدین سخنها ی تحقیق خوب می گوید از آن است که کتب مشایخ و مقالات و اسرار ایشان را مطالعه می کند یکی گفت آخر تو نیز مطالعه می کنی چون است که چنان سخن نمی گوئی گفت او را درد و مجاهده و عملی هست، گفت آن را چرا نمی گوئی و یاد نمی آری و از مطالعه حکایت می کنی؟

ملہ سپه سالار نے سید برہان الدین ترمذی کے حالات ذیل میں یہ واقعہ یوں درج کیا ہے:-

"نقل است که شیخ الاسلام ترمذی می گفته است، که سید برهان الدین سخنهای تحقیق خوب می فرماید از آن است که کتب مشایخ و مقالات ایشان را مطالعه کرده است، یکی گفته، آخر تو نیز مطالعه می کنی چون است که چنان سخن نمی گوئی، گفت او را درد و مجاهده و عمل است، گفت تو نیز در آن چرا نمی گوئی،، (رساله سپه سالار صفحہ ۲)

اصل آن است و ما از آن می گوییم تو نیز از آن بگو ایشان را در آن جهان بود یکی دل بر این جهان نهاده بوده اند بعضی برای خوردن نان آمده اند و بعضی برای تماشای جهان می خواهند که این سخن را بیاموزند و بفروشند این سخن همچون عروسی است و شاهدی است کنیزک خوب را که برای فروختن خرند این کنیزک بروی چه مهر نهد و بر وی چه دل بندد و چون لذت آن تاجر در این فروختن ست او عنین است کنیزک را برای فروخت می خرد او را آن رجولیت و مردی نیست که کنیزک را برای خود خرد و مخنث را اگر شمشیر هندی خاص بدست افتد از برای فروختن ستاند یا کمان پهلوانی بدست او افتد هم برای فروختن باشد چون بازوی آن ندارد کشیدن آن را لایق آن زه نیست او عاشق زه است و چون بفروشد بهای آن را به گلگونه و وسمه دهد دیگر چه خواهد کردن، عجب چون آن را بفروشد بدان چه خواهد خریدن؟

این سخن سریانیست زنهار مگویید که فهم کردیم هرچند بیش فهم و ضبط کرده باشید از فهم عظیم دور باشید فهم این بی فهمی ست خود بلا و مصیبت تو از آن فهم است ترا از آن فهم می باید رهیدن تا چیزی شوی. تو می گوئی که من مشک را از دریا پر کردم و دریا در مشک من گنجید این محال باشد آری اگر گوئی مشک من در دریا گم شد این خوب باشد و اصل این است

عقل چندان خوب است و مطلوب که ترا بر در پادشاه آورد چون بر در او رسیدی عقل را طلاق ده که این ساعت عقل زیان تست و راه زن تست چون به او رسیدی خود را بوی تسلیم کن ترا با چون و چرا کار نیست مثلاً جامه نابریده خواهی که ... برندت عقل ترا پیش خیاط آورد عقل تا این ساعت نیک بود که جامه را بدرزی آورد اکنون عقل را طلاق باید دادن پیش درزی اکنون تو در دانش خود ترک باید دادن

وهمچنین بیمار را عقل او چندان نیک ست که او را بر طبیب آرد بعد ازین پس عقل او دیگر بر نگاشت و خود را بطبیب باید تسلیم کردن،

نعرهای پنهانی ترا گوش اصحاب نعره می شنوند آنکس که چیزے دارد یا درد گوہرے و دردے هست پیدا است آخر میان قطار شتران اشتر مست پیدا باشد از چشم و از رفتار و از کفک او سیماهم فی وجوههم من اثر السجود[1]،

هرچه بن درخت می خورد، بر سر درخت از برگ و میوه پیدا شود و آنک نمی خورد پژمرده است کی پنهان ماند این هاے هوی بلند که می کنند، سرش آن ست که از سخنی سخنها فهم می کنند و از حرفی اشارتها معلوم می گردانند همچنان که وسیط و کتب مطوّل خوانده باشد از تنبیه چون کلمه بشنود چون شرح آن را خوانده است از آن یک مسئله اصلها و مسئلهها فهم کند بر آن یک حرف تنبیه هاے و هوے می کند یعنی که من زیر این چیزها می بینم؛ و این آنست که من آن جا رنجها برده ام و شبها بروز آورده، و گنجها یافته الم نشرح لك صدرك[2] شرح دل بے نهایتست، چون آن شرح خوانده باشد، از رمزے بسیار فهم کند، و آنکس که هنوز مبتدیست از آن لفظ همان معنی آن لفظ معلوم کند، او را چه خبر و هاى و هاى باشد، سخن بقدر مستمع می آید چندان که می کشد و مستفدی می شود حکمت فرو می آید چون نکشد حکمت نیز برون نیاید، ور وے نماید گوید ای عجب چرا سخن نمی آید جوابش گوید که ای عجب چرا سخن نمی کشی، آنکس که ترا قوت استماع نمی دهد گوینده را هم داعیهٔ گفتن نمی دهد،

درزمان مصطفی علیه السلام کافرے را غلامے بود مسلمان صاحب گوهر سحرے خواجهش

---

[1] ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشان پڑے ہوئے ہیں۔ (فتح آ ع ۴) [2] کیا ہم نے تمھارے سینہ کو نہیں کھول دیا۔ (سورہ انشراح)

فرمود که طاسها برگیر تا بحمام رویم در راه مصطفیؐ در مسجد با صحابهٔ نماز می کرد غلام گفت ای خواجه بالله تعالی طاسها لحظهٔ بگیر تا دوگانه بگزارم بعد از آن بخدمت روم در مسجد رفت نماز کرد مصطفیؐ بیرون آمد با جمله اصحابؓ غلام تنها در مسجد بماند خواجه تا چاشت منتظر بود بانگ می زد که ای غلام بیرون آی می گفت مرا نمی هلند چون کار از حد رفت خواجه سر در مسجد کرد تا بیند که کیست از کس ندید گفت آخر کیست که ترا نمی هلد که بیرون آیی گفت آنکس که ترا نمی گزارد که اندرون آیی خود کس اوست که تو او را نمی بینی و آدمی همیشه عاشق آن چیزست که ندیده است و نشنیده است و فهم نکرده است و شب و روز آن را طلبد،

بندهٔ آنم که نمی بینمش،

و از آن چه فهم کرده است و دیده است ملول ست و گریزان از این روست که فلاسفه رویت را منکرند زیرا می گویند که چون به بینی ممکن ست که سیر و ملول شوی و این روا نیست سنیان می گویند این وقتی باشد که او یک لون نماید چون بهر لحظه صد گونه لون می نماید کل یوم هو فی شان اگر صد هزار سال تجلی کند هرگز یکی بیکی نماند آخر تو نیز این ساعت حق را می بینی در آثار و افعال و هر لحظه گوناگون می بینی که فعلی بفعلی دیگر [illegible] تجلی دیگر در وقت گریه تجلی دیگر و همچنین در وقت خوف تجلی دیگر در [illegible] تجلی دیگر چون تجلی صفات حق در افعال و آثار او گوناگون است [illegible] او نیز چنین باشد [illegible] انبیا [illegible] لحظه هزار [illegible] می شوی [illegible] [illegible]

انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون[1]،

مفسران می گویند کہ در حق قرآن ست این ہم نیکوست اما حقیقت این ست کہ در تو
گوہری و طلبی و شوقی نہادہ ایم نگہبان آن مائیم آن را ضایع نگذاریم، و بجاے برسانیم تو
یکبار بگو خدا و آنگاہ پای دار کہ جملہ بلاہا بر تو ببارد،

یکے آمد بمصطفےٰ[2] گفت انی احبک گفت ہش دار کہ چہ می گوئی گفت انی احبک
گفت اکنون پای دار کہ باز بدست خودت خواہم کشتن وای بر تو،

یکے دیگر در زمان مصطفےٰ[2] آمد گفت کہ من این دین ترا نمی خواہم واللہ نمی خواہم، این
دین را باز بستان، چندان کہ در دین تو آمدم روزے نیاسودم، مال رفت، زن و فرزند رفت
حرمت نماند گفت حاشا کہ دین ما ہر جا کہ رفت باز نیامد تا او را از بیخ و بن برنکند و خانہ اش
را نروبد و پاک نکند کہ لا یمسہ الا المطہرون[3]،

چگونہ معشوق ست کہ تا در تو موی مہر خودت باقی باشد روے خود را بتو ننماید و لایق
وصل او نشوی و بخویشتن راہت ندہد، بکلی از خود و از عالم بیزار باید شدن و دشمن خود شدن
تا دوست روے نماید، اکنون دین ما در آن دلے کہ قرار گرفت تا او را بحق نرساند، و آنچہ
نا بایستست از وجدا نکند از دست باز ندارد پیغامبر فرمود برای آن نیاسودی و غم میخوردی
کہ غم خوردن استفراغست از آن شادیہای اوّل تا در معدہ چیزے باشد ترا چیزے ندہند،
بوقت استفراغ کسے چیزے نخورد چون فارغ شود آنگہ چیزے خورد، تو نیز صبر کن و غم
می خور کہ خوردن غم استفراغ ست بعد استفراغ شادی پیش آید شادئی کہ آن غم نباشد گلے کہ

---

[1] "ہم ہی نے اس کتاب نصیحت یعنی قرآن کو نازل کیا، اور ہم ہی اس کو محفوظ رکھنے والے ہیں" (حجر ع ۱)

[3] حاشیہ گذر چکا،

آن را خار وخطے که آن را انحصار نباشد آخر در دنیا شب و روز فراغت و آسایش می
طلبی وحصول آن در دنیا ممکن نیست مع هذا یک لحظه بے طلب نیستی راحتے نیز که در دنیا
می یابی همچون برقے است که می گزرد و قرار نمی گیرد و آنگه کدام برقے پر تگرگ، پر باران،
پر برف پر محنت

مثلاً کسی عزم انطاکیه کرده است سوے قیصریه می رود و امید دارد که بانطاکیه رسد و
سعی را ترک نمی کند مع انه که ممکن نیست که ازین راه بانطاکیه رسد الا آنک براه انطاکیه
می رود اگرچه لنگ است وضعیف اما هم برسد چون منتهاے راه این ست چون کار دنیا
بے رنج میسر نمی شود و کار آخرت همچنین بارے این رنج را سوی آخرت صرف کن تا ضائع
نباشد تو می گوئی که ای محمد دین مرا بستان که من نمی آسایم دین ما کسے را که رها کند تا او را
بمقصود نه رساند

گویند معلمے از بے نوائی در عین زمستان یکتائے کتان پوشیده بود خرسے را سیلاب
می برد سیل از کوهسارے در ربوده بود و می گذرانید و سرش در آب پنهان بود کودکان
پشتش را دیدند گفتند ای استاد اینک پوستینی در جوے افتاده است و تو سرمائی آن را
بگیر استاد از غایت احتیاج و سرما در جست که پوستین را بگیرد خرس در وی [illegible]
استاد در آب گرفتار خرس شد کودکان بانگ می داشتند که ای استاد بگذار و [illegible]
آے گفت من پوستین را رها کردم پوستین مرا رها نکند شوق حق ترا کے گذارد [illegible]
شکر ست که ما بدست خود نیستیم بدست حقیم همچنانکه طفل [illegible]
لاله الاصیحة حق تعالی نیز او را آنجا [illegible]
کردن همچنین از آنجا کشانید تا به مقام عقل رسانید و همچنین درین حالت [illegible] طفلیست تا

نسبت با آن عالم و این بستان دیگر ست نگزارد و وی را بآنجا رساند که دانی که این طفلی بود و چیزی نبود، عجبت من قوم یقادون الی الجنۃ بالسلاسل والاغلال نقا... لهم خذوهم فغلوه ثم النعیم صلوه ثم الوصال صلوه ثم الجمال الکمال صلوهم[1] صیادان ماهی را یکبا... نمی کشند چنگال در حلقوم چون رفته باشد پارهٔ می کشند تا خون رفتن می رود و دست و ضعیف می گردد بازش رها می کنند و همچنین بازش می کشند تا بکلی ضعیف شود چنگال عشق نیز چون در کام آدمی می افتد حق تعالی او را بتدریج می کشد که آن قوتها و خونهای باطل که در او ست پاره پاره از وی برود که الله یقبض ویبسط[2].

لا اله الا الله ایمان عامست و ایمان خاص آنست که لا اله الا هو، همچنانک کسی در خواب می بیند که پادشاه شده است، و بر تخت نشسته، غلامان و حجاب و امرا بر اطراف او ایستاده، می گوید می باید که من پادشاه باشم و پادشاهی غیر من نیست این را در خواب می گوید چون بیدار شود و کس را در خانه نه بیند جز خود این بار گوید که منم و جز من کسی نیست اکنون این را چشم بیداری باید چشم خوابناک آنرا نتواند دیدن و این وظیفهٔ او نیست.

هر طایفهٔ طایفهٔ دیگر را نفی می کنند این ها می گویند که حق مائیم و وحی ماراست و ایشان باطلند ایشان نیز اینها را همچنین میگویند هفتاد و دو ملت نفی یکدگر می کنند پس باتفاق می گویند که همه را وحی نیست پس در نیستی وحی متفق اند و از ین جمله یکی راهست بر این همه متفق اند اکنون ممیزی کیسی مومنی می باید که بداند که آن یک کدام است المومن کیس وطن ممیز[3] ایمان همه تمیز و ادراک هست.

---

[1] مثنوی دفتر سوم عنوان نظر کردن پیغمبر به اسیران و تبسم کردن و گفتن عجبت من قوم یجرون الی الجنة بالسلاسل والاغلال

دید پیغمبر یکی جوق اسیر　　که همی بردند و ایشان در نفیر

دیدشان در بند آن آگاه شیر　　می نظر کردند در وی زیر زیر

[2] خدا ہی تنگی و کشادگی پیدا کرتا ہی، (البقرہ ع ۳۲) [3] دیلمی اور قضاعی نے یہ حدیث مرفوع الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے المومن کیس فطن حذر وقاف لا یعجل (المقاصد الحسنہ سخاوی ص ۴۳۹)

Marfat.com

سوال کرد که اینها نمی دانند بسیارند، و آنها که می دانند اندک اند، اگر با این مشغول خواهیم شدن که تمیز کنیم میان اینها که نمی دانند، و گوهری ندارند، و میان آنها که دارند، دراز کشد، فرمود که اینها که نمی دانند اگرچه بسیارند اما اندکی را چون بدانی همه را دانسته باشی، همچون مشتی گندم را چون دانستی همه انبارهای عالم را دانستی، و همچون پارهٔ شکر را چون چشیدی، اگر صد لون حلوا سازند از شکر دانی که آنجا شکرست، چون شکر را دانسته کسی که یک شاخ از شکر بخورد چون شکر را نشناسد، مگر او را دو شاخ باشد، شما را اگر این سخن مکرر می نماید، از آن باشد که شما درس نخستین را فهم نکرده اید، پس لازم شود ما را هر روز این گفتن چنانک معلمی بود کودکی سه ماه پیش او بود از الف چیزی ندارد، نگذشته بود پدر کودک آمد که ما در خدمت چه تقصیرے کردیم گفت نے از شما هیچ تقصیر نیست اما کودک ازین نمی گذرد، او را پیش خواند گفت بگو "الف چیزی ندارد"، گفت "چیزی ندارد" الف را نمی توانست گفتن معلم گفت، حال این ست که می بینی چون ازین نگذشت وے را سبق نو چون دهم،

گفت الحمد لله رب العالمین، اینک الحمد لله رب العالمین گفتیم، از آن نیست که نان و نعمت کم شد، نان و نعمت بی نهایتست اما اشتها نماند و مهمانان سیر شدند، جهت آنکه گفته می شود الحمد لله آن ست که نان و نعمت دنیا نماند زیرا که نان و نعمت را بی اشتها چندانکه خواهی بزور توان خوردن چون جماد ست، هر جا خواهی که کشی با تو می آید، ... خود را منع کند از ناجایگاه بخلاف این نعمت الٰهی که حکمتست نعمتست ... و نعمت تمام زنده است ... سوی تو می آید، و غذای تو می شود، و چون اشتها و میل نماند آن را بزور نتوانی خوردن و کشیدن، روی در چادر کشد، و خود را بتو ننماید.

حکایت کرامات می فرمود گفت یکی از ینجا بروزی یا بلحظه ای بکعبه رود چندان عجب و کرامات نیست باد سموم را نیز آن هست که بیک لحظه هرجا که خواهد برود کرامات آن باشد که ترا از حال دون بحال عالی آرد از آنجا سفر کنی و از جهل بعقل و از جمادی بحیوة همچنانک اوّل خاکی بودی ترا بعالم نبات آورد و از عالم نبات سفر کردی بعالم علقه و مضغه آنگه بعالم حیوانی و از آنجا بعالم انسانی سفر کردی[1]، کرامات این باشد که حق تعالی این چنین سفر را بر تو نزدیک گرداند درین راهها و منازل آمدی هیچ در خاطر و وهم تو نبود که خواهی آمدن و از کدام راه آمدی و چون آمدی ترا آوردند و یقین می بینی که آمدی همچنین ترا با صد عالم دیگر گوناگون خواهند بردن منکر مشو و اگر از آن اخبار کنند قبول کن،

پیش عمر رضی الله عنه کاسه پر زهر آوردند بارمغانی گفت این چه را شاید گفتند این برای آن باشد، کسی را که مصلحت نبینند آشکارا کشتن ازین اندکی باو دهند، مخفی بمیرد و اگر دشمن باشد که بشمشیر نتوان کشتن بپاره ازین پنهان او را بکشند گفت سخت نیکو چیزی آورده اید بمن دهید که این را بخورم که در من دشمنی هست عظیم شمشیر باوی نمی رسد و در عالم از و دشمن تر مرا کسی نیست. گفتند این همه حاجت نیست که بیکبار بخوری ازین ذره بس باشد این صد هزار کس را بس است گفت این دشمن نیز یک کس نیست هزار مرده دشمن است و صد هزار کس را نگونسار کرده است بستد و آن همه

---

[1] مثنوی میں متعدد مقامات پر اسی مسئلہ کو بیان کیا ہے مثلاً جلد ۴ عنوان در بیان اطوار خلقت آدم میں ؎

آمده اوّل به اقلیم جماد — از جمادی در نباتی اوفتاد، الخ

پھر جلد ۳، عنوان جواب عاشق عاذلان و تهدید کنندگان را، میں ؎

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مردم بحیوان سر زدم الخ

ملفوظات میں بھی یہی مضمون ایک جگہ بیشتر بیان ہو چکا ہے،

Marfat.com

را بیکبار در کشید آن گروه که آنجا بودند جمله بیکبار مسلمان شدند و گفتند که دین تو حقست عمر رضی الله عنه گفت شما همه مسلمان شدید و این کافر هنوز مسلمان نشده است،

اکنون غرض عمر ازین ایمان ایمان عام نبود و اورا آن ایمان بود وزیاده بلک ایمان صدیقان داشت اما غرض او ایمان انبیا وخواص وعین الیقین بود و آن توقع داشت چنانکه آوازه شیری براطراف عالم شایع گشته بود مردم برای تعجب ازمسافت دور قصد آن بیشه کردند برای دیدن آن شیر یکساله راه مشقت کشیدند ومنازل بریدند چون در آن بیشه رفتند وشیر را از دور دیدند باز ایستادند وپیش نمی توانستند یک قدم نهادن گفتند آخر چندین راه قدم نهادید برای عشق این شیر و این شیر را خاصیتی هست که هرکه پیش او دلیر رود وبعشق دست بروی مالد هیچ گزندی بوی نرساند واگر کسی ازو ترسان وهراسان باشد این شیر ازو خشم گیرد بلک بعضی را قصد می کند که چه گمان بدست که در حق من می برید گفتند اکنون چیزی که چنین است یکساله راه قدم زدید اکنون که نزدیک شیر رسیدید این ایستادن چیست قدمی بیشتر نهید کس را زهره نبود که یک قدم پیشتر نهد گفتند آن همه قدمها زدیم آن همه سهل بود قدم این است که در پیش شیر

اکنون مقصود عمر از آن ایمان این قدم بود که یک قدم در حضور شیر سوی شیر نهند آن قدم نادرست جز کار خاصان ومقربان نیست و قدم خود این است این ایمان جز انبیا را نرسد که دست از جان خود شستند یار خوش چیزیست زیرا یار از خیال یار قوت می گیرد ومی بالد وحیات می یابد چه عجب می آید مجنون را خیال لیلی قوت داد جایی که خیال معشوق مجازی را این قوت و تاثیر باشد که یار او را قوت دهد یار حقیقی را چه عجب می داری که قوتها بخشد خیال او در حضور و غیبت.

چه جای خیال ست آن خود جان حقایق است آنرا خیال نگویند عالم بر خیال قایمست
و این عالم را حقیقت می گویند جهت آن که در نظر می آید و محسوس ست، و آن معانی را که این
عالم فرع آن ست خیال می گوئی کار بر عکس است خود خیال این عالمست که آن
معنی صد چون این پدید آرد و او کهن نگردد منزه است از نوی و کهنگی، فرعها ی او متصف
اند به کهنگی و نوی و او محدث اینهاست و از هر دو منزه است و وراے هر دو ست
مهندسی خانهٔ در دل خود در انداز د و خیال بند د که عرضش چندین و طولش چندین
صُفّه اش چندین صحنش چندین این را خیال نگویند که آن حقیقت ازین خیال می زاید و فرع
این خیال ست آری اگر غیر مهندس در دل چنین صورت در خیال آورد آن خیال ست،

فصل

از فقیر آن به که سوال نکند زیرا آنچنانست که او را تحریض می کنی بر اختراع دروغ
زیرا که چون او رجسمانی سوال کند او را لازم ست جواب بر وفق عقل او گفتن و چنانکه حقست
بوی نتوان گفتن[۱] چون او لائق و قابل آن نباشد و حلق و دهان او لایق چنین لقمه نیست پس
او را لائق حوصله او و طبع او جوابی دروغ باید و دروغ اختراع باید کردن تا او دفع
گردد اگر چه هر چه فقیر گوید آن حق باشد دروغ نباشد و سخن آنست و حق آنست اگر دروغ
هم باشد اما بنسبت به شنونده راست باشد و افزون از راست،
درویشی را شاگردی بود برای او دریوزه می کرد روزی از حاصل دریوزه او را

---

[۱] مثنوی، دفتر اوّل، آغاز کتاب،

در نیابد حال پخته هیچ خام | پس سخن کوتاه باید والسلام

طعامی آورده و آن درویش بخورد، آن شب محتلم شد، بپرسید که این طعام را از پیش که آوردی گفت دختری خوب بمن داد، گفت والله بیست سالست تا من محتلم نشده ام این اثر لقمهٔ او بود،

همچنین درویش را احتراز می باید کردن، و لقمهٔ هر کسی را نباید خوردن، که درویش لطیفست در او زود اثر می کند و چیزها ظاهر می شود همچنانکه در جامهٔ پاک سپید اندکی سیاهی بر سد ظاهر گردد اما بر جامهٔ سیاه پیدا نشود، نه بر جامه و نه بر ناظران، پس چون چنین است، درویش را لقمهٔ ظالمان و حرام خواران و جسمانیان نباید خوردن که آن لقمه زود اثر کند و اندیشهای فاسد از تاثیر آن لقمهٔ بیگانه ظاهر گردد همچنانکه از طعام آن دختر آن درویش محتلم شد،

فصل

اوراد طالبان و سالکان آن باشد که باجتهاد و بندگی مشغول شوند و زمان را قسمت کرده باشند بهر کاری تا آن زمان موکل شود ایشان را همچون رقیبی بحکم عادت مثلاً چون بامداد برخیزد آن ساعت بعبادت اولی ترکه نفس ساکن ترست و صافی تر هر کس بدان نوع بندگی که لائق او باشد و باندازهٔ شرف نفس او باشد، می کند، و بجامی آورد و انا لنحن الصافون[1] و انا لنحن المسبحون[2] صد هزار صف هر چند پاک تر می شوند پیشتر می برند و هر چند کمتر می شوند بعقب پستر می برند که اخروهن من حیث اخرهن الله این قصه درازست و از این دراز گریز نیست هر که این قصه کوتاه کرد عمر خود را و جان خود را کوتاه کرد الا من عصمه ...

---

[1] ہم ہر وقت صف بستہ ہیں، (صافات ع ۵) [2] ہم ہر وقت تسبیح کرنے والے ہیں (صافات ع ۵)،

و اما اوراد و واصلان بقدر فهم تو می گویم آن باشد که بامداد ارواح مقدس و ملائکهٔ مطهر و آن خلق که لا یعلمهم الا الله که نام ایشان مخفی داشته است از غایت غیرت بسلام و زیارت ایشان بیایند و رایت الناس یدخلون فی دین الله[1] الملائکة یدخلون علیهم من کل باب[2] تو پهلوی ایشان نشسته نبینی و از آن سخنان و سلامها نشنوی و این چه عجب می آید که بیمار در حالت نزدیک مرگ خیالات بیند که آنک پهلوی او بود خبر ندارد و نشنود که چه می گوید آن حقائق هزار بار ازین خیالات لطیف‌ترند، و این را تا بیمار نشود چنان بیماری نبیند، و نشنود و آن حقائق را تا نمیرد پیش از مرگ نبیند، آن زیارت کننده که احوال نازکی اولیا را می داند و عظمت ایشان را آنجه که در خدمت او اند اول بامداد چندین ملائکه و ارواح مطهر آمده اند بی شمار توقف می کنند تا نباید که در میان خیال او در درآید، شیخ را زحمت باشد چنانک غلامان بدر سرای پادشاه حاضر شوند، هر بامداد وردشان آن باشد بلکه هر یکی را مقامی معلوم و خدمتی معلوم و پرستشی معلوم و بعضی از دور خدمت کنند، و پادشاه در ایشان ننگرد، و نادیده آرد الا بندگان پادشاه بینند که فلان خدمت کرد، و چون پادشاه در دیوان باشد که بندگان بیایند بخدمت او از هر طرفی او زیرا بندگی نماند، تخلقوا باخلاق الله[3] حاصل شد کنت له سمعا و بصرا[4] حاصل گشت و این مقامی ست سخت عظیم،

گفت هم چنین است که عظمت آن چنین و فنا و یا بهم در فهم نیاید، اگر اندکی از عظمت آن را او بابد نه عین ماند نه مخرج حرف عین، نه ظا ماند نه مخرج حرف ظا، نه هست ماند نه نیست

[1] اور لوگوں کو تم دیکھو گے کہ دین میں داخل ہوتے چلے جاتے ہیں، (سورہ نصر) [2] اور ہر دروازے سے فرشتہ ان کے پاس آتے رہتے ہیں، (رعد ع ۳) [3] اپنے کو اوصاف خداوندی سے متصف کرو [4] میں اس بندہ کا کان اور آنکھ بن جاتا ہوں،

Marfat.com

از لشکر ہائے انوار شہر وجود خراب شود اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا[1] اگر شترے در خانہ موشے پا نہادہ در خانہ کوچک در آید خانہ ویران شود ویران شود امّا در آن خرابی ہزار گنج باشد

گنج باشد بہ موضع ویران　　　　سگ بود سگ بجائے آبادان

چون شرح مقام سالکان را دراز گفتیم، شرح احوال واصلان را چہ گوئیم، الا آنہا را نہایتے ہست امّا این ہا را نہایتے نیست، نہایت سالکان وصل است، نہایت واصلان چہ باشد آن وصلی کہ آن را فراق نتواند بودن ہیچ انگوری باز غورہ نشود و ہیچ میوۂ پختہ باز خام نگردد[2]

حرام دارم با مردمان سخن گفتن　　　　وچون حدیث تو آید سخن دراز کنم

واللہ دراز می کنیم کوتاہ می کنیم،

خون می خورم وتو بادہ می پنداری　　　　جان می بری وتو دادہ می پنداری

ہر کہ این را کوتاہ کرد چنان بود کہ راہ راست را رہا کند در بیابان مہلک گیرد۔

فصل

قال الجاجرمی شرب عندی طائفۃ من اصحاب الشیخ صلاح الدین [illegible] وقالوا انما المسیح عیسی بن مریم هو الله کما تزعمون ونحن نعترف بان ذالک حق ونحن نکتمہ ونتکرہ قصداً المحافظۃ للملۃ قال [illegible] ان [illegible] واللہ وحاشا للہ هذا الکلام من اسکرہ نبیذ من الشیطان [illegible] الذلیل المذل المعطل [illegible] جناب الحق ولیت [illegible]

[1] بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے ویران کر دیتے ہیں [illegible]

[2] چون [illegible] گشت کاملی از رست　　　　[illegible]
ہیچ آیینہ [illegible] نشد　　　　ہیچ نان [illegible] نشد
ہیچ انگور [illegible] نشد　　　　ہیچ میوہ پختہ با [illegible] نشد

Marfat.com

ضعیف یهرب من مکر الیهود من بقعة الی بقعة وصورته اقلّ
من ذراعین، حافظًا للسموٰت السبع ثخانة کل سماء خمسمائة عام، وبین کل
سماء الی سماء خمسمایة عام وثخانة کل ارض خمسمائة عام بین الارض الی الارض
خمسمایة عام وتحت العرش بحر عمقه هکذا والله ملك ذلك البحر الی کعبه و
اضعاف هکذا فکیف یعترف عقلك ان یکون متصرفها ومدبرها اضعف
مما ذکر ثم قیل ان عیسیٰ کان خالق السموات والارض سبحانه وتعالیٰ عمّا
یقول الظالمون علوًا کبیرًا، قال المسیحی خاک باخاک رفت وپاک باپاک رفت
قال فلو کان روح عیسیٰ هو الله فاین راح روحه وانما یروح الروح الی
اصله وخالقه، وان کان الاصل هو فالخالق این یروح، قال المسیحی نحن
وجدنا هکذا فاتخذناه ملة قال فانك لو وجدت او ورثت من ترکة
ابیك ذهبًا قلبًا اسود فاسدًا اما تبدله بذهب صحیح المعیار صاف
عن الغل والغش بل تاخذ القلب وتقول وجدنا هذا او بقیت من ابیك
ید شلّاء ووجدت دواءً وطبیبًا یصلح یدك الشلاء ما تقبل
وتقول وجدت یدی هکذا شلاء فلا ارغب الی تبدیلها او
وجدت ماءً مالحًا فی ضیعة مات فیها ابوك وتربیت فیها ثمّ
هدیت الی ضیعة اخری ماءها عذب ونباتها حلو واهلها اصحّاء
اما ترغب الی النقل الیها والشرب من الماء العذب لتذهب عنك
الامراض والعلل، بل تقول انا وجدنا تلك الضیعة وماءها المالح المورث
للعلل فنتمسك بما وجدنا، حاشا لن یفعل هذا ولن یقول هذا من کان عاقلا

Marfat.com

ذا حسن صحیح إنّ اللّٰہ تعالیٰ قد اعطی لك عقلاً علیٰ حدۃ غیر عقل ابیك ونظراً
علی حدۃٍ غیر نظر أبیك وتمیزاً علیٰ حدۃ فلم تعطل نظرك وعقلك وتتبع
عقلاً یردیك ولا یهدیك کان رجل ابوہ اسکافاً فوصل الی حضرۃ
السلطان وعلمہ اداب الملوك والسلحداریۃ واعطاہ اعلی المناصب یقول
انا وجدنا آباءنا اساکفۃ فلا نرید ھذہ المرتبۃ بل اعطنی ایہا السلطان
دکاناً فی سوق الاساکفۃ بل الکلب مع کمال خستہ اذا علم الصید وصار
صیاد السلطان نسی ما وجدہ من ابیہ وامّہ من السکون الی المزابل
والخرابات والحرص علی الجیفۃ بل یتبع خیل السلطان ویتابع الصید وکذا
البازی اذا ادبہ السلطان لا یقول البتۃ انا وجدنا من ابائنا المقام فی
واکل المیتۃ، فلا نلتفت الی طبل السلطان ولا الی صیدہ فاذا کان عقل
الحیوان ان یتشبث بما وجدہ احسن مما ورثہ من ابیہ فمن اقبح القبائح
ان یکون الانسان یفضل علی اھل الارض بالعقل والتمیز دون ما
فیہ من الحیوان نعوذ باللّٰہ من ذلك نعم ان یقال ان رب عیسیٰ
اعز عیسیٰ وقربہ فمن خدم عیسیٰ فقد خدم الرب ومن اطاعہ فقد اطاع
الرب فلما بعث اللّٰہ نبیاً افضل من عیسیٰ واظہر علی یدہ ما اظہر علی یدی عیسیٰ وزیادۃ وجب متابعۃ ذلك
النبی لکونہ نبی اللّٰہ لا لعینہ ولا یعبد لعینہ الا اللّٰہ ولا یحب لعینہ الا اللّٰہ
وان فی سلك المنتهی یعنی منتہاہ ان یحب الشی لغیرہ ویطلب لغیرہ حتی ینتہی

کعبہ را جامہ کردن از ہوس است | یا بیت جمال او مرا بس است

الیس الکحل فی العینین کالکحل

کما ان حلاوۃ الثیاب ورثاثتہا تکتم لطف الغناء والاحتشام کذٰلک جی دۃ الثیاب
وحسن الکسوۃ یکتم سیماء الفقراء وجمالہم وکمالہم اذا تخرق ثوب الفقیر انفتح قابہ
سری ہست کہ بکلاہ زرین آراستہ شود، وسری ہست کہ بتاج مرصع جمال جعد او پوشیدہ
شود زیرا جعد خوبان جذاب عشقست وتختگاہ دلہاست، تاج مرصع حجاب است و پوشندۂ آن
معشوق فوادست انگشتری سلیمان را در ہمہ چیزہا جستیم، در فقر یافتیم، با این شاہد ہمہ تکنہا کردیم ہیچ
چیز چنان راضی نشد کہ بدین آخر من روسپی پارہ ام، از خردگی کار من این بودہ است، چون
ندانم ما نہمار این پردار و پردہ ہا را این بسوزد، اصل ہمہ طاعتہا این ست باقی فرعست چنانک
حلق گوسفندی ببری در پاچہ او دمی چہ منفعت کند چہ ہم سوی عدم پرد آخر این خوشیہا آنجاست واللہ مع الصابرین[1]
ہرچہ در بازار کائنست یا نا کوئی یا شعروجی یا اثاثی یا متاعی یا پیشہ سر رشتہ ہر یکی از آنہا
حاجت است در نفس انسان و آن سر رشتہ پنہان ست تا نالیست نشود و آن چیز را سر رشتہ
نہ جنبد پیدا نشود، ہمچنان ہر ملتی و ہر دینی و ہر کراماتی و معجزہ و احوال ہمہ انبیا از ہر یکی از آنہا سر رشتہ است
در روح انسانی تا آن نالیست نجنبد آن سر رشتہ نجنبد و ظاہر نشود و کل شئی احصیناہ بامام مبین[2]
گفت عاقل نیکی و بدی یک چیزست یا دو جواب ازین رو کہ وقت تردد در مناظرہ اند
قطعاً دو باشد کہ کس با خود مخالفت نکند و ازین رو یکی ست کہ لا ینفکست بدی از نیکی زیرا نیکی ترک بدیست و ترک
بدی بے بدی محال ست بیان آن کہ ترک بدی نیکیست کہ اگر داعیۂ نیکی بود ترک میل بدی
نبود پس شر نبود چنانک مجوس گفتند کہ یزدان خالق نیکہاست و اہرمن خالق بدیہا و مکروہات
جواب گفتیم کہ محبوبات از مکروہات جدا نیست زیرا محبوب بے مکروہ محال ست کہ محبوب زوال
مکروہ محال ست شادی زوال غم ست و زوال غم بی غم محال ست پس یکی باشد لا یتجزی

---

[1] اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے [2] ہر شے ہم نے ایک کھلی ہوئی کتاب میں محفوظ کر دی ہے۔

گفتیم تا چیزی فانی نشود فائده او ظاهر نشود چنانک سخن تا حروف او فانی نشود در نطق فائده آن بمستمع نرسد هر که عارف را بد گوید آن نیک گفتن عارف ست در حقیقت زیرا عارف از آن صفت گریزان ست که نکوهش بر وے نشیند عارف عدو آن صفتست پس بد گوینده آن صفت بد گوینده عدو عارف باشد و ستاینده عارف بود از آنک عارف از چنان مذمومی می گریزد و گریزنده از مذموم محمود بود و بضدها تتبین الاشیاء پس حقیقت عارف می داند که او عدو من نیست و نکوهنده من نیست که من مثال باغ خرمم و گرد من دیوار یست و بر آن دیوار حدثهاست و خارها هر که می گذرد باغ را نمی بیند آن دیوار و آلایش را می بیند و بد آن را می گوید باغ بکس چه خشم گیرد الا این بد گفتن او را زیان کار ست که او را بآن دیوار می باید ساختن تا بباغ رسیدن پس بنکوهش این دیوار از باغ دور ماند پس خود را هلاک کرده باشد مصطفی فرمود انا الضحوک القتول[1] یعنی مرا عدو نیست تا در قهر او خشمگین باشم او جهت آن میکشد کافر را بیک نوع تا آن کافر خود را ازین صد لون لاجرم ضحوک باشد در کشتن

فصل

پیوسته شحنه طالب دزدان باشد و دزدان از وگریزان این طرفه که دزدی طالب شحنه است و خواهد که شحنه مرا بگیرد و بدست آرد حق تعالی با بایزید گفت چه خواهی گفت خواهم که نخواهم ... اکنون آدمی را دو حالت بیش نیست یا بخواهد یا نخواهد این که همه نخواهد صفت آدمی نیست این آنست که از خود تهی شده است و کلی نمانده که اگر او مانده بودی آدمیت در و بودی که خواهد و نخواهد پس حق تعالی می خواست که او را کامل کند و شیخ تمام گرداند تا بعد از آن او را ... شود که آنجا دوئی و فراق نگنجد وصل کلی و اتحاد باشد زیرا همه رنجها از آن می خیزد که یکی چیزی می خواهی

[1] یعنی مسکراتا ہوا قاتل ہوں۔ اس حدیث کی سند نہیں ملی۔

Marfat.com

ومیسر نشود چون نخواہی بر نج نماند مردمان منقسم اند وایشان را درین طریق مراتبست بعضی بسعی و جہد بجاے برسند کہ آنچ خواہند باندرون واندیشہ بفعل آرند این مقدور بشری ست اما آنک در اندرون دعدغہ خواست واندیشہ نیاید آن مقدور بشر نیست آن را جز جذبہ حق از و نبرد قل جاء الحق وزھق الباطل[1]،

ادفع یا مومن فان نورک اطفأ ناری[2] مومن چون تمام اورا ایمان حقیقی باشد او ہمہ فعل کند کہ حق خواہد خواہ جذبہ او باشد خواہ جذبہ حق اینچ می گویند بعد از مصطفٰےؐ وحی بر دیگران منزل نشود چرا نشود شود اما آن را وحی نخوانند معنی آن باشد اینک می گوید المومن ینظر بنور اللہ[3] چون بنور خدا نظر می کند ہمہ را ببیند اول آخر غائب حاضر را از نور خدا چون چیزے پوشیدہ باشد اگر پوشیدہ شود آن نور خدا نبود پس معنی وحی ہست اگرچہ آن را وحی نخوانند،

عثمان رضی اللہ عنہ چون خلیفہ شد بمنبر رفت خلق منتظر بود کہ چہ فرماید خموش کرد و ہیچ نگفت در خلق نظری کرد بر خلق حالتے و وجدے نزول کرد چنانک پروائے ایشان نماند کہ بیرون روند از ہمدیگر خبر نداشتند کہ کجا نشستہ اند کہ بصد تذکیر و وعظ و خطبہ ایشان را چنان حالتے نیکو نشدہ بود فایدہا و کشفہا حاصل شد و سرہاے معلوم گشت کہ بچندین عمل و وعظ نشدہ بود تا آخر مجلس ہمچنین نظر می کرد و چیزی نمی فرمود چون خواست فرو آمدن گفت ان لکم امام فعال خیر من امام قوال، راست فرمود چون مراد از گفت حاصل کردہ بودند و تبدیل اخلاق بی گفت آن از گفت حاصل کردہ بودند میسر شد پس آنچ فرمودہ بین صواب فرمود آدمی کہ خود را فعال گفت و در آن حالت فعلی نکرد ظاہر کہ آن را بنظر توان دید نماز نکرد و روزہ و صدقہ نکرد و ذکر و خطبہ نہ

---

[1] کہدو اے پیغمبر کہ حق آیا اور باطل ہلاک ہو گیا (بنی اسرائیل ع ۹) [2] اے مومن تو دور ہو جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا ہے، [3] مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے، حدیث شریف صحیح بخاری کتاب الادب

ازین ہا بود پس دانستیم کہ عمل و فعل آن صورت نیست تنہا بلکہ این صور تہا صورت آن عمل ست و آن عمل جان این،

چنانک مصطفیؐ فرماید اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم[1] این کہ کی در ستارہ نظر می‌کند و راہ می برد ہیچ ستارہ سخن می گوید با وی؟ نی الا بمجرد آن کہ در ستارہ نظر می کند و راہ را از بی راہ می داند و بمنزل می رسد ہمچنین ممکن ست کہ در اولیاء حق نظر کنی ایشان در تو تصرف کنند بی گفتی و بحثی مقصود حاصل شود و ترا بمنزل وصل برساند،

فمن شاء فلینظر الی فمنظری نذیر الی من ظن ان الہوی سہل

در عالم خدا ہیچ صعبتر از تحمل محال نیست مثلاً تو کتابی را خواندہ باشی و تصحیح و معرب کردہ یکی آن کتاب را پہلوی تو نشستہ است و کژ می خواند ہیچ توانی آن را تحمل کردن ممکن نیست و اگر آن را نخواندہ باشی ترا ہیچ تفاوت نکند اگر کژ خواند و اگر راست چون تو کژ را از راست تمیز نکردہ پس تحمل محال مجاہدۂ عظیم است اکنون انبیا و اولیا خود را از [illegible] مجاہدہا کہ در طلب داشتند قتل نفس و ترک شہوات و آن جہاد اکبرست و چون واصل شدند و در امن مقیم شدند و بر ایشان کژ و راست کشف شد و دانستند باز در جہاد عظیم‌اند زیرا افعال خلق ہمہ کژست و ایشان می بینند و تحمل می کنند کہ اگر تحمل نکنند و بگویند یک کس پیش ایشان بایست نکند و کس سلام مسلمانی بر ایشان ندہد الا حق تعالی ایشان را [illegible] دادہ است کہ تحمل می کنند از صد کژی یکی را می گویند تا او را دشوار نیاید و باقی را [illegible] می کنند کہ کژت راست است تا بتدریج این کژیہا را یک یک از او [illegible]

---

[1] میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں جس ستارے کی [illegible]
سند نہیں ملی۔

چون بسطر رسد کودک سطر بنویسد و بمعلم می نماید پیش معلم آن همه کژ است و بد بطریق صنعت و مدا
می گوید که جمله نیک است احسنت احسنت الا این یک حرف را از آن سطر بد می گوید و بوی
می نماید که چنین می باید نشستن باقی را تحسین می کند تا دل او نرمد و ضعیف نشود و بآن تحسین قو
می گیرد و همچنان بتدریج تعلیم می کند و مدد می یابد،

انشاءالله امیدواریم که امیر را حق تعالی بمقصودها برساند هرچه در دل دارد و می خوا
و آن چیزها نیز و دولتها که در دل ندارد و نمی داند که چه چیزست که آن را بخواند و اصل اصل
امیدست که میسر شود که چون آن را ببیند و مطالعه کند و آن بخششها بوی رسد ازین خواستها و تمنا
اوّل شرمش آید که چنین چیزی مراد پیش بود با وجود چنین دولتی و نعمتی ای عجب من آنها را چون
تمنا می کردم شرمش آید عطا آن را گویند که در وهم آدمی نیاید و نگذرد زیرا هرچه در وهم او گذ
اندازهٔ همت او باشد و اندازهٔ قدر او باشد اما عطای حق اندازهٔ قدر حق باشد پس عطای حق آن
بود که لایق حق بود نه لایق وهم و همت بنده مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب
هرچند که از آنچ توقع داشتی چشمها آن را دیده بودند و گوشها جنس آن شنیده و در دلها جنس آن
مصور شده اما عطای من بیرون آن جمله باشد و ورای آن همه،

فصل

صفت یقین شیخ ست کامل و ظنهای نیکوی راست مریدان اویند علی التفاوت ظن
و اغلب الظن و اغلب اغلب الظن و علی هذا همچنین هر ظنی که افزون ترست از یقین نزدیک
تر و از انکار دورتر و من ایمان ابی بکر رضی همه ظنون راست از یقین شیری خورندی
افزاینده آن شیر خوردن و افزون شدن نشان آن تحصیل زیادتی ظن ست بعلم و عمل

Marfat.com

تا ہر کی یقین شوند و در یقین فانی شوند بکلی زیرا چون یقین شوند ظن نماند این شیخ و مریدان ظاہر در عالم اجسام نقشہای شیخ یقین اند و مریدانش دلیل بر آنک این نقشہا متبدل شود و در آید دور پر قرناً بعد قرنٍ و آن شیخ یقین و ظنون کہ فرزندان راست اوبند قائم اند در عالم علی مرّ الادوار والقرون من غیر تبدل باز ظنون غالط ضال منکر راندگان شیخ یقین اند کہ ہر روز از وی دور تر شوند و ہر روز پس تر ندزیرا ہر روز می افزایند در تحصیلی کہ آن ظن بد و بیفزاید فی قلوبہم مرض فزادہم اللہ مرضا[1]

اکنون خواجگان خرما می خورند و شتران خار می خورند قال اللہ تعالیٰ افلا ینظرون الی الابل[2] الا من تاب و آمن و عمل صالحاً فاولئک یبدل اللہ سیئاتہم حسنات[3] تحصیلی کہ کردہ است در افساد ظن این ساعت قوت شود در اصلاح ظن ہمچنانک دزدی دانا توبہ کرد و شحنہ شد آن ہمہ طراریہای دزدی کہ می ورزید این ساعت قوت شد در عدل و احسان بفضل دارد بر شحنگان دیگر کہ اول دزد نبودہ اند زیرا کہ این شحنہ دزد بیشہ شیوہ دزدان را نیکو داند احوال دزدان از و پوشیدہ نماند این چنین کس اگر شیخ شود سخت کامل باشد و رہبر عالم و مہدی زمان،

فصل

وقالوا تحیو نا فلا تفر بی ننا   فکیف وانتم حاجتی اتجنب

معلوم می باید دانستن کہ ہر کسی ہر جا کہ ہست پہلوی حاجت خویش است لاینفک ہر حیوانی پہلوی حاجت خویشتن است...

---

[1] ان کے دلوں میں روگ تھا سو خدا نے ان کے روگ کو بڑھا دیا،، (بقرہ ر ۲ ع ۲)
[2] طرف نہیں دیکھتے،، سورہ غاشیہ [3] البتہ جن لوگوں نے توبہ کی،، ایمان لائے ۔۔۔ نیک عمل کئے ۔۔۔ خدا ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دیتا،، (فرقان ع ۔)

صاحبه اقرب الیه من ابیه و امه ملتصق به و آن حاجت بند اوست که او را می کشد این سودا
سو هیچو مهار و محال باشد که کسی خود را بند کند زیرا او طالب خلاص طالب بند باشد پس ضرور
او را کسی دیگر بند کرده باشد مثلاً او طالب صحت ست پس خود را رنجور نکرده باشد زیرا محال با
که هم طالب مرض بود هم طالب صحت و چون پهلوی حاجت خود بود و پهلوی حاجت دهنده خ
بود الا آنک نظر او بر مهار ست از بهر آن بی عز و مقدار ست اگر نظر او بر مهار کش بودی
از مهار خلاص یافتی مهار او مهار کش او بودی زیرا او مهار برای آن نهاده اند که بی مهار
با مهار کننده می رود و نظر او بر مهار کننده نیست لاجرم سنسمه علی الخرطوم[1] در بینش کنیم مهار
می کشیم بی مراد خویش چون او بی مهار در پی ما نمی آید،

یقولون هل بعد الثمانین ملعب — فقلت وهل قبل الثمانین ملعب

حق تعالی صبوتی بخشید پیران را از فضل خویش که صبیان از آن خبر ندارند، زیرا صبو
بدان سبب تازگی می آرد بر می جهاند، و می خنداند، و آرزوی بازی می دهد، که جهان را نو می بین
ملول نشده است، از جهان چون این پیر همه جهان را نو بیند، همچنان بازیش ازو کند و رجسته
باشد و گوشت و خون او بیفزاید،

لقد جل خطب الشیب ان کان کلما — بدت شیبة یعدو من اللهو مرکب

پس جلالت پیری از جلالت حق افزون باشد که بهار جلالت حق پیدا آید و خزان
پیری بر آن غالب باشد و طبع خزانه خود را بگزارد پس ضعیف کننده بهار فضل حق باشد که به
ریختن دندانی خنده بهار کم شود و بهر سپیدی موی سرسبزی فضل حق باده باشد و بهر گریه باران خز
باغ حقایق منغص شود، تعالی الله عما یقول الظالمون،

---

[1] ہم اس کی ناک پر داغ لگائیں گے،، (قلم، ع ۱)

فصل

دیدش بر صورت حیوان وحشی وعلیہ جلد الثعلب، فقصدت اخذہ وهو
لی غرفة صغیرة، ینظر من الدرج، فرفع یدیه ویتغر، لکن اولکن اتمر رایت
لان الدین یری عندی علی صورة ذلة فقفز فاخذته وهو یقصد ان یعضنی
، ضمت راسه تحت قدمی وعصرته عصراً کثیراً حتی خرج کل ما کان فیه
م نظرت الی حسن جلده قلت هذا یلیق ان یملأ ذهباً وجوهراً ودراً و
قوتاً وافضل من ذلک، ثم قلت اخذت ما اردت فانظرح یا نافر حیث
شئت، وانقفز الی ای جانب رایت، وانما قفز انه خوفاً من ان یغلب، و
المغلوبیة سعادة، لاشک انه یصور مراتب الشهابیة وغیره،
اشرب فی قلبه وهو یرید ان یدرک کل شیٔ وکل احد من ذلک الطریق
الذی اجتهد فی حفظه، والتذ به ولا یمکنه ذلک، لان العارف حاله لا
یصطاد بتلک الشبکات، ولا یلیق امساک هذا الصید بتلک الشبکات، وان
کان صحیحاً مستقیماً فالعارف مختار فی ان یدرکه مدرک، لا یمکن لاحد ان
یدرکه الا باختیاره، انت قعدت مرصاداً لاجل الصید، والصید یدرک
ویری نیتک وحیلتک وهو مختار ولا یخص طرق عبوره
من مرصدک، انما یعبر من طریق، طرقها هی وارض الله واسعة
ولا یحیطون بشیٔ من علمه الا بما شاء ثم تلک الرقائق لما وقعت فی
لسانک، وادرکک ما لقیت رقائق بل فسدت بسبب الاتصال بک، کما

ان کل فاسد او صالح وقع فی فم العارف وصدر لہ لا یبقی علی ما ھو بل یصیر شیئاً آخر متدثراً مستر ملاً بالعنایات والکرامات، الا تری العصا کیف تدثرت فی ید موسیٰ، ولم یبق علیٰ ما کانت من ماہیۃ العصا وکذا الاسطوانۃ الحنانۃ والقضیب فی ید الرسول، والدعاء فی فم عیسیٰ والحدید فی ید داؤد، والجبال معہ ما بقیت علی ما ھیتھا بل صارت شیئاً آخر غیر ما کانت فکذا الرقایق والدعوات اذا وقعت فی ید الظلمانی الجسمانی لا یبقی علی کانت علیہ بیت

تا ترا بود با تو در ذات است　　　کعبہ با طاعتت خرابات است

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء، وذلک الحیص الذی یختارہ الفراش، الجاہل یاکل فی سبعین معی ولو اکل فی معاءٍ واحدٍ، لکان اکلہ فی سبعین معیً فان کل شیٍٔ من المبغوض مبغوض، کما ان کل شیٍٔ من المحبوب محبوب، ولو کان الفراش ھاھنا لدخلت علیہ ونصحت ولا اخرج من عندہ حتی لیطردہ لا لیبعدہ لانہ مفسد لدینہ وقلبہ وروحہ وعقلہ یالیت کان یحملہ علی الفسادات غیر ھذہ مثل شرب الخمر والقینۃ کان یصلح ذلک اذا اتصل بعنایات صاحب العنایۃ لکنہ ملأ البیت من السجادات لیت یلف فیھا یحیی حتی یتخلص الفراش منہ ومن شرہ لانہ یفسد اعتقادہ عن صاحب العنایۃ ویھمزہ تدن انہ وھو یسکت ویھلک نفسہ، وقد اصطادہ بالتسبیحات والتصلیات، لعل یری ما یفتح اللہ عن الفراش فیری مماحسرہ ولعدہ عن رحمۃ صاحب العنایۃ فیضرب عنقہ بیدہ ویقول اھلکتنی حتی اجتمع علی اوزاری وصور افعالی کما رأ وفی المکانات قبایح اعمالی والعقاید الفاسدۃ الطاغیۃ خلف ظھری فی زاویتہا

لبیت مجموعة واما الکمتہا من صاحب العنایة بنفسی واجعلہا خلف ظہری وھو یلح علیٰ ما احفیہ عنہ ویقول لیش تخفی فی الذی نفسی بیدہ لو دعوت تلک الصلوات الخمسة لقدمت الی واحدٍ واحدٍ رأی العین، ویکشف لفہما ویتحیر غیر حالیہا وعما یلیہم فیہما لمس اللہ المطلوبین من مثل ھؤلا القاطعین الصادین عن سبیل اللہ لطریق التعبد لوک یلعبون بالصولجان فی المیدان الیری اہل المدینة الذین ہم لا یقدرون نض والملحمة والقتال، تمثیلاً لمبارزة المبارزین وقطع رؤس الاعداء و قد حرجہا تدحرج الکرة فی المیدان وطرادہم وکرہم وفرہم، فہذا اللعب المیدان، ان کالاسطرلاب للجذاب الذی ہو فی القتال، وکذلک الصلوٰة والسماع لاہل اللہ، اروا للناظرین ما یفعلون فی السر من موافقة وامر اللہ ونواہیہ المختصة بہم والمغنی فی السماع کالامام فی الصلوٰة القوم یتبعونہ ان غنی ثقیلاً رقص ثقیلاً، وان غنی خفیفاً رقص خفیفا تمثالا لما تبعہم فی الباطن، منادی الامر والنہی،

فصل

مرا عجب می آید کہ این حافظان قرآن بوی می برند باحوال عارفان چنین شرح کہ می فرماید ولا تطع کل حلاف مہین ھمّاز[1] ہماز غماض تو داوست کہ فلان را ... گوید کہ این چنین است باتو، ھمّاز مشاء بنمیم مناع للخیر القرآن می خواند ... بند و کہ صریح در گوش خصم می خواند چنانک فہم می کند، و ہیچ خبر ندارد، یا خود نزد ... ختم اللہ عجب لطفی دارد، ختمش کہ می شنود، فہم می کند، و بحث می کند، و فہم می ... ...

[1] بہکانا، اتاکسی قسمیں کھانے والے ذلیل او طعنہ دینے کا ... (القلم ع ۱) ... حد سے بڑھنے والے ... نیک دم ست روکنے والا (القلم ر ۱)

Marfat.com

لطیف، قهرش لطیف، و قفلش لطیف، اما نه چون قفل گشایش، که لطف آن در وصف نگنجد، من اگر از جزوِ
خود فرو میکنم از لطف بی نهایت و لذّات قفل گشای و بیچونی و فتاحی او خواهد بودن، زنهار بیاری
و مردان را در حق من متهم مکنید، که آن «روپوش» از کشنده من یک لطف بی مثل خواهد بودن
و آن کارد و یا شمشیر که پیش آید جهت دفع چشم بد اغیار است، تا چشم نا محرم بیگانه جنب ادراک آن مشتق نه کند،

فصل

صورت فرع عشق ست، که بی عشق این صورت را قدر نبود، فرع آن باشد که بی اصل نتوان
بودن، پس الله را صورت نگویند، چون صورت فرع باشد او را فرع نتوان گفتن، گفت عشق
نیز بی صورت متصور نیست و منعقد نیست پس فرع صورت باشد،

گوئیم چرا عشق متصور نیست بی صورت، بل انگیزندهٔ صورت ست، صد هزار صور از عشق
انگیخته می شود، هم ممثل هم محقق، اگرچه نقش بی نقاش نبود و نقاش بی نقش نبود، ولیک نقش
فرع بود و نقاش اصل کحرکة الاصبع مع حرکة الخاتم تا عشق خانه نبود هیچ مهندس
تصور صورت خانه نکند، و همچنین گندم سالی بر نرخ زر ست سالی بر نرخ خاک، و صورت گندم
همان ست، پس قدر و قیمت صورت گندم بعشق آمد، و همچنین آن هنر که تو طالب و عاشق آن
باشی پیش تو آن قدر دارد و در دوری که هنر را طالبی نباشد آن هنر را نیاموزند، و نورزند گویند
که عشق آخر افتقار ست و احتیاج بچیزی، پس چون احتیاج اصل باشد و محتاج الیه فرع،
گفتیم این سخن که می گوئی آخر این سخن حاجت تو هست شد که چون
میل این سخن داشتی این سخن زاینده شد پس احتیاج مقدم بود، و این سخن ازو زاید پس
بی او احتیاج را وجود بود، پس فرع او نبود عشق و احتیاج گفت آخر مقصود از آن احتیاج

این سخن بود، پس مقصود فرع چون باشد گفتیم و یا فرع مقصود باشد، که مقصود از بیخ درخت که اصل است فرع درخت است که آن میوه است)

فصل

(فرمود از دعوی این کنیزک که کردند اگرچه دروغ است، و پیش خواجه رفتند، اما در وهم این جماعت چیزی نشست، این وهم و باطن آدمی همچون دهلیز است، اول در دهلیز آیند، آنگه درخانه، این همه دنیا یک خانه است، هرچه در اندرون آید که دهلیز لابد که در خانه ظاهر شود مثلاً این خانه که نشسته‌ایم صورت این در دل مهندس پیدا شد، آنگه این،

پس گفتیم این همه دنیا یک خانه است، هرچه در دهلیز دیدی که پیدا شد حقیقت دان که در خانه پیدا شود، و این همه چیزها که در دنیا پیدا شود از خیر و شر، اول همه در دهلیز پیدا شده است آنگه اینجا، حق تعالی چون خواهد که چیزهای گوناگون از غرائب و عجائب و باغها و بوستانها و علوم و تصانیف گوناگون در عالم پیدا کند، در اندرونها تقاضاهای آن بنهد تا از آن پیدا شود، و همچنین هرچه در عالم می‌بینی می‌دان که در آن عالم هست، مثلاً هرچه در نم بینی می‌دان که در یم باشد، که این از آن یم است، و همچنان این آفرینش آسمان و زمین و عرش و کرسی و عجایبهای دیگر حق تعالی تقاضای آن را در ارواح پیشینیان نهاده بود لاجرم عالم برای آن پیدا شد

مردم که میگویند عالم قدیم است سخن ایشان چون مسموع باشد، بعضی میگویند که حادث است، و آن اولیا [illegible] قدیم‌تر از عالم‌اند حق تعالی تقاضای آفرینش عالم را در اندرون ایشان نهاد، آنگه عالم پیدا شد، پس ایشان حقیقة می‌دانند که حادث است، و از مقام خود خبر میدهند، مثلاً ما که درین خانه نشسته‌ایم عمر ما شصت [illegible] است دیدیم که این خانه نبود، چند سال است که این خانه شد اگر درین خانه جانوران متولد شوند از در و دیوار [illegible] این خانه مثل کرم [illegible] اینجا [illegible] ایشان [illegible] دنیا [illegible]

معمور دیدند، اگر ایشان بگویند که این خانه قدیم ستا، بر ما حجت نشود، چون ما دیده ایم که این حادث ست همچنان که آن جانوران از در و دیوار آن خانه رسته اند، و جز این خانه چیزی نمی دانند، و نمی بینند خلقانند که از این خانه دنیا رسته اند[1] در ایشان جوهری نیست، منبت شان ازینجاست، هم درینجا فرو روند، و اگر ایشان عالم را قدیم گویند بر انبیا و اولیا که ایشان را وجود بوده است پیش از عالم بصد هزار سال چه جای سال و چه جای عدد که آن را نه حدست و نه عد حجت نباشد که ایشان حدوث عالم را دیده اند همچنانک تو حدوث آن خانه را،

فصل

بعد ازان آن فلسفیک سنی می گوید که حدوث عالم را بچه دانستی ای خر تو قدم عالم را بچه دانستی آخر گفتن تو که عالم قدیم ست معنیش آن ست که حادث نیست که این گواهی بر نفی باشد آخر گواهی بر اثبات آسان ترست از آنکه گواهی بر نفی معنیش آن ست که این کار را فلان مرد نکرده است و اطلاع بر این مشکلست، می باید که آن شخص از اول عمر تا آخر ملازم آن شخص بوده باشد شب و روز در خواب و بیداری که بگوید البته این کار را نکرده است هم حقیقت نشود شاید که این را خوابی بوده باشد یا آن شخص بحاجت خانه رفته باشد، که این را ممکن نبوده باشد ملازم او بودن، به سبب این گواهی بر نفی روا نیست اما گواهی بر اثبات مقدورست و آسان زیرا که گوید لحظه با او بودم چنین گفت و چنین کرد لاجرم این گواهی مقبول ست زیرا که مقدور آدمی ست،

اکنون ای سگ این که بحدوث گواهی می دهد آسان ترست از آنچ تو بقدم عالم گواهی می دهی زیرا حاصل گواهیت این ست که حادث نیست پس گواهی بر نفی داده باشی

[1] مثنوی دفتر دوم عنوان دانستن پیغمبر که سبب رنجوری آن شخص گستاخی بوده است،
آنچنان معمور و باقی داشت شد — تا که دهری از ازل پنداشت ست

Marfat.com

پس چو هر دو در او یکی نیست ، نه در تو ، ای که عالم حادث است یا قدیم تو او را همگو ، یکی بچه دانستی که حادث است او نیز می گوید ای قلتبان بچه دانستی که قدیمست آخر دعوی تو مشکل تر است و محال تر ،

فصل

مصطفی صلی الله علیه وسلم با اصحاب نشسته بود ، کافران اعتراض آغاز کردند ، فرمود که آخر شما هم متفقید که در عالم یکی هست ، که صاحب وحی است وحی بر وی فرود می آید ، بر هر کسی فرود نمی آید و آن کس را علامتها و نشانها باشد در فعل و در قول و در سیما و در همه اجزای او نشان و علامت آن باشد ، اکنون چون آن نشانها را دیدید روی بوی آرید و او را قوی گیرید تا دستگیر شما باشد ، ایشان محجوب می شدند ، و پیش سخن شان نمی ماند ، دست بشمشیر می زدند و [illegible] و اصحاب را می رنجانیدند و می زدند ، و استخفافها می کردند ، مصطفی می فرمود که صبر کنید تا نگویند که بر ما غالب شدند بغلبه میخواهند که این دین را ظاهر کنند ، خدا این دین را ظاهر خواهد کردن ، و صحابه مدتها نماز را پنهان می کردند ، و نام مصطفی را پنهان می گفتند تا بعد [illegible] وحی آمد که شما نیز شمشیر بکشید و جنگ کنید ،

مصطفی را امی گویند از آن رو امی نمی گویند که بر خط و علوم قادر [illegible] می گفتند که خط و علوم و حکمت او مادرزاد است مکتسب نیست کسی که بر [illegible] چون نداند نبشتن ، و در عالم چه باشد که او نداند ، چون [illegible] چیز باشد که عقل کل را نباشد .

عقل جزوی قابل آن نیست که از خود چیزی اختراع کند [illegible]

ندیده باشند، و این مردم که تصنیفها کرده، و هندسهای نو، و بنیادهای نو نهاده اند، اما تصنیف نو نیست، آنرا دیده اند بر آنجا زیادت می کنند، آنها که از نو اختراع کنند ایشان عقل کل باشند عقل جزوی قابل آموختن ست، محتاج است بتعلیم، عقل کل معلم است محتاج نیست، و همچنین جمله پیشهها را چون باز کاوی اصل و آغاز آن وحی بوده است، و از انبیا آموخته اند، و ایشان عقل کل اند،

حکایت غراب، قابیل و هابیل را کشت، و نمی دانست که چه کند غراب غرابی را بکشت و خاک را بکند، و آن غراب را دفن کرد، و خاک بر سرش کند، و از غراب تعلیم یافت و گور ساختن و دفن کردن را بیاموخت[1]، همچنین جمله حرفتها

هر کرا عقل جزویست محتاج است بتعلیم، و عقل کل واضع چیزهاست، و ایشان انبیا و اولیا اند، که عقل جزوی را بعقل کل متصل کرده اند، و یکی شده اند، مثلا دست و پا و چشم و گوش و جمله حواس آدمی قابل اند که از دل و عقل تعلیم کنند، پا از عقل رفتار می آموزد، دست گرفتن، چشم دیدن، گوش شنیدن، اما اگر دل و عقل نباشد، هیچ این حواس بر کار نباشد، اکنون همچنان که این چشم نسبت بعقل و دل کثیف ست و غلیظ، ایشان لطیفند، و این کثیف بآن لطیف قائم ست، و اگر لطفی و تازگی دارد از و دارد، و معطل و پلید و کثیف ست، همچنین عقل جزوی نیز بعقل کل آلتیست تعلیم از و کند و از و فائده گیرد، و کثیف و غلیظ ست پیش لطف عقل کل

یکی گفت مرا همت یاد دار، اصل همت ست اگر سخن باشد یا نباشد سخن فرعست

---

[1] مثنوی، دفتر ۴، عنوان آموختن گورکنی، الخ

کندن گوری که کمتر پیشه بود، کی ز فکر و حیله و اندیشه بود،
گر بدی این فهم مر قابیل را، کی نهادی بر سر او هابیل را، الخ

فرمود که آخر این همت در عالم ارواح بود پیش از عالم اجسام پس ما را در عالم اجسام بی مصلحت آوردند این محال باشد پس سخن درکارست و پرفایده است دانهٔ قیسی را اگر مغزش تنها در زمین بکاری چیزی نروید چون با پوست هم بکاری بروید پس دانستیم که صورت نیز درکارست۔

نماز نیز در باطن ست که لاصلوة[1] الا بحضور القلب اما لابدست که بصورت آری در رکوع و سجود کنی آنگه بهره مند شوی و بمقصود رسی هم علی صلاتهم دائمون[2] این نماز روحست نماز صورت موقت ست آن دائم نباشد زیرا روح عالم دریاست آن را نهایت نیست جسم ساحلست و خشکیست محدود باشد و مقدر پس صلوة دائم جز روح را نباشد پس روح را رکوعی و سجودی هست اما بصورت این رکوع و سجود ظاهر می باید کردن، زیرا معنی را با صورت اتصالی هست تا هر دو بهم نباشند فایده ندهند چنانکه دانه بی پوست نروید۔

این که می گویی صورت فرع معنیست و صورت رعیتست و دل پادشاه آخر این اسمای اضافیاتست چون می گویی که این فرع آنست تا فرع نباشد نام اصلیت برو کی نشیند پس او اصل ازین فرع شد اگر فرع نبودی او را خود نام نبودی چون رب گفتی ناچار مربوبی باید و حاکم گفتی محکومی باید

حسام الدین ارزنجانی پیش از آن که بخدمت فقرا رسد و با ایشان صحبت کند بحاثی عظیم بود، هرجا که رفتی بجد بحث و مناظره کردی خوب و نیکو کردی اما چون با درویشان مجالست کرد آن بر دل او سرد شد ع

بجز عشق را جز عشق دیگر

---

[1] نماز بغیر حضور قلب کے نہیں ہوتی۔ [2] حاشیہ [illegible]

من اراد ان یجلس مع اللّٰه فلیجالس مع اهل التصوف[1] این علمها نسبت باحوال فقرا بازی و عمر ضایع کردن ست، انما الدنیا لعب[2]،

اکنون چون آدمی بالغ شد و عاقل و کامل، بازی نکند، و اگر کند از غایت شرم پنهان کند، این عالم قیل و قال و هوسهای او همه باد ست، و آدمی خاک ست و چون باد بخاک آمیزد، هرجا که رسد چشمها را خسته کند، و از وجود او جز تشویش و اعتراض حاصل نباشد اما اکنون اگرچه خاک ست بهر سخنی که می شنود می گرید، اشکش چون آب روان است، تری اعینهم تفیض من الدمع[3]، اکنون چون عوض باد بر خاک آب فرو می آید کار بعکس خواهد بودن لاشک خاک آب یافت بر و سبزه و ریحان و بنفشه و گل روید این راه فقر راهیست که در وی جمله آرزو ها برسی و هرچیز که تمنائی تو بوده باشد البته در آن راه بتو برسد اگر شکستن لشکرها، و ظفر یافتن بر اعدا، و گرفتن ملکها، و تسخیر خلق و تفوق بر اقران، و فصاحت، و بلاغت و هر مرادی که باشد چون راه فقر را گزیدی اینها همه بتو برسد، و هیچ کس درین راه نرفت که شکایت کرد بخلاف راههای دیگر هر که در آن راه رفت و کوشید از صد هزار یکی را مقصود حاصل شد آن نیز نه چنان که دل او خنک شود و قرار گیرد زیرا هر راهی را اسبابیست و طریقی بحصول آن مقصود و مقصود حاصل نشود الا از راه اسباب آن راه دور ست و پر آفت و موانع شاید که آن اسباب تخلف کند از مقصود،

اکنون چون در عالم فقر آمدی و ورزیدی حق تعالی ترا ملکها و عالمها بخشد که در وهم

---

[1] جو شخص خدا کی ہمنشینی چاہتا ہے اسے چاہیئے کہ اہل تصوف کی ہم نشینی اختیار کرے،، ہندی نسخوں میں اس عبارت کے پہلے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے

[2] [illegible] زندگی محض ایک کھیل ہے (حدید ع ۳) [3] تم انکی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوے دیکھوگے (مائدہ ع ۱۱)

ناورده باشی و از آنچ اول تمنی می بردی و می خواستی خجل گردی، که آوه من از جو چنین چیز حقیر چون می طلبیدم، اما حق تعالی گوید اگرچه تو از آن منزه شدی و می خواهی و بیزاری اما چون وقت در خاطر تو گذشته بود، برای ما ترک کردی، کرم ما بی نهایتست، البته آن نیز میسّر تو گردانیم،

چنانک مصطفی صلی الله علیه وسلم پیش از وصول و شهرت، فصاحت و بلاغت عرب را می دید تمنی می برد که مرا نیز این چنین فصاحت و بلاغت بودی چون ورا عالم غیب کشف گشت و مست حق شد بکلی آن طلب و تمنی بر دل او سرد شد، حق تعالی فرمود که آن فصاحت و بلاغت که می طلبیدی بتو دادم، گفت یارب مرا چه کار آید، فارغم از آن و نخواهم، حق تعالی فرمود آن نیز باشد و فراغت قائم بود و هیچ ترا زیان ندارد، حق تعالی او را سخنی داد که جمله عالم از زمان او تا بدین عهد در شرح سخن او مجلدها گوناگون ساختند، و می سازند و هنوز از ادراک آن قاصرند، و حق تعالی فرمود که نام ترا صحابهٔ تو از ضعف و از بیم و نرس جان در گوشها پنهان می گویند بزرگی ترا بجدی نشر کنم منارهای بلند بر اقالیم پنج وقت بانگ ها زنند باوازهای بلند و الحانهای لطیف در مشرق و مغرب مشهور شود،

اکنون هر که درین راه خود را در باخت همه مقصودهای دینی و دنیاوی او میسّر گشت و هرگز کس ازین راه شکایت نکرد و سخن ما همه نقدست و سخنهای دیگران نقل و این نقل فرع نقدست نقد همچون پای آدمیست، و نقل چون قالب چوبین پای [illegible]

اکنون آن قدم چوبین را ازین قدم اصلی دزدیده اند و اندازه آن [illegible] پای نبودی، ایشان این قالب را از کجا شناختندی،

پس بعضی سخنها نقدست و بعضی نقل و چون بهم مانند تمیزی می باید که نقد از نقل [illegible]

Marfat.com

تمیز ایمان ست و کفر بی تمیزیست نمی بینی که در زمان فرعون چون عصای موسیٰؑ مار شد و چوبها و رسنهای ساحران جمله ماران شد هر آنک تمیز نداشت همه را یک لون دید و فرق نکرد و آنکه تمیز داشت سحر را از حق فهم کرد و مومن شد بواسطهٔ تمیز پس دانستیم که ایمان تمیز ست آخر این فقه اصلش وحی بود اما چون با فکار و حواس و تصرف خلق آمیخته شد آن لطف نماند و این ساعت هیچ ماند بلطافت وحی،

همچنین که این آب و رود ست روانست بسوی شهر آنجا که سرچشمه است بنگر که چه صاف و لطیفست، چون در شهر در آید و از محلهای اهل شهر بگذرد و چندین خلق دست و پا و اعضا و چهارها و نجاسات بهائم در ورریخته و با او آمیخته گردد و چون از آن کنار دیگر بگذرد، و نگری، اگرچه همان ست گل کند خاک را سبزه کند و تشنه را سیراب گرداند اما میزی می باید تا دریابد که این آب را آن لطف که داشت نمانده است و با چیزهای ناخوش آمیخته شد المومن کیس ممیز فطن عاقل،[1]

هر عاقل نیست چون ببازی مشغول ست، اگر صد ساله شود هنوز کودک ست، و اگر کودک ست چون ببازی مشغول نیست پیرست، اینجا سن معتبر نیست، مارا آن می باید که آن آب باشد که جملهٔ پلیدیها را پاک کند و در وی هیچ اثر نکند همچنان صاف و لطیف باشد و در معده مضمحل نشود و گنده و خلط نگردد و آن آب حیات ست،

یکی در نماز نعره زد و بگریست، نماز او باطل شود یا نی؟ جواب این بتفصیل است[2]

[1] حاشیه گذرچکا، [2] مثنوی، دفتر ۵ بعنوان آن یکی از عالمی پرسید الخ

آن یکی پرسید از مفتی به راز　　گر کسی گرید به نوحه در نماز

آن نماز او عجب باطل بود،　　یا نمازش جایز و کامل بود

اگر آن گریه از آن رو بود که او را عالمی دیگر نمودند بیرون محسوسات، آخر آنرا دیده می گویند تا دیده چه دید، چون چیزی دیده باشد که جنس نماز و مکمل نماز باشد مقصود از نماز خود آن ست، نمازش درست و کامل تر و اگر بعکس این برای دنیا گریست یا دشمنی بر و غالب شد از کین او گریه اش آمد یا حسد برد بر کسی که او را چندین اسباب هست و مرا نیست، نمازش ابتر و ناقص و باطل باشد،

پس دانستیم که ایمان تمیز ست که فرق کند میان حق و باطل و میان نقد و نقل، و هر کرا تمیز نیست محروم است اکنون این سخنها را که می گوئیم هر کرا تمیز هست برخوردار شد و هر کرا تمیز نیست این سخن پیش او ضایع است همچنانک دو شخص شهری عاقل کافی بروند از روی شفقت برای نفع روستائی گواهی دهند، اما روستائی از روی جهل چیزی بگوید که آن گواهی هیچ نتیجه ندهد و سعی ایشان ضایع گردد، و ازین رو می گویند که روستائی گواه با خویشتن دارد اما چون حالت سکر مستولی گردد دست بازنی گردد، که اینجا میزی هست یا نیست. تحقیق این سخن و اهل این هست یا نیست، از گزاف فرو می ریزد همچنانک زنی را که پستانهاش قوی پر شود و درد کند برود، و سگ بچگان محله را جمع کند و شیر را بر ایشان می ریزد،

اکنون این سخن چون بدست ناممیز افتاد همچنان باشد که در ثمین بدست کودکی دادی که قدر آن نمی داند، چون از آن سوتر رود سیبی بدست او نهد و آن گوهر را از و بستاند، چون تمیز ندارد و تمیز نعمتی عظیم است.

ابا یزید را پدرش بوقت طفلی بمدرسه برده بود که فقه آموزد، چون بمدرس برد گفت اهذا فقه الله گفتندش هذا فقه ابی حنیفه، گفت انا ارید فقه الله، چون به نحویش برد گفت اهذا نحو الله گفتند هذا نحو سیبویه گفت ما اریده، همچنین هر جا که

می بردند چنین می گفت پدر عاجز شد و او را بگذاشت، بعد ازین درین طلب به بغداد آمد حاضر که جنید[1] را بدید نعره و گفت هذا افقه الله وچون باشد که برهٔ مادر خود را نشناسد چون رضیع آن لبانست و او از عقل و تمیز زاده است صورت را رها کن شیخی بود مرید آن را پیش خود ایستادن رها کردی دست بسته در خدمت گفتند، ای شیخ این جماعت را چرا نمی نشانی که این رسم درویشان نیست این آئین امرا و ملوک ست گفت نی خاموش کنید من خواهم که ایشان این طریق را معظم دارند تا برخوردار شوند اگرچه تعظیم در دست ولیکن الظاهر عنوان الباطن معنی عنوان چیست یعنی که از عنوان نامه را بدانند، که نامه برای کیست و از عنوان کتاب بدانند، که در بنجا چه بابهاست، و چه فصل ها، از تعظیم ظاهر و سر نهادن، و بپا ایستادن معلوم شود که در باطنها چه تعظیم دارند، و چگونه تعظیم می کنند حق را، و اگر در ظاهر تعظیم ننمایند، معلوم گردد که باطن ما ناپاکست، و مردان حق را معظم نمی دارند،

فصل

سوال کرد جوهر خادم سلطان که، بوقت زندگی یکی را پنج بار تلقین می کنند، سخن را فهم نمی کند، بعد از مرگ چه سوالش کنند که بعد از مرگ سوالها فراموش کنند، گفتم چو آموخته را فراموش کنند، لاجرم صاف شایسته گردند سوال نا آموخته را، این ساعت تو که کلمات من از آن ساعت تا اکنون می شنوی بعضی را قبول می کنی که جنس آن شنیده، و قبول

[1] حضرت بایزید کا سالِ وفات ۲۳۴ھ یا ۲۶۱ھ اور حضرت جنید کا بہ قولِ اصح ۲۹۸ھ، اس لئے حضرت بایزید کا ایک نوعمر طالب علم کی حیثیت سے حضرت جنید کو ایک مرشد کامل کی حیثیت سے دیکھنا تاریخی حیثیت سے قرین قیاس نہیں،

Marfat.com

کرده، و بعضی را نیم قبول می‌کنی، و بعضی را توقف می‌کنی، و بحث میکنی، و این رد و قبول و بحث باطن ترا هیچ کس می‌شنود، آنجا آلتی نه هرچند گوش داری، از اندرون بگوش تو بانگی نمی‌آید، اگر اندرون بجوئی هیچ گوینده نیابی،

این آمدن تو بزیارت عین سوالست بی کام و بی زبان که مرا راه بنمائید و آنچ نموده اید روشن ترکنید، و این نشستن ما با شما خاموش یا گویا جواب آن سوالهای پنهانی شماست چون ازینجا بخدمت پادشاه بازروید سوال و جواب با پادشاه است، و پادشاه را بی زبان همه روز با بندگانش سوالست که چون می ایستند، و چون می نگرند، اگر کسی را در اندرون نظر کژی هست، لابد جوابش کژ می آید و با خود بر نمی آید، که جواب راست گوید، همچنانک کسی شکسته زبان باشد، هرچند خواهد تا سخن درست گوید نتواند، زرگر که بسنگ می زند زر را، و آن سوالست، و جواب زر می گوید، اینم، خالصم یا آمیخته،

بوته خود گویدت چون پالودی — که زری یا مس زراندودی

گرسنگی سوالست از طبیعت، که خانهٔ تن خللی هست خشتی بده، گل بده، خوردن جوابست که بگیر، ناخوردن جوابست که هنوز حاجت نیست، آن مهره هنوز خشک نشده است بر سر آن مهره دیگر نشاید زدن، طبیب نبض می گیرد، سوالست جنبیدن رگ جوابست نظر بقاروره سوالست و جوابست بی لاف گفتن، دانه در زمین انداختن سوالست که مرا فلان میوه می باید درخت رستن جوابست بی لاف زبان زیرا جواب سوال بی حرف باید، و اگر دانه پوسیده بود درخت نروید، هم سوالست و هم جواب

چیزی می‌آزماید ... من چه و هم از بر

پادشاهی سه بار رقعه خواند و جواب ننوشت او شکایت نوشت که سه بارست که ...

عرضہ می داریم اگر قبول بفرمائید و اگر ردّ م بفرمائید پادشاہ بظہر رقعہ نبشت اما علمت ان ترک الجواب جواب، جواب الاحمق السکوت،

نارویدن درخت ترک جواب ست، لاجرم جواب باشد، ہر حرکتی کہ آدمی کند سوال ست وہر چہ او را پیش می آید از غم و شادی جواب باشد، اگر جواب خوش شنود، باید کہ شکر کند و شکر آن بود کہ ہمہ جنس آن سوال کہ بر آن سوال این جواب یافت اگر جواب ناخوش شنود استغفار کند و دیگر جنس آن سوال نکند، فلولا اذ جاءھم باسنا تضرعوا ولکن قست قلوبھم[1] فہم نکردند کہ جواب مطابق سوال ایشانست وزین لھم الشیطان ما کانوا یعملون[2] یعنی سوال خود را خوب می دیدند می گفتند این جواب زشت لائق این سوال و ندانستند کہ دود از ہیزم بود نہ از آتش، ہر چند ہیزم خشکتر دود آن کمتر گلستانی را بباغبانی سپردی اگر آنجا بوی ناخوش آید تہمت بر باغبان نہ نہ بر گلستان، گفت مادر را چرا کشتی گفت چیزی دیدم کہ لایق نبود گفت مرد را می بایست کشتن گفت پس ہر روزی مردی می کشتم[3]،

اکنون ہر چہ ترا پیش آید نفس خود را ادب کن تا ہر روز با یکیت جنگ نباید کردن اگر گویند کل من عند اللہ[4] گوئیم لاجرم عتاب کردن نفس خود را و عالمی را رہانیدن ہم من عند اللہ چنانک آن یکی بر درخت قمر دی میوہ می ریخت و می خورد خداوند

---

[1] جب ہمارا عذاب آپہونچا، تو انھوں نے تضرع و عاجزی سے کیوں نہ کام لیا، نہیں، بلکہ ان کے دل تو سخت ہو چکے تھے،، (انعام ع ۵) [2] شیطان نے ان کے کرتوت ان کی نظرین خوش کر دکھائے،، (انعام ع ۵) [3] مثنوی دفتر دوم حکایت ملامت کردن مردم شخصے کہ مادرش را کشت بہ تہمت ؎

آن یکے از خشم مادر را بکشت ٭ ہم بہ زخم خنجر و ہم زخم مشت

آن یکے گفتش کہ از بد گوہری ٭ یاد ناور دے تو حق مادری الخ

[4] ہر شے خدا ہی کی جانب سے ہے،، (نساء ع ۱۱)

Marfat.com

باغ مطالبه کرد، گفت از خدا نمی ترسی، گفت چرا ترسم درخت از آن خدا و من بندهٔ خدا بندهٔ خدا می خورد از نعمت خدا گفت باش تا جوابش بگویم گفت رسن بیارید و او را بر این درخت ببندید و بزنید تا جواب ظاهر شدن فریاد برآورد که از خدا نمی ترسی؟ گفت چرا ترسم تو بندهٔ خدا و این چوب خدای، می زنم بر بندهٔ خدا چوب خدا[۱]

حاصل این عالم بر مثال کوه است، هرچه گوئی از خیر و شر از کوه همان صدا بشنوی و اگر گمان بری که من خوب گفتم کوه زشت جواب داد محال باشد، که بلبل در کوه بانگ کند از کوه صدای زاغ آید یا نوای دیگر، پس یقین دان هر بانگی که کردی، در جواب همان شنوی. بیت

بانگ خوش دار چون بکوه آیی[۲] کوه را بانگ خر چه فرمایی

خوش آوازت آبی دار و صدای گنبد خضرا

فصل

فرمود ما همچو کاسه ایم بر سر آب رفتن کاسه بر سر آب بحکم کاسه نیست بحکم آب ست

یکی گفت این عام است الا بعضی می دانند بعضی نمی دانند.

فرمود که اگر عام بودی تخصیص قلب المؤمن بین الاصبعین[۳] راست نبودی و نیز فرمود الرحمن علم القرآن[۴] و نتوان گفتن که این عام است چون یکی علمها را او آموخت تخصیص قرآن چیست؟ و همچنان خلق السموات والارض[۵] تخصیص آدمی و زمین نیز همه چیزها را علی العموم و قدیر لا شک همه کارها بر آب قدرت است

۱؎ مثنوی دفتر [illegible] حکایت [illegible] اثبات اختیار [illegible]
گفت [illegible] [illegible]
۲؎ [illegible]
[illegible]

چیزی که بهده را مضاف کنند آن بی ادبی باشد چنانک گوید یا خالق السرقین والضراط والفس
الّا اگر بگوید یا خالق السموات یا خالق العقول پس این تخصیص را فائده باشد، اگرچه عامست
پس تخصیص چیزی دلیل گزیدگی آن چیز کند، حاصل کاسهٔ بر سر آب می رود و آب
از آن را بر وجهی می برد که همه کاسها از روی نظاره گران کاسه میشوند و کاسهٔ بر سر آب می برد
بر وجهی که همه کاسها ازوی می گریزند، طبعاً و ننگ می دارند، و آب ایشان را الهام گریز می دهد
و قوت گریز و در ایشان این می نهد که اللّهم نحن بناء منه بعدا و آن اول اللّهم نحن بنا قرباً
اکنون آنکس که عام می بیند می گوید که از روی مسخری هر دو مسخر اند و کیست او جواب
می گوید که اگر تو لطف و خوبی و حسن گردانیدن آن این کاسه را می دیدی، و می رسیدی این
حسن خاص دا ازین خوبی ترا پروای آن صفت عام نبودی، چنانک معشوق کسی با همه
سرگینها و خنفسا و خنفسا مشترک است از روی هستی و از روی جسمی، هرگز بخاطر عاشق آید که معشوق
من مشترک است با خنفسا در آن وصف عام که هر دو جسم اند، و متحیّزی اند و در شش جهت اند، و
حادث و قابل فنا اند و غیرها من الاوصاف العامه هرگز درو نگنجد گوهر که او را ازین صفت عام یاد کند
او را دشمن گیرد و ابلیس خود داند،

پس چون در تو این گنجد که نظر بآن جهت عام کردی تو اهل نظاره حسن خاص ما نیستی
با تو نشاید مناظره کردن زیرا مناظره ما بحسن آمیخته است و اظهار حسن بغیر اهلش ظلم باشد
قال لا تعلّموا الحکمة غیر اهلها فتظلموهم ولا تمنعوها عن اهلها فتظلموهم این علم نظرست
علم مناظره نیست، گل و میوه نمی شگفد بپاییز که آن مناظره باشد یعنی بپاییز مقاومت
و مقابله کردن باشد، و گل را آن طبع نیست که مقابله کند بپاییز، اگر نظر آفتاب حمل
یافت بیرون آید در هوای معتدل عادل و اگر نی سر در کشید و باصل خود رفت، پاییز او را

می گوید، اگر تو شاخِ خشک نیستی پیش من برون آے اگر مردی و می گوید من پیش تو شاخ خشکم و نامردم هرچه خواهی بگو، بیت،

ای پادشاه صادقان! چون من منافق دیده؟

با زندگانت زنده ام، با مردگانت مرده ام

تو که مولانا بهاؤالدین اگر پیرزنی را که دندانها ندارد روی چون پشت سوسمار آژنگ برآژنگ بیاید، که اگر مردی و جوانی اینک آمدم اینک فرش نگار و اینک میدان مردی بنمای اگر مردی گوئی معاذ الله و الله من مردنیستم د رنج حکایت کردند دروغ بود چون جفت تو ئی نامردی خوش شد،

کژدم می آید نیش برداشته، بر عضو تو می زند که شنودم که مرد خندان و خوشی بخند، تا خنده ترا ببینم، می گو چو تو آمدی مرا هیچ خنده نیست، و هیچ طبع خوش نیست، آنچه گفتند دروغ گفتند، همه دواعی خنده ام مشغولست که تو کی روی و از من دور شوی،

گفت آه کردی ذوق رفت، آه مکن تا ذوق نرود، فرمود گاهی بود که اگر آه نکنی ذوق برود علی اختلاف الحال، و اگر چنین نبودی نفرمودی ان ابراهیم لاواهٌ حلیم[1] و هم طاعتی ظاهر نبایستی کردن، که همه اظهار ذوق ست و این سخن که تو می گوئی از بهر آن می گوئی که ذوق نیاید پس اگر برنده ذوق ست برنده ذوق را مباشرت میکنی نباید. و این نظیر آن باشد که خفته را بانگ زنند، برخیز که روز شد، کاروان [illegible] گویند مزن بانگ که او در ذوقست ذوقش برمد گوید آن ذوق ہلاکت [illegible] خلاص گویند تشویش مده که مانع است این بانگ فکر را گویند بدین بانگ خفته د[illegible]

---

[1] بیشک ابراہیم بڑے ہی نرم دل بردبار تھے (توبہ ع ۱۴)

آید وگرنہ او را چہ فکر باشد درین خواب بعد از آنکہ بیدار شود در فکر آید،

آنکہ بانگ بر دو نوع باشد، اگر بانگ کنندہ بالای او باشد، موجب زیادتی فکر باشد، زیرا منبّہ او صاحب علم باشد و او را بیداری باشد، آگہی چون او را بیدار کرد از غفلت، از علم خودش آگاہ کند، و آنجا ش کشد، پس فکر او بالا گیرد چون او را از جای بلند آواز دادند، اما اگر بعکس باشد، کہ منبہ تحت آن باشد در عقل چون او را بیدار کند او را نظر بزیر افتد، چون بیدار کنندہ اسفل است لابد او را نظر باسفل افتد، و فکر او بعالم سفلی بود

فصل

این کسانی کہ تحصیلہا کردہ اند و در تحصیل اند می پندارند کہ اگر اینجا ملازمت کنند علم را فراموش کنند، بلکہ چون اینجا آیند علمہا شان ہمہ جان گیرد، علمہا ہمہ نقشند، چون جان گیرند ہمچنان باشد کہ قالب مُردہ جان پذیرفتہ باشد، اصل این ہمہ علمہا از آنجاست، از عالم بی حرف وصوت نقل گردد،

وکلّم اللہ موسیٰ تکلیماً[1] حق تعالیٰ بموسیٰ سخن بحرف وصوت نگفت زیرا حرف را کام ولب می باید تا ظاہر شود حق تعالیٰ و تقدس منزہ از لب ودہان پس انبیا را در عالم بی حرف صوت گفت وشنود ست با حق کہ اوہام این عقول جزوی آنجا نرسند ونتوانند پے بردن اما از عالم بی حرفی در عالم حرف در می آیند، وطفل می شوند برای این طفلان کہ بعثت معلّماً[2]، اکنون اگرچہ این جماعت کہ در حرف وصوت ماندہ اند باحوال او نرسند اما ازو قوت گیرند و نشو و نما یابند و باوے بیارامند، ہمچنانک طفل

[1] "اور خدا نے موسیٰ سے کلام کیا"، (نساء ع ۲۳) [2] "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"

اگرچه باد را نمی‌شناسد بتفصیل، اما بوی می‌آرامد و قوت می‌گیرد، همچنانکه میوه بر شاخ می‌آرامد و شیرین می‌شود، و از درخت خبر ندارد، همچنان از آن بزرگ می‌شود، و از حرف و صوت او اگرچه او را ندانند و بوی نرسند، اما از وی قوت گیرند و پرورده شوند در جمله نفوس این هست که وراء عقل و حرف و صوت چیزی و عالمی هست عظیم،

نه بینی که همه خلق میل کنند بدیوانگان و بزیارت ایشان می‌روند، و گویند باشد که این آن باشد، راست است، چنین چیزی هست، اما محل را غلط کرده‌اند، آن چیز در عقل نگنجد، اما نه هرچه که در عقل نگنجد آن باشد، کل جوزٍ مدوّرٍ و لیس کل مدوّرٍ جوزٍ، نشانش آن باشد که گفتیم که اگرچه او را حالتی باشد که در گفت و ضبط نیاید اما از وی عقل و جان قوت گیرد و پرورده شود در این دیوانگان که اینها گرد او می‌گردند این معنی نیست و از نشستن [illegible] با او آرام نمی‌گیرند اگرچه می‌پندارند که آرام گرفته‌اند آن را آرام نگوییم چون طفلی که [illegible] جدا شد لحظه با دیگری آرام یافت آن را آرام نگوییم زیرا غلط کرده است،

طبیبان می‌گویند هرچه مزاج را خوش آید مشتهای اوست او را [illegible] و خون را صافی کند اما وقتی که بی‌علتی خوش [illegible] آید تقدیر اگر گل خواری را گل [illegible] می‌آید آن را نگوییم معتدل است اگرچه خوشش می‌آید و همچنین صفراوی را [illegible] می‌آید و شکر ناخوش، آن خوشی را اعتبار نیست زیرا بعلت است، خوشی [illegible] پیش از علت او را خوش می‌آید مثلاً دست کسی را بریده‌اند یا شکسته [illegible]

[illegible] آن را راست می‌کند [illegible] اول می [illegible] می‌آید [illegible]

[illegible] اول آن خوش می‌آید [illegible]

دچون کفر می کرد ندامتها می شدی و می رنجیدی این ساعت ترا اگر
آن کفر خوشش می آید این خوشی دروغست این را اعتبار نباشد همچنان
ارواح را در عالم قدس خوشی بود از ذکر حق و استغراق در حق
بود همچون ملائکه اگر ایشان بواسطهٔ اجسام معلول شدند و گل خوردن شان خوش می آید
نبی و ولی که طبیب است می گوید که ترا این خوشی دروغ است ترا خوش چیزی دیگر
می آید آنرا فراموش کرده خوشی مزاج اصلی صحیح تو آنست که اول ترا خوش می آمد
این علت ترا خوش می آید تو می پنداری که ترا خوش می آید

عارفی پیش نحوی نشسته بود نحوی گفت سخن ازین سه بیرون نیست یا اسم یا فعل
یا حرف است عارف جامه بدرید که واویلتاه بیست ساله عمر من و سعی و طلب من بباد رفت
که من بامید گرد و که بیرون ازین سخن دیگر هست مجاهده ها کردم تو امید مرا ضایع کردی هرچند
که آن عارف بآن سخن و مقصود رسیده بود الا نحوی را باین طریق تنبیه می کرد

آورده اند که حسن و حسین رضی الله عنهما شخصی را دیدند در وقت طفلی که وضو کژ می کرد
و نامشروع خواستند که بطریق احسن او را وضو تعلیم دهند پیش او رفتند که این مرا می گوید که
تو وضوی کژ می سازی هر دو پیش تو وضو بسازیم بنگر از هر دو کدام راستست و مشروع
هر دو پیش او وضو ساختند گفت ای فرزندان وضوی شما سخت راستست و نیکوست
وضوی من مسکین کژ بوده است

چندانکه مهمان بیش شود خانه را بزرگتر کنند و آرایش بیشتر شود و طعام بیش
سازند نبینی طفلک را چون قدک او کوچک است اندیشهٔ او نیز که مهمانست لائق خانهٔ
قالب اوست غیر شیر و دایه نمی داند و چون بزرگتر شد مهمانان اندیشهای او افزون شود

از عقل و ادراک و تمیز و غیره خانه بزرگتر گردد،

و چون مهمان عشق آید در خانه نگنجد، خانه را ویران کند، و از نو عمارتها سازد و پرده‌های پادشاهانه بر در او بر دو او و لشکرها و حشم او در خانه نگنجد و آن پرده‌ها لایق این درها نباشد آنجا این چشم بی حد را مقام بی حدی باید و آن پرده‌ها را چو برآویزند همه روشنائیها دهند و حجابها برخیزند، و پنهانها آشکارا گردند، بخلاف پرده‌های این عالم که حجاب می‌افزاید این پرده‌ها بالعکس آن پرده‌هاست

انی لاشکو خطوبا لا اعینها　　لیجهل الناس عن عذری وعن عذلی

کالشمع یبکی ولا یدری اعبرته　　من صحبة النار ام من فرقة العسل

شخصی گفت این را قاضی ابومنصور هروی گفته است. گفت آنچه قاضی منصور گوید پوشیده و تردد آمیز و متلون باشد اما منصور برنتافت پیدا و فاش گفت همه عالم اسیر قضااند، و قضا اسیر شاهد، و شاهد پیدا کند پنهان ندارد.

گفت صفت از سخنان قاضی بخوان. بخواند بعد از آن فرمود که خدا را بندگانند که چون زنی را در چادر ببینند، حکم کنند که نقاب بردار تا روی ترا ببینیم که چه کسی و چه چیزی که چون تو پوشیده بگذری و ترا نبینیم مرا تشویش خواهد بودن که کی بود و چه کس بود من آن نیستم که اگر روی ترا ببینم بر تو فتنه شوم و مبتلای تو شوم، مرا خدا دیرست که از [illegible] پاک و فارغ کرده است. از آن ایمنم که اگر شما را ببینم مرا تشویش شود [illegible] تشویش باشم که چه کس بود بخلاف طائفهٔ دیگر که اهل نفس اند [illegible] باز بینند فتنهٔ ایشان شوند و مشوش گردند پس [illegible] ایشان [illegible] [illegible] تا [illegible]

شخصے گفت در خوارزم کسی عاشق نشود کانجا شاہدان بسیار اند چون شاہدی بینند و دل در وبندند بعد از ان از وبہتری بینند، آن بر دل شان سرد شود فرمود که بر شاہدان خوارزم اگر نتوان عاشق شد آخر بر خوارزم عاشق باید شدن که در و شاہدان بی حدند آن خوارزم فقرست که در و شاہدان معنوی بسیار اند و صورتہای روحانی بحید که ہر چہ فرو آئی و قرار گیری، دیگرے روی نماید که اولین فراموش شود اصلے مالا نہایۃ پس بر نفس فقر عاشق شویم که در وچنین شاہدانند،

فصل

سألت الشيخ البخاري ما حاجة الى صقل واحد يحب مرآة انما يعشق مرآة نفسه وفي انّه وهو لا يعرف حقيقة وجهه انما يحسب برقعه وجهها والمرآة برقعه والوجه مرآة ولكشفت انت وجهك تجدني مرآة لوجهك انّي انا مرآة وانت ليلى

قال يحقق عندي انّ الانبياء والاولياء على ظنّ باطل وما ثمّة شئ سوى ادعاء قال اتقول هذا اجزافاً ام ترى فتقول وان كنت ترى وتقول فقد حققت الرؤية في الوجود، وهي اعزّ الاشياء عندك في الوجود، فصدق الانبياء لانهم ما ادعوا الا الرؤية فقد اقررت به انت.

ثم الرؤية لا تتم الا بمرئي لانّ الرؤية من افعال متعديات لا بد للرؤية من مرئي ومن راءٍ وانّما المرئي فمطلوب واما الرائي فطالب، او على العكس فقد ثبت بانكارك الطالب والمطلوب، الرؤية في الوجود، فيكون الالوهية والعبودية متحققين في نفيها واثباتها، فكانت واجبة الثبوت البتة،

قیل اولئک الجماعة ما یدرون لذلک المغفل و یعظمونه، قال لا یکون ذلک
الشیخ المغفل ادنی من الحجر والوثن ولعبادها تعظیم تحمیهم ورجاء وشوق وسوال
وحاجات وبکاء وما عند الحجر من هذه من شیء ولا خبر ولا حس ثم قد جعلها الله تعالی سببا
لما فیهم من الصدق وما عندها جزاء ذلک قضیة کان یضرب صبیا فقیل له لا یلیق تضربه
وما ذنبه قال اما انتم تعرفون، هذا ولد الزنا فاعل صانع قبل البلوغ یعمل وقت البلوغ قال
یضرب وقت الانزال یعنی عند التخنیث یضرب خیاله فیبطل علی الانزال ولا شک ان
عشقه کان یمنع خیاله وکان للصبی خبر من ذلک فکذلک عشق هولاء مع خیال
هذا الشیخ البطال وهو غافل عن حالهم ووصالهم وحالهم ولو کان العشق مع الخیال الغلط
المخطی موجبا للوجد لکنه لا یکون مثل المعاشقة مع معشوق حقیقی خبیر بصیر بحال عاشقه
کالذی یعانق فی ظلمة اللیل اسطوانة حسبانا منه انه معشوق ویبکی ویشکو لا یکون فی
اللذة شبیها بمن یعانق حبیبه اللطیف الخبیر)

فصل

هر کسی چون عزم جائی و سفری می کند او را اندیشهٔ معقول روی می نماید که اگر آنجا روم
مصلحتها و کارهای بسیار میسر می شود و احوال من نظام گیرد و دوستان شاد شوند و
بر دشمنان غالب آیم او را پیش نهاد این است و مقصود حق خود چیزی دیگر
گردد بیرون شود الا انچه حق خواهد میسر نشود و بر وفق مراد او [illegible]
می کند. بیت

تدبیر کند بنده و تقدیر نداند　　　تدبیر بتقدیر خداوند نماند

Marfat.com

و مثال این چنان باشد که شخصی در خواب می بیند که بشهر غریب افتاد، و در آنجا هیچ آشنائی ندارد، سرگردان می گردد، نه کس او را می شناسد نه او کسی را، این مرد پشیمان میشود و غصه و حسرتها می خورد که من چرا درین شهر آمدم که آشنائی ندارم، و دست بر دست می زند، و لب می خاید، چون بیدار شود، نه شهر بیند و نه مردم، معلومش گردد که آن غصه و تاسف بی فائده بود و پشیمان گردد از آن حال، و آن را ضایع داند باز باری دیگر چون در خواب رود خویشتن را اتفاقاً در چنان شهری بیند، غم و غصه خوردن آغاز کند، و پشیمان شود از آمدن در چنان شهر، هیچ نیندیشد که من در بیداری از این غم خوردن پشیمان بودم و می دانستم که ضایع بود و خواب بود و بی فائده، کنون همچنین است خلقان صد هزار بار دیده اند که عزم و تدبیر ایشان باطل شد، و هیچ کار بر مراد ایشان پیش نرفت، الا حق تعالی نسیان بر ایشان می گمارد، که آن جمله را فراموش می کنند، و تابع اندیشه و اختیار خود می گردند،

ان الله یحول بین المرء و قلبه،

ابراهیم ادهم در وقت پادشاهی بشکار رفته بود، در پی آهوئی تاخت، تا چندانک بکلی از لشکر جدا گشت، و دور افتاد، و اسب در عرق غرق شده، او هنوز می تاخت در آن بیابان چون از حد گذشت، آهو بسخن درآمد، و روی باز پس کرد که ما خلقت لهذا ترا برای این نیافریده اند و از عدم جهت این بوجود نیاورده اند، که مرا شکار کنی خود مرا صید کرده گیر تا چه شود، ابراهیم چون این را بشنید نعره زد، و از اسب خود را انداخت، هیچ کس در آن صحرا نبود جز شبانی، با او لابه کرد و جامهای پادشاهانه مرصع و سلاح و اسپ خود را بدو داد که آن نمد خود بمن ده و بهیچ کس مگو و کس را از احوال من نشان مده، آن نمد را در پوشیده راه گرفت، اکنون غرض او را ببین که چه بود او خواست که آهو را صید کند حق تعالی او را

باو صید کرد تا بدانی که در همه عالم آن واقع شود که حق خواهد،

عمر رضی الله عنه پیش از اسلام بخانهٔ خواهر خود در آمد خواهرش قرآن می خواند طٰه ما انزلنا

بآواز بلند چون برادر را دید پنهان کرد خاموش شد عمر شمشیر برهنه کرد که البته بگو که چه می

خواندی و چرا پنهان کردی و الا این دم گردنت را ببرم بشمشیر امان نیست خواهرش عظیم ترسید

خشم و مهابت او را می دانست از بیم جان مقر شد گفت از این کلام می خواندم که حق تعالی درین

زمان بمحمد فرستاد گفت بخوان تا بشنوم طٰه را فرو خواند عمر عظیم خشمگین شد خشمش صد چندان

گشت گفت اگر ترا این ساعت بکشم زبون کشی باشد اول بروم سر او را ببرم آنگاه بکار تو

پردازم همچنان از غایت غضب با شمشیر برهنه روی بمسجد مصطفیٰ نهاد در راه چون صنادید

قریش او را دیدند گفتند هان عمر قصد محمد دارد اگر کاری خواهد آمدن ازین بیاید زیرا عمر قوت

و رجولیت عظیم بود هر لشکری که روی نهاده البته غالب گشتی بجهت آنکه مصطفیٰ علیه السلام

همیشه می فرمود که خداوندا دین را بعمر نصرت ده یا بابوجهل زیرا این دو بعهد خود مشهور بودند

و آخر چون مسلمان گشت همیشه عمر می گریستی و می گفتی یا رسول الله وای بر من اگر ابوجهل

را مقدم می داشتی و می گفتی که خداوندا ابوجهل را نصرت و قوت ده یا بعمر حال من

چه بودی در ضلالت می ماندمی الغرض در راه با شمشیر برهنه روی بمسجد رسول نهاد

و در آن میان جبرئیل وحی آورد که یا رسول الله اینک عمر می آید تا روی باسلام آرد

در کنارش گیر همین که عمر از در مسجد در آمد معین دید که تیری از نور پرید از مصطفیٰ و در دلش

نشست نعره زد و بیهوش افتاد و مهری و عشقی در جانش پدید آمد و می خواست که در

پیش مصطفیٰ بگدازد از نهایت محبت و محو گردد گفت اکنون یا رسول الله ایمان عرض فرما و آن

کلمهٔ مبارک بگو تا بشنوم چون مسلمان شد گفت اکنون بعوض آنکه بشمشیر برهنه قصد تو

آدم و بکھارت آن بعد ازین از حق که نقصانی در حق تو بشنوم فی الحال امانش ندہم و بدین شمشیر سرش را ببرم از مسجد رفت، ناگاه پدرش پیش آمد که دین گردانیدی، فی الحال سرش از تن جدا کرد، و شمشیر خون آلود در دست می رفت، صنادید قریش شمشیر خون آلود دیدند، گفتند آخر وعده کرده بودی، که سر آورم سر کو گفتند اینک سر گفتند این سر را ازین جا بردی گفت این سر آن سر نیست، اکنون بنگر قصد عمر چه بود حق تعالیٰ را مراد چه بود، تا بدانی که کارها همه آن شود که او خواهد،

شمشیر بکف عمرؓ در قصد رسول آید
در دام خدا افتد و بخت نظر یابد،

اکنون اگر شما را نیز گویند که چه آوردید بگوئید سر آوردیم و اگر گویند که ما این سر دیده بودیم گوئید نے این سر آن سر نیست این سر آنست که در آن سرے باشد و اگر هزار سر بود لی نیرزد،

این آیت بخواند که واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی[۱]
ابراہیم صلوٰة اللہ علیہ گفت خداوندا چون مرا خلعت رضای خویشتن مشرف گردانیدی ذریات مرا نیز این کرامت روزی گردان، حق تعالیٰ فرمود لا ینال عہدی الظالمین[۲] یعنی آنها که ظالم باشند ایشان لایق خلعت و کرامت من نیستند چون ابراہیمؑ دانست که حق را با ظالمان و طاغیان عنایت نیست، گفت که خداوندا آنها که ایمان آوردہ اند و ظالم نیستند ایشان را از رزق خویشتن بانصیب گردان، و از ایشان دریغ مدار،

---

[۱] جب ہم نے خانہ کعبہ کو لوگوں کے جمع ہونے اور امن کی جگہ ٹھہرایا اور حکم دیا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ، (البقرۃ ع ۱۵)　[۲] میرا اقرار ظالموں کے لئے نہیں، (البقرۃ ع ۱۵)

Marfat.com

حق تعالی فرمود رزق عام است همه را نصیب باشد، وازین مهمان خانهٔ کل، لائق منتفع شوند
الا خلعت رضا وقبول وتشریف کرامت قسمت خاصان است وبرگزیدگان،

اہل ظاہر گویند که غرض از بیت کعبه است، که ہرکه در وی گریزد از آفات ایمن باشد
ودر آنجا صید حرام باشد، وکس نشاید ایذا رسانیدن وحق تعالی آن را برگزیده اصطفا ...
راست است، وخوب است، الا این ظاہر قرآن است، محققان می گویند که غرض از بیت
درون آدمیست یعنی خداوندا باطن را از وسواس ومشاغل نفسانی خالی گردان، واز وسوسه
وفکرهای فاسد وباطل پاک کن تا ہیچ در وخوفی نماند وامن ظاہر گردد، بکلی محل وحی تو باشد
دیو وسواس را در آن راه نباشد، ہمچنان که حق تعالی بر آسمان شُہُب گماشته است، تا شیاطین
رجیم را مانع می شوند از استماع اسرار ملائکه تا ہیچ کسے را احوال ایشان وقوف نیابد و
ایشان از آفت ہا دور باشند یعنی خداوندا تو نیز پاسبان عنایت خود را بر درون ما گماشته
دار تا وسواس شیاطین ومکرهای نفس وہوا را از ما دور دارند، این قول اہل باطن و
محققان ست ہرکسی از جای خود می جنبد،

قرآن دیبای دو روییه است بعضے ازین روی بهره می یابند وبعضی از آن روی و ...
راست است، چون حق تعالی می خواہد که ہر دو قوم ازو مستفید شوند، ہمچنانکه زنی را
شوہری است، وفرزندی شیرخواره وہر دو را از وے حظے دیگرست طفل را لذت از پستان
وشیر، وشوہر را لذت جفتی، خلائق طفلان راه اند از قرآن لذت ظاہر یابند ...
رجال اند وکمال یافته ایشان در معانی قرآن لذتی دیگر دارند وفہمی دیگر

مقام ومصلای ابراہیمؑ در حوالی کعبه جائیست که اہل ظاہر می گویند آنجا دو رکعت نماز
باید کردن این خوب ست ای والله الا مقام ابراہیمؑ پیش محققان آنست که ابراہیم وار ...

را در آتش اندازی از بہر حق و خود را بدین مقام رسانی بجہد و سعی در راہ حق یا بنز دیک این مقام کہ او جہت حق خود را فدا کرد یعنی نفس را پیش او خطر نماند و بر خود نہ لرزید در مقام ابراہیم دو رکعت نماز خوب است الا چنان نمازی کہ قیامش درین عالم باشد و رکوعش در آن عالم مقصود از کعبہ دل انبیاؑ و اولیاؒ است کہ محل وحی حق است[1] وین کعبہ فرع آنست اگر دل نباشد کعبہ بچہ کار آید، انبیاؑ و اولیاؒ بکلی مراد خود ترک کردہ اند و تابع مراد حقند تا ہر چہ او فرماید آن کنند، با ہر کہ او را عنایت نباشد، اگرچہ پدر و مادر بود از وی بیزار شوند و در دیدۂ ایشان دشمن نماید،[2]

دادیم بدست تو عنان دل خویش　　　تا ہر چہ تو گوئی بخت من گویم سوخت

ہر چہ می گوئیم مثالست مثل نیست مثل دیگرست و مثال دیگر حق تعالیٰ نور خود را بمصباح تشبیہ فرمود جہت مثال، و وجود اولیا را بزجاجہ، این جہت مثال است، نور در کون و مکان نگنجد، در زجاجہ و مصباح کی گنجد؟ مشارق انوار حق جل جلالہ در دل کی گنجد الا چون طالب آن باشی آنرا در دل یابی، نہ از روی ظرفیت کہ آن نور در آنجاست بل آنرا از آنجا یابی ہمچنانک نقش خود را در آئینہ یابی، مع ہذا نقش تو در آئینہ نیست، الا چون در آئینہ نظر کنی خود را بینی چیزہای کہ آنرا نامعقول نماید، چون آنرا مثال بگویند معقول می شود، و چون معقول گردد محسوس شود، ہمچنانکہ گوئی چون یکی چشم ہم می نہد چیزہای عجب می بیند و صور و اشکال محسوس مشاہدہ می کند، و چشم چون می کشاید ہیچ نمی بیند، این را ہیچ کس معقول نداند، و باور نکند، الا چون مثال بگوئی معلوم شود و این چون باشد ہمچون کسی کہ در خواب صد ہزار چیزہای بیند کہ در بیداری از آن ممکن نیست کہ یک چیز بیند، و ہمچنین مہندسی کہ در باطن

---

[1] مثنوی دفتر اول عنوان دل نہادن مرد عرب بر التماس دلبر الخ

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است　　　من نگنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز　　　من نگنجم این یقین دان ای عزیز
در دل مومن بگنجم ای عجب　　　گر مرا جوئی در آن دلہا طلب

[2] اس مقام پر تینوں ہندی نسخے ختم ہو جاتے ہیں بجز ایک مختصر عبارت کے جو بالکل آخر میں ملے گی،

Marfat.com

تصور خانه کرد، و عرض و طول و شکل آن کس را معقول نماید، اما چون صورت آنرا بر کاغذ نگارد، ظاهر شود و چون معین کند کیفیت آن معقول گردد، و بعد از آن چون معقول شود خانه را بنا کند بر آن نسق محسوس شود، پس معلوم شد که جمله نامعقولات بمثال معقول و محسوس گردد، همچنین می گویند که در آن عالم نامها پران شود بعضی بدست راست بعضی بدست چپ، و ملائکه و حشر و نار و جنت باشد، و میزان و حساب و کتاب و هیچ معلوم نه شود تا این را مثال نگویند اگرچه آنرا درین عالم مثال نبود الا بمثال معین گردد،

و مثال آن درین عالم آنست که شب همه خلق می خسپند، از کفشگر و پادشاه و قاضی و خیاط و غیرهم، اندیشها از ایشان می پرد، و هیچ کس را اندیشه نمی ماند، باز چون سپیدهٔ صبح همچون نفخهٔ صور اسرافیل وارد گردد، ذرات اجسام ایشان را زنده گرداند، اندیشه همگی چون نامه پران سوی هر کس می آید هیچ غلط نمی شود، اندیشهٔ خیاط سوی خیاط، آهنگر سوی آهنگر، و اندیشهٔ فقیه سوی فقیه، اندیشهٔ ظالم سوی ظالم، اندیشهٔ عادل سوی عادل، هیچ ورزی خفت و بامداد کفشگر برخاست نه زیرا که عمل و مشغولی او آن بود، تا بدانی که در آن عالم نیز همچنان باشد این محال نیست، و درین عالم واقع است، پس اگر کسی خدمت کند، و بر سر رشته رسد جملهٔ احوال آن عالم را درین دنیا مشاهده کند و برو مکشوف شود، تا بداند که در قدرت حق همه می گنجد، بسا استخوان ها در گور دیدی پوسیده الا متعلق راحتے باشد خوش و سرمست خفته و از آن لذت و مستی باخبر که از آن نیست که گویند "خاک بر وی خوش باد" پس اگر خاک را از خوشی خبر ... که گفتند ...،

صد سال اگر آن بت مهوش باد   تیر غم او در دل من ترکش باد

برخاک درش بمرد خواہش خویش دمن　　یارب کہ دعا کرد کہ خاکش خوش باش

مثال این در آن عالم محسوس واقعست ہمچنانک دو کس در یک بستر خفتہ اند یکی خود را میان خوبان و گلستان و بہشت می بیند، و یکی خود در میان ماران و زبانۂ دوزخ می بیند اگر باز کاوی نہ این بینی نہ آن بینی پس چہ عجب کہ اجزای بعضے در گور در لذت و راحت و مستی باشند، و بعضے در الم و محنت، و ہیچ نہ این بینی نہ آن پس معلوم شد کہ نامعقول بمثال معقول شود، و مثال مثل نماند، ہمچنانک عارف گشاد و خوشی و بسط را نام بہار کردہ است و قبض و غم را خزان، چہ ماند خوشی بہار یا غم بخزان از روی صورت الا این مثالست کہ بی این عقل آن معنی را تصور و ادراک نتوان کردن ہمچنانک حق تعالی می فرماید، لا یستوی الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور[1] ایمان را بنور نسبت کرد و کفر را بظلمت ایمان را بسایۂ خوش نسبت فرمود و کفر را بآفتاب سوزان بی امان کہ مغز را جوش دہد و چہ ماند روشنی و لطف ایمان بنور این جہان، یا ظلمت و کفر بتاریکی این عالم،

اگر کسے در وقت سخن گفتن ما می خسپد این خواب از غفلت نباشد بلکہ از امن است ہمچنانک کاروانی در راہ صعب مخوف در شب تاریک می رود می رانند از بیم تا مبادا کہ از دشمنان آفتی رسد ہمین کہ آواز سگ، و خروس بگوش ایشان رسیدہ در دیہہ آمدند فارغ گشتند و پا کشیدند، و خوش خفتند، و در راہ ہیچ آواز و غلغلہ نبود از خوف خواب نمی آمد، و در دیہہ بوجود امن با آن ہمہ غلغلۂ سگان و خروش خروس فارغ و خوش در خواب می شوند سخن ما نیز از آبادانی و امن می آید، و حدیث انبیاء و اولیاست ارواح چون سخن آشنایان

[1] تاریکی اور روشنی نہیں برابر ہو سکتی اور نہ سایہ اور آفتاب، قرآن پاک کی اصل عبارت یوں ہے، مایستوی الاعمی والبصیر ولا الظلمات ولا النور ولا الظل ولا الحرور (فاطر، رکوع ۳)

Marfat.com

می‌شنوند، ایمن می‌شوند و از خوف خلاص می‌یابند، زیرا از این سخن بوی آشنا و دولت می‌آید، همچنانکه کسی در شب تاریک با کاروانی همراه است از غایت خوف هر لحظه می‌پندارد که حرامیان با کاروان آمیخته شده اند، می‌خواهد تا سخن همراهان بشنود و ایشان را بسخن بشناسد چون سخن ایشان بشنود ایمن می‌شود،

قل یا محمد اقرأ تو بگو زیرا ذات تو لطیفست نظرها آنجا نمی‌رسد چون سخن میگوئی در می‌یابند که تو آشنائی ارواح این می‌شنوند و می‌آسایند،

لولا مخاطبتی ایاک لم ترنی   کفی بجسمی نحولا اننی رجل

در کشت زار جانوریست که از غایت خوردگی در نظر نمی‌آید چون بانگ کند او را می‌بینند بواسطهٔ بانگ یعنی خلایق در کشت زار دنیا مستغرق اند و ذات تو از غایت لطف در نظر نمی‌آید سخن بگو تا ترا بشناسند،

همچنانکه تو خوابی که جائی روی اول دل تو می‌رود و می‌بیند بر احوال آن مطلع می‌شود آنگه دل باز می‌گردد و بدن را می‌کشاند، اکنون این جمله خلایق نسبت با انبیا و اولیا تن اند و دل عالم ایشان‌اند، اول ایشان در آن عالم سیر کردند و از بشریت بیرون آمدند و گوشت و پوست و دقایق آن عالم را مطالعه کردند و قطع منازل کردند تا معلوم‌شان شد که راه چون می‌باید رفتن آنگه آمدند، و خلایق را دعوت می‌کنند که بیایید بدان عالم اصلی که این عالم خرابه ایست و سرای فانیست و ما جائی خوش یافتیم، پس معلوم شد که دل فی جمیع الاحوال ملازم دلدار است، منازل و خوف رهزنان و پالان داشتن نیست تن مسکین است که مقید آنهاست، شعر،

با دل گفتم کہ ای دل ازنادانی محروم زخدمت کئی می دانی
دل گفت مرا تحت غلط می خوانی من لازم خدمتم تو سرگردانی

ہر جا کہ باشی و در ہر حال کہ باشی جہد کن تا محب و عاشق باشی وچون محبت ملک تو شد ہمیشہ محب باشی، در گور و در حشر و در بہشت الی ما لا نہایہ چون گندم کاشتی قطعاً گندم روید، و در انبار ہمان گندم باشد، و در تنور ہمان گندم باشد، مجنون خواست تا پیش لیلی نامہ نویسد، قلم در دست گرفت،

خیالک فی عینی واسمک فی فمی وذکرک فی قلبی الی این اکتب

پس چون خیال تو مقیم چشمست و نام تو بر زبان و ذکر تو در صمیم جان پس نامہ پیش تو کجا نویسم چون در این محلہا می گردی قلم بشکست و کاغذ بدرید،
بسیار کس باشد کہ دلش ازین سخن پر باشد، الا بعبارات و الفاظ نتوان آوردن اگرچہ عاشق و طالب و نیازمند این باشد، عجب نیست و این معنی عشق نباشد، بلکہ خود اصل دلست و نیاز و عشق، ہمچنانک طفل عاشق شیرست، و از آن مدد می یابد، و قوت می گیرد، مع ہذا نتواند شرح شیر کردن وحد آن را گفتن، و در عبارت آوردن کہ من از خوردن شیر چہ لذت می یابم و بنا خوردن آن چگونہ متالم وضعیف می شوم اگرچہ جانش خواہان و عاشق شیرست و بالغ اگرچہ بہزار گونہ شیر را شرح دہد اما ورا از شیر ہیچ لذت نباشد و از آن حظ ندارد،

فصل

نام آن جوان چیست سیف الدین فرمود سیف در غلافست نمی توان دیدن

سیف او باشد که برای دین جهاد کند و کوشش او کلی برای حق باشد و صواب را از خطا پیدا کند و حق را از باطل تمیز کند الا جنگ اوّل با خویشتن کند و اخلاق خود را مهذب گرداند ابدأ بنفسک و همه نصیحتها با خویشتن گوید،

آخر تو نیز آدمی دست و پا سر داری و گوش و هوش و چشم و دهان، انبیاء و اولیاء نیز که دولتها یافتند و بمقصود رسیدند ایشان نیز بشر بودند و چون ما اجزا و اعضا داشتند چه معنی که ایشان را راه می دهند و در می گشایند، و مرا نی گوش خود را مالد و شب و روز با خود جنگ کند که تو چه کردی و از تو چه حرکت صادر شد که مقبول نمی شوی تا سیف الدین و لسان الحق باشی مثلاً ده کس خواهند که در خانه روند نه کس راه می یابند و یک کس برون می ماند و راهش نمی دهند قطعاً این کس با خویشتن بیندیشد و زاری کند که عجب من چه کردم که مرا اندرون نگذاشتند، و از من چه بی ادبی آمد باید که گناه بر خود نهد و خویشتن را مقصر و بی ادب شناسد نه چنانک گوید این را با من حق می کند من چه کنم خواست او چنین است اگر خواستی راه دادی که این بکنایت دشنام باشد حق را و شمشیر زدن با حق باین معنی سیف علی الحق باشد نه سیف الله حق تعالیٰ منزه است از خویش و اقربا لم یلد و لم یولد[1]

هیچ کس سوی او راه نیافت الا به بندگی الله الغنی و انتم الفقراء[2] ممکن نیست که بگوئی آن کس را که حق راه یافت او از من خویش تر بود و از من آشنا تر بود و از من متعلق تر بود پس قربت او میسر نشود الا به بندگی او معطی علی الاطلاق است دامن دریا خار را خلعت گل پوشانید و مشتی خاک را حیات و روح بخشید بی غرضی و سابقه و همه اجزای

[1] نہ کوئی اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے (الاخلاص)

[2] اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو (سورہ محمد ع ۴)

Marfat.com

عالم از و نصیب دارند کسی چون بشنود که در فلان شهر کریمی هست که عظیم بخششها و احسانها
می کند بدین امید البته آنجا رود تا از و بهره مند گردد پس چون انعام حق چنین مشهور است
و همه عالم از لطف او با خبر اند چرا از و گدائی نکنی و طمع خلعت و صله نداری کاهل وار نشینی
که اگر او خواهد مرا بدهد و هیچ تقاضا نکنی سگ که عقل و ادراک ندارد و چون گرسنه شود و
نانش نباشد پیش تو می آید و دم می جنباند یعنی مرا نان ده که مرا نان نیست و تو بر این قادری
و آخر تو کم از سگ نیستی که او بآن قدر راضی نمی شود که در خاکستر بخسبد و گوید که اگر خواهد
مرا خود نان دهد لابه می کند و دم می جنباند تو نیز دم بجنبان و از حق بخواه و گدائی کن
که پیش چنین معطی گدائی کردن عظیم مطلوب است چون بخت نداری از کسی بخت خواه
که او صاحب دولت است

حق عظیم نزدیک است بتو هر فکری و تصوری که می کنی او ملازم آنست زیرا
آن تصور و اندیشه را او هست می کند و برابر تو می دارد، الا او را از غایت نزدیکی نتوانی
دیدن، و چه عجبست که هر کاری که می کنی عقل تو با آنست، و در آن کار شروع
دارد و هیچ عقل را نمی توانی دیدن، اگرچه باثر می بینی الا ذاتش را نمی توانی دیدن
مثلاً کسی در حمام رفت گرم شد هر جا که می گردد آتش با اوست و از تاثیر تاب آتش
گرمی یابد الا آتش را نمی بیند و چون بیرون آید و آتش معین بیند بداند که از آتش گرم شد
و معلوم گردد که تاب حمام هم از آتش بود، وجود آدمی نیز حمامی شگرفست، در او تابش عقل
و روح و نفس همه هست، الا چون از حمام برون آئی و بدان جهان روی معین ذات عقل
را بینی و ذات نفس و ذات روح را مشاهده کنی و بدانی که آن زیرکی و ادراک تابش
عقل بوده است معین و آن تدبیر و حیل از نفس بود و حیوة اثر روح بود معین ذات

هر یک را نبینی الا مادام که در حمامی آتش را محسوس نتوانی دیدن الا باثر تو[انی] بدین یا بچنان که کسی هرگز آب روان ندیده است و او را چشم بسته در آب انداختند چیزی نرم نرم بر جسم او می زند الا نمی داند که آن چیست الا چون چشمش بگشاید بداند معین که آن آب بود اول باثر می دانست این ساعت ذاتش را می بیند پس گدائی از حق کن و حاجت از و خواه که هیچ ضایع نشود که ادعونی استجب لکم[1]

در سمرقند بودیم خوارزمشاه سمرقند را در حصار گرفته بود و لشکر کشیده جنگ می کرد و در آن محله دختری بود صاحب جمال چنانک در آن شهر او را نظیر نبود هر لحظه می شنیدم خداوندا تو کی روا داری که مرا بدست ظالمان دهی و می دانم که هرگز روا نداری و بر تو اعتماد دارم چون شهر را غارت کردند همه خلق را اسیر می بردند و کنیزکان آن دختر را اسیر می بردند هیچ با او المی نرسید و در غایت حسن کس او را التفات نمی کرد و نظر نمی کرد تا بدانی که هر که خود را بحق سپرد از آفتها ایمن گشت و بسلامت ماند و حاجت هیچ کس در حضرت او ضائع نشد،

درویشی فرزند خود را آموخته بود که هرچه می خواست پدرش گفتی که از خدا خواه چون می گریست و آن را از خدا می خواست حاضر می شد تا بر این سالها بر آمد روزی کودک در خانه تنها مانده بود هریسه اش آرزو کرد بر عادت معهود گفت هریسه خواهم ناگاه کاسه هریسه از غیب حاضر شد سیر بخورد پدر و مادر چون بیامدند گفتند چیزی نمی خواهی گفت آخر هریسه خواستم و خوردم پدرش گفت الحمد لله که بد[ین] ... و اعتماد و وثوق حق بر تو قوت گرفت.

---

[1] ہم سے دعا مانگو ہم قبول کریں گے [illegible] مومن رکوع ۶

مادر مریمؑ چون مریمؑ را نذر کرده بود بخدا که او را وقف خانهٔ خدا کند و بوی هیچ کاری نفرماید در گوشهٔ مسجدش بگذاشت زکریاؑ می‌خواست که او را تیمار دارد و هر کسی نیز طالب بودند میان ایشان منازعت افتاد و در آن دور عادت چنان بود که هر کسی چوبی در آب انداز دی چوب هر که بر روی آب بماندی آن چیز از آن او بودی اتفاقاً فال زکریاؑ راست شد گفتند حق این ست و زکریا هر روز چون طعامی می‌آورد در گوشهٔ مسجد جنس آن آنجا می‌یافت گفت ای مریمؑ آخر وصی تو منم این از کجا می‌آوری گفت چون محتاج طعام می‌شوم هر چه می‌خواهم حق تعالی می‌فرستد کرم و رحمت او بی نهایت است و هر که بر وی اعتماد کرد هیچ ضایع نشد زکریاؑ گفت خداوندا چون حاجت همه را روا می‌کنی من نیز حاجتی دارم میسر گردان و مرا فرزندی ده که دوست تو باشد و بی آنکه او را تحریض کنم او را با تو موانست باشد و بطاعت تو مشغول باشد حق تعالی یحییؑ را در وجود آورد بعد از آنکه زکریاؑ پشت دوتا و ضعیف شده بود و مادرش خود در جوانی عقیم بود در حالت پیری حیض دید و آبستن شد تا بدانی که این همه پیش حق بهانه است و همه اوست و حاکم مطلق اوست،

مومن اوست که بداند که در پس این دیوار کسی هست یک بیک بر احوال ما مطلع است و می‌بیند اگر چه ما او را نمی‌بینیم و این او را یقین باشد بخلاف آنکس که گوید نی این همه حکایت است و باور ندارد روزی بیاید که چون گوشش بمالد پشیمان شود گوید آن بد گفتم و خطا گفتم خود همه او بود من او را نفی می‌کردم مثلاً تو که رباب می‌زنی میدانی که من پس دیوارم و رباب می‌زنی قطعاً نگاه داری و منقطع نکنی،

این نماز آخر برای آن نیست که همه روز قیام و رکوع و سجود کنی الاغرض آنست

می باید آن حالتی که در نماز ظاهری شود پیوسته با تو باشد اگر در خواب و اگر در بیداری اگر بنویسی و اگر بخوانی در جمیع احوال خالی نباشی از یاد حق هُمْ فِی صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ[1] باشی،
این گفتن و خاموشی و خوردن و خفتن و خشم و عفو و جمیع اوصاف گردش آسیاست که می گردد قطعاً این گردش او بواسطه این باشد زیرا خود او در آبی است، آب نیز آزموده است پس اگر اسباب این گردش از خود بیند عین جهل و بی خبری باشد پس این گردش و میدان تنگ است زیرا احوال این عالم است بحق بنال که خداوندا مرا غیر این سیر گردش گردش دیگر روحانی میسر گردان چون همه حاجات از تو حاصل می شود و کرم و رحمت تو بر جمیع موجودات عام است پس حاجات دم بدم بر حق عرضه دار و بی ذکر او مباش که یاد او مرغ روح را قوت و پر و بال است اگر آن مقصود کلی حاصل شد نور علی نور الا بارے بیاد کردن حق اندک اندک باطن منور شود و ترا از عالم انقطاعی حاصل گردد مثلاً همچنانک مرغی خواهد که بر آسمان پرد اگرچه بر آسمان نرسد الا دمبدم از زمین دورتر شود و از مرغان دیگر بالا می گیرد مثلاً در حقه مشک باشد و دهان حقه تنگ است دست در وی می کنی مشک نمی توانی بیرون آوردن الا معهذا دست معطر می شود و مشامت خوش می گردد پس یاد حق همچنین است اگرچه بذاتش نرسی الا یاد او جل جلاله اثرها در تو کند و فایدهای عظیم از ذکر حق حاصل شود،

فصل

شیخ ابراهیم عزیز درویشی است چون او را می بینم از دوستان یاد می آید مولانا شمس الدین را عظیم عنایت بود با ایشان پیوسته فرمودی شیخ ابراهیم ما و بخود اضافت کردی عنایت

[1] حاشیه گذشته

چیزی دیگرست و اجتهاد کاری دیگر انبیا بمقام نبوت باجتهاد نرسیدند آن دولت بعنایت یافتند الا سنت چنان است که هر کرا آن مقام حاصل شود سیرت و زندگانی او بر طریق اجتهاد و صلاح باشد و آن هم برای عوام ست تا بر ایشان و قول ایشان اعتماد کنند زیرا نظر خلق بر باطن نمی افتد ظاهر بینید و چون متابعت ظاهر کنند بواسطه و ببرکت آن بباطن راه یابند آخر فرعون نیز اجتهادی عظیم کرد در بذل و احسان و اشاعت خیر الا چون عنایت نبود لاجرم آن طاعت و اجتهاد او را فروغی نبود و آن جمله را بپوشانید،

همچنانک امیری در قلعه با اهل قلعه احسان و خیر می کند و غرض او آن ست که بر پادشاه خروج کند و طاغی شود لاجرم از احسان او را قدری نباشد اگرچه بکلی توان نفی عنایت کردن ازو شاید که حق تعالی را با او عنایت خفی باشد برای مصلحتی او را مردود گرداند زیرا پادشاه را قهر و لطف و خلعت و زندان هر دو می باید اهل دل ازو بکلی نفی عنایت نکنند الا اهل ظاهر او را بکلی مردود دانند و مصلحت در آنست جهت قوام ظاهر پادشاه یکی را بر دار می کند و بر ملای خلائق بر جای بلندی آویزد اگرچه نوعی دیگر پنهان هلاک توان کردن اما غرض آنست تا مردم اعتبار گیرند و نفاذ حکم و امتثال امر پادشاه ظاهر شود آخر همه دارها از چوب نباشد منصب و دولت دنیا نیز دار عظیم است چون حق تعالی کسی را خواهد که بگیرد او را در دنیا منصبی عظیم دهد یا پادشاهی بزرگ دهد همچون فرعون و نمرود و امثال اینها همچون دار ایست که حق تعالی ایشان را بر انجا می کند تا جمله خلایق بر آن مطلع شوند،

حق تعالی می فرماید کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ یعنی جمله عالم را آفریدم و غرض از آن همه اظهار ما بود گاهی بلطف و گاهی بقهر این آنچنان پادشاه نیست که ملک او را

سلہ حاشیہ گذر چکا،

یک معرّف بس باشد اگر ذرات عالم معرّف شوند در تعریف او عاجز و قاصر باشند پس همه
خلایق روز و شب اظهار حق می کنند الا بعضی می دانند بر اظهار واقفند و بعضی غافلند
اما اظهار حق ثابت می شود همچنانک امیری فرمود تا کسی را تادیب کنند آنکس بانگ می زند
و فریاد می کند مع هذا هر دو اظهار حکم امیری کنند اگرچه از درد بانگ می زند الا دانند که ضارب
و مضروب محکوم امیرند و از هر دو اظهار حکم امیر پیدا می شود آنکس مثبت حقست اظهار
می کند حق را همیشه و آنکس که نافیست هم مظهرست زیرا اثبات چیزی بی نفی تصور ندارد
و بی مزه و لذت باشد مثلاً مناظری در محفل مسئله گفت اگر آنجا معارضی نباشد که لانسلم گوید او
اثبات چه کند و نکته او را چه ذوق باشد زیرا اثبات در مقابله نفی خوش باشد همچنین این عالم
نیز محفل اظهار حق است بی مثبت و نافی این محفل را رونقی نباشد هر دو مظهر حقند یاران
رفتند پیش امیر آن بر ایشان خشم گرفت که این همه اینجا چه کار دارند گفتند این طلبه ما و انبوهی
ما جهت آن نیست که بر کسی ظلم کنیم برای آنست تا خود را در تحمل و صبر معاون باشیم و همدیگر
را یاری دهیم همچنانک در تعزیت خلق جمع می شوند برای آن نیست که مرگ را دفع کنند
غرض آنست تا صاحب مصیبت را تسلی شوند و از خاطرش دفع وحشت کنند،

اَلْمُؤْمِنُوْنَ کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ[1] درویشان حکم یک تن دارند اگر عضوی از ایشان درد
گیرد باقی اجزا متالم شوند چشم دیدن خود بگذارد و گوش شنیدن و زبان گفتن همه بر آن جمع
شوند شرط یاری آنست که خود را فدای یار خود کند و خویشتن را در [illegible]

زیرا که همه رو به یک چیز دارند و غرق یک بحرند اثر ایمان و شرط اسلام این باشد یاری آن
تن کشند چه ماند به یاری به جان کشند لَا ضَیْرَ اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ[2] [illegible]

[1] تمام مومنین مثل ایک ذات واحد کے ہیں [2] کوئی نقصان نہیں ہم تو اپنے رب کی طرف [illegible]

خود را فدای حق کنند از بلا و خطر دست و پا چرا اندیشد چون سوی دوست می رود دست و پا چه حاجتست دست و پا برای آن داد تا از و بدین طرف روان شوی لکن چون سوی پای ساز و دست ساز می روی اگر از دست بروی و در از پای افتی و بے دست و پای شوی چون سحرهٔ فرعون چه غم باشد، شعر

زهر از کف یار سیمبر توان خورد | تلخی سخنش همچو شکر توان خورد
بس با نمکست یار بس با نمکست | جای که نمک بود جگر توان خورد

فصل

ان الله مرید للخیر والشر کلیهما ولا یرضی الا الخیر، لانه قال کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف لا شک ان الله تعالی یرید الامر، والنهی والامر لا یصح الا اذا کان المامور کارهاً لما امر به لا یقال کل الحلاوة والسکر یا جائع، وان قیل هذا لا یسمی امراً بل یسمی اکراماً کذلک النهی لا یصح عن شئ یرغب عنه الانسان لا یصح ان یقال لا تأکل الحجر ولا تاکل الشوک وان قیل هذا لا یسمی نهیاً فلا بد لصحة الامر بالخیر والنهی عن الشر من نفس راغبة الی الشر وارادة وجود مثل هذه النفس ارادة للشر ولکن لا یرضی الشر والا لما امر بالخیر ونظیره من اراد التدریس فانه مرید لجهل المتعلم لان التدریس لا یمکن الا بجهل المتعلم وارادة الشئ ارادة ما هو من لوازمه ولکنه لم یرض بجهله، والا لما علمه، وکذالک الطبیب فانه یرید مرض الناس اذا اراد ظهور طب نفسه لانه لا یمکن ظهور طبه الا بمرض الناس ولکنه لا یرضی بمرض الناس والا لما داواهم وعالجهم وکذا الخباز یرید جوع الناس لحصول کسبه ومعاشه ولکن لا یرضی بجاعتهم والا لما باع الخبز وکذا الامراء والخیل یریدون ان یکون لسلطانه

مخالفة عبده ولولا لما يظهر رجوليتهم ومحبتهم للسلطان ولا يحتاجهم السلطان لعدم الحاجة اليهم لكن لا يرضى عن مخالفيه ولولا لما قاتلوا وكذلك الانسان يريد دواعي الشر في نفسه لانه يحب ان يكون شاكراً مطيعاً متقياً وهذا لا يمكن الا بوجود الداعي لترك الشكر والطاعة والتقوى في نفسه وارادة الشيء ارادة ما هو من لوازمه ولكن لا يرضى بها لانه يجاهد بازالة هذه الاشياء من نفسه فعلم انه مريد للشر من وجه وغير مريد له من وجه والخصم يقول انه غير مريد للشر من وجه ما وهذا المحال ان يريد الشيء ولا يريد ما هو من لوازمه ومن لوازم الامر والنهي هذه النفس الابية التي ترغب الى الشر طبعاً وتنفر عن الخير طبعاً وهذه النفس من لوازمها جميع الشرور التي في الدنيا فلو لم يرد هذه الشرور لم يرد النفس واذا لم يرد النفس لم يرد الامر والنهي الملزومين للنفس ولو رضي بها ايضاً لما امرنا ولما نهانا فالحاصل ان الشر مراد لغيره

ثم نقول اذا كان مريداً لكل خير ومن الخيرات دفع الشر ولا يمكن [illegible] دفع الشر ولا يمكن الايمان الا بعد الكفر فيكون من لوازمه الكفر [illegible] ارادة الشر انما يكون قبيحاً اذا اراده لعينه اما اذا اراده لغيره لا يكون قبيحاً [illegible] ولكم في القصاص حياة [illegible] القصاص شر وهدم لبنيان الله تعالى ولكن هذا شر جزوي وصون الخلق [illegible] كلي وارادة الشر الجزوي لارادة الخير الكلي ليس بقبيحة وترك ارادة الشر الجزوي [illegible] الكلي نفس القبيح ونظير هذا ان الام لا تريد تأديب ولدها لانها لا تنظر الا [illegible] والاب يريد تأديبه لقطع الجز ولا كانت نظرته الى الشر الكلي [illegible]

فهل يريد ان يتصدق عليه هذه الاثام او لا فلا بد من بلى ولا يكون [illegible] الذنوب وارادة الشيء ارادة ما هو من لوازمه ولذا امرنا بالعفو وامرنا بالصلح [illegible] لا تكون بهذا الامر فائدة الا بوجود الخصومة نظيره ما قال [illegible]

امرنا بالکسب وتحصیل المال لانہ قال وانفقوا فی سبیل اللہ ولا یمکن انفاق المال الا بالمال فکان امرا بتحصیل المال ومن قال لغیرہ قم فصل فقد امرہ بالوضوء وامرہ بتحصیل الماء وبکل ما ھو من لوازمہ

فصل

الشکر صید وقید للنعم اذا سمعت صوت الشکر تاھبت للمزید اذا احب اللہ عبدا ابتلاہ ، فان صبر اجتباہ ، وان شکر اصطفاہ ، بعضھم یشکرون اللہ لقھرہ ، وبعضھم یشکرونہ للطفہ وکل واحد منھما خیر لان الشکر تریاق یقلب القھر باللطف العاقل الکامل ھو الذی یشکر علی الجفا فی الحضور والخفاء ، فھو الذی اصطفاہ اللہ وان کان مرادہ درک النار فبا الشکوی یستعجل نقضہ لان شکوی الظاھر تنقیص لشکوی الباطن ، قال النبی علیہ السلام انا الضحوک القتول یعنی ضحکی فی وجہ الجانی قتل لہ والمراد من الضحک الشکر مکان الشکایۃ وحکی ان یھودیا کان فی جوار احد من اصحاب رسول اللہ صلعم وکان الیھودی باعلی غرفۃ ینزل منھا الاحداث والانجاس وابوال الصبیات وغسیل الثیاب الی بیتہ وھو یشکر الیھودی ویامر اھلہ بالشکر ومضی علی ھذا ثمان سنین ، حتی مات المسلم ندخل الیھودی لیعزی اھلہ فرائی فی البیت تلک النجاسات وراء ما نفذھا من الغرفۃ فعلم ما جری فی المدۃ الماضیۃ وندم ندما شدیدا وقال لاھلہ ویحکم لم لم تخبرونی واما کنتم تشکرون قالوا انہ کان یامرنا بالشکر ویھددنا عن ترک الشکر فامن الیھودی

ذکر نیکان محض نیکی است　　ہمچو مطرب کہ باعث بکی است

لہذا ذکر اللہ فی القرآن انبیاء وصالحی عبادہ وشکرھم علی ما فعلوا من قدر وغرض شکر مدین پستان نعمت پستان اگرچہ پر بود تانہ مغزی شیر نہ آید ، پرسیدند کہ سبب ناشکری چیست و آنچہ مانع شکر است چیست شیخ فرمود مانع شکر خام طمعیست آنچہ بدو رسید بیش از آن طمع کردہ بود آن طمع خام او را ناشکر کرد

پس از غیب خود غافل بود و آن نقد که پیشکش کرد از غیب واز وزر یافت آن غافل بود لاجرم طمع خام همچون میوهٔ خام خوردن ست و نان خام و گوشت خام خوردن ست لاجرم موجب تولد علت باشد و تولد ناشکری چون دانست که آن مضر خورد استفراغ واجب است حق تعالی بحکمت خویشتن او را به بی شکری مبتلا کرد تا استفراغ کند و از آن پنداشت فاسد فارغ شود آن یک علت صد نشود،

ونبلوناهم بالحسنات والسیئات لعلهم یرجعون[1] یعنی رزقناهم من حیث لا یحتسبون وهو الغیب وتنقض نظرهم عن رویة الاسباب التی هی کالشرکاء لله کما قال ابو یزید یارب ما اشرکت بک قال الله تعالی یا ابا یزید ولا لیلة اللبن یعنی ذات لیلة اضر فی اللبن، وانا النفاس النافع، فنظر الی السبب فعده الله مشرکا وقال انا الضار قبل اللبن وبعد اللبن ولی جعلت اللبن کالذنب والمضرة کالتأدیب من الاستاد، فاذا قال الاستاد لا تاکل الفواکه فاکل التلمیذ فضرب الاستاد علی کف رجله لا یجوز ان یقول اکلت الفواکه فاضر رجلی وعلی هذا الاصل من حفظ لسانه عن الشرک تکفل الله ان یطهر روحه عن اغراس الشرک القلیل عند الله کثیر الفرق بین الحمد والشکر ان الشکر علی النعم لا یقال تشکرنه علی جماله وعلی شجاعته، والحمد اعم،

فصل

شیخ امامت می کرد و خواندالاعراب اشد کفرا ونفاقا[2] مراز روسای عرب حاضر بود سیلی محکم دیر انزد کونت در رکعت دیگر خواند ومن الاعراب من یومن

[1] اور ہم نے نعمتوں اور مصیبتوں دونوں کے ذریعے انکی آزمائش کی تاکہ وہ ہماری طرف رجوع کریں ۔ سورۃ اعراف ع ۲۱ [2] اعراب کے عرب کے دیہاتی کفر و نفاق میں بہت سخت ہیں ۔ توبہ ع ۱۲

باللہ والیوم الآخر[1] آن عرب گفت الصفع الحملک ہر دم سیلی می خوریم از غیب در ہر چہ پیش می گیریم سیلی از آن دور می کنند باز چیزی دیگر پیش می گیریم،

قیل لا طاقۃ لنا بہ الخسف والقذف وقیل قطع الاوصال الیسعت قطع الوصال، مراد خسف بدنیا فرو رفتن ست، و از اہل دنیا شدن، و از قذف از دل او لیا بیرون افتادن چنانک کسی طعام بخورد و در معدۂ وی ترش شود، و آن را استفراغ کند اگر آن طعام ترش نشدی و قی نکردی جزو آدمی خواست شدن، اکنون مرید نیز چاپلوسی و خدمت می کند تا در دل شیخ گنجائی یابد، العیاذ باللہ چیزی از مرید صادر شود، و شیخ را خوش نیاید، و او را از دل بیرون اندازد مثل آن طعام است کہ خورد و قی کرد چنانک بمرور ایام شیخ خواست شدن، بسبب حرکت ناخوش از دلش بیرون انداخت،

عشق تو منادی بعالم در داد تا او لہا را بدست شور و شر داد
وانگہ ہمہ را بسوخت خاکستر کرد وآورد بباد بے نیازی بر داد

در آن باد بے نیازی ذرات خاکستران ولہا رقصان و نعرہ زنان نازند و اگر نہ چنین اند این خبر را کہ آورد و ہر دم این خبر را کہ تازہ می کند و اگر دلہا حیات خویشتن را در آن سوختن و برباد دادن نہ بیند چندین چون رغبت کنند در سوختن، آن دلہا کہ در آتش شہوات دنیا سوختہ و خاکستر شدند ہیچ ایشان را آوازہ ورونقی می بینی و می شنوی،

لقد علمت وما الاسراف من خلقی ان الذی ہو ارزقی سوف یاتینی

[1] عرب کے دیہاتیوں میں سے ایسے ہیں جو خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔
(توبہ ع ۱۲)

Marfat.com

اسعی له فیتعبنی تطلبه ولو جلست اتانی لایعنینی

بدرستی که من دانسته ام تا عده روزی را دخری من نیست که گزاف دوادو کنم و رنج برم بے ضرورت بدرستی آنچه روزی من است از سیم و از خورش و از پوشش و از شهوت چون بنشینم برمن بیاید من چون می دوم در طلب این روزی مرا بر رنج مانده و خوار میکند طلب کردن آنها و اگر صبر کنم و بجای خود بنشینم وا درا می کشد چون تواند مرا کشیدن برمن بیاید زیرا که روزی هم طالب من ست و او مرا می کشد،

حاصل سخن این ست که بکار دین مشغول می باش تا دنیا پس تو دود مراد از نشستن نشستن است بر کار دین اگرچه می دود او نشسته است و اگر نشسته است چون برای دنیا نشسته است او می دود قال النبی صلعم من جعل الهموم هما واحدا کفاه الله سایر همومه[1] هر کرا ده غم باشد غم دین را بگیرد حق تعالی نه را بی سعی او راست کند چنانک انبیا در بند نام و نان نبوده اند در بند رضا طلبی حق بوده اند نان و نام ایشان برسند هر که رضای حق طلبد در دنیا جهان و آن جهان با پیغمبران همنشین[2] و نحن ندانه اولئک مع النبیین والصدیقین والشهدا والصالحین چه جای این ست بلک با حق همنشین است انا جلیس من ذکرنی[3] اگر حق همنشین او نبودی در دل او شوق حق نبودی هرگز بوی گل بے گل نباشد هرگز بوی مشک بے مشک نباشد این سخن را پایان نیست و اگر پایان باشد چون سخنہا ے دیگر نباشد

[1] جس نے اپنے تمام رنجوں کو چھوڑ کر صرف ایک رنج و فکر کو قایم رکھا حق تعالی اس کے دوسرے دور کرے گا۔

[2] یہ لوگ رفیق ہیں نبیا و صدیقین اور شہدا اور صالحین ... کی رفاقت بہت ہے ... فاولئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهدا والصالحین ...

[3] جو مجھے یاد کرتا ہے میں اس کا ہمنشین ہو جاتا ہوں۔

شب رفت و حدیث ما بپایان نرسید　　شب را چه گنه حدیث ما بود دراز

شب و تاریکی این عالم بگذرد و نور این سخن هر دم ظاهر تر باشد چنانکه شب عمر انبیاء بگذشت و نور حدیث شان نگذشت و منقطع نشد و نخواهد شدن،

مجنون را گفتند که لیلی را دوست می داری چه عجب هر دو طفل بودید و در یک مکتب

مجنون گفت این مردان ابلهند انّی ملیحة لا تشتهی هیچ مردی باشد که بزن خوب میل نکند بلکه عشق آن ست که غذا و مزه از و یابد همچنانک دیدار پدر و مادر و خوشی فرزند و شهوت انواع لذت از و یابد مجنون مثال شد از آن عاشقان چنانک در نحو عمرو زید،

گر نقل و کباب و گرمی ناب خوری　　می دان که بخواب در همی آب خوری

الدنیا کحلم النائم دنیا و نعم دنیا همچنانست که کسی در خواب چیزی خورد پس حاجت دنیا خواستن همچنانست که کسی در خواب چیزی خواست و دادندش عاقبت چون بیداری ست از آنچ در خواب خورد هیچ نفعی نباشد پس در خواب چیزی خواسته باشد و آن را بوی داده باشند، فکان السؤال بقدر السؤال

فصل

امیر گفت ما احوال آدمی را یک یک دانستیم و یک سر موی از مزاج و طبیعت و گرمی و سردی او از ما فوت نشد هیچ معلوم نگشت که آنچ در او باقی خواهد ماندن چه چیزست،

فرمود که اگر دانستن آن بمجرد قول حاصل شدی خود بچندین کوشش و مجاهدها بانواع محتاج نبودی و هیچ کس خود را در رنج نینداختی و فدا نکردی مثلاً یکی بی خبر آمد عیر آب شنودہ

نهنگان و ماهیان نمی بیند گوید که این گوهر کجاست مگر خود گوهر نیست گوهر بحر دیدن بحر کی حاصل شود، اکنون اگر صد هزار بار آب دریا را طاس طاس بپیماید گوهر را نیابد غواصی می باید تا بگوهر راه برد و آنگاه هر غواصی نی غواصی چالاک نیک بختی، این هنرها و علمها همچون پیمودن آب دریاست بطاس، طریق یافتن گوهر نوعی دیگرست، بسیار کس باشد که بجمله هنرها آراسته باشد و صاحب مال و جمال بود الا در او آن معنی نباشد، و بسا کس ظاهر او خراب باشد او را حسن صورت و بلاغت نباشد الا آن معنی که باقیست در او باشد و آن آنست که آدمی بدان مشرف و مکرمست و بواسطه آن رجحان دارد بر سایر مخلوقات،

شیران و پلنگان و دیگر مخلوقات را هنرها و صنعتها و خاصیتها باشد الا آن معنی که باقی خواهد بود در ایشان نیست اگر آدمی بآن معنی راه برد خود فضیلت خویشتن را حاصل کرد و الا او را از آن فضیلت هیچ بهره نباشد، این جمله هنرها چون نشاندن گوهرهاست بر پشت آیینه روی آیینه از آن فارغ است روی آیینه را صفا می باید، آنکه روی او زشت است دارد طمع در پشت آیینه کند زیرا که روی آیینه غمازست، و آنکه خوب روست روی آیینه را بصد جان می طلبد زیرا روی آیینه مظهر حسن اوست یوسف مصری را دوستی از سفر آمد گفت جهت من چه ارمغانی آوردی گفت چیست که ترا نیست الا جهت آنکه از تو خوبتر هیچ نیست آیینه آوردم تا هر لحظه روی خود را در وی مشاهده کنی چیست که حق تعالی را نیست و او را بدان احتیاج است، پیش حق تعالی دلی روشن می باید بردن تا در وی خود را ببیند ان الله تعالی لا ینظر الی صورکم و لا الی اعمالکم بل ینظر الی قلوبکم،

بلاد بها سادات حبیبت فیها ... بلاد بها ... الا ان ...

شهری که در او هر چه خواهی یابی از خوبرویان و لذات طبعها و ... الشهر

گر نا گوئی الا درا و عاقلی نباشد بایست که بعکس این بودی آن شهر وجود آدمی ست اگر درا و هزار هنر باشد و آن معنی نبود آن شهر خراب اولی‌تر و اگر آن معنی هست و آرایش ظاهر نیست باکی نبود سرا و می باید که معمور باشد آدمی که در هر حالتی که هست او مشغول حق است و آن اشتغال ظاهر مانع مشغولی باطن نیست همچنانکه زن حامله در حالتی که هست در صلح و جنگ و خوردن و خفتن آن بچه در شکم او می بالد و قوت و حواس می پذیرد و مادر را از آن خبر نیست آدمی نیز حامل آن سر است که قال الله تعالی وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا[1] الا حق تعالی او را در ظلم و جهل نگذارد،

از همین صورت آدمی مرافقت و موافقت و هزار آشنائی خیزد از آن سر که آدمی حامل آنست چه عجب که یاری ها و آشنائی ها آید تا بعد از مرگ از وی چها خیزد سر می باید که معمور باشد زیرا سر همچون بیخ درخت است اگرچه پنهان ست اثر او بر شاخسار ظاهر است اگر شاخی دو شکسته شود چون بیخ محکمست باز بروید الا اگر بیخ خلل یابد نه شاخ ماند نه برگ،

حق تعالی فرمود السلام علیک ایها النبی یعنی سلام بر تو و بر هر که از جنس تست و اگر غرض حق تعالی این بودی مصطفی علیه السلام مخالفت نکردی و نفرمودی که علینا وعلی عباد الله الصالحین زیرا که چون سلام مخصوص بودی بر او اضافت بندگان صالح نکردی یعنی آن سلام که تو بر من دادی بر من و بندگان صالح تو که جنس منند چنانکه مصطفی فرمود در [illegible] الا باین وضو مقصود آن نبود الا باینکه نماز هیچ کس درست نبودی چون شرط صحت نماز وضوی مصطفی بودی پس غرض آنست که هر که جنس این وضو نکند نمازش درست نباشد چنانکه گویند این طبق گلنارست چه معنی یعنی که گلنار همین ست و بس بل این جنس گلنارست،

[1] حاشیه گذر چکا،

روستائی بشهر آمد و مهمان شهری شد شهری او را حلوه آورد روستائی او را باشتها بخورد گفت ای شهری من شب و روز بگزر خوردن آموخته بودم این ساعت طعم حلوا چشیدم لذت گزر از چشم افتاد اکنون هر باری حلوا نخواهم یافتن و آنچ داشتم بر دلم سرد شد چه چاره کنم چون روستائی حلوا چشید بعد از آن میل بشهر کند زیرا شهری دلش بر ده باشد در پی دل بباید رفتن

بعضی باشند که سلام دهند و از سلام ایشان بوی مشک آید و بعضی باشند که سلام دهند و از سلام ایشان بوی دود آید و این کسی دریابد که او را مشامی باشد یار را می باید امتحان کردن تا آخر پشیمانی نباشد سنت حق اینست ابدء بنفسک نفس نیز اگر دعوی بندگی کند بی امتحان از و قبول مکن در وضو آب را در بینی می برند بعد از آن می چشند بمجرد دیدن قناعت نمی کنند یعنی شاید صورت آن بر جا باشد و طعم و بویش متغیر باشد این امتحان است جهت آب آنگه بعد از امتحان بر روی می زنند هرچه تو در دل پنهان داری از نیک و بد حق تعالی آن را بر ظاهر تو پیدا گرداند هرچه بیخ درخت پنهان می خورد از آن در شاخ و برگ پیدا می شود سیماهم فی وجوههم من اثر السجود[1] و قوله تعالی سنسمه علی الخرطوم[2] اگر هر کسی بر ضمیر تو مطلع نشود رنگ روی خود را چه خواهی کردن؟

فصل

جست چیزی را که آن کی نیابی　　　جز این دوست آنانی نیابی

طلب آدمی آن باشد که چیزی نایافته طلب کند شب و روز در جستجوی آن باشد الا طلبی که یافته باشد و مقصود حاصل بود و طلب آن حاصل باشد این عجب است

[1] ان کی پیشانیوں پر سجدہ کے نشانات ہیں [2] ہم اس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے [illegible]

این چنین طلب، در وهم آدمی نگنجد و بشر آنرا نتواند تصور کردن زیرا طلب او از برای چیزیست که نیافته است و این چیزی که یافته باشد و طلب کند حق است زیرا حق تعالی همه چیز را یافته است و همه چیز در قدرت او موجود است کن فیکون،

الواجد الماجد، واجد آن باشد که همه چیز را یافته باشد حق تعالی طالب است که هو الطالب الغالب پس مقصود ازین نیست آن ست که ای آدمی چندانک تو در این طلبی که حادثست و وصف آدمیست از مقصود دوری و چون طلب تو در طلب حق فانی شود و طلب حق بر طلب تو مستولی گردد تو آنگه طالب شوی بطلب حق،

یکی گفت مرا هیچ دلیلی قطعی نیست که ولی و واصل بحق کدامست نه قول و نه فعل و نه کرامات و نه هیچ چیز زیرا قول شاید که آموخته باشد و فعل و کرامات رهبانان را نیز هست و ایشان استخراج ضمیر می کنند و بسیار عجایب نیز بطریق سحر اظهار کرده اند و ازین جنس بر شمرد،

فرمود که تو هیچ کس را معتقد هستی یا نه؟ گفت ای والله معتقد و عاشقم،

فرمود که آن اعتقاد تو در حق آنکس مبنی بر دلیلی و نشانی بود یا خود همچنین چشم فراز کردی و آنکس را اگرفتی گفت حاشا که بی دلیل و نشان باشد،

فرمود پس چرا می گوئی که بر اعتقاد هیچ دلیلی نیست و سخن متناقض می گوئی،

یکی گفت که هر ولی را و بزرگی را زعم آن ست که این قرب که مرا با حقست و این عنایت که حق را با منست هیچکس را نیست و با هیچ کس نیست،

فرمود این چیز را اگفت ولی گفت و یا غیر ولی؟ اگر ولی گفت پس چون او دانست و هر ولی را اعتقاد این ست در حق خود؟ پس او بدین عنایت مخصوص نبوده باشد و اگر غیر ولی گفت، پس فی الحقیقت ولی خاص حق اوست که حق تعالی این راز را

از جمله اولیا پنهان داشت و از وی مخفی نکرد. مثال گفت که پادشاهی را ده کنیزک بود کنیزکان گفتند خواهیم تا بدانیم از ما محبوب تر کیست پیش پادشاه. شاه فرمود این انگشتری فردا در خانهٔ هر که باشد او محبوب تر است. روز دیگر مثل آن انگشتری ده حلقه فرمود ساختن و بهر کنیزکی یک انگشتری داد. فرمود سوال هنوز تمامست و این جواب نیست و بدین تعلق ندارد. این خبر را از آن ده کنیزک یکی گفت یا بیرون آن ده کنیزک، اگر از آن ده کنیزک یکی گفت چون او دانست که این انگشتری با او مخصوص نیست و هر کنیزکی مثل آن دارد پس او را رجحان نباشد و محبوب تر نبود و اگر این خبر را غیر آن ده کنیزک گفت پس رجحان خود قائل است که محبوب پادشاه و محبوب او ست.

یکی گفت عاشق می باید که ذلیل و خوار و حمول باشد از این نوع صفات بر شمرد. فرمود که عاشق این چنین می باید که بر مراد معشوق رود اگر این تذلیل بی مراد معشوق بود او عاشق نبود پیرو مراد خود باشد و اگر بمراد معشوق باشد چون معشوق نخواهد که ذلیل و خوار باشد او ذلیل چون بود؟ پس معلوم شد که معلوم نیست احوال عاشق الا آنکه معشوق او را چون خواهد.

عیسی علیه السلام فرموده است عجبت من الحیوان کیف یاکل الحیوان. اهل ظاهر می گویند که آدمی گوشت حیوان را می خورد و هر دو حیوانند این خطاست ... می خورد و آن حیوان نیست ... زیرا چون کشته شد ... مرید را او می خورد ... عجب می دارم از چنین کار نادر.

یکی سوال کرد که ابراهیم علیه السلام نمرود را گفت که خدای ... مرده را زنده می کند ... نمرود گفت ... چنان است که ... ابراهیم ...

دلیلی دیگر شروع کرد که خدای من آفتاب را از مشرق بر می آرد و بمغرب فرو می برد تو بعکس آن کن، این سخن از روی ظاهر مخالف آنست،

فرمود حاشا که ابراهیم علیه السلام بدلیل او ملزم شود و او را جواب نماند بلک این همان سخن ست در مثال دیگر یعنی حق تعالی جنین را از مشرق رحم بر می آرد بمغرب گور فرو می برد تو اگر دعوی خدائی می کنی بعکس آن کن از مغرب گور آورد در مشرق رحم باز فرو برپس یک سخن بوده باشد حجت ابراهیم علیه السلام حق تعالی آدمی را هر لحظه از تو می آفریند در باطن او چیزی دیگر تازه تازه می فرستد که اول بدوم نمی ماند الا او از خویشتن غافل ست وخود را نمی شناسد،

سلطان محمود را اسپی بحری آورده بودند عظیم خوب بود و صورتی بغایت نغز داشت روز عید سوار شد بر آن اسپ جمله خلائق بنظاره بر بامها نشسته بودند و آن را تفرج می کرد مستی درخانه نشسته بود و او را بزور تمام بر بام بردند که تو نیز بیا تا اسپ بحری را ببینی گفت من بخود مشغولم نمی خواهم که پروای آن ندارم فی الجمله چاره نبود چون برکنار بام آمد سخت سرمست بود چون مست سلطان را بر آن اسپ دید گفت این اسپ را پیش من چه محل باشد اگر درین حالت مطرب ترانهٔ بگوید و اسپ از آن من باشد فی الحال آنرا بمطرب بخشم سلطان این را بشنید عظیم خشمگین شد فرمود که او را محبوس بزندان کردند هفته بر آن بگذشت این مرد بسلطان مرد فرستاد که آخر مرا چه گناه بود؟ شاه عالم بفرماید تا بنده را معلوم شود، سلطان فرمود تا او را حاضر کردند گفت ای رند بی ادب آن سخن را چون گفتی و چون یارستی گفتن؟ گفت ای شاه عالم آن سخن را من نگفتم آن دم مردکی مست برکنار بام ایستاده بود آن سخن را گفت و رفت درین ساعت من آن نیستم من مردی ام عاقل و هوشیار شاه را خوش آمد

Marfat.com

خلعتش داد و از زندانش استخلاص فرمود،

هر که با ما تعلق گرفت و ازین شراب مست شد هر جا که رود با هر که نشیند و با هر قومی که صحبت کند فی الحقیقت با ما نشیند و با این جنس می آمیزد زیرا صحبت اغیار آئینهٔ لطف صحبت یار است و آمیزش با غیر جنس موجب محبت و اختلاط با جنس است وبضدها تتبین الاشیاء، ابوبکر صدیقؓ شکر را امی نام نهاده بود یعنی شیرین مادرزاد. اکنون میوه هاے دیگر بر شکر نخوت می کنند که ما چندین تلخی چشیده ایم تا بمنزل شیرینی رسیده ایم تو لذت شیرینی را چه دانی چون مشقت تلخی را نه کشیدهٔ؟

فصل

سوال کردند از تفسیر این بیت :-

ولیکن هوی چون بغایت رسد … شود دوستی سر بسر دشمنی

فرمود که عالم دشمنی تنگ است نسبت به عالم دوستی، زیرا از عالم دشمنی می گریزند تا بعالم دوستی رسند، و هم عالم دوستی نیز تنگ است نسبت بعالمی که دوستی و دشمنی ازو هست می شود، و دوستی و دشمنی و کفر و ایمان موجب دوییست زیرا کفر انکار است و منکر را کسی می باید که منکر او شود، و مقر را کسی می باید که بدو اقرار آرد پس معلوم شد که یگانگی و بیگانگی موجب دوییست، و آن عالم ورای کفر و ایمان و دوستی و دشمنیست، و چون دوستی موجب دوئی باشد و عالمی [illegible] دوئی نیست، و اتحاد و یگانگی محضست چون آنجا رسید از دوئی جدا شد [illegible] بود اگر عشق است و اگر دوستی نسبت بدان عالم که این ساعت نقل کرد نازل و دوست که آنرا نخواهد و دشمن دارد.

چنانکه منصور را چون محبت حق بنهایت رسید، دشمن خود شد و خود را نیست گردانید گ ن
یعنی من فنا گشتم و حق ماند و بس و این غایت تواضع است و نهایت بندگی یعنی ا بس
دعوی و تکبر آن باشد که گوئی تو خدائی و من بنده پس هستی خود را نیز اثبات کرده باشی دوئی لازم
آید و این نیز که می گوئی هو الحق هم دوئیست زیرا که تا انا نباشد هو ممکن نشود پس حق گفت انا الحق
چون غیر او موجودی نبود و چون منصور فنا شده بود آن سخن حق بود،

عالم خیال نسبت بعالم مصورات و محسوسات فراخست زیرا جمله مصورات از خیال می زاید و عالم خیال نسبت با آن عالم که خیال ازو هست می شود هم تنگ است از روی سخن این قدر فهم شود و الا حقیقت معنی محالست که از لفظ و عبارت معلوم شود،

سوال کرد که پس الفاظ و عبارات را فائده چیست؟

فرمود که سخن را فائده آنست که ترا در طلب آرد و تهییج کند نه آنکه مطلوب بسخن حاصل شود و اگر چنین بودی چندین مجاهده و فنائی خود حاجت نبودی سخن چنانست که از دور چیزی می بینی جنبنده در پی آن می دوی تا آنرا ببینی نه آنکه بواسطهٔ تحرک او او را ببینی ناطقهٔ آدمی نیز در باطن همچنین است مهیجست ترا در طلب آن معنی و اگرچه او را نمی بینی بحقیقت،

یکی می گفت من چندین تحصیل علوم کردم و ضبط معانی کردم هیچ معلوم نشد که از آدمی آن معنی کدامست که باقی خواهد بودن،

فرمود که اگر بمجرد سخن معلوم شدی خود محتاج فنای وجود و چندین رنجها نبودی چندان می باید کوشیدن که تو نمانی تا بدانی آن چیز را که خواهد ماندن یکی میگوید که شنیده ام که کعبه هست ولیکن چندانکه نظر می کنم کعبه را نمی بینم بر بام بر روم و کعبه را نظر کنم چون بر بام می رود و گردن دراز می کند نمی بیند کعبه را منکر می شود دیدن کعبه بجز این حاصل نشود چون از جای خود نمی

Marfat.com

تو اندیشه منکر می‌شوی همچنان که در زمستان پوستین را بجان می‌طلبی چون تابستان شد پوستین را می‌اندازی و خاطر از آن متنفر می‌شود اکنون طلب کردن پوستین جهت تحصیل گرما بود در زمستان بواسطه مانع گرما آن میل یا فتی محتاج وسیلت پوستین بودی اما چون مانع نماند پوستین را انداختی،

اذا السماء انشقت[1] و اذا زلزلت الارض زلزالها[2] اشارت بآنست یعنی تو لذت اجتماع دیدی اکنون روزی باید که لذت افتراق این اجزای و فراخی آن عالم را مطالعه کنی و ازین تنگنای خلاص یابی مثلاً یکی را چهار میخ مقید کرده‌اند و پندارد که در آن خوش است و لذت خلاص را فراموش کرده چون از چهار میخ برهد بداند که در چه عذاب بوده همچنان طفلان را پرورش و آسایش در گهواره باشد و در آنکه دستهاشان را ببندند الا اگر گهواره بالغ را مقید کنند عذاب باشد،

بعضی را مزه در آنست که گلها شکفته گردند و از غنچه سر برون آرند و بعضی را مزه در آنست که اجزای کل جمله متفرق شوند و با اصل خود پیوندند اکنون بعضی خواهند که هیچ یاری و عشق و کفر و ایمان نماند تا با اصل خود پیوندند زیرا این همه دیوارهاست و موجب درشتی و تنگیست و آن عالم موجب فراخی و وحدت است آن سخن خود است چندان سطبر نیست و قوتی ندارد و جای عظیم باشد آخر سخن است و سخن موجب [illegible] است [illegible] و هیچ اوست این در میان روی [illegible] ترکیب و [illegible] باشد مثلاً یکی پیش تو آمد او را مراعات کردی و اهلاً و سهلاً [illegible] گفتی و یکی را دو سه دشنام دادی آن دو سه لفظ موجب [illegible] چون [illegible]

سله [illegible] اذا السماء انشقت [illegible]

تعلق دارد ترکیب دو سه لفظ بر زیادتی محبت و رضا و برانگیختن غضب و دشمنی الا حق تعالی اینها را اسباب و پردها ساخته است تا نظر هر کسی بر جمال و کمال او نیفتد پردهای ضعیف مناسب نظرهای ضعیف داده است پردها علتها کند و اسباب می سازد این نان درو نوع سبب حیوة نیست الا حق تعالی او را سبب حیوة و قوت ساخته است آخر او جماد است ازین رو که حیوة انسانی ندارد چه موجب زیادتی قوت باشد اگر او را حیات بودی خویشتن را زنده داشتی،

فصل

پرسیدند معنی این بیت است

ای برادر تو همان اندیشهٔ ... ما بقی تو استخوان و ریشهٔ[1]

فرمود که تو باین معنی نظر کن که همان اندیشه اشارت باندیشهٔ مخصوص است آن را باندیشه عبارت کردیم جهت توسع اما فی الحقیقه آن اندیشه نیست و اگر هست این جنس اندیشه نیست که مردم فهم کرده اند ما را غرض این معنی بود از لفظ اندیشه و اگر کسی خواهد که نازکتر تاویل کند جهت فهم عوام بگوید که الانسان حیوان ناطق و نطق اندیشه باشد خواهی مضمر خواهی مظهر و غیر این حیوان باشد پس درست آمد که انسان عبارت از اندیشه است ما بقی استخوان و ریشه است کلام همچون آفتاب است همه آدمیان گرم و زنده ازو اند و دائما آفتاب هست و موجود است و همه ازو دائما گرم اند الا آفتاب در نظر نمی آید و نمی دانند که ازو زنده و گرم اند اما چون بواسطهٔ لفظی عبارتی خواهی شکر خواهی شکایت خواهی خیر خواهی شر گفته آید آفتاب در نظر آید همچنین آفتاب فلکی دائما تابانست اما در نظر نمی آید تا شعاع

[1] مثنوی دفتر دوم، «گمان بردن کاروانیان که مگر بهیمهٔ صوفی رنجور است»

Marfat.com

تا بر دیوار نتابد همچنانک تا بواسطهٔ حرف و صوت نباشد شعاع آفتاب سخن پیدا نشود اگرچه دائماً هست زیرا که آفتاب لطیف است و هو لطیف کثافتی می‌باید تا بواسطهٔ آن در نظر آید و ظاهر شود، یکی گفت خدا او را هیچ معنی ننمود و خبره و انشراح نداد چونک گفت رب زدنی چنین و چنین فرمود چنین نهی کرد گرم شد و دید پس لطافت حق را اگرچه موجود بود در وی تا فعلی ندید تا بواسطهٔ امر و نهی و خلق و قدرت بوی شرح نکردند نتوانست دیدن همچنین هستند که از ضعف طاقت انگبین ندارند بواسطهٔ طعامی مثل زرده، برنج و حلوا و غیره توانند خوردن تا قوت گرفتن بجایی رسد که عسل را بی واسطه می‌خورند پس دانستیم که نطق آفتابیست لطیف تابان غیر منقطع الا تو محتاجی بواسطهٔ کثیف تا شعاع آفتاب را ببینی و حظ می‌ستانی چون بجایی برسی که آن شعاع و لطافت را بی واسطهٔ کثافت ببینی و در آن خو کنی و در تماشای آن گستاخ شوی و قوت گیری در عین آن دریای لطافت رنگهای عجب و تماشای عجب بینی گر نطق همیشه در تو هست اگر می‌گویی و اگر نمی‌گویی و اگرچه در اندیشه‌ات نطقی نیست آن دم می‌گوییم نطق هست دائماً همچنانک گفتند الانسان حیوان ناطق آن حیوانیت دائماً در تو هست تا زنده‌ای همچنان لازم می‌شود که نطق نیز با تو باشد دائماً همچنانک سبب خاییدن ظهور حیوانیت است و شرط نیست همچنان نطق را موجب گفتن و لاییدن نیست.

آدمی سه حالت دارد اولش آنست که گرد خدا نگردد و همه را عبادت و خدمت کند از زن و مرد و کودک و مال و حجر و مدر و خدا را عبادت نکند باز چون معرفتی حاصل شود غیر خدا را خدمت نکند باز چون درین حالت بیشتر رود خاموش شود نی گوید که خدمت خدا نمی‌کنم و نی گوید که خدمت خدا می‌کنم بیرون ازین هر دو مرتبه رفت ازین قوم در عالم آوازه بیرون نیاید،

Marfat.com

خدا نه حاضر است و نه غائب آفریننده هر دو اوست یعنی حضور و غیبت پس او غیر هر دو بود زیرا اگر حاضر باشد باید که غیبت نباشد و غیبت هست و حاضر نیز نیست زیرا عندالحضور غیبت نیست و هست پس او موصوف نباشد بحضور و غیبت والا لازم آید که از ضد ضد زاید زیرا که در حالت غیبت لازم شود که حضور را او آفریده باشد و حضور ضد غیبت است و همچنان در غیبت نشاید که از ضد ضد زاید و نشاید که حق مثل خود را آفریند زیرا می گوید لا ندّ له اگر ممکن شود مثل مثل را آفریدن ترجیح لازم شود بلا مرجح و هم لازم آید ایجاد الشی بنفسه و هر دو منفی ست چون اینجا رسیدی بایست و تصرف مکن که عقل را دیگر اینجا تصرف نیست تا کنار دریا رسید باز ایستد چندانکه ایستادن نماند.

همه حرفتها و علمها و هنرها و حرفتها مزه و چاشنی ازین سخن دارند که اگر این نباشد در هیچ کار و حرفتی مزه نماند و ایشان ما فی الباب را نمی دانند و دانستن شرط نیست همچنانک مردی زنی خواسته باشد و او را گوسفندان و گله اسپان و غیره باشد و این مرد تیمار داشت آن گوسفندان و اسپان می کند و باغها را آب می دهد اگرچه بآن خدمتها مشغول ست مزهٔ آن کارها از وجود آن زن دارد که اگر آن زن از میان برخیزد در آن کارها هیچ مزه نماند و سرد شود و بی جان باشد همچنین همه حرفتهای عالم و علوم و غیره زندگی و خوشی و گرمی از پرتو ذوق عارف دارند که اگر ذوق او نباشد و وجود او در آن همه کارها ذوق و لذت نباشد و همه مرده نماید.

فصل

فرمود که اول شعر می گفتیم، داعیهٔ بود عظیم که موجب گفتن بود اکنون در آن وقت

اثرها داشت و این ساعت که داعیه فاتر شده، و در غروب است، هم اثرها دارد و سنت حق تعالی چنین است که چیزها در وقت شروق تربیت می فرماید، و از و اثرهای عظیم و حکمت بسیار پیدا می شود و در حالت غروب نیز همان تربیت قائم است رب المشرق والمغرب یعنی یربی الدواعی الشارقة والغاربة،

معتزله می گویند که خالقِ افعال بنده است، و هر فعلے که از و صادر می شود بنده خالق آن فعل است، نشاید که چنین باشد زیرا فعلی که از و صادر می شود یا بواسطه این آلت ست که وی راست مثل عقل و روح و قوت و جسم یا بی واسطه فی کل حال نشاید که او خالق افعال باشد بواسطه اینها زیرا که او قادر نیست بر جمع داشت شان، پس او خالق این فعل نباشد بواسطه این آلت چون آلت محکوم او نیست و نشاید که بی این آلت خالق فعل باشد زیرا محال است که بی این آلت از وفعلی آید پس علی الاطلاق دانستیم که خالق افعال حقست نه بنده، هر فعلی اما خیر اما شر که از بندهٔ صادر می شود او آنرا به نیتی و پیش نهادی میکند اما حکمت آن کارها بدر قدر نباشد که در تصور او آمد آن قدر معنی حکمت و فائده که او را و آن کار نمود فائده آن همان قدر بود که این فعل از و بوجود آید اما فوائد کلی آنرا خدا ای می داند که از ان چه برها خواهد یافتن مثلاً چنانک نماز می کنی بر نیت آنک ترا ثواب باشد در آخرت و نیکنامی و امان در دنیا اما فائده آن نماز همین قدر نخواهد بودن صد هزار فائده خواهد دادن که آن در وهم تو نمی گذرد آن فائده ها را خدای میداند که بنده را بر آن کار می دارد اکنون آدمی [illegible] قدرت حق همچون کمان ست و حق تعالی او را در کارها مستعمل می کند [illegible] حق ست نه کمان، کمان آلت و واسطه است لکن بے خبر و غافل است از حق جهت قوام دنیا سبب عظیم کمانی که آگه شود که من در دست کیستم،

Marfat.com

چه گویم دنیا ی را که قوام او و ستون او غفلت بود نمی بینی که چون کسی را بیدار میکنند از دنیا بیزار می شود و سرد می شود و او نیز می گدازد آدمی از کودکی که نشو و نما می پذیرد بواسطه غفلت بوده است والا هرگز نه بالیدی و بزرگ نشدی پس چون او معمور و بزرگ بواسطه غفلت شد باز حق تعالیٰ رنجها و مجاهده ها جبراً و اختیاراً بگمارد تا آن غفلت ها را از وی بشوید و او را پاک گرداند بعد از آن تواند با آن عالم آشنا گشتن، وجود آدمی بر مثال مزبله ایست تل سرگین الاتل سرگین اگر عزیز است وی را ی آنست که در او خاتم پادشاه هست و وجود آدمی چون جوال گندم است. پادشاه ندا کند که این گندم را کجا می بری که صاع من در وست و آن از صاع غافلست و غرق گندم شده است اگر از صاع واقف شود بگندم کی التفات کند اکنون هر اندیشه که ترا بعالم علوی می کشد و از عالم سفلی سرد و فاتر می گرداند عکس و پرتو آن صاع است که برون می زند آدمی میل بآن عالم می کند چون بعکس میل بعالم سفلی کند علامتش آن ست که آن در پرده پنهان شده باشد،

فصل

گفت قاضی عزالدین سلام می رساند و همواره حمد و ثنا ی شمارا می کند، فرمود که:

هر که از ما کند بنیکی یا د، یادش اندر جهان بنیکی یا د

اگر کسے در حق کسی نیک گوید آن خیر و نیکی بوی عاید می شود در حقیقت آن ثنا و حمد خود را می کند نظیر آنچنان بود که کسی گرد خانه خود گلستان و ریحان کارد هر بار که نظر کند گل و ریحان بیند و دائما در بهشت باشد چون خو کرد بخیر گفتن مردمان چون بخیر کسی مشغول شد آنکس محبوب باشد و چون از ویش یاد آید محبوب را یاد آورده باشد و یاد آوردن محبوب گل و گلستان

Marfat.com

است و روح و راحت است و چون بدیگی گفت و آنکس در نظر او مبغوض شد چون از و یاد کند و خیال او پیش آید چنانست که ماری یا کژدم یا خاری یا خاشناک در نظر او پیش آمده اکنون چون می توانی که شب و روز گل و گلستان بینی و ریاض جنان بینی چرا در میان خارستان و مارستان گردی همه را دوست دار تا همیشه در گل و گلستان باشی و چون همه را دشمن داری و خیال دشمن در نظرت آید چنانک که شب و روز در خارستان و مارستان می گردی،

پس اولیا که همه را دوست می دارند و نیک می بینند آن را برای غیر نمی کنند برای خود کار می کنند تا مبادا که خیالی مکروه مبغوض در نظر ایشان آید چون مردمان و خیال ایشان لابد و ناگزیرست پس جهد کردند که در ذکر ایشان همه محبوب و مطلوب آید تا کراهت مبغوض مشوش راه ایشان نگردد پس هرچه می کنی در حق خلق از نیکی و بدی بتو عاید می شود در این حق تعالی می فرماید، من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعلیها[1]، ومن یعمل مثقال ذرة خیرا یره، ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره[2]،

سوال کردند که حق تعالی می فرماید انی جاعل فی الارض خلیفه[3] فرشتگان گفتند اتجعل فیها من یفسد فیها ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك[4] هنوز آدم نیامده بود ملائکه چون حکم کردند بر فساد و بر سفک دمار آدمی ؛

[1] جس نے نیک عمل کیا اس نے اپنے لئے کیا، اور جس نے بدی کی اس نے بھی اپنے [illegible]

دیکھا [illegible] ع [illegible] [2] کا حاشیہ گذر چکا، [3] میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے [illegible]

[4] کیا اس وجود کو زمین پر پیدا کر رہا ہے جو وہاں فساد کرے گا اور خون بہائے گا حالانکہ ہم تیری [illegible] تقدیس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں (البقرہ ع ۴)

Marfat.com

فرمود که آنرا دو وجه گفته اند یکی منقول دیگی معقول اما آنچه منقول است آنست که ملائکه در لوح محفوظ مطالعه کردند که قومی برون آیند که صفتشان چنین باشد پس از آن خبر دادند دو وجه دوم آنست که ملائکه بطریق عقل استدلال کردند که آن قوم از زمین خواهند بودن لابد حیوان باشند واز حیوان البته این آید هرچند که آن معنی در ایشان باشد و ناطق باشند اما چون حیوانیت در ایشان باشد ناچار فسق کنند وخون ریزی که لوازم آدمیست،

قومی دیگر معنی دیگر می فرمایند که ملائکه عقل محض اند وخیر صرف وایشان را هیچ اختیاری نیست در کاری همچنانک درخواب کاری کنی در آن مختار نباشی لاجرم بر تو اعتراض نیست در وقت خواب اگر کفر گوئی واگر توحید گوئی واگر زنا کنی، ملائکه در بیداری باین مثابت اند وآدمیان بعکس این اند، ایشان را اختیاری هست وآز وهوس وهمه چیز برای خود خواهند وقصد خون کنند تا همه ایشان را باشد وآن صفت حیوانیست پس حال ملائکه ضد حال آدمیانست پس شاید باین طریق از ایشان خبر دادن که ایشان چنین گفتند اگرچه آنجا گفتی وزبانی نبود تقدیرش چنین باشد که اگر دو حال متضاد در سخن آید واز حال خود خبر دهند این چنین باشد همچنانک شاعری گوید برکه گفت من پیر شدم برکه سخن نمی گوید معنیش این ست که اگر برکه را زبان بودی درین حال چنین گفتی هر فرشته را لوحیست در باطن که از آن لوح بقدر قوت خود احوال عالم را وآنچ خواهد شدن پیشین می خوانند وچون وقتی که آنچ خوانده است معلوم کرده در وجود آید اعتقاد او در باری تعالی وعشق او ومستی او بیفزاید وتعجب کند در عظمت وغیب دانی حق، آن زیادتی عشق واعتقاد وتعجب بی لفظ وعبارت تسبیح او باشد همچنانک بنا، شاگرد را خبر دهد که درین سرای که می سازند چندین چوب وچندین خشت وچندین سنگ وکاه خواهد رفتن چون سرای تمام شود وهمان قدر آلات رفته باشد بی کم وبیش شاگرد در اعتقاد

بیفزاید ایشان نیز باین مشابهت اند،

یکی از شیخ پرسید که مصطفی صلعم با آن عظمت که لولاک لما خلقت الافلاک[1] می گوید یالیت رب محمد لم یخلق محمدا[2] این چون باشد؟ شیخ فرمود آن سخن بمثال روشن شود فرمود در دهی مردی بزنی عاشق شد و هر دو در خرگاه نزدیک بودند هم کام عیش می راندند و از همدیگر فربه می شدند و می بالیدند حیات ایشان از هم دیگر بود چون ماهی که بآب زنده باشد سالها بهم می بودند ناگاه حق تعالی ایشان را غنی کرد گاو و گوسفند و گله اسپان و مال و زر و خدم و حشم با ایشان روزی کرد از غایت تنعم عزم شهر کردند و هر یکی سرای پادشاهانه بخریدند و آنجا منزل ساختند این بطرفی و او بطرفی و چون حال باین غایت رسید نمی توانستند آن عیش و آن وصال را ورزیدن اندرونشان زیر و زبر و جگر سوزان نالهای پنهان می کردند و امکان گفتن نی تا این سوختگی بنهایت رسید کلی ایشان درین آتش فراق بسوختند چون چنین شد ناله در محل قبول افتاد اسباب و گوسفندان گم شدن گرفت بتدریج بجای رسید که بمثابت اول باز آمدند بعد از ان باز بآن ده اول جمع شدند و بعیش و وصل و کنار مشغول شدند از تلخی فراق یاد کردند آن آواز بر آمد که یالیت رب محمد لم یخلق محمد چون جان محمد مجرد بود در عالم قدس و وصال حق تعالی می یافت در آن دریای رحمت چون ماهی غوطها می خورد هر چند درین عالم مقام پیغامبری و رهنمائی خلق و عظمت و پادشاهی و اشتهرت و صحابه شد باز چون بعیش اول باز گردد گوید کاشکی پیغامبر نبودمی [illegible] بنامدمی که نسبت بآن وصال مطلق این همکت بار و عذاب و رنج است،

این همه علمها و جهدها و بندگیها نسبت با حق [illegible] که [illegible] ها [illegible]

[1] حاشیه گذشته، [2] دو [illegible]

وخدمتی کرد ترا درفت اگر ہمہ زمین را بر سر نہی در خدمت حق ہمچنان باشد کہ یکبار سر بزمین نہی کہ استحقاق حق و لطف او بر وجود و خدمت تو سابقست ترا از کجا ہا برون آورد و موجود کرد و مستعد خدمت و بندگی گردانید تا تو لاف بندگی او میزنی این علمها و بندگیها ہمچنان باشد و صورتکها ساختہ باشی از چوب و از نمد بعد از آن بحضرت عرض داری کہ مرا این صورتکها خوش آمد ساختم اما جان بخشیدن کارتست اگر جان بخشی علمهای مرا زندہ کردہ باشی و اگر نہ بخشی فرمان تراست ابرٰہیم گفت کہ خدا آنست کہ یحیی و یمیت[۵۱] نمرود گفت انا احی وامیت[۵۲] چون حق تعالیٰ اورا ملک داد و نیز خود را قادر دید بحق حوالہ نکرد گفت من نیز زندہ کنم و میرانم و مرادم ازین ملک و دانش است چون حق تعالیٰ آدمی را علم و زیرکی و حذاقت بخشید کارہا بخود اضافت کند کہ من باین علم و عمل کارہا را زندہ کنم و ذوق حاصل کنم نہ گفت ھو یحیی و یمیت،

یکی سوال کرد از مولانای بزرگ قدسنا اللہ بسرہ المقدس کہ ابراہیم بنمرود گفت کہ خدای من مردہ کند زندہ کند نمرود گفت من نیز چنین کنم ابراہیم باز دلیل دیگر گفت کہ خدای من آنست کہ آفتاب را از مشرق برآرد و بمغرب فرو برد ان اللہ یاتی بالشمس من المشرق[۵۳] اگر تو دعوی خدائی میکنی بعکس کن از اینجا لازم شود کہ نمرود ابراہیم را ملزم گردانید کہ سخن دلیل اول را بگذاشت جواب نگفتہ در دلیلی دیگر شروع کرد،

فرمود کہ دیگران ژاژ خائیدند تو نیز ژاژ می خاے این یک سخن است در دو مثال تو غلط کردۂ و ایشان نیز این را معنی بسیار است یک معنی آنست کہ حق تعالیٰ ترا از کتم عدم در

---

۵۱ وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، (بقرع ۳۵) ۵۲ میں زندہ کرتا اور مارتا ہوں (بقرع ۳۵)
۵۳ خدا آفتاب کو مشرق سے طلوع کرتا ہے،، (بقرع ۳۵)

باطن ما در مصور کرد و مشرق تو تخم ما در بود از آنجا طلوع کردی و بمغرب گور فرو رفتی این همه سخن اول ست بعبارت دیگر کهو یحیی ویمیت اکنون تو اگر قادری از مغرب گور برون آور و بمشرق رحم باز بر معنی دیگر آنست که عارف را چون بواسطه طاعت و مجاهده و عملهای خوشی و روشنی و ذوق و مستی در روح و راحت پدید آید و در حالت ترک آن طاعت و مجاهده آن خوشی در غروب رود پس این دو حالت طاعت و ترک طاعت مشرق و مغرب او بوده باشد اگر تو قادری بر زنده کردن درین حالت غروب که فسق و فساد و معصیت است آن روشنی و ذوق که از طاعت طلوع می گردد در این حالت ظاهر گردان این کار بنده نیست و بنده آنرا هرگز نتوان کردن این کار حق است اگر خواهد آفتاب را از مغرب طالع گرداند و اگر خواهد از مشرق که هو الذی یحیی ویمیت۔

کافر و مومن هر دو مسبح اندزیرا حق تعالیٰ خبر داده است که هر که راه راست رود و راستی ورزد و متابعت شریعت و طریق انبیا و اولیا کند او را خوشیها و روشنیها و زندگیها پدید آید و چون بعکس آن باشد تاریکیها و خوفها و چاهها و بلاها پیش آید هر دو چون این می ورزند و آن چه حق تعالیٰ وعده داده است لا یزید و لا ینقص راست می آید و ظاهر می گردد پس هر دو مسبح حق باشند او بزبانی این بزبانی شتان بین آن مسبح و این مسبح مثلاً دزدے دزدی کرد و او را بر دار کردند او نیز واعظ مسلمانانست که هر که دزدی کند حالش اینست دیکی را پادشاه جهت امانت و صیانت خلعت کرامت فرمود او هم واعظ مسلمانانست اما این با زبان و امین بآن زبان اما فرق نگر میان این دو واعظ۔

فصل

فرمود کہ خاطر خوش است چون است زیرا خاطر عزیز چیزیست ہمچون دام می باید کہ درست باشد تا صید گیرد و اگر خاطر ناخوش باشد دام دریدہ باشد بکاری نیاید پس باید دوستی در حق کسی و دشمنی بافراط نباشد کہ ازین ہر دو دام دریدہ شود باید کہ دوستی میانہ باشد، این کہ دوستی بافراط نمی باید در حق غیر حق میگویم اما در باری حق ہیچ افراط متصور نگردد محبت حق ہرچہ بیشتر بہتر زیرا کہ محبت غیر حق را چون مفرط باشد و خلق مسخر گردش فلک اند و چرخ فلک دائر است و احوال خلق ہم دائر، پس چون دوستی بافراط باشد در حق کسی دائما صعود و بزرگی او خواہد و این متعذر است، پس خاطر مشوش گردد و دشمنی چون مفرط باشد پیوستہ نگونساری و نکبت او خواہد و چرخ فلک دائر است وقتی مسعود و وقتی منحوس این نیز کہ ہمیشہ منحوس باشد میسر نگردد، پس خاطر مشوش باشد،

اما محبت در حق باری در ہمہ عالم و خلائق از گبر و جہود و ترسا و کلہ موجودات کامن است کسی موجد خود را چون دوست ندارد و دوستی در و کامن است الا موانع آنرا محجوب میدارند چون موانع برخیزد آن محبت ظاہر گردد چہ جای موجودات کہ عدم در جوشست بتوقع آن کہ موجود گرداند عدمہا را ہمچنانک چہار شخص بطلب منصبی پیش بادشاہ صف زدہ اند ہر یکی میخواہد منتظر کہ پادشاہ منصب را بوی مخصوص گرداند و ہر یکی از دیگری شرمندہ زیرا توقع او منافی آن دیگرست پس عدمہا چون از حق متوقع ایجاد اند صف زدہ کہ مراہست کہ وسبق ایجاد خود میخواہند از باری تعالیٰ پس از ہمدیگر شرمندہ اند، اکنون چون عدمہا چنین باشد موجودات چون بود؟ وان من شئی الا یسبح بحمدہٖ[1] عجب نیست، این عجب است

---

[1] حاشیہ اوپر گذر چکا،

Marfat.com

کفر و دین ہر دو در رہت پویان وحدہ لاشریک لہ گویان

این خانہ را بنا را از غفلت است و اجسام و عالم را ہمہ قوامش بغفلت است[1] این جسم نیز کہ بالیدہ است از غفلت ست و غفلت کفر ست و دین بے وجود کفر ممکن نیست زیرا دین ترک کفر ست پس کفرے بباید کہ ترک او توان کرد پس ہر دو یک چیز اند چون این بی آن نیست و آن بی این لا یتجزی اند، خالق شان یکی باشد کہ اگر خالقشان یکی نبودی متجزی بودندے زیرا ہر یکی چیزی آفریدی پس متجزی بودندی پس چون خالق یکے است وحدہ لاشریک لہ باشد،

گفتند سید برہان الدین سخن خوب می فرماید اما شعر سنائی در سخن بسیاری آرد فرمود چنان باشد کہ می گویند آفتاب خوب است اما نوری دہد عیش این ست زیرا سخن سنائی آوردن اظہار آن سخن ست و چیزہا را آفتاب نماید و در نور آفتاب توان دیدن مقصود از نور آفتاب آنست کہ چیزہا نماید آخر این آفتاب چیزہا می نماید کہ بکار نیاید آفتابی کہ چیزہا نماید کہ آن حقیقت آفتاب او باشد و این آفتاب فرع و مجاز آن آفتاب حقیقی باشد آخر شما نیز بقدر عقل جزوی خود از ین آفتاب دل می گیرد و نور علم می طلبید کہ شمارا چیزی غیر محسوس دیدہ شود و دانش شما در فزایش باشد و از ہر استادی و یاری متوقع می باشید کہ او چیزے فہم کنید دور یابید پس دانستیم کہ آفتابے دیگر ست غیر این آفتاب صورت کہ [illegible] کشف معانی و حقایق می شود و این علم جزوی کہ در وی می گریزی [illegible] فرع آن علم بزرگ ست و پرتو آنست این پرتو ترا بآن علم بزرگ [illegible]

اُولٰئِکَ یُنَادَوْنَ مِنْ مَکَانٍ بَعِیْدٍ[2]

---

[1] مثنوی دفتر چہارم بعنوان [illegible]
پس ستون [illegible] جہان خود غفلت است ۔۔۔ چیست دولت [illegible]

[2] [illegible]

تو آن علم را سوی خود می‌کشی او می‌گوید من اینجا نگنجم و تو آنجا دیر رسی گنجیدن من اینجا محال
ست و آمدن تو آنجا صعب تکوین محال محال ست اما تکوین صعب محال نیست پس اگرچه صعب ست
جهد کن تا بعلم بزرگ پیوندی و متوقع مباش که آن اینجا گنجد که محال ست و همچنین اغنیا از
محبت غنای حق پول پول جمع می‌کنند و حبه حبه تا صفت غنا ایشان را حاصل گردد از پرتو
غنا پرتو غنا می‌گوید من منادی ام شمار از آن غنای بزرگ مرا چه اینجا می‌کشید که من اینجا
نگنجم شما سوی این غنا آیید فی الجمله اصل عاقبت ست عاقبت محمود باد و عاقبت محمود آن
باشد که درختی را که بیخ او در آن باغ روحانی ثابت باشد و فروع او بجای دیگر آویخته شده
و میوه های آن ریخته عاقبت آن میوه ها را با آن باغ برند زیرا بیخ در آن باغست و اگر بعکس
باشد اگر بصورت تسبیح و تهلیل چون بیخش در این عالمست آن همه میوه های او را باین عالم آرند
و اگر هر دو در آن باغ باشد نور علی نور بود،

فصل

اکمل الدین گفت که مولانا را عاشقم و دیدار او را آرزومندم و آخرتم خود یاد نمی‌آید
نقش مولانا را بی این اندیشها پیش نهاده ام مونس می‌بینم و آرام میگیرم بجمال او لذتها حاصل
می‌شود از عین صورت او یا از خیال او،

فرمود اگرچه آخرت و حق در خاطر نیاید الا همه مضمر ست در دوستی و مذکور است پیش خلیفه
رقاصهٔ چهارپاره می‌زد خلیفه گفت نی یدیک صنعته قالت و فی رجلی یا خلیفه خوشی در
دستهای منست از آنست که آن خوشی یاد در این مضمر ست پس اگرچه مرید بتفاصیل آخرت
را یاد نیارد اما لذت او بدیدن شیخ و ترسیدن او از فراق شیخ متضمن آن همه تفصیلات

و آن جمله در او مضمرست چنانک کسی فرزند را یا برادر را می نوازد و دوست می دارد اگرچه از بنوت و اخوت و امید وفا و مهر او بر خویشتن و عاقبت کار و باقی منفعتها که خویشان از خویشان امید دارند از اینها هیچ بخاطر او نمی آید اما این تفاصیل جمله مضمرست در آن قدر ملاقات و ملاطفت چنانک باد در چوب مضمرست اگرچه در خاک بود یا در آب بود که اگر در و باد نبودی آتش را با او کار نبودی زیرا که باد علف آتش است و حیات آتش است، نمی بینی که بنفخ زنده می شود و اگرچه چوب در آب و خاک باشد باد در او کامنست اگر باد در او کامن نبودی بر روی آب نیامدی،

و همچنانک سخن می گوئی اگرچه از لوازم این سخن بسیار چیزهاست از عقل و دماغ و لب و دهان و کام و زبان و جمله اجزای تن که رئیسان تن اند و ارکان و طبایع و افلاک و صد هزار اسباب که عالم بآن قائمست تا برسی بعالم صفات و آنگه ذات و با این همه این معانی در سخن مظهر نیست و پیدا نمی شود این جمله مضمرست در سخن چنانک ذکر رفت

آدمی را هر روز پنج و شش بار بی مرادی پیش آید بی اختیار او قطعا از و نباشند از غیر او باشد و او مسخر آن غیر باشد و آن غیر مراقب او بود و بس بدفعلی در نحش می دهد اگر مراقب نباشد چون دهد؟ و با این همه بی مرادیها طبعش متنبه نمی شود و مطمئن نمی شود که من زیر حکم کسی باشم خلق الله آدم علی صورته[1] در او صفت الوهیت که چند صفت [illegible] مستعار نهاده است چندین بر سر ش می کوبد و آن سرکشی را نمی گذارد [illegible] می کند این بی مرادیها او لیکن سودش ندارد تا آن وقت که [illegible] نکنند از سیلی نرهد،

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

فصل

عارفے گفت رفتم در گلخنے تا دلم بکشاید کہ گریزگاہ بعضی اولیا بودہ است دیدم رئیس گلخن را شاگردی بود میان بستہ کاری کرد اوش می فرمود کہ چنین کن وچنان کن او چست کار می کرد گلخن تاب را خوش آمد از چستی او در فرمان برداری، گفت ہمچنین چست باش وچالاک باادب نگاہ داری تا مقام خود بتو دہم وبر جای خود بنشانم مرا خندہ گرفت و عقدۂ من بکشاد دیدم کہ رئیسان این عالم ہمہ بدین صفتند با چاکران خود،

فصل

گفت آن منجم می گوید کہ غیر افلاک واین کرہ خاکی کہ می بینیم شما دعوی می کنید کہ بیرون این چیزے ہست پیش من غیر این چیزے نیست واگر ہست بنماید کہ کجاست،

فرمود کہ این سوال فاسد است از ابتدا از یرا کہ می گوئی کہ بنمائی کجاست و آنرا خود جائے نیست وبعد از آن بیا بگو کہ این اعتراض تو از کجاست ودر چہ جائیست؟ در زبان ست در دہان ست در سینہ ہست، این ہمہ را بکاوی وپارہ پارہ وذرہ ذرہ کنی این اعتراض واندیشہ را ہیچ نیابی پس دانستیم کہ اندیشۂ ترا جای نیست چون جای اندیشہ خود ندانستی خالق اندیشہ را چون دانی چندین ہزار اندیشہ واحوال کہ بر تو می آید بدست تو نیست ومقدور ومحکوم تو نیست واگر مطالع این را دانستی کہ از کجاست آنرا افزودی، مہدیست این جملہ چیزہا را بر تو وتو بے خبر کہ از کجا می آید وبکجا می رود وچہ خواہد کردن چون از اطلاع احوال خود عاجزی چہ گونہ متوقعی کہ بر خالق خود مطلع گردی،

Marfat.com

قحبه زنی می گوید که در آسمان نیست ای سگ چون دانستی که نیست آری، آسمان را وژه وژه پیمودی همه را اگر دیدی اکنون آمدی خبر می دهی که در او نیست، قحبه خود را که در خانه داری ندانی در آسمان را چون خواهی دانستن ؟ هی آسمان را شنیده و نام ستارگان و افلاک چیزی می گوئی اگر تو از آسمان مطلع بودی تا سوی آسمان وژه بالا می رفتی، ازین هرزها نگفتی، انچه می گوئی خدا بر آسمان نیست مراد ما آن نیست که بر آسمان نیست یعنی آسمان بر او محیط نیست و او محیط آسمان ست تعلقی دارد با آسمان بے چون و چگونه، چنانکه به تو تعلق گرفته است بیچون و چگونه و همه در دست قدرت اوست و مظهر اوست و در تصرف اوست پس بیرون از آسمان و اکوان نباشد کلی در آن نباشد یعنی اینها بر او محیط نباشند او بر جمله محیط باشد،

یکی گفت پیش از ان که آسمان و زمین و عرش و کرسی نبود عجب خدا کجا بود،

گفت این از اول فاسد است زیرا خدا آن نیست که او را جائی باشد تو می پرسی پیش ازین همه کجا بود، آخر همه چیزهای تو بی جایست، این چیز که در تست جای آن را ندانستی که کجاست جای او چون می طلبی که بی جای مطلق است ؟ اندیشه ترا جای تصور نمی توانی بستن، آخر خالق اندیشه از اندیشه لطیف تر است، مثلاً این بنا که خانه ساخت او لطیف تر باشد از خانه زیرا صد چنین کارهای دیگر و تدبیرهای دیگر که یک یک می تواند ساختن پس او لطیف تر باشد اما آن در لطف نظر نمی آید مگر لواسطه خانه عملی که عالم حس در آید تا آن لطف او جمال نماید این نفس که در زمستان پیداست و در تابستان پیدا نیست نه آنست که در تابستان نفس منقطع شد الا تابستان لطیف است ... از آن پیدا نمی شود بخلاف زمستان، همچنین همه اوصاف و معانی تو لطیف اند در نظر نمی آیند مگر بواسطه فعلی مثلاً علم تو موجود است اما در نظر نمی آید چون بر گنهگاری بخشائی علم تو

Marfat.com

محسوس شود و همچنین الی ما لانهایه حق تعالی از غایت لطف در نظر می آید آسمان و زمین را آفرید تا قدرت و صنع او در نظر آید لهذا می فرماید افلم ینظروا الی السماء کیف بنیناها،[۱]

سخن من بدست من نیست ازین روی می رنجم زیرا که می خواهم که دوستان را موعظه گویم، و سخن منقاد من نمی شود، اما ازآن رو که سخن من بالاتر از من ست، که من محکوم ویم، شاد می شوم، زیرا که سخنی را که حق گوید، هر جا که رسد زنده کند، و اثرهای عظیم نماید، وما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی[۲] تیری که از کمان حق جهد هیچ سپری و جوشنی مانع آن نگردد، ازین رو شادم، علم اگر بکلی در آدمی بودی و جهل نبودی آدمی سوختی و نماندی پس جهل مطلوب آمد ازین رو که بقای وجود باوست و علم مطلوب است از آن رو که وسیلت بمعرفت باری، پس هر دو یار همدیگرند، و همه اضداد چنین اند، شب اگرچه ضد روز است اما یار اوست، و یک کار می کنند، اگر همیشه شب بودی هیچ کاری حاصل نشدی، و اگر همیشه روز بودی چشم و دماغ و آلتها ی بدنی خیره و دیوانه شدندی، پس شب می آسایند تا همه آلتها از دماغ و فکر و سمع و بصر قوت می گیرند، در روز آن نو تها را خرج می کنند،

پس جمله اضداد با ضد می نمایند، اما نسبت بحکیم همه یک کار می کنند، و ضد نیستند، در همه عالم بنما که کدام بدست که در ضمن آن نیکی نیست، و کدام نیکست که در ضمن آن بدی نیست مثلاً یکی قصد کشتن کرد و بزنا مشغول شد و آن خون از وی نیامد، ازین رو که زناست

---

[۱] کیا آسمان کی طرف نہین دیکھتے کہ ہم نے اسے کیسا بنایا ہے، یہ الفاظ قرآن کے نہین، قرآن مین بنینٰ کی جگہ رفعت ہے، غالباً اصل مین دو آتین ہونگی والسماء بنیناها اور افلا ینظرون ... کیف رفعت

[۲] جب تم نے تیر چلایا تو تم نے نہین بلکہ اللہ نے تیر چلایا، (انفال ع ۲)

بدست و از این رو که مانع قتل شد نیکست، پس بدی و نیکی یک چیز اند غیر متجزی، و از این رو ما را بحث است با مجوسیان که ایشان میگویند دو خدا است، یکی خالق خیر و یکی خالق شر، اکنون تو بنما خیر بی شر تا ما مقر شویم که خدای خیر دیگر و خدای شر دیگرست و این محالست زیرا خیر از شر جدا نیست چون خیر و شر دو نیستند پس دو خالق محالست ما شما را الزام نمی کنیم که البته یقین کن که چنین است که می گوییم کم از آن که در تو ظنی در آید که مبادا این چنین باشد که می گویند مسلم یقینت نشد که چنان ست چگونه ات یقین شد که چنان نیست؟ خدا می فرماید که ای کافر الا یظن اولئک انهم مبعوثون لیوم عظیم[1]، ظنیت نپذیرفت که این وعده ها که ما کرده ایم مبادا راست باشد و در آخرة کافران را این خواهد بود که ترا گمانی نیامد چرا احتیاط نکردی و طالب ما نگشتی.

فصل

ما فضل ابی بکر بکثرة صلوٰة و صوم و صدقة بل بشیء وقر فی قلبه[2] فرمود که تفضیل ابوبکر بر دیگران نه از روی نماز و روزه بسیار است بل از آن روست که با او عنایت است و آن محبت اوست در قیامت چون نمازها بیارند در ترازو نهند و روزه ها و صدقات را همچنین اما چون محبت را بیارند محبت در ترازو نگنجد پس اصل محبت است اکنون چون در خود محبت می بینی آن را بیفزای تا افزون شود چون سرمایه در خود دیدی و آن طلب است [illegible]

---

[1] کیا ان لوگوں کو اس کا خیال نہیں کہ قیامت کے بڑے سخت دن کو یہ لوگ [illegible] (المطففین ۴، ۵)

[2] ابوبکر کی فضیلت نماز روزہ صدقہ کی [illegible] نہیں بلکہ اس شے کی بنا پر ہے جو ان کے دل میں ہے۔

Marfat.com

بطلب بفزاید که الحساکة بحرکة واگر نفزای سرمایه از تو برود، کم از زمین نیستی زمین بحرکات و به بیل گردانیدن دگرگون می شود، و نبات می دهد، و چون ترک کنند سخت می شود پس چون در خود طلب دیدی می آئی و می رو و مگو درین رفتن چه فائده؟ تو میرو فائده خود ظاهر گردد رفتن مردسوی دکان فائده اش جز عرض نیست حق تعالیٰ روزی می دهد که اگر بخانه نشیند آن دعوی استغناست، روزی فرو نیاید عجب آن بچک که می گرید مادر او را شیر می دهد، اگر اندیشه کند که درین گریه من چه فائده است و چه موجب شیر دادنست از شیر بماند حالیا می بینیم که بآن سبب شیر بوی میرسد،

آخر اگر کسی درین فرو رود که در این رکوع و سجود چه فائده است، چرا کنم پیش امیری و رئیسے چون خدمت می کنی و در رکوع می روی و چوک می زنی آخر آن امیر بر تو رحم می کند و نانپاره می دهد آن چیز که در امیر رحمت می کند گوشت و پوست امیر نیست بعد از مرگ این گوشت و پوست برجاست و در خواب و هم در بیهشی، اما این خدمت ضایع است پیش او، پس دانستم رحمت که در آن امیرست، در نظر نمی آید پس چون ممکنست که در پوست و گوشت چیزی را خدمت می کنیم که نمی بینیم بیرون گوشت و پوست هم ممکن باشد و این چیز که در پوست و گوشتست اگر نهان نبودی ابوجہل و مصطفےٰ کی بودی پس فرق میان ایشان نبودی، این گوشت از روی ظاهر کر و شنوا یکیست الا آن چه شنوا نیست در او نهانست در نظر نمی آید،

پس اصل عنایتے است تو که امیری ترا دو غلام باشد کی خدمتهای بسیار کرده و دیگر کاهلست در بندگی، آخر می بینم که محبت هست بآن کاهل بیش از آن بنده خدمتگار اگرچه آن بنده خدمتگار را ضایع نمی گذاری اما چنین می افتد بر عنایت حکم نتوان کردن این چشم

راست و چشم چپ هر دو از روی ظاهر یکیست عجب آن چشم راست چه خدمت کرد که چپ نکرد و همچنین جمعه بر باقی ایام فضیلت یافت ان الله رزقاً غیر ارزاقه کتبت فی اللوح لحفظ فیطلبها یوم الجمعة[1] اکنون این جمعه چه خدمت کرد که روزهای دیگر نکردند اما عنایت باو کرد و این تشریف بوی مخصوص شد. اگر کوری گوید که مرا چنین کور آفریدند معذورم با این گفتن او که کورم و معذورم هیچ کوری از او می رود؟ و هیچ جمال روز و جمال خورشید را می بیند؟ پس گفتن لنگ و کور که معذوریم این معذوریم گفتن سود ندارد و رنج از و کم نشود

این کافران که در کفرند باز چون نظر می کنیم آن رنج عین عنایتست چون او در راحت کردگار را فراموش می کند پس یاد می کند، پس دوزخ معبدگاه کافران ست زیرا حق را آنجا یاد کنند، چنانک در زندان و رنجوری و درد دندان، چون رنج [illegible] غفلت پرده شود و حضرت حق را مقر شود و نالیکند که یا رب یا رحمن یا حق [illegible] پس می گوید که خدا نمی یابم نمی بینم چه جویم، چون است که در وقت رنج یافتی و دیدی و این ساعت نمی بینی؟ پس چون تو او را در رنج می بینی رنج را بر تو مستولی کند تا ذاکر حق باشی پس دوزخی در راحت از خدا غافل بود یاد خدا نمی کرد، در دوزخ مدام ذکر خدا کند، چون عالم را و نیک و بد را جمله برای آن آفرید که یاد او کنند و بندگی او کنند و مسبح او باشند، کافران چون در راحت نمی کنند، و مقصود از خلق ذکر اوست، پس در جهنم روند تا ذاکر باشند،

اما مومنان را رنج حاجت نیست ایشان درین راحت از آن رنج غافل نیستند و دائم آن رنج را دائماً حاضر می بینند چنانکه کودک عاقل را یکبار پا در فلق نهند پس فلق را

---

[1] خدا کے یہاں علاوہ رزق معلوم کے اور بھی رزق ہے جو لوح میں لکھا ہے جمعہ کو طلب کرنا چاہیئے

فراموش نمی کند اما کودن فراموش می کند، پس او را هر لحظه قلق می باید، دهچنان اسپی زیرک یکبار مهماز و تازیانه خورد، حاجت ضرب و دم نباشد اما اسپ کودن را هر لحظه مهمازی تا او لائق بار مردم نیست، بر و سرگین بار کنند،

فصل

بتواتر شنیدن گوش فعل رویت می کند، وحکم رویت دارد، آنچنانک از مادر و پدر خود زادی، ترا می گویند، از ایشان زادی تو بچشم ندیدی، اما گفتن بسیار ترا حقیقت می شود که اگر بگویند از ایشان نزادی نشنوی وهمچنان بغداد، و مکه را از خلق بسیار شنیدهٔ بتواتر که هست اگر گویند نیست وسوگند خورند باور نداری، پس دانستیم که گوش چون بتواتر شنود حکم دیدار دارد، همچنانک از روی ظاهر که گفت تواتر را حکم دید میدهد باشد که یک شخصی را گفت حکم تواتر دارد که او یکی نیست صد هزار است، پس یک گفت او صد هزار گفت باشد، و این چه عجب می آید، این بادشاه ظاهر حکم صد هزار دارد، اگرچه یکیست اگر صد هزار بگویند ش راست باشد،

پس چون ظاهر این باشد در عالم ارواح بطریق اولی، اگرچه همه عالم را گشتی چون برای او نگشتی، ترا بار دیگر می باید گردیدن، قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ[1] آن سیر برای من نبود برای غرضی بود، برای سیر و پیاز بود، آن غرض حجاب تو شده بود، نمی گذاشت که مرا بینی، همچنانک در بازار کسی را بجد طلب می کنی، هیچ کس را نبینی و اگر بینی خلق را چون خیال بینی یا در کتاب مسئله طلب می کنی چون گوش وچشمت از آن یک مسئله پر

[1] ''اے پیغمبر! ان سے کہو کہ زمین پر چلو پھرو'' (انعام ع ۲)

غیر آن در کتاب نمی بینی، پس چون ترا مقصدی و نیتی دگر بوده باشد، هر جا که گردیده باشی از آن مقصود پربوده باشی این را ندیده باشی ،

در زمان عمر رضی الله عنه شخصی بود سخت پیر شده تا حدی که دخترش او را شیر میداد و چون طفلان می پروریدش، عمر رضی الله عنه بآن دختر فرمود در این زمان مانند تو بر پدر حق دار هیچ فرزندی نباشد، او جواب داد که راست می فرمائی ولکن میان من و پدر فرقی هست، اگرچه من در خدمت هیچ تقصیری نمی کنم، اما چون پدر مرا می پرورد بر من می لرزید که مبادا بمن آفتی برسد، و من پدر را خدمت میکنم و شب و روز مرگ او را از خدا میخواهم تا زحمتش منقطع شود، من اگر خدمت پدر می کنم آن لرزیدنش را بر من از کجا آرم، عمر فرمود هذه افقه من عمر[1] یعنی من بظاهر حکم کردم و تو مغز آن را گفتی و فقیه آن باشد که بر مغز چیزی مطلع شود و حقیقت آن را باز داند، حاشا از عمر که از حقیقت و سر کارها واقف نبودی الا سیرت صحابه چنین بود که خویشتن را بشکنند و دیگران را مدح کنند ،

بسیار کس باشد که او را قوت حضور نباشد و حال او در غیبت خوشتر بود، چنانک همه روشنائی روز از آفتاب باشد الا اگر کسی همه روز در قرص آفتاب نظر کند از هیچ کاری بماند و نظرش خیره گردد، او را آن بهتر که بکاری مشغول شود و آن غیبت است از نظر بقرص آفتاب، و همچنین پیش بیمار ذکر اطعمهٔ خوش مهیج است، او را در تحصیل قوت و اشتها اما حضور آن اطعمه او را زیان باشد، پس معلوم شد که لرزه و عشق می باید در طالب حق، هر که را لرزه نباشد او را خدمت لرزندگان واجب است، از درخت هیچ میوه بر تنهٔ درخت نروید زیرا که تنهٔ درخت را لرزه نیست سر شاخها را لرزانند اما تنهٔ درخت هم مقویست سر شاخها را و بواسطهٔ میوه از

[1] یہ عورت عمرؓ سے بڑھکر فقیہ ہے ۔

Marfat.com

زخم تبر این اند و چون لرزهٔ تنه درخت تبر خواهد بودن آن را نالرزیدن بهتر، و سکون
او لی تر تا خدمت لرزندگان می کند،

زیرا "معین الدین" است "عین الدین" نیست بواسطه میمی که زیاده شد بر عین
آن زیادتی میم نقصان شد الزیادة علی الکمال نقصان چنانک کسی را شش انگشت
باشد نقصان ست، احد کمال ست احمد هنوز در مقام کمال نیست چون میم برخیزد بکلی
کمال شود یعنی حق محیط همه است و هر چه بر او بیفزایی نقصان باشد عدد یک با جمله عدد
هست، و بی او هیچ عدد ممکن نیست،

سید برهان الدین افاده می فرمود، ابلهی در میان سخن او گفت "ما را سخنی می باید بی مثال"
سید فرمود تو بی مثال بیا تا بی مثال شنوی، آخر تو از خود مثالی، تو این نیستی این شخص تو
تست، چون یکی می میرد گویند فلانی رفت، اگر او این بود پس کجا رفت پس معلوم که ظاهر
مثال باطن تست، تا از ظاهر تو بر باطن تو استدلال گیرند، هر چیز که در نظر می آید از غلیظ
چنانک نفس در غلیظی سرما ظاهر شود و در گرما محسوس نشود،

بر نبی واجب ست که اظهار قوت حق و بدعوت تنبیه کند، الا بر او واجب نیست که
آنکس را بمقام استعداد رساند، زیرا آن کار حقست، و حق را دو صفت ست قهر و لطف،
انبیاؑ مظهر اند هر دو را مومنان مظهر لطف حقند و کافران مظهر قهر حق، آنها که مقر
شوند خود را در انبیاؑ می بینند، و آواز خود را از وی شنوند، و بوی خود را از وی یابند، کسی
خود را منکر نشود، از آن سبب انبیاؑ بامت می گویند که، ما شمائیم و شما مائید، کسی می گوید این
من ست از وی هیچ گواه نطلبند زیرا که جزویست متصل، اما اگر گوید فلانی پسر منست از وگواه
طلبند، زیرا که جزویست منفصل،

Marfat.com

فصل

بعضی گفتند محبت موجب خدمت است، و اینچنین نیست، بلکه میل محبوب مقتضی خدمت است اگر محبوب خواهد که محب بخدمت مشغول باشد، از محب همه خدمت آید، و اگر محبوب خدمت نخواهد از و ترک خدمت آید، ترک خدمت منافی محبت نیست، آخر اگر او خدمت نکند آن محبت در او خدمت می کند، بلکه اصل محبت است و خدمت فرع، اگر آستین بجنبد از جنبیدن دست باشد الا لازم نیست که اگر دست بجنبد آستین نیز بجنبد مثلاً یکی جبهٔ بزرگ دارد چنانک در جبه می غلطد و جبه نمی جنبد شاید الا ممکن نیست که جبه بی جنبانندهٔ بجنبد بعضی خود جبه را شخص پنداشته اند و آستین را دست انگاشته اند موزه و شلوار را پای گمان برده اند،

این دست و پا، آستین و موزهٔ دست و پای دیگرست، می گویند فلان زیر دست فلان است و فلان را دست بچندین می رسد، و فلان را سخن دست می دهد، قطعاً غرض از آن دست و پا این دست و پا نیست،

آن امیر آمد و بار دگر گرد خود رفت همچنانک زنبور موم را با عسل جمع کرد و خود رفت زیرا وجود او اول شرط بود آخر بقای او شرط نیست مادران و پدران ما مثال آن زنبوراند که طالب را بمطلوب جمع می کنند و عاشق را با معشوق گرد می آورند و ایشان ناگه می پرند، حق تعالی ایشان را واسطه کرده است در جمع آوردن موم و عسل و ایشان موم و عسل ماند ایشان از باغ بیرون نمی روند این آنچنان باغی نیست که بتوان بیرون رفتن الا از گوشهٔ باغ بگوشهٔ دیگر می روند، تن ما مانند کندوست و در آنجا موم و عسل عشق حق ست، زنبوران مادران و پدران ما اگر چه واسطه اند الا تربیت

از باغبان می یابند و کند و را باغبان می سازد، آن زنبور از حق صورتی دیگر داد آن وقت که این کار می کردند جامۂ دیگر داشتند بحسب آن کار، چون در آن عالم رفتند لباس گردانیدند، زیرا آنجا ازیشان کارے دیگر می آید، الاشخص ہمان ست که اول بود،

مثلاً یکی در رزم رفت، جامۂ رزم پوشید و سلاح بست، و خود بر خود نہاد زیرا که وقت جنگ بود، اما چون در بزم آید جامۂ دیگر پوشد، و در ہر مقام ہمچنین لباس دیگر زیرا که بکار دیگر مشغول خواہد شد، الاشخص ہمان باشد، اما چون تو اورا در آن لباس دیده باشی ہر وقت که اورا یاد آوری در آن شکل تصور خواہی کردن، اگرچه صد لباس گردانیده باشد، یکی انگشتری در موضعے گم کرد، اگرچه آنرا از آنجا بردند او گرد آنجا می گردد یعنی من اینجا گم کرده ام، چنانک صاحب تعزیت گرد گور می گردد، که پیرامن خاک بے خبر طواف می کند و آنرا می بوسد، یعنی آن انگشتری را این جا گم کرده ام، اورا آنجا کی گزارند،

حق تعالی چندین صنعت کرد و اظہار قدرت فرمود، تا روزی دو روح را با لبد تالیف داد، برای حکمت الہی، آدمی یا کالبد اگر لحظۂ در لحد بنشیند، بیم آن ست که دیوانه شود، فکیف که از دام صورت و کندۂ قالب بجہد کی آنجا ماند، حق تعالی آنرا برای تخویف دلہا و تجدید تخویف نشانۂ ساخت، تا مردم را از وحشت گور و خاک تیره ترسی در دل پیدا شود، ہمچنانک در راه کاروان را چون در موضعے بزنند دو سنگ برہم می نہند جہت نشان یعنی اینجا مقام خوف ست این گورہا نیز ہمچنان نشانیست محسوس برای محل خطر، آن خوف در ایشان اثرہا می کند لازم نیست که بفعل آید، مثلاً اگر گویند که فلان کس از تو می ترسد بی آنکه از و فعلے صادر شود ترا در حق او مہرے ظاہر می شود قطعاً و اگر بعکس این گویند که فلان ترا ہیچ و قرب و محلے نمی دہد، بمجرد این در دل سوے او خشمے پیدا

می شود،

این دویدن اثر خوف است جمله عالم می دوند الا دویدن هر یکی مناسب حال او باشد از آن آدمی نوعی دیگر و از آن نبات نوعی دیگر و از آن روح نوعی دیگر و دویدن روح بی گام و نشان باشد آخر غوره را بنگر که چند دوید تا بسواد انگوری رسید همین که شیرین شد فی الحال بدان منزلت رسید الا آن دویدن در نظر نمی آید و حسی نیست الا چون بآن مقام برسد معلوم شود که بسیار دویده است تا اینجا رسیده همچنانک کسی در آب میرفت و کسی رفتن او را نمی دید، چون ناگاه سر از آب بر آورد معلوم شد که او می رفت که اینجا رسیده،

فصل

دوستان را در دل رنجها باشد که آن بهیچ داروی خوش نشود، نی بخفتن، نی بخوردن نی بگشتن الا بدیدار دوست که ع لقاء الخلیل شفاء العلیل تا حدی که اگر منافقی میان مومنان بنشیند، از تاثیر ایشان آن لحظه مومن میشود کقوله تعالی واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا[1] فکیف که مومن با مومن بنشیند چون در منافق این عمل می کند بنگر که در مومن چه منفعتها کند بنگر که پشم از مجاورت عاقلی چنین بساط منقش و این خاک مجاورت ... چنین سرای خوب شد صحبت عاقل در جمادات چنین اثر کرد بنگر که صحبت ... چه اثر کند، از صحبت نفس جزوی و عقل مختصر جمادات باین مرتبه رسیدند، این جمله سایه ...

[1] یہ منافقین جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم مومن ہیں۔ (بقرہ ع ۲)

Marfat.com

عقل جزویست، از سایه شخص را توان قیاس کردن اکنون ازینجا قیاس کن چه عقل و فرهنگ می باید که ازآن این آسمانها و ماه و آفتاب وطبقات زمین پیدا شود،

این جمله موجودات سایهٔ عقل کلیست سایهٔ عقل جزوی مناسب شخص وسایهٔ عقل کلی که موجوداتست مناسب اوست و اولیای حق غیر این آسمانها آسمانهای دیگر مشاهده کرده اند که این آسمانها در چشمشان نمی آید و این حقیر می نماید، و پای بر اینها نهاده اند و گذشته، و چه عجب می آید که آدمی از میان این آدمیان تخصیص یابد که پا بر کیوان نهد نه ما جنس خاک بودیم حق تعالی در ما قوتی نهاد که ما از جنس خود بدان قوت ممتاز شدیم و متصرف آن گشتیم و آن متصرف ما شد تا در وی تصرف می کنیم، بهر نوعی که می خواهیم گاه بالایش می نهیم گاهی زیر گاه سرایش می سازیم گاه کاسه و کوزه اش می کنیم گاه دراز و گاه کوتاهش می کنیم اگر ما اول همان بودیم و جنس او بودیم حق تعالی ما را ممتاز کرد، همچنین از میان ما که یک جنسیم چه عجب که اگر حق تعالی بعضی را ممتاز کند که ما نسبت بوی چون جماد باشیم و او در ما تصرف کند و ما ازو بی خبر باشیم و او از ما با خبر،

این که می گوئیم بی خبر بی خبری محض نمی خواهیم بلک هر چیزی را در بی خبری خبریست از چیزی دیگر خاک نیز با آن جمادی از آنچه خدا او را داده است با خبر است که اگر بی خبر بودی آب را کی پذیرا شدی، و هر دانه را بحسب آن که دایگی کردی و پروردی، شخصی چون در کاری بجد باشد، ملازم آن کار را بیداریش در آن کار بی خبریست از غیر آن، ما ازین غفلت غفلت کلی نمی خواهیم گربه را می خواستند که بگیرند هیچ ممکن نشد روزی آن گربه بصید مرغی مشغول شد و همگی خود را بآن داده در آن حالت او را گرفتند، پس نمی باید در کار دنیا بکلی مشغول شدن آن را سهل می باید گرفتن و دربند آن نمی باید بودن که مبادا این بر نجد

می باید که گنج نرنجد اگر ایشان برنجند او ایشان را باز گرداند اما اگر او برنجد نعوذ بالله او را اگر گرداند [illegible]
اگر ترا التفات باشد از بهر نوعی لذت غرق شدن عجب دست در گدا مین زنی
اگرچه همه دریاست ولکن یقین است که در چیزی نفیس تر دست زنی که بیک گوهر
و بیک پاره لعل هزار تجمل توان ساخت از درختی میوهٔ شیرین ظاهر می شود اگرچه آن
میوه جزو او بود حق تعالی آن جزو را بر کل گزید و ممتاز کرد که در وی حلاوتی نهاد که در آن
باقی ننهاد که بواسطهٔ آن جزو بر آن کل رجحان یافت و لباب و مقصود درخت شد کقوله
تعالی، بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ[1]،

شخصی گفت مرا حالتی هست که محمد و ملک مقرب آنجا نمی گنجد فرمود که عجب
بنده را حالتی باشد که محمد آنجا نگنجد محمد را حالتی نباشد که چون تو گنده بغل آنجا نگنجد. مسخره ای
می خواست که پادشاه را طبع آورد و هر کسی از امرا چیزی بوی می پذیرفتند که پادشاه عظیم
رنجیده بود، بر لب جوی پادشاه سیران می کرد خشمگین، مسخره از طرفی دیگر [illegible]
سیران می کرد هیچ وجه پادشاه در مسخره نظر نمی کرد، جز در آب مسخره [illegible]
شاه خاطر در آب جوی می کرد مسخره چون دید [illegible] گفت ای پادشاه در آب چه می بینی که چندین در آن نظر می کنی گفت قلتبانی را می بینم [illegible]
نیز کور نیست اکنون چون ترا حالتی باشد که محمد در آن نگنجد عجب [illegible]
گرچه تو گنده بغلی [illegible]
جمله عطاها [illegible]
فرمود که السلام علیک ایها النبی ورحمة الله [illegible]

---

[1] ان منکر [illegible]

[2] [illegible]

عباد اللہ الصالحین[1] راہ حق سخت مخوف وبستہ بود وپر برف جانبازی اوکرد وآب
را راند وراہ را بشگافت ہر کہ در این راہ رود از ہدایت وعنایت او بود چون راہ او پیدا
کرد وہر جائی نشان نہاد وچوبہا ایستاند کہ این سو بروید وآن سو مروید واگر آن سو روید
ہلاک شوید چنانک قوم عاد وثمود واگر این سو روید خلاص بیابید چنانک مومنان،

ہمہ قرآن در بیان اینست کہ فیہ آیات بینات[2] یعنی در این راہ نشانہا نہادہ ایم اگر
کسی قصد کند کہ ازین چوبہا چوبی بشکند ہمہ قصد او کنند کہ راہ ما را ویران می کنی و در بند ہلاکت
ما ی کوشی مگر تو رہزنی؟ اکنون پیش محمدست تا اول بر محمد نیاید بر ما نرسد ہچنانک چون
خواہی جای بروی اول رہبری عقل می کند کہ فلان جائی می باید رفتن مصلحت اینست آنگہ
چشم پیشوائی کند آنگہ اعضا در حرکت آیند بدین مراتب اگرچہ اعضا را از چشم خبر نیست
چشم را از عقل آدمی اگرچہ غافل ست الا از دیگران غافل نیستند،

پس کار دنیا را قوی نمی باید گرفتن کہ بنا او چون در کار دنیا قوی مجد باشی از حقیقت
کار غافل شوی رضای حق باید طلبیدن نہ رضای خلق کہ آن رضا ومحبت وشفقت در خلق مستعار
حق نہادہ است اگر خواہد ہیچ جمعیت وذوق ندہد بوجود اسباب نعمت وآن تنعمات ہمہ
رنج ومحنت شود پس ہمہ اسباب ہچون قلمیست در دست قدرت حق محرک ومحرر حقست
تا او نخواہد قلم نجنبد اکنون تو در قلم نظر می کنی می گوئی این قلم را دستی باید قلم را می بینی دست را
یاد می آوری کو آنک می بینی وآنک می گوئی ما ایشان ہمیشہ دست را می بینند دمی گویند
کہ قلمی نیز می باید بلک از مطالعہ خوبی دست پروای مطالعہ قلم ندارند ومی گویند کہ این چنین
دست بی قلم نباشد جائی کہ ترا از حلاوت مطالعہ قلم پروای دست نیست ایشان را از حلاوت مطالعہ

[1] "اور خدا کے نیک بندوں پر" [2] "اس میں کھلی ہوئی نشانیاں ہیں" (آل عمران ع ۱۰)

آن دست چگونہ پروای قلم باشد؟ چون ترا در نان جوین حلاوتے ہست کہ یاد نان گندمین نمی کنی ایشان را بوجود نان گندمی یاد نان جوین کی باشد؟ چون ترا بر زمین ذوقی بخشید کہ آسمان را نمی خواہی کہ خود محل ذوق آسمان ست و زمین از آسمان حیوۃ دارد اہل آسمان از زمین کی یاد آورد؟ اکنون خوشیہا را از اسباب مبین و یقین دان کہ معانی در اسباب مستعارست کہ ہوالضار والنافع چون ضرر و نفع از وست تو بر اسباب چہ چسپیدہ،

خیر الکلام ما قل ودل بہترین سخنہا آنست کہ مفید باشد نہ بسیار قل ہو اللہ احد اگر چہ اندک ست بصورت اما بر البقرہ رجحان دارد از روی افادت، نوحؑ ہزار سال دعوت کرد چہل کس با و گرویدند مصطفےؐ را خود زمان دعوت پیداست کہ چہ قدر بود چندین اقالیم بہ او ایمان آوردند و چندین اولیا و اوتاد از و ظاہر شدند، پس اعتبار بسیاری را و اندکی را نیست غرض افادت است، بعضی را شاید کہ سخن اندک مفید تر باشد از بسیار، چنانکہ تنوری را چون آتش بغایت باشد از آن منفعت نتوانی گرفتن، و نزدیک نتوانی رفتن، و از چراغی ضعیف فائدہ گیری، پس مقصود فائدہ است بعضے را خود مفید آنست کہ سخن نشنوند، ہمین بینند و بس باشد، و نافع آن باشد، و اگر سخن بشنود زیانش دارد شیخے از ہندوستان قصد بزرگی کرد چون آنجا رسید بر در زاویہ شیخ آمد آواز آمد کہ باز گرد در حق تو نفع این ست کہ برین در رسیدے اگر شیخ را بینی ترا زیان دارد، سخن اندک و مفید ہمچنان ست کہ چراغی افروختہ چراغ نا افروختہ را بوسہ داد و ... آن در حق او بس است، و او بمقصود رسید، نبی آخر صورت نیست نبی ... و باقی آنست ہمیشہ ہمچنانکہ ناقۂ صالح صورتش ناقہ است نبی آن اشتر ذنبت ہست و آن جاوید ست،

یکی گفت که بر مناره خدا را تنها چرا ثنا نمی گویند و محمد را نیز می آورند،

گفتند آخر ثنای محمد ثنای حقست، مثالش چنانک یکی بگوید که خدا پادشاه را عمرے دراز دهاد، و آنکس را که مرا بپادشاه راه نمود یا نام پادشاه را بمن گفت، ثنای او بحقیقت ثنای پادشاه بود، این نبی می گوید که بمن چیزے دهید، من محتاجم، یا جبه خود را یا مال خود را، او جبه و مال را چه کند، می خواهد که لباس ترا سبکتر کند تا گرمی آفتاب بتو رسد که اقرضوا الله قرضاً حسناً[1] مال و جبه تنها نمی خواهد، تو را بسیار چیزها داده است غیر مال مانند علم و فکر و دانش و نظر، یعنی لحظه نظر و فکر و تامل و عقل را بمن خرج کن، آخر مال باین آلت بدست آورده، هم از مرغان و هم از دام صدقه می خواهد، اگر برهنه توانی شدن پیش آفتاب فبها که آن آفتاب سیاه نکند بل سپید کند، و اگر نه باری جامه را سبکتر کن تا ذوق آفتاب را ببینی، مدتی بترشی خو کرده، بارے شیرینی را بیازما[2]،

فصل

مولانا در خانه امیر پروانه سخن می فرمود، امیر گفت ای مولانا اصل متابعت است؟ فرمود: اما نه این متابعت که خلقان فهم کرده اند، معنی متابعت آن باشد که پادشاهی با خرد و دهش عادل حکیم کریم بانواع محاسن متصف خزائن و لشکرهای بسیار مملکتی معمور تعلق کند، و وارثی که ولی عهد او باشد بر تخت بنشیند که العلماء ورثة الانبیاء، و همان سیرت و داد و دهش و اخلاق او ورزد متابعت این را گویند نه آن که هر گدائی برخیزد و دعوی متابعت کند متابعت دیگر است و مبایعت دیگر،

---

[1] ملاحظه ہو اقرضوا قرضاً حسنه ۳۰۰ (جدید ع ۱) [2] مثنوی، دفتر پنجم، عنوان تحمیل فرمودن پادشاه ایاز را الخ،

چند گفتی نظم و نثر و راز فاش　　خواجه یک روز امتحان کن گنگ باش

Marfat.com

فصل

«من یکن عدم محضاً وهیچ» تواضع در اینجا بیشتر است الا بسیه که مردم فهم نمی‌کنند. این کس که بندگی کند حسبة لله آخر بندگی او در میان است اگرچه برای خداست خود را می‌بیند و خدا را می‌بیند او غرق آب نباشد غرق او است که در او هیچ جنبشی و فعلی نماند اما جنبشهای او جنبش آب باشد شیری آهوی را در پی کرد آهو از وی می‌گریخت تا می‌گریخت دو هستی بود یکی هستی شیر یکی هستی آهو اما چون شیر به آهو رسید آهو در زیر پنجه او قهر شد و از هیبت شیر بیهوش و بی‌خود در پیش شیر افتاد، این ساعت هستی شیر ماند او محو شد و نماند. استغراق این باشد که حق تعالی اولیا را غیر آن خوف که خلق می‌ترسند از شیر و پلنگ و از ظالم حق تعالی او را از خود ترسان گرداند و بر او کشف گرداند که خوف از حق است و امن از حق است و عیش و طرب از حق است [illegible]

فصل

سراج الدین گفت مسئله گفتم اندرون من درد کرد فرمود که آن موکلی است نمی‌گذارد که آنرا بگوئی اگرچه آن موکل را محسوس نمی‌بینی ولیکن چون شوق و منع و ثقل می‌بینی دانی که موکلی هست، در آب می‌روی، نرمی گلها تو می‌رسد، و چون طرفی دیگر می‌روی [illegible] معلوم شود که آن طرف خارستان است و ناخوشی و رنج است [illegible] دیگر راست است، اگرچه هر دو را نمی‌بینی این را وجدانی [illegible] و تشنگی و غضب و شادی [illegible] را افزون کن [illegible] را نبینی اما دفع گرسنگی [illegible]

گرم و سرد و شیرینی و تلخی در طعامہا ناخوش سند اما زمحسوس ظاہر تر اند آخر تو بدین تن چہ نظر می کنی ترا با این چہ تعلق است تو قائمی بے این و ہمارہ بی اینی اگر شب است پروای تن نداری و اگر روز ست مشغولی بکارہا ہرگز با این نیستی اکنون چہ می لرزی بر این تن چون یک ساعت با وی نیستی جاہای دیگری، تو کجا و تن کجا دانا فی واد دانت نی واد

این تن مغلطہ عظیمست چشم پندارد کہ تن مرد او نیز مرد ، ہی توچہ تعلق داری با تن ؟

این چشم بندی عظیمست ساحران فرعون چون ذرہ واقف شدند تن را فدا کردند و خود را دیدند کہ قائم اند بی این تن و تن با ایشان ہیچ تعلقی ندارد و ہمچنین ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و انبیا و اولیا چون واقف شدند، از بود و نبود او فارغ شدند، حجاج بنگ خوردہ بود و سر بر درہا می نہاد و بانگ، می زد کہ در را مجنبانید تا سرم نیفتد پنداشتہ بود کہ سرش از بدن جداست و بواسطہ در قائمست، احوال ما و خلق ہمچنین است پندارند کہ بہ بدن تعلق دارند یا قائم بہ بدن اند،

فصل

خلق آدم علی صورتہٖ[1] آدمیان ہمہ مظہر می طلبند بسیار زنان باشند کہ مستور را ماروی خود باز کنند تا مطلوب خود را بیازمایند چنانک تو استرہ را بیازمائی، عاشق بمعشوق می گوید من نخفتم و نخوردم و چنین شدم و چنان شدم بی تو ہمینش این باشد کہ تو مظہر می طلبی مظہر تو منم تا معشوقی معشوقی کنند و معشوق را مظہر عشق خود و حسن خود کنند و ہمچنین علما و ہنرمندان جملہ مظہر می طلبند، کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف[2]،

[1] حاشیہ گذر چکا، [2] حاشیہ گذر چکا،

خلق آدم علی صورته ای علی صورة احکامه، احکام او درہمہ خلق پیدا شود زیرا کہ
ہمہ ظل حقند و سایہ شخص ماند اگر پنج انگشت باز شود سایہ نیز باز شود، و اگر در رکوع رود سایہ
ہم در رکوع رود، و اگر دراز شود سایہ ہم دراز شود پس خلق طالب مطلوبی و محبوبی اند، خواہند
تا ہمہ محب ایشان باشند و خاضع و با اعدا اعدا و با اولیا اولیا، این ہمہ احکام و صفات
حقست کہ در ظل می نماید غایت ما فی الباب این ظل ما از ما بی خبرست اما ما باخبریم ولیکن
نسبت بعلم خدا این خبر ہا حکم بی خبری دارد ہر چہ در شخص باشد ہمہ در ظل نماید جز بعضی چیزہا
پس جملہ صفات حق در ظل ما نماید کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً[1]،

فصل

ہر علمی کہ آن بتحصیل و کسب در دنیا حاصل شود آن علم
ابدان ست و آن علم کہ بعد از مرگ حاصل شود آن علم ادیان ست، دانستن
علم انا الحق علم ابدان ست، انا الحق شدن علم ادیان ست نور چراغ را و آتش را دیدن
علم ابدان ست و سوختن در آتش علم ادیان ست، ہر چہ آن دیدہ است علم ابدان ست
ہر چہ آن شدہ است علم ادیان ست محقق دیدست و دانست دباقی ہمہ علما علم خیال ست
مثلاً مہندس فکر کرد و عمارت مدرسہ را خیال کرد ہر چند کہ آن فکر راست و صواب ست اما
خیالست حقیقت وقتی گردد کہ مدرسہ را تمام برآورد اکنون از خیال تا خیال فرقہاست
خیال ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ بالای خیال صحابہؓ باشد چنانکہ مہندس ... خیال
بنیاد خانہ کرد و غیر مہندس ہم خیال کرد فرق عظیم باشد زیرا خیال مہندس ...

[1] ''ہم نے تم کو بہت ہی تھوڑا علم دیا ہے'' (بنی اسرائیل ۰ ع ۱۰)

Marfat.com

بحقیقت تر نزدیک است،

همچنین آن طرف‌تر در عالم حقایق در دیدار دید تا دید فرقهاست ما لا نهایة، پس آنچه می‌گویند هفتصد پرده است از ظلمات و هفتصد از نور هرچه عالم خیال است ظلمات و آنچه حقایق است پرده‌های نور است اما میان پرده‌های ظلمت که خیال است هیچ نتوان فرق کردن و در نظر آوردن از غایب لطف خیال، با وجود چنین فرق شگرف در حقایق نیز نتوان فرق فهم کردن،

فصل

اهل دوزخ در دوزخ خوشتر باشند که اندر دنیا زیرا که در دوزخ از حق باخبر باشند و در دنیا بی‌خبر اند از حق و چیزی از خبر حق شیرین‌تر نباشد پس آنکه دنیا را آرزو می‌برند برای آنست که عملی کنند تا از مظهر لطف باخبر شوند نه آن که دنیا خوشتر است از دوزخ و منافق را در درک اسفل از آن کنند که ایمان بر وی آمد کفر او قوی بود عمل نکرد او را عذاب سخت‌تر باشد تا از حق خبر یابد اما کافر را ایمان بر او نیامد کفر او ضعیف است بکمتر عذابی باخبر شود همچنانکه میزری که بر او گرد باشد و گلیمی که بر او گرد باشد میزر را یک کس بیفشاند اما قالی را چهار کس باید تا سخت بیفشانند تا گرد از او برود، و آنچه دوزخیان می‌گویند افیضوا علینا مما رزقکم الله، حاشا که طعامها و شرابها خواهند یعنی از آن چیز که شما یافتید و می‌نوشید بر ما نیز فیض کنید،

قرآن همچو عروسیست با آنکه چادر او کشی او روی بتو ننماید آنکه آن را بحث می‌کنی و ترا

اس پر حاشیه گذر چکا،

Marfat.com

ذوقے وکشفے نمی شود آنست که چادر کشیدی ترا رد کرد و با تو مکر کرد و خود را بتو زشت نمود یعنی من آن شاهد نیستم او قادرست خود را بهر صورت که خواهد بنماید اما اگر چادر نه کشی ورضای او طلبی و بروی کشت او را آب دهی از دور خدمتهای او کنی بسیار و در آنچه رضای اوست در آن کوشی بے آنکه چادرش کشی بتو روے بنماید اهل حق را طلبی که فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی[1]،

حق تعالیٰ بهر کس سخن نگوید همچنانکه پادشاهان دنیا بهر جولاهه سخن نگویند وزیرے و نائبے نصب کرده اند تا ره بپادشاهان از ایشان برند حق تعالیٰ هم بنده را گزیده تا هر که حق طلب کند در او باشد و همه انبیا برای این آمده اند که رهبران جز ایشان نیستند،

فصل

سئل عیسی علیه السلام یا روح الله ای شیء اعظم واصعب فی الدنیا والآخرة قال غضب الله قالوا وما ینجی عن ذالک قال ان تکسر غضبک وتکظم غیظک طریق آن بود چون نفس خواهد که شکایت کند خلاف او کند و شکر گوید و مبالغه کند چندانکه در اندرون خود محبت او حاصل کند زیرا که شکر گفتن بدروغ [2] از خدا محبت جستن است،

---

[1] اے میرے بندوں میں داخل ہو اور پھر میری جنت میں داخل ہو جا ... فجر
[2] مثنوی دفتر ... عنوان سوال کردن شخصی از عیسی علیه السلام ...

گفت عیسی را یکی هشیار سر — چیست در هستی ز جمله صعب‌تر
گفت ای جان صعب‌تر خشم خدا — که از آن دوزخ همی لرزد چو ما
گفت از آن خشم خدا چه بود امان — گفت ترک خشم خویش اندر زمان

چنین می فرماید مولانا ای بزرگ قدس الله سره که الشکایة عن الخلق شکایة عن الخالق فرمود دشمنی و غیظ و غیبت تو بر تو پنهان است همچون آتش چون دیدی که ستاره جست آن را بکش تا بعدم باز رود از آنجا که آمده است و اگر مدد کنی بکبریت جوابی و لفت مجازاتی راه یابد و از عدم دگر روان شود دشوار توان آن را بعدم باز فرستادن اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ[1] تا قهر عدو کرده باشی از دو وجه یکی آنکه عدو گوشت و پوست او نیست اندیشهٔ ولیست چون دفع شد آن تو بسیار یکی شکر بهر آئینه از وی نیز دفع شود یکی طبعاً که الانسان عبید الاحسان و دوم چون فائده نه بینند چنانک کودکان یکی را بنده نمی خوانند و دشنام می دهند ایشان را رغبت زیادت می شود که سخن ما کل کرد و اگر تغییر نه بینند و فائده نه بینند میلشان نماند دوم آنک چو این صفت عفو در تو پدید آید معلوم شود که مذمت و در غیبت کرده است او را چنانک تو لی نه دیده است معلوم شود که مذموم اوست نه تو و هیچ حجتی خصم را خجل تر از آن نکند که در دروغ او ظاهر شود پس تو بستایش و شکر او را زهر میدهی زیرا که اظهار نقصان تو می کند تو کمال خود ظاهر کردی که محبوب حقی والعافین عن الناس والله یحب المحسنین[2] محبوب حق ناقص نباشد چندانش بستایی که یاران او گمان افتد که مگر با ما بنفاقست که با وی چندان اتفاقست ؛

برکن برق سلتشان گرچه سبلتند　　بشکن بحلم گردنشان گرچه گردنند

وفقنا الله بهذا ،

---

[1] اس کو بہتر طریقہ سے دور کرو ، (حم ، سجدہ ، ع ۵)

[2] لوگوں کی خطاؤں سے درگذر کرنے والے اور خدا نیک کاروں کو دوست رکھتا ہے (آل عمران ، ع ۱۴) ۔

Marfat.com

فصل

میان بنده و حق حجاب همین دو ست و باقی حجب ازین ظاهر می شوند و آن صحت ست و مال آنکس که تن تندرست ست می گوید خدا کو من نمی دانم و نمی بینم و همین که رنجش پیدا شود آغاز می کند یا الله یا الله و با حق همراز و هم سخن می گردد پس دیدی که آن صحت حجاب او بود و حق زیر آن درو پنهان بود، چندانک آدمی را مال و نوال هست اسباب مرادات مهیا می کند وشب و روز بآن مشغول است همین که بی نوائیش رو نمود، نفس ضعیف گشت وگرد حق گردد،

مستی و تهی دستیت آورد بمن — من بنده مستی و تهی دستی تو

حق تعالی فرعون را چهار صد سال عمر و مملکت و پادشاهی و کام رانی داد آن جمله حجاب بود که او را از حضرت حق دور می داشت یک روزش بی مرادی و درد سر نداد تا مبادا که حق را یاد کند گفت تو بمراد خود مشغول می باش و مرا یاد مکن —

از مملکت سیر شد سلیمان — و ایوب نگشت از بلا سیر

فصل

فرمود اینکه می گویند که در نفس آدمی شرے هست که در حیوانات و سباع نیست نه از آن روست که آدمی از ایشان بتر ست از آن روست که ... [illegible] که در آدمی ست بسبب گوهر خفیست که در اوست که آن اخلاق و شر و میں دشتر حجاب آن گوهر شده اند چندانک گوهر نفیس تر و عظیم تر و شریف تر حجاب او بیشتر پس شومی

و شر و اخلاق بد آدمی سبب حجاب آن گوهر بوده است در رفع این حجب ممکن نشود الا بمجاهدات بسیار و مجاهد ها با نواعست و اعظم مجاهدات آمیختن ست با یارانی که روی بحق آورده اند و ازین عالم اعراض کرده اند هیچ مجاهده سخت تر از آن نیست که با یاران صالح نشیند که دیدن ایشان گدازش و فنائے آن نفس است، و از این ست که می گویند چون مار چهل سال آدمی نه بیند اژدها شود یعنی کس را نمی بیند که سبب گدازش شر و شومی او شود هر جا که قفل بزرگتر نهند دال بر آن ست که آنجا چیزی نفیس و ثمین هست و این که هر جا حجاب بزرگتر گوهر بهتر چنانکه مار بر سر گنج ست تو زشتی مار را مبین او نقاب ست است گنج را ببین،

اقتضای کمال میل غیرست بوی و بهاره میل بکمال خود بود نه بنقصان کمال الله کمال منتهاست و تجویز نقصان بروی سبب کمال و مصالح عالم و بطالت جهان و تجویز عدم ابطال العالم مزه را تصور میکنی و کیفیت و حدو وقتے می طلبی مزه می برود تو کیفیت و تصور فعل الله کنی و تصور الله کنی ندانی که مزه ات حاصل نشود و هرگز آن صورت و آن خیال الله نباشد یعنی طالب و عاشق ما می باش و ترک تخیل و تصور و حد و کیفیت و اعراض کن مبه الله تا ترا کمال حاصل شود و سر دپای تو که در د می کند چون کف دان که از سر دیگ بیرون میرود زجوشش عشق تا دیگر تا از خود بی خبر نشوی از ما با خبر نشوی در هر صفتی از صفات الله تا صفات از حیات و غیره وی دیاغ و نحوی منشرحی و خلافی روشنی و اشتقاق تازی طلبی بر وجهے که اهل آن نکته ترا رد باشد چون در شرح و استکشاف آن روز بگذرانی و سالها در آن باشی بر هیچ ترتیب خبر داری بوی نغمک آن حالت خوش همه جهان رود و همه کس ترا با قدر و با شرف

و در آن یک کلمه جویای اله باشی و با ذوق باشی و با همه انواع علوم در آن لحظه با اله باشی که
که هر کدام را در آن لحظه یاد کنی مدار مسئله و غیره دری،

ترا آن تیزی و زیرکی در آن حالت پدید آید که همه کلمها یکیست و همه رنگ رنگ
روح دارد اگر در آن یک کلمه بی اله و بی ذوق باشی در همه انواع علوم در آن حالت
بے ذوق باشی ذوق و غلبه و اکرام آنست که خلق خود را بدان رنج رسانی و بدان
صفت و حالت کنی که روحهای دیگر را برباید از حالت ایشان و آن کنار و آن بادهای
پریشان فراموش شود و ناپدید شود و در آن روشنی حالت چنانک ستارگان در روشنائی
چراغ بروز، لاجرم آن روشنائی تو ایشان را شاید گویند زهے دانا و زیرک اکنون
شتاب مکن و عمر بدین کوشی را در چند کلمه بپایان بر ور نجها و کتاب علمها ترا شود،
گر نه آئیم هیچ می توانی حق [illegible] تهدیدے کنی از نا آمدن خود که اگر بیائی هست
خود می آئی،

بسم الله الرحمن الرحیم قوله تعالی انا فتحنا لک فتحا مبینا، فرو شمردند [illegible]
دو عد بار بر مصطفی علیه السلام اول آنک در سے کرمی کوبی باز کردم که دعا های تو [illegible]
ما مستجاب است دوم لیغفر لک الله مغفرت آمرزش که نشانهای دوستیست که هر کرا
دوست داری گناه او ترا گناه ننماید و عیب او ترا عیب ننماید این است سر مغفرت [illegible]
لنعمة تمام نعمت بیان خصوصیت اوست [illegible]
پس او از ایشان خاص تر باشد [illegible] یا فتح [illegible] و حقیقت [illegible]
و ینصرک الله نصرا عزیزا [illegible]
[illegible]

Marfat.com

قوت نظرست که همه چیز را از حق مینید چنانک ابراهیم قدم در آتش نهاد، وچون موسی قدم بر دریا نهاد وچون سلیمان ع حکم بر آفتاب کند وچون نوح حکم بر طوفان کند وچون داود م آهن خمیر کردن گیرد وکوه را معنی ساختن گیرد وچون عیسی برارواح حیوانی حکم کردن گیرد وچون محمد طبقات سموات را المعراج دیدن گیرد وگذشتن وامثال این را شمار نیست چون همه را ماموروبندهٔ حق دانستند وامر کل حق دیدند همه مسخر ایشان بودند وایشان مسخر حق وقوله تعالی لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک وما تاخر .

ابن عطا گوید چون مصطفی علیه السلام درمعراج بدرخت سدرة المنتهی رسید که بالای عرشست ومقام وآشیانهٔ جبرئیل است وازآنجا ش بگذرانید جبرئیل که همراه او بود قدم باز کشید گفت یا اخی جبرئیل مرا رها کردی درین موضع با هیبت تنها حق تعالی خطاب کرد خداوند که درین دوسه گام با او چنین الفت گرفتی مراد ازین گناه که لیغفر لک الله اینست آن گناهست یعنی از تو آن الفت را پاک کردیم واز غیر مستغنی کردیم ،

ابن عطا می گوید انبیا واولیا را بگناه مبتلا کرد تا بحضرت نالیدند آنکه ایشان را بیامرزد اما مصطفی را (علیه السلام) بعطای عنایت ازان حالت مستور داشت که لابه کند وبرای گناهی کردن بلک پیشین وپسین را عفو کرد نام نابرده که آن گناه چیست غرض ازین مرتبه محبت است بالای دیگران بود ابن عطا گفت که بخشیدیم بتو گناه متقدم را یعنی زلت آدم را وما تاخر یعنی گناهان امت را که امید بتو دارند که رهبر ایشانی معقود آلت که اولیان وآخریان را وصول نیست الا بتو ،

وگویند استغفار پیغامبر علیه السلام در هوشیاری بود از حالت مستی وبعضی گویند ملک در حالت مستی استغفار کرد از حالت هشیاری وبعضی گویند در هر دو حالت مستغفر

بود زیرا که نظر او بر حق بود و سکر و صحو نسبت با بندگان ست که قابل تلونند نسبت بحضرت نه سکر ست و نه صحو پس چون ناظر حق بود از هر دو مستغفر بود در قبضهٔ او بودی و شرح او را لوح و قلم نتواند کردن مگر آن لوح که صفت خداست تا مثل لوح ست و در حقیقت صفتیست بی نهایت،

خلق را زیر گنبد دوار چشمها در دو دیدنی بسیار

مگر عنایت در رسد و کل عسیر علی الله یسیر این چندین خبر که دیدیم اگر بوقت طفولیت با گفتندے امکان فهم کردن نبودے

رضیت بما قسم الله لی وفوضت امری الی خالقی

لقد احسن الله فیما مضی کذلک یحسن فیما بقی

این چندین هزار چیزها را که نمود از آثار یا کان شکر آن می گذارد که شکر سبب مزیدست انشاء الله تعالی و یتم نعمته علیک تمام نعمت ملک نبوت ست اول [illegible] طلب محبت محب بودن محبوب شدی تابع رسل بودی متبوع شدی محتاج بودی معراج شدی از سیاه و سپید خلاص یافتی سلطان سیاه و سپید شدی ذکر کرده مذکور شدی بر منارها و محرابها و سکها،

قوله تعالی ویهدیک صراطا مستقیما این که راه که بحق رسد و ینصرک الله نصرا عزیزا [illegible] بر شیاطین جن و انس منصور شدی و هم [illegible] که لشکر [illegible] منصوری که خوف باشد [illegible] زوال [illegible] السکینه سکینه آن بود که [illegible] بصیرت ظاهر شود سکینه آن بود که آن چه [illegible] اعیان [illegible] دارد از نهایت اعتقاد [illegible] گویند سکینه آن باشد که چنانک ظاهر چیزها [illegible]

Marfat.com

می کند باطن چیزها را فرق کند قوله تعالی لیزدادوا ایماناً یعنی در دلشان نور ایمان روز بروز بیفزاید چون ماه و لله جنود السموات والارض جنود سموات ملائکه اند و از آن زمین غازیان و مجاهدان نفس بعضی گویند لشکرهای آسمان دلها اند و از آن زمین قالبها اند بعضی گویند شیاطین هم لشکر اوست خواهد آنرا غالب کند خواهد این را،

و قوله تعالی انا ارسلناک شاهداً گواه توحید بقول و فعل و بحال شاهد بقوله و شاهد بفعله و شاهد بحاله و مبشراً یعنی بآمرزش و نذیراً ترسانند و از بدعت و ضلالت بدستوری حق بشریت و نذیرانه بهوای خود و قوله تعالی لتؤمنوا بالله، تا راست گوار است گو دانند و تعزروه و توقروه آنرا من گرامی و حرمت داشتم شما هم حرمت دارید هم بخدمت هم بزبان با خلق صفت کردن بندگی او و قوله تعالی ان الذین یبایعونک آنها که باتو دست پیمان می گیرند باخدا دست پیمان می گیرند یعنی بشریت در تو عاریت است واسطه عاریتی را بی واسطه باید دیدن و قوله تعالی ید الله فوق ایدیهم یعنی در این بیعت منت خدای راست بر ایشان نه ایشانرا بر خدای، بعضی گویند بعضی بیعت ایشان و قوت ایشان زیر قوت حق ست اگر در کار شان نیاوردے در کار نیامدے که لاحول ولا قوة،

و قوله تعالی ولولا رجال مؤمنون، سهیل گفت رضی الله عنه مؤمن براستی آن کس است که از نفس و دل خود غافل نیست و جست وجو می کند احوال خود را که فلان وقت چه کردم و چون شدم و چون تغیرے بیند زاری کند چنانک بلای بر زمین بیفتاد از ماه گرفتن و آفتاب گرفتن و زلزله زمین و میغ و باران و غوغای طرح و باد و غیر آن

اهل این طریقت دانند که آن از گناه ایشان است که بر ایشان می آید و مؤمن نیز چون نور یقین را کم بیند و آب چشم را خشک بیند و بای دل بیند که او را طاعت او سرد است در زاری می آید بلکه آن بلاها که دنیا نقصان فراق حق نیست و این تغیرات دل‌ها و در دل نقصان فراق حق است پس در نقصان زیادت بیند و در زیادت نقصان بیند چنانکه دیگران از نقصان دنیا ترسان باشند و از زیادت دنیا ترسان باشد و از اندک تغیر دل و نفرت دل از طاعت و سستی در کردن طاعت ترسان باشد زیرا که اندک بسیار می کشد،

قوله تعالی اذ جعل الذین کفروا فی قلوبهم الحمیّة یعنی متابعت نفس کنند و در آزار مؤمنان و ضعفای ایشان که ما را منغص می کنند عیش خوش ما را و یاد می کنند ما را بعاقبت و بد و ندانند که ایشان منغص می کنند عیش را بلکه می خواهند که این عیش را با عیش پیوسته دائم پیوند کنند چنانک شخصی از کسی جاهل گندم بستاند و بیکار دارد بهر او تا منقطع نشود وقت او فریاد می کند که چه ظلم است؟

ترکی زرگری را انگشتری می آورد که نام پادشاه را نقش کرده بود با انگشتری زرین ساده گفت که زرگر چنین نقش‌ها است ... لیکن ... با انگشتری در این گفت که نام تو ... گفت ... الفاظ نقش را ... گفت ... مرا این بی نقشی از زرگری ... گفت ... گفت پس بنشین ...

می کن کہ نقد کراست وغبن باکیست، واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب،

ومن کلامہ، اوصیکم بتقوی اللہ فی السر والعلانیۃ، وبقلۃ الطعام وقلۃ المنام وقلۃ الکلام وھجرۃ من المعاصی والآثام وترک الشہوات علی الدوام واحتمال الجفاء من جمیع الانام والمواظبۃ علی الصیام ودوام القیام وترک المجالسۃ بالسفہاء اللئام من العوام ومصاحبۃ الصالحین والکرام، اخوانی اخوانی احفظوا منی ھذہ الوصیۃ لا تکونوا فی قید دولۃ وفضیلۃ ولکن کونوا فی قید ان یفتح اللہ قلوبکم،[1]

---

[1] یہ عربی عبارت قسطنطنیہ کے نسخوں میں غایب ہے،

Marfat.com

Marfat.com

مصنف کی دوسری کتابیں

مثنوی بحر المحبت

شیخ مصحفی کی ایک نایاب مثنوی مع سوانح مصحفی قیمت ۸ ضخامت ۹۰ صفحے

پیام امن

موسیو ژرژ ڈیال ایک فرانسیسی مصنف کے خیالات دربارۂ امن عالم، اخوتِ انسانی و خون آشامی دول یورپ کی ترجمانی ہے، اس کے بعد مولوی صاحب موصوف کا تبصرہ ہے جس میں انھیں مسائل پر انجیل و قرآن کی تعلیمات کی تفصیل ہے، اردو میں بالکل نئے خیالات ہیں حجم ۸۰ صفحے قیمت عہ

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، قدمائے صوفیہ کے حالات اور ان کی تصانیف پر تبصرہ لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ۱۲۸ صفحے قیمت عمہ

منیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

Marfat.com

سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۴

انقلاب الامم

یعنی

ڈاکٹر لیبان کی کتاب "قوموں کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ

جسکو

مولانا عبد السلام ندوی

نے

اس کے عربی ترجمہ "سر تطور الامم" کے ذریعہ سے اردو میں کیا

معارف پریس اعظم گڈھ میں چھپکر

دفتر دار المصنفین اعظم گڈھ سے شائع ہوئی

طبع دوم سنہ [illegible]

Marfat.com

کتبخانۂ دار المصنفین اعظم گڈھ

علامۂ شبلی نعمانی

سیرۃ النبی صلعم حصۂ اول طبع دوم تقطیع خرد سے للعہ

ایضاً حصہ دوم طبع اول تقطیع کلان عـــہ معہ

الفاروق حضرت فاروق اعظم کی لائف و طرز حکومت سے

الغزالی امام غزالی کی سوانحعمری اور انکا فلسفہ عا

سیرۃ النعمان امام اعظم کے حالات و انکی فقہ پر تبصرہ عہ

المامون خلیفہ مامون الرشید کے حالات اور اسکی سلطنت، دربار اور علمی کارناموں کی تفصیل عہ

شعر العجم حصۂ اول، شاعری کی حقیقت فارسی شاعری کا آغاز اور قدما کا دور صفحات ۲۰۰ ے

ایضاً حصۂ دوم. خواجہ فریدالدین عطار سے حافظ اور ابن یمین تک صفحات ۳۰۲ عا

ایضاً حصۂ سوم شعرائے متاخرین صفحات ۳۲۰ عا

ایضاً حصۂ چہارم، صفحات ۲۴۰ ے

ایضاً حصۂ پنجم اصناف شاعری پر ریویو، عا

الانتقاد علی التمدن الاسلامی، جرجی زیدان کے تمدن اسلامی پر عربی میں ریویو

سفرنامۂ مصر و شام مطبوعہ مطبع معارف، عا

موازنۂ انیس و دبیر، میر انیس کی شاعری کے محاسن، ہے

مضامین عالمگیر شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر پر اعتراضات اور ان کے جوابات، عہ

رسائل شبلی، مولانا کے مختلف علمی مضامین کا مجموعہ، عہ

مجموعۂ کلام شبلی اردو، ۲

مثنوی صبح امید اردو،

مولنا حمیدالدین صاحب بی اے

تفسیر سورۂ تحریم جدید طرز پر عربی میں قرآن مجید کی تفسیر ۴

تفسیر سورۂ قیامہ ۴

تفسیر سورۂ والشمس ۴

تفسیر سورۂ والکفرون ۴

تفسیر سورۂ والعصر ۴

الرای الصحیح فی من ہو الذبیح عربی میں حضرت اسمٰعیل کے ذبیح ہونے پر ایک مدلل اور پرزور رسالہ ۱۰

اسباق النحو، سہل طرز پر عربی گرامر اردو، ۵

دیوان حمید، مولنا کا فارسی دیوان مع تصویر ۱۲

خرد نامہ منظوم، خاص فارسی زبان میں امثال سلیمان کا ترجمہ

تحفۃ الاعراب، عربی کی نحو جدید اردو نظم میں

دیوان الفیض ہندوستان کے ...

Marfat.com

فہرست فصول وابواب

مقدمۂ مصنف

	از صفحہ	تا صفحہ
موجودہ زمانے میں مذہب مساوات اور تاریخ کی روح	۱	۶

پہلا باب

قوموں کی نفسی فطرت

	از صفحہ	تا صفحہ
[پہلی] فصل .... قوموں کی روح	۷	۱۵
[دوسری] فصل .... کسی قوم کے اخلاق میں کہاں تک تغیر ہو سکتا ہے	۱۶	[illegible]
[تیسری] فصل .... قوموں کے طبقات نفسیہ	۲۲	۳۰
[چوتھی] فصل .... قوموں کے افراد کے درمیان ذہنی مراتب	۳۱	۳۷
پانچویں فصل .... تاریخی قوموں کی پیدائش	۳۸	۴۵

دوسرا باب

تمدنی عناصر میں قوموں کے اخلاق کا ظہور

	از صفحہ	تا صفحہ
[پہلی] فصل .... تمدنی عناصر ہر قوم کی اخلاقی روح کے مظاہر ہیں	۴۶	۵۰
[دوسری] فصل ..... مذہب، سیاسیات اور زبان میں کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہیں	۵۰	[illegible]
[تیسری] فصل ..... فنون لطیفہ میں کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے	[illegible]	[illegible]

تیسرا باب

[illegible]

	از صفحہ	تا صفحہ
[پہلی] فصل .... تغیرات سیاسیہ کیونکر [illegible] پیدا ہوتے ہیں	[illegible]	[illegible]

Marfat.com

دوسری فصل ...... نظریات سابقہ کا انطباق، انقلاب ولایات متحدہ امریکہ اور امریکہ کی اپنی جمہوریت پر ۔ ۹۵ -

تیسری فصل .... قومی روح کے تغیر و تبدل ہے قوم کے طرز زندگی بدل جاتے ہیں ۱۰۲ -

چوتھا باب

قوموں کے اوصاف نفسیہ میں کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے،

پہلی فصل .... قوموں کی زندگی پر اصول تمدن کا اثر ۱۱۴ -

دوسری فصل .... انقلاب تمدن پر مذہبی عقائد کا اثر ۱۳۰ -

تیسری فصل .... اکابران قوم کا درجہ قوموں کی تاریخ میں ۱۳۶ -

پانچواں باب

نظام اخلاق کا انحطاط اور قوموں کا زوال

پہلی فصل .... تمدن زوال پذیر ہو کر کیونکر فنا ہو جاتا ہے ۱۴۴ -

دوسری فصل ...... خلاصۂ عامہ ۱۵۹ -

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[illegible]

مغربی خیالات کی ترجمانی اگرچہ جدید تعلیم یافتہ گروہ کے لئے مخصوص ہو گیا ہے، لیکن [illegible] اسلام [illegible] کے مضمون [illegible] مستشرقوں [illegible] بالاستقلال [illegible] رہا ہے۔

اس وقت جو کتاب آپ کے سامنے ہے وہ بھی [illegible] کی ایک [illegible] تمدن عرب اور تمدن ہند کے مصنف ہونے کی حیثیت سے ہندوستان میں محتاج تعارف نہیں [illegible] کی ایک فرنچ کتاب کے [illegible] ترجمہ کو [illegible] اردو میں منتقل کیا [illegible]

[illegible]

سوانح مصنّف

موسیو لی بان

بیسوین صدی کے فرزندانِ علم مین یورپ بلکہ کل مہذب دنیا جن لوگون کی ذات پر ناز کرتی ہے اون مین ایک ڈاکٹر لیبان بھی ہے،

ولادت اور خاندان، | برگنڈی اور برٹینی فرانس کے دو مشہور صوبے ہین لیبان کا خاندان انہی صوبون [سے] تعلق رکھتا ہے، سیف و قلم دو متضاد چیزین ہین، اور دنیا مین ایسے خوش قسمت بہت کم ہوئے ہین جن کے ہاتھ مین یہ دونون چیزین نظر آئین، لیکن لیبان اس حیثیت سے نہایت خوش نصیب ہے کہ اوس کے آبا و اجداد مین یہ دونون جوہر نظر آتے ہین،

لیبان مضافات پیرس مین بہ مقام نوژان لے ردلو، ر د غالباً ۱۸۵ء مین پید[ا]

تعلیم و تربیت، | اور پیرس کے قریب تورس کے مدرسہ مین ابتدائی تعلیم حاصل کی اور وہین سے سرٹیفکیٹ امتحان پاس کیا، یہ عجیب بات ہے کہ لیبان اس وقت جس قدر مشہور ہے، اوسی قدر زمانۂ طالب العلمی [مین] گمنام رہا، اسکا شمار کبھی اسکول کے اچھے طلبا مین نہین ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کبھی کورس [کی] کتابون مین دل نہین لگاتا تھا، زمانۂ طالب العلمی مین اوس کی انتہائی کامیابی صرف یہ تھی کہ پا[س] ہوجاتا تھا، ورنہ اوسکو امتحانات مین اچھے نمبر کبھی نہین ملے، کالج مین بھی یہی حال رہا تاہم با[لآخر] اُس نے طب مین ڈاکٹری (ایم ڈی) کی ڈگری حاصل کی،

سیر و سیاحت، | لیبان کی زندگی کی ایک خاص خصوصیت سیاحی ہے، اُس نے انگلستان

ط ان حالات کو ہمارے دوست مولوی عبد الماجد بی، اے، نے لیبان کی ایک مختصر سوانح عمری سے جو فرنچ زبان [مین لکھی] گئی ہو مرتب کیا تھا جس کو ہم نے خفیف تغیر کے ساتھ انہی کے الفاظ مین درج کر دیا ہے،

...ا، پولینڈ، اور اسپین کی خوب سیاحت کی ہے، مراکو، فلسطین، اور مصر بھی ہو آیا ہے، وہ ایک ...س حیثیت سے ہندوستان کا بھی سفر کر چکا ہے یعنی خود فرنچ گورنمنٹ نے اوس کو ایک سائنٹفک ...شن پر ہندوستان بھیجا تھا، اسی سلسلہ مین اوس نے نیپال کی بھی سیر کی، اور وہ پہلا فرنچ ...س تھا جس نے سرزمین نیپال پر قدم رکھا،

لیکن لیبان کے سفر کا مقصد اکثر یورپین سیاحون کی طرح سیر و تفریح نہین ہوتا تھا، بلکہ ...س نے اپنی طویل سیاحت مین نہایت دقیق علمی تجارب حاصل کئے ہین، مذہب، تمدن ...آثار قدیمہ کے متعلق نہایت مفید تحقیقاتین کین ہین، قومون کی نفسیات کا وسیع مطالعہ ...ہے، نیپال کی سیاحت کے زمانہ مین وہ اون آثار قدیمہ کے فوٹو لیکر فرانس بھیجا تھا جنکی طرف ...تک کسی نے توجہ نہین کی تھی، انہی آثار قدیمہ کی شہادت سے اوس نے ثابت کیا کہ بودھ مذہب ...ہ ابتدا مین ہندو مذہب سے بالکل علیحدہ و مختلف ایک مستقل مذہب تھا، لیکن کچھ دنون کے بعد ...ہندو مذہب کے اندر جذب ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اصلی ہندو مذہب اور بودھ مذہب دونون کی ...ی تعلیمات فنا ہو گئین، اور دونون کی آمیزش اور تاثیر و تاثر سے مذہب کی ایک [illegible] ...قائم ہو گئی،

مشرق کے مختلف تمدنون پر اوس نے جو محققانہ کتابین لکھی ہین [illegible] ...مشاہدات پر ... لیبان کی تصنیفات [illegible] ...کے مطالعہ کے لئے [illegible]

[illegible]

بچپن سے ہر بات پر رد و قدح کرنے کا شائق ہو، مزاج میں استقلال بحد اور ہٹ دھرمی کی حد تک پہنچا ہوا

حلیہ | لیبان کی شکل و شباہت بالکل برگنڈی کے باشندوں کے مشابہ ہے، آنکھیں سیاہ بال کالے، اور گھونگروالے ہیں، رنگ بھی یورپین لوگوں کے لحاظ سے [illegible] قد [illegible] قد [illegible] گول [illegible] اور [illegible] ہو

شادی | لیبان کو [illegible] شکل [illegible] مردوں سے [illegible] نفرت [illegible] شادی کی [illegible] کی [illegible] ایک مشہور [illegible]

شہرت | [illegible] آگرچہ [illegible] خود [illegible] کی [illegible] سوا خاص لوگوں کے کوئی نہیں [illegible] لیبان کی شہرت [illegible] علمی حلقوں میں [illegible] مشہور تصانیف کا ترجمہ انگریزی، روسی، [illegible] عربی اور اردو میں ترجمہ [illegible] اور خود فرانس میں [illegible] اکثر تصنیفات کے متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں لیکن [illegible] عام شہرت کے لحاظ سے تمام یورپ میں کوئی [illegible] نہیں نہ اخبارات میں اوس کا نام آتا ہے نہ رسالے اوس سے [illegible] کسی [illegible] کا پروفیسر ہے یہاں تک کہ اوس کے حالات بھی کہیں نہیں ملتے [illegible] برٹانیکا کے آخری ایڈیشن سے زیادہ جامع اور ضخیم کوئی کتاب نہ ہوگی لیکن اس میں لیبان کا ضمنی اور اتفاقی طور پر بھی کہیں ذکر نہیں آیا ہے

اس موقع پر خود بخود یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ عدم شہرت کے اسباب کیا [illegible] سوال کا تفصیلی جواب تو خود لیبان کی تصنیفات دے سکتی ہیں، اصولاً صرف اس قدر [illegible] کہ اوس کے نظریات بالکل مجتہدانہ اور اکثر صورتوں میں معاصر علما بلکہ کل دنیا کے متفقہ

وسلمات کے خلاف ہوتے ہیں۔ مثلاً آج کل یورپ میں جمہوریت کی عام گرم بازاری ہے
بالخصوص فرانس میں تو اس کے خلاف ایک حرف بھی کہنا کفر ہے، لیکن لیبان اپنی تصنیفات
میں جمہوریت کے نتائج [illegible] اور [illegible] کو حکومت کی سب سے
زیادہ [illegible] صورت قرار دیتا ہے [illegible]
زیادہ [illegible] لیکن لیبان کے نزدیک [illegible]
حریت اور آزادی موجودہ [illegible] الفاظ [illegible] انسان کے
رگ و پے سے [illegible] لیکن لیبان کے نزدیک [illegible]
تمدن کے زوال کا پیش خیمہ [illegible]
مساوات خلاف فطرت [illegible]
مقدمہ [illegible]
[illegible]

(۲)	سفرنامہ نیپال	
(۳)	سوسائٹی کا ارتقاء	
(۴)	مشرق کے ابتدائی تمدن	یہ مصر، شام، اور یہودیوں کے تمدن کی تاریخ ہے
(۵)	آثار قدیمہ	
(۶)	نفسیات اشتراکیت	
(۷)	نفسیات تعلیم	
(۸)	نفسیات انقلاب فرانس	
(۹)	تمباکو کے کیمیائی اجزاء	
(۱۰)	الحیات	علم افعال الاعضا پر ہے
(۱۱)	ارتقائے مادہ	طبعیات پر محققانہ کتاب ہے
(۱۲)	ارتقائے قوت	
(۱۳)	فن شہسواری کے سائنٹفک اصول و تجربات	
(۱۴)	فن فوٹوگرافی پر سائنٹفک رسالہ	
(۱۵)	مجموعۂ مضامین متعلق بہ طبعیات	
(۱۶)	نفسیات اجتماع	اس کا ترجمہ احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی میں کر دیا ہے اور وہ مصر میں چھپ گیا ہے جس کا عربی نام "روح الاجتماع" ہے
(۱۷)	تمدن ہند	مولوی سید علی بلگرامی مرحوم نے اردو میں اس کا ترجمہ کر دیا ہے
(۱۸)	تمدن عرب	ایضاً

Marfat.com

(۹) ارتقاء اقوام کے قوانین نفسی،

یہی اخیر کتاب ہے جس کا ترجمہ مصر کے مشہور مترجم احمد فتحی زغلول پاشا نے عربی زبان مین "سر تطور الامم" کے نام سے کیا ہے، اور ہم اسی عربی ترجمہ کو اردو کے قالب مین ڈھال کر ناظرین کے سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کر رہے ہین،

عبد السلام ندوی

دار المصنفین، اعظم گڈھ

مقدمہ

از

مترجم

فلسفۂ عروج و زوال اقوام

اسلام اور علمائے اسلام

علم، مذہب، تہذیب و تمدن، ملک و سلطنت، جو کچھ ہے قوم کا سرمایۂ حیات ہیں، اور انھیں چیزوں کی ترکیب و امتزاج سے ہر قوم کا تاریخی مواد تیار ہوتا ہے اسی بنا پر ہر متمدن قوم اپنا تاریخی سرمایہ اپنے ساتھ لاتی ہے اور اپنے دور کے ماخذ [illegible] محفوظ رکھتی ہے، [illegible] ایک مورخ کی [illegible] احسان [illegible] بلکہ خود مورخ اور اس قوم کا اپنا فرض ہوتا ہے [illegible] اس کا مکمل نظام اور اس کا [illegible] کی تحقیق غرض یہ کہ تمام ارتقائی مراحل کی تفصیل و توضیح ایک مورخ کا کام ہے اور اس حیثیت سے تاریخ کی نہایت سادہ، مختصر، عام فہم اور دلکش تعریف یعنی ارتقائے اقوام کی ترتیب [illegible] کے ساتھ کی جا سکتی ہے [illegible] لیکن یہ [illegible] ایک جنس مشترک ہے جو تاریخ کی ہر کتاب پر صادق آ سکتی ہے، کتاب کی فصل [illegible] اور اس کو تمام تاریخی کتابوں سے ممتاز کرتی ہے اور اس کا دوسرا جزو یعنی ارتقائے اقوام کے قوانین نفسی ہے اور انہی قوانین کی تفصیل اس کتاب کا موضوع اور بیان کا اصلی کارنامہ ہے۔

جدید علمی دور میں جن علوم و فنون نے ترقی کی ہے ان میں علم النفس (سائیکالوجی) سب سے زیادہ دلچسپ اور [illegible] ظاہر ہے کہ جو علم [illegible]

ترتیب و تقسیم کے لحاظ سے فلسفۂ الٰہیات کے سلسلہ میں داخل ہیں وہ صرف اعلیٰ اور دلچسپ ہی ہو سکتا ہے، اور اس سے عام طور پر کوئی عملی کام نہیں لیا جا سکتا، اس بنا پر یورپ کی عالمگیر قوت تسخیر نے بھی اس دلچسپ علم کو ہمیشہ اپنے دائرہ عمل سے باہر رکھا لیکن لیبان پہلا شخص ہے جس نے اس سے اجتماعی، تمدنی، تعلیمی، اور تاریخی مباحث میں کام لیا، اور اس خوبی کے ساتھ لیا کہ ان مباحث نے ایک جدید فلسفیانہ قالب اختیار کر لیا چنانچہ اس کی تصنیفات کی طویل فہرست اولاً نفسیات جماع، نفسیات اشتراکیت، نفسیات انقلاب فرانس، نفسیات تعلیم، سر تطور الامم، اور اس کے علاوہ دوسری کتابیں آج عجیب و غریب رنگ کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہیں، لیکن اس موقع پر قدرتاً سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس رنگ کی جھلک ہم کو بھی کہیں نظر آ سکتی ہے، یا صرف یہاں دل کا وجدان ہی ہے، ہم کو خود کچھ نہیں معلوم لیکن علمائے یورپ میں جن لوگوں نے اس حقیقت کا پتہ لگایا ہے ان میں لیبان نے صرف دو شخصوں کا نام لیا ہے چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہے

"علم النفس کے عجائبات [illegible]

[illegible] مباحث کی طرف سے آنکھیں بند [illegible]

[illegible]"

اُس سے ہر قوم کے مدبرین کو راہِ ہدایت ملتی ہی، اور اگر یہ مشکل نہ ہوتی کہ وہ کارخانون مین اور کتابون کے اوراق مین نہین ملتا بلکہ اُس کی تحقیق کے لیے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین اور مختلف قومون کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی پڑتی ہے، تو درحقیقت یہ نہایت عجیب بات ہوتی کہ علماء نے آج تک اس فن کو مدون نہین کیا اور ہم کو علم النفس کے مصنفین تک مین کوئی شخص ایسا نہین ملتا جس نے اس کی مزاولت کی ہو کیونکہ اب وہ تمام مباحث کو چھوڑ کر صرف علم تشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین"

اس بنا پر اگر موسیو لیبان اور موسیو ربو کو نظر انداز کر دیا جائے تو اس گروہ مین صرف لیبان پہلا شخص ہے جس نے اس کمی کو پورا کیا، اوس نے تمام دنیا کی قومون کے نظام اخلاق کا مطالعہ کیا، اون کے تاریخ و تمدن پر نگاہ ڈالی، ان دونون مین سلسلۂ علل و اسباب قائم کیا اور تمام تاریخی مظاہر یعنی حکومت، سیاست، تمدن، مذہب اور لٹریچر وغیرہ کو اسی نظام اخلاق پر تو قرار دیا، اور اس طرح ایک جدید فلسفۂ تاریخ کی بنیاد ڈالی، لیکن درحقیقت صرف لیبان اس فلسفۂ تاریخی کا موجد قرار نہین دیا جا سکتا بلکہ اسلام اور علماء اسلام نے مدتون پہلے اس حقیقت کے چہرے کو بے نقاب کر دیا تھا لیبان نے اس کتاب مین اگرچہ متعدد ابواب اور متعدد فصلون مین اس موضوع پر بحث کی ہے لیکن تمام مباحث کی بنیاد صرف دو مقدمات پر قائم ہے،

(۱) ہر قوم کا ایک مزاج عقلی ہوتا ہے، یعنی ہر قوم مین چند اخلاقی اوصاف پائے جاتے ہین جو اوسی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہین،

(۲) ان اخلاقی اوصاف مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہوتا،

ان دونون مقدمات کو اوس نے ابتدائی دو فصلون مین ثابت کیا ہے، اس کے بعد جو

Marfat.com

ہین، وہ انہی مقدمات کے نتائج ہین یعنی بعد کی فصلون مین صرف یہ دکھایا ہے، کہ تمام تمدنی مظاہر کو انہی غیر متبدل اخلاقی اوصاف نے پیدا کیا ہے، اسلئے جب کبھی اون مین کسی قسم کا انقلاب ہوا ہے، تو تمدنی تاریخ کی بنیاد دفعۃً متزلزل ہو گئی ہے،

لیبان نے اس کتاب مین ان مباحث کو جس خوبی کے ساتھ لکھا ہے وہ اوس کا خاص حصہ ہے لیکن قرآن مجید اور احادیث نبویہ مین بھی ہم کو ان اصول کا سراغ مل سکتا ہے، کیونکہ قومون کے عروج و زوال پر مادیت سے زیادہ روحانیت کا اثر پڑتا ہے، بلکہ ڈاکٹر لیبان کی تحقیق کے موافق صرف نظام اخلاق ہی ایک ایسی چیز ہے جو ہر قسم کا تاریخی انقلاب پیدا کر سکتا ہے، اسلئے قرآن مجید مین اقوام قدیمہ کے تاریخی انقلابات و تغیرات کا جہان ذکر آیا ہے اوس کی علت صرف اخلاق اور روحانیت کو قرار دیا گیا ہے اور اس بنا پر قرآن مجید مین اون مباحث کے متعلق اجمالی اشارات مل سکتے ہین، جن کو لیبان نے ایک مستقل تاریخی سلسلہ بنا دیا ہے، لیبان کا اساسی اصول یہ ہے کہ ہر قوم کی ایک خاص فطرت، ہر گروہ کا ایک خاص نظام اخلاق اور ہر فرقہ کا ایک خاص مزاج عقلی ہوتا ہے، اور اونھین کے ذریعہ سے قومون [illegible] تمام قومی، تمدنی اور سیاسی انقلابات پیدا ہوتے ہین، [illegible] قومون مین اوسی [illegible] متزلزل ہوتا ہے، جب [illegible] کے نظام اخلاق مین انحطاط ہو فنون لطیفہ کے تمام [illegible] ہر قوم [illegible] کتاب [illegible] اوس کے مزاج عقلی کے موافق ہو [illegible] [illegible] اخلاقی [illegible] لیبان [illegible] قرآن و احادیث سے [illegible]

Marfat.com

اولین قرآن مجید مین بہ تصریح موجود ہی کُلّ حزبٍ بما لدیھم فرحون، ترجمہ ہر جماعت جو کچھ
اوس کے پاس ہی اوس پر خوش ہی جس سے مثلاً لوگ اپنے مخصوص جذبات خیالات اور عقائد مین
خوش ہین، احادیث نے اس اُصول کو اور بھی زیادہ صاف اور منقح کر دیا ہی،

ی الناس معادن کمعادن الفضۃ	چاندی اور سونے کی کانون کی طرح انسانون کی بھی کانین
والذھب خیارھم فی الجاھلیۃ	ہوتی ہین جو زمانہ جاہلیت مین اچھے تھے وہ زمانہ اسلام
خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا	مین بھی اچھے ہین بشرطیکہ علم حاصل کرین روحون
و الارواح جنود مجندۃ فما	کی ایک مرتب فوج ہے، اون مین جو باہم مناسبت
تعارف منھا ائتلف وما	رکھتی ہین، وہ مل جاتی ہین، اور جن مین یہ مناسبت
تناکر منھا اختلف[1]،	نہین ہوتی وہ الگ ہو جاتی ہین،

ہمارے پہلے باب کی پانچوین فصل مین، قومون کے اختلاط سے جو اُصول بیان
کیے ان مین ایک یہ ہی،

(۱) دونون قومون کے نظام اخلاق مین بہت زیادہ اختلاف نہو،
حدیث کے آخری ٹکڑے مین یہ اُصول بہ تصریح مذکور ہے، لیکن کا دوسرا اُصول
یہ ہے کہ ہر قوم کی مخصوص فطرت، مخصوص نظام اخلاق اور مخصوص مزاج عقلی مین کوئی
کسی قسم کا تغیر نہین ہوتا، صرف اون کی صورت بدلتی رہتی ہے، اس کا نتیجہ یہ ہی کہ ہر قوم کے
نظام اخلاق مین بھی کسی قسم کی تبدیلی نہین ہوتی، لیکن اگر کبھی اس مین تغیر واقع
ہو جاتا ہے تو قوم کا تمام نظام عمل دفعۃً درہم برہم ہو جاتا ہے، قرآن مجید مین گو یہ
اُصول بہ تصریح موجود نہین ہے،

---

[1] مسلم مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۴ کتاب البر والصلۃ والآداب باب الارواح جنود مجندۃ

لیکن لیبان نے اس اصول کی بنا پر جو نتیجہ نکالا ہے وہ قرآن مجید میں بہ تصریح مذکور ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ — خدا کسی قوم کی حالت اوس وقت تک نہیں بدلتا

حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ — جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں

غیر متغیر اخلاقی خصوصیات جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتی ہیں وہ لیبان کے الفاظ میں [illegible]

(۱) آباء و اجداد یعنی گذشتہ سلسلہ نسل کا اثر

(۲) ماں باپ کا اثر

(۳) ملک جغرافیانہ حدود، آب و ہوا اور گرد و پیش کی چیزوں کا اثر

ان اسباب میں تیسرا سبب مادی اور بقیہ اسباب معانی ہیں [illegible]

لوگوں نے اگرچہ اسی تیسرے سبب کو نہایت اہمیت دی ہے لیکن لیبان [illegible]

وہ نہایت معمولی درجہ کی چیز ہے اوس سے [illegible] اصل

آباء و اجداد کا اثر ہے اس کے بعد [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

قالوا بل وجدنا آباءنا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آبا و اجداد کے اس موروثی اثر کے مظاہر اگرچہ ہر قوم کے جذبات، خیالات، اور رسوم و عقائد ہوتے ہیں، اور لیبان کے نزدیک انہی کی مجموعی ترکیب سے ہر قوم کا مزاج عقلی پیدا ہوتا ہے، لیکن ان میں قومی روح کا سب سے زیادہ نمایاں مظہر رسم و رواج ہے، قرآن مجید نے جس ایجاز و اختصار کے ساتھ "آبائی روش" کا ذکر کیا ہے اس میں اگرچہ رسم و رواج بھی داخل ہے، لیکن شاہ ولی اللہ صاحب نے اوس کا ذکر نہایت تفصیل کے ساتھ کیا ہے، اور اوس کو ہر قوم، ہر تمدن، اور ہر مذہب کا نہایت ضروری عنصر قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں،

"یقین کرو کہ رسم و رواج کو تمدن سے وہی نسبت ہے جو قلب کو انسان کے جسم سے، اسلئے شریعت کا سب سے پہلا مقصد وہی ہے، اور شریعت الٰہیہ میں اسی سے بحث ہوتی ہے، اگر انسان سے پوچھا جائے کہ وہ ان رسم و رواج کا کیوں پابند ہے، تو اس کے سوا وہ اس کا کچھ جواب نہ دے سکے گا کہ اوس نے اس میں اپنی قوم کی تقلید کی ہے،"[1]

لیبان نے ایک خاص فصل میں تمدنی اصول کے اثر پر بحث کی ہے، اس میں ایک موقع پر لکھتا ہے،

"تمدنی، مذہبی، سیاسی اور اخلاقی اصول کا حقیقی اثر اوس وقت تک نہیں ہوتا جب تک بتدریج اون کا ضمیر پختہ نہ ہو جائے اور عالم عقل کی بلندی سے اتر کر وہ انسان کے غیر شاعرانہ مرکز عمل میں نہ آجائے،"

انسان کا غیر شاعرانہ مرکز عمل وہ ہے، جس میں وہ ایک اصول کو تسلیم کرتا ہے لیکن اگر اوس سے اوس کے علل و اسباب کا سوال کیا جائے تو وہ اوس کی کوئی توجیہ

---

[1] حجۃ اللہ البالغۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸،

اقلیل نہین کر سکتا، شاہ صاحب نے اخیر فقرے مین رسم و رواج کے اسی غیر شاعرانہ اثر کی طرف اشارہ کیا ہی،

لیکن احادیث مین اخیر کے دونون سبب یعنی مان باپ، اور جغرافیانہ حدود اور آب و ہوا کے اثر کا ذکر بھی بہ تصریح موجود ہی،

كل مولود يولد على الفطرة فابواه	ہر بچہ صرف ایک ہی فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اوسکے
يهودانه وينصرانه ويمجسانه	باپ [illegible] اوسکو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہین
ان الله خلق آدم من قبضة قبضها	خدا نے دنیا کے ہر حصے سے خاک کی ایک مٹھی [illegible]
من جميع الارض فجاء بنو آدم على قدر	اور اوس سے آدم کو پیدا کیا اسلئے بنی آدم [illegible]
الارض فجاء منهم الاحمر والابيض	سے مختلف رنگ اور مختلف اخلاق کے پیدا ہوئے
والاسود وبين ذلك والسهل	بعض [illegible] بعض سفید بعض سیاہ بعض [illegible]
والحزن والخبيث والطيب ترمذی ص ۳۸۲	[illegible]

حدیث مین اس سے زیادہ تفصیل نسب نبوت کی [illegible] سے [illegible]

[illegible] مستقل فصل مین بحث کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

آدمی مسرت کا اتنا احساس کرتا ہے کیونکہ شراب کی حرارت اس کی روح کے
[illegible] گرم ملک کے
باشندے [illegible] علم ہوا ہے [illegible] ان کی روح تک
[illegible]
[illegible]
[illegible]
ان کی کیفیت ہے [illegible] مصریوں [illegible]
[illegible] کہ وہ لوگ گھر میں
ایک سال [illegible] کی بھی نہیں رکھتے بلکہ [illegible] بازاروں سے کھاتے ہیں

[illegible]

[illegible]

کتاب کا عموماً [illegible] اصول اور یہی دو فصلیں ہیں، بقیہ مباحث [illegible] کے
جزئیات و فروعات ہیں، ان میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ اعلیٰ درجہ کا تمدن، اور
اعلیٰ درجہ کی متمدن قومیں کیونکر فنا ہو جاتی ہیں، لیبان نے کتاب کے آخری [illegible]
[illegible] فصل میں اسی مسئلہ پر بحث کی ہے، اور اس کا جو سبب بتایا ہے

سلہ مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۹۰،

اوسکا خلاصہ یہ ہے کہ تمدن خود تمدن کا دشمن ہے، چنانچہ اوس کے الفاظ حسب ذیل ہیں،

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور سے آراستہ، اور نفوذ و قوت کے ہتھیار سے مسلّح ہو جاتی ہے اور اوسکو ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہیں رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ جو دولت کا لازمی نتیجہ ہے زندگی بسر کرنے لگتی ہے، اسلئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد ہو جاتے ہیں، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضروریات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، ہر شخص کے دل میں خود غرضی اپنا قدم جما لیتی ہے اور اوسکا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہے، کہ جو مال و دولت اوس کے ہاتھ آئے اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی [illegible] اوٹھائے، اس بنا پر تمام قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور [illegible] وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہو جاتے ہیں جو اوس کی عظمت کا حقیقی سبب [illegible] اوس پر قرب و جوار کی وحشی [illegible] قومیں [illegible] ہو جاتا ہے [illegible] نہایت مستحکم تھا [illegible] پہنچے اور اوس کے [illegible]

قرآن مجید میں قوموں کی ہلاکت [illegible] سلسلہ میں اگرچہ یہ اصول اجمالاً مذکور ہے،

وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً [illegible]

أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا [illegible]

فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا [illegible]

تَدْمِيرًا۔ [illegible]

Marfat.com

لیکن علامہ ابن خلدون نے [1] اس آیت کو اصل قرار دیکر زوال تمدن پر جو جامع اور مفصل فلسفیانہ مضمون لکھا ہو [illegible] منتخب حصہ یہ ہے اور اسکا اجمالی مطلب ذیل ہے،

ہر شخص کی ایک انتہائی عمر ہوتی [illegible]
رہتا ہے، اس کے بعد کچھ دنون تک نشوونما رک جاتی ہے پھر انحطاط کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے
تمدن کا بھی یہی حال ہے، جب شہری لوگون کو دولت و ثروت [illegible] حاصل ہوجاتی ہے
تو وہ فطرۃً اون کو تمدنی ساز و سامان کی طرف مائل کر دیتی ہے، وہ اعلیٰ درجہ کا
کھانے پینے، رہنے سہنے، پہننے اوڑھنے کی تمام چیزون مین رنگینی اور [illegible]
پیدا ہوجاتی ہے اور جب رنگین مزاجی اس درجہ کو پہونچ جاتی ہے تو انسان
شہوانی خواہشون کا غلام ہوکر دین و دنیا دونون سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے،
اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت لوگون کے مصارف مین اضافہ ہوجاتا ہے
اور چونکہ سلطنت کے عین شباب کے زمانے مین تمدن اپنی انتہائی ترقی پر پہونچ
جاتا ہے، اور یہ سلطنت مین ٹیکس لگانے کا یہی زمانہ ہوتا ہے کیونکہ اس وقت سلطنت کے
اخراجات بڑھ جاتے ہین، اور ٹیکس کا تمام تر بار تجارت پر پڑتا ہے، کیونکہ تجارت
پیشہ لوگ جو کچھ صرف کرتے ہین، اوس کو حساب تجارت ہی سے وصول کرتے ہین،
اسلئے ٹیکس اشیار کی اصل قیمت کا جزو ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
متمدن لوگون کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ جاتے ہین اور اون کی تمام آمدنی
انہی مصارف مین صرف ہوجاتی ہے، اور وہ مفلس اور محتاج ہوجاتے ہین،

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۳۰۹ [illegible] بہت بڑا ہے اسلئے ابتدائی چند سطرون کو مختصر کر دیا ہے

شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی حجۃ اللہ البالغہ مین جہان تاسیس شریعت اسلامیہ پر بحث کی ہی اس مسئلہ کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہی، اور روم و ایران کی بربادی کی یہی وجہ بتائی ہے لیکن اس مسئلہ سے لازمی طور پر ایک دوسرا تمدنی مسئلہ پیدا ہوجاتا ہے کہ جب کوئی قوم فنا ہوتی ہے، تو اوس کے ساتھ ہی ایک دوسری قوم اوس کی جانشین بھی ہوجاتی ہے

چنانچہ لیبان نے اس مسئلہ کی طرف ان الفاظ مین ضمنًا اشارہ کیا ہی،

"ابادوس پر قرب وجوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون کا حملہ شروع ہوجاتا ہی [illegible]

تمدنی برباد کو ڈھاکر او سکے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہین"

قرآن مجید مین بھی جہان کہین قومون کے عروج و زوال کا ذکر آیا ہے اوس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک قوم کے فنا ہونے کے ساتھ ہی دوسری قوم منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوجاتی ہے۔

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما [illegible]

ویستبدل قوما غیرکم ولا تضروہ شیئا [illegible]

فاھلکنٰھم بذنوبھم وانشانا من بعدھم [illegible]

قرنا آخرین۔

فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت

بہ الیکم ویستخلف ربی قوما غیرکم

ولا تضرونہ شیئا

علامہ ابن خلدون نے بھی [illegible]

ساتھ لکھا ہے، [illegible]

Marfat.com

اوس کا خلاصہ حسب ذیل ہے،

"جب بانیان سلطنت عیش و طرب مین مصروف ہو جاتے ہین تو اپنے دوسرے بھائیون کو غلام بنا لیتے ہین اور اون کو سلطنت کے کاروبار مین لگا دیتے ہین لیکن جن لوگون نے سلطنت مین کوئی حصہ نہین پایا ہی چونکہ اونھون نے ناز و نعم مین زندگی نہین بسر کی ہے اسلئے وہ لوجوان باقی رہتے ہین، اور جب پہلے لوگ عیش پرستی کی وجہ سے بوڑھے ہو جاتے ہین تو دوسرے گروہ کی طبیعت تازہ رہتی ہی اس بنا پر وہ اپنا مرجع امید اوس ملک کو بنا دیتے ہین جس سے وہ روک دیئے گئے تھے، چنانچہ عرب مین جب عاد کی سلطنت کا خاتمہ ہوا تو اون کے بھائی ثمود صاحب تخت و تاج ہوئے ثمود کے بعد عمالقہ، عمالقہ کے بعد حمیر، حمیر کے بعد تبابعہ، اور تبابعہ کے بعد اذواء کا دور دورہ ہوا، اس کے بعد مصر کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس کے بعد ایران اور عرب کے انقلاب سلطنت کی متعدد مثالین دی ہین)

ابن خلدون نے قومون کے مزاج عقلی کے اختلاف کی بنا پر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا سخت مشکل ہے، بلکہ اکثر حالتون مین اون پر حکومت ہو ہی نہین سکتی، چنانچہ ایک موقع پر لکھتا ہے۔

جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہے اون سب کا یہی حال رہ چکا ہے اونکے تمام منازعات و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا اسلئے جب قومون کی نسل نے وسعت حاصل کی تو اون مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہو گیا، دنیا کی تاریخ بتاتی ہے کہ جن لوگون نے

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون ج اول ۱۱۱

اِس قسم کی مختلف قومون پر حکومت کرنا چاہا ہے وہ خود مٹ گئے ہین"

علامہ ابن خلدون نے بھی اس مسئلہ پر ایک مستقل فصل مین بحث کی ہے، اور اس کو مختلف مثالون سے ثابت کیا ہے، چنانچہ لکھتا ہے،

"اس کا سبب خیالات وجذبات کا اختلاف ہے، اور ان میں سے ہر ایک عصبیت انکی حمایت کرتی ہے، اس بنا پر ہر وقت سلطنت کی مخالفت مین ہنگامے اور بغاوت ہوتی رہتی ہے۔ افریقہ اور مغرب مین ابتداے اسلام سے آج تک جو واقعات پیش آئے، ان کو اس موقع پر پیش نظر رکھنا چاہیے۔ ان ممالک کے بربرہ قبائل اور انکی عصبیت مین چونکہ اختلاف تھا اسلئے ان پر ابن ابی سرح کا پہلا حملہ بالکل ناکامیاب رہا اور انھون نے اسکے بعد متصل شورشین برپا کین اور وہان مسلمانون کی سخت خونریزی ہوئی اور جب وہان اسلام کو استقرار و استحکام حاصل ہو گیا تب بھی انھون نے اس روش کو قائم رکھا اور خارجی مذہب کے پابند ہوگئے ابن ابی زید کہتا ہے کہ مغرب کے بربرہ بارہ مرتبہ مرتد ہوئے اور موسیٰ بن نصیر کی حکومت سے پہلے وہان اسلام کو استحکام نہ حاصل ہو سکا۔ حضرت عمر رضی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

وہاں بنو اسرائیل کی سلطنت کو کبھی استحکام حاصل نہیں ہوا،

اس کے بالکل برعکس جن مقامات میں اس قسم کی مختلف عصبیت نہیں پائی جاتی، وہاں سلطنت کا قائم کر لینا نہایت آسان ہوتا ہے۔ ہمارے زمانے میں مصر و شام کا یہی حال ہے(۱)،

لیبان اگرچہ عقلی حیثیت سے مذہب کو اوہام اور خرافات کا مجموعہ سمجھتا ہے تا[ہم] اوس کو وہ تمدنی انقلاب کے لیے ایک نہایت موثر چیز خیال کرتا ہے چنانچہ اوس نے مذہب [کے] تمدنی اثر کو ایک خاص فصل میں نہایت تفصیل کے ساتھ نمایاں کیا ہے۔ اوس کے نزدیک مذہبی اثر کا فلسفہ یہ ہے،

مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک زمانے میں قوم کے فوائد، قوم کے احساسات، اور قوم کے خیالات کو متحد کر دیتا ہے، اسلیے وہ اون تمام عناصر کا جن سے قومی روح پیدا ہوتی ہے دفعۃً قائم مقام ہو جاتا ہے، یہ سچ ہے کہ مذہبی قوت کے استیلا سے قوم کا مزاج عقلی نہیں بدل جاتا، تاہم تمام قوتوں کا رخ صرف ایک مقصد کی طرف ہو جاتا ہے، یعنی تمام طاقتیں اس جدید مذہب کی حمایت پر مرکوز ہو جاتی ہیں اور مذہب کی عظیم الشان طاقت کا راز اسی اصول کے اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی جن قوموں نے کارہائے نمایاں کئے ہیں اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے میں کئے ہیں، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کی تاسیس اسی دور انقلاب میں ہوئی ہے۔ آنحضرت صلعم کے الہامی خیالات نے اسی طریقہ سے قبائل عرب میں اتحاد پیدا کیا، اور ان لوگوں نے

---

(۱) مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۱۰۱

Marfat.com

تمام قومون کو زیروزبر کرکے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی"

لیکن درحقیقت اوس نے اس موقع پر ابن خلدون کے الفاظ کا حرف بحرف اعادہ کردیا ہے، ابن خلدون نے ایک مختصر سی فصل مین ان خیالات کا اظہار ان الفاظ مین کیا ہے،

"اس کا سبب یہ ہو کہ ملک غلبہ سے اور غلبہ عصبیت و اتفاق سے حاصل ہوتا ہی، اور یہ دونون اتحاد صرف خدا اپنے مذہب کے قیام کے لیے پیدا کردیتا ہی، خدا خود کہتا ہی لو انفقت ما فی الارض جمیعا ما الفت بین قلوبہم اگر تم زمین کی تمام دولت صرف کردیتے تب بھی انکو متحد نہین کرسکتے اس کا فلسفہ یہ ہی کہ جب لوگون کے دل ہوا پرستی اور خواہشات دنیاوی کی طرف مائل ہوجاتے ہین تو ان مین رشک وحسد و اختلاف پیدا ہوجاتا ہی، اور جب دنیا کو چھوڑ کر اون کا رخ خدا کی طرف ہوتا ہی تو اونمین اتحاد پیدا ہوجاتا ہی، رشک وحسد کا مادہ جاتا رہتا ہی اختلافات تمام ہوجاتے ہین [illegible] اور [illegible] اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ [illegible] سلطنت قائم کی جاتی ہی وہ بھی نہایت عظیم الشان [illegible] اس کے بعد [illegible] فصل مین [illegible] مین سب سے زیادہ [illegible] مثال فتوحات اسلامیہ کی ہی

[illegible] فنون لطیفہ، خصوصاً فنون لطیفہ کی ایک خاص شاخ یعنی [illegible] اور [illegible] قوم کی تاریخ کا ماخذ [illegible] ہوا ہی، تمام کتابون مین فنون لطیفہ پر نہایت تفصیل سے [illegible] کی ہے [illegible] کتاب مین بھی ایک طویل فصل [illegible] لکھی ہی لیکن [illegible]

له مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۰۲

تمام شاخون کو ہر قوم اور ہر زمانے کے مزاج عقلی پر منطبق کرنا تھا، اسلئے لیبان نے فنون لطیفہ متعلق متعدد نظریات قائم کئے ہین اور اون سے متعدد تاریخی نتائج نکالے ہین، اون میں ایک نظریہ یہ ہے،

"فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلئے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اون مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہے بلکہ کبھی کبھی اون جذبات اور ضروریات کے تغیر و زوال سے وہ کلیۃً معدوم بھی ہوجاتے ہین

اس نظریہ کی بنا پر اوس نے جو نتائج اخذ کئے ہین وہ حسب ذیل ہین،

(۱) اس زمانے مین فنون لطیفہ نہایت عام اور مبتذل ہوگئے ہین، کیونکہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدل گئے جو قدیم زمانے مین مذہبی عمارتون کے اصلی معمار تھے،

(۲) اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کئے جاتے ہین، اور چونکہ اونکا تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا اسلئے اب وہ محض مصنوعی اور تقلیدی چیز ہو گئے ہین، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص فن نہین قرار دیا جا سکتا،

(۳) قرون وسطی کی سادہ تصویرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ اوس زمانے کے خوش اعتقاد مصور حواریین، مسیح، جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اون کا اوس زمانے خاص اثر تھا لیکن اس زمانے مین اس قسم کی جو تصویرین کھینچی جاتی ہین اونکے دیکھنے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض نقالی ہے،

(۴) ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف اون چیزون کی تصویرون کو اصلی فن کہہ سکتے ہین، جو ہمارے گرد و پیش موجود ہین، ہمارے زمانے کا اصلی فن تعمیر د

Marfat.com

جو ہمارے سامنے پنج منزلہ عمارتون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون اور ریلوے لائنونکا
ڈھانچہ کھڑا کر دیتا ہے،

(۵) ان جذبات وضروریات کے تغیر وتبدل سے دور جدید کے مکانات، اور عہد
قدیم کے گرجے دونون زمانہ آیندہ کے انجینیر کو یکسان نظر آئینگے۔

(۶) اگر کسی قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہے تو وہ جنس مستعار کو اپنے
خاص سانچے مین ڈھال لیتی ہے لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اوس قوم کے جذبات کو
نمایان نہین کرتین اون پر اسکا بہت کم اثر پڑتا ہے، چنانچہ جب رومن قوم نے یونانی
طرز عمارت کی تقلید کی تو اوس مین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا کیونکہ رومن قوم کی
روح کا مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی
طرف تھا۔

(۷) ہر قوم فنون لطیفہ مین اپنے خاص جذبات کے مطابق تغیر پیدا کرتی ہے چنانچہ
رومانی عمارتین اپنے ماخذ ایتھنز کے نازک ولطیف خیالات کی ترجمانی نہین کرتین،
بلکہ اوس سلطنت کی جنگی قوت اور فوجی شان وشوکت کا اظہار کرتی ہین جس سے رومن قوم کو خاص
مناسبت تھی۔

(۸) ہر صناع کی صناعی اوسکی قوم اور اوسکے زمانے کے عقائد، خیالات اور جذبات کی عکسی تصویر ہوتی ہے
علامہ ابن خلدون نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اوس مین اگرچہ وہ
جامعیت، وہ تفصیل، اور وہ حسن استنباط نہین پایا جاتا، جو لیبان کی کتاب [illegible]
ہم کو تاہم اوس سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ ابن خلدون کے دل نے بھی یہ
شکل [illegible] پیش نظر اور بعض صنعتین کیون بعض ممالک کے ساتھ مخصوص ہو جاتے ہیں

Marfat.com

چنانچہ لکھتا ہے:

"یہ ظاہر ہے کہ شہریوں کے تمام کام ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ ہیں، کیونکہ تمدن کا اقتضا ہی یہ ہے۔ شہروں میں جن اعمال کی ضرورت زیادہ ہے اون میں بعض کسی خاص شہر کے باشندوں کے ساتھ مخصوص ہو جاتے ہیں، جو لوگ اوس میں مہارت پیدا کرتے ہیں، وہ اونکا خاص مشغلہ ہو جاتا ہے، اور عام ضرورت کی بنا پر وہ اونکا ذریعۂ معاش بن جاتا ہے، لیکن جو پیشے عام طور پر ذریعۂ معاش ہوتے ہیں، وہ کسی ملک یا شہر کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے، درزی اور بڑھئی وغیرہ ہر شہر میں پائے جاتے ہیں، بہت سے کام اور بہت سے پیشے صرف عمارت پسندی اور عیش پرستی کا نتیجہ ہوتے ہیں، اس لئے اون کا وجود اون ہی شہروں میں پایا جاتا ہے جو تمدن و تہذیب کا مرکز ہوتے ہیں، مثلاً شیشہ ساز، زرگر، عطر فروش، باورچی، رکابدار وغیرہ صرف متمدن شہروں ہی میں پائے جاتے ہیں، اون کی بھی کوئی خاص حد مقرر نہیں کی جا سکتی، بلکہ تمدن اور عیش پرستی کو جس قدر ترقی ہوگی، اوسی نسبت سے ان پیشوں کے انواع و اقسام میں بھی اضافہ ہوگا، حمام اسی قسم کی چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ صرف اون شہروں میں پائے جاتے ہیں جو تمدن و تہذیب کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، متوسط درجے کے شہروں میں اون کا وجود نہیں پایا جاتا، یہاں تک کہ اگر بادشاہ اور روسا بھی وہاں جاکر آباد ہو جائیں، لیکن عام طور پر اون کی ضرورت نہ ہو، تو وہ بہت جلد منہدم ہو جائیں گے، اور اونکے مالک بھاگ کھڑے ہوں گے،[1]

[1] مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۲۱۵،

اس کتاب کا سب سے بڑا موضوع مزاج عقلی ہے جو بظاہر لیبان کی خاص ایجاد معلوم ہوتا ہے لیکن علامہ ابن خلدون نے مدتوں پہلے اس کا پتہ لگا لیا تھا، چنانچہ لکھتا ہے،

"نفس کی صفت عاقلہ مثل مزاج کے ہے اور مزاج عناصر کی ترکیب سے پیدا ہوتا ہے اور اپنے موقع پر ثابت ہو چکا ہے کہ جب عناصر کی قوت برابر درجہ کی ہوتی ہے تو اس سے مزاج معتدل پیدا ہوتا ہے"

بہرحال لیبان کو یہ فلسفہ تاریخ کی ایجاد کا شرف حاصل ہے، اگرچہ ابن خلدون کے فلسفہ تاریخ سے مختلف ہے تاہم چونکہ دونوں کا موضوع ایک ہے اسلئے جا بجا دونوں کے خیالات میں اشتراک پایا جاتا ہے اور اس بنا پر ہم دبی زبان سے کہہ سکتے ہیں کہ لیبان کے نظریات سے اسلامی لٹریچر بالکل ناآشنا نہیں ہے،

Marfat.com

مقدمۂ مصنّف

موجودہ زمانہ مین مذہب مساوات

اور

تاریخ کی روح

تخیل مساوات کی نشو و نما اور اوس کی ترقی اس تخیل کے تاریخی نظام عمل پر اوسکا اثر موجودہ دور مین جماعتون پر اوسکا اثر اس کتاب کا موضوع بحث۔ انقلاب قوم کے اہم موثرات پر ایک عام بحث کہ تمام تمدنی شاخون یعنی نظام حکومت فنون لطیفہ اور عقائد وغیرہ کی کوئی نفسانی [illegible] قوم کے ماتحت [illegible] ہوتی ہیں۔ تاریخی انقلابات اور اونکے مستحکم نظری قوانین۔

ہر قوم کے تمدن کا دارومدار چند اساسی اصول پر ہوتا ہے جو اوس کے نظام حکومت نظام اخلاق اور فنون لطیفہ [illegible] اور جس [illegible] کیلئے بالکل [illegible] ہوتی ہے۔

یہ اصول [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

نظرانداز کردیا۔ اور اقوام اور افراد کے درمیان مساوات کے خیال کی اشاعت کے لئے اوٹھ کھڑے
ہوسے اِس خیال نے جماعت کو اس قدر گرویدہ بنالیا اور اس شدت کیساتھ اون کے دماغ میں
جاگزین ہوگیا کہ اوس مین جلد ہی دنون کے بعد برگ و بار نکل آئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ قدیم جماعتون کی
بنیادین متزلزل ہوگئین عظیم الشان شورشین برپا ہوئین یہانتک کہ اوس نے یورپ کو اوٹھا کر ایک
تلاطم خیز سمندر مین ڈالدیا جس کا نتیجہ خدا جانے آیندہ کیا ہوگا؟

اگرچہ مختلف افراد اور مختلف اقوام مین باہم جو فرق و امتیاز قایم ہے، وہ عام طور پر اسقدر
مسلم ہو کہ اوس سے خود ان فلاسفہ کو بھی انکار نہین، لیکن اونھون نے نہایت عجلت کے ساتھ
یہ عقیدہ قایم کرلیا ہو کہ "وہ طریقہ تعلیم و تربیت کے اختلاف کا نتیجہ ہے، ورنہ فطرۃً تمام انسان
ذہانت اور پاکیزہ نفسی مین یکسان پیدا ہوئے ہین، لیکن اس خمیر کو نظام حکومت نے
خراب کردیا ہو" جن لوگون نے نہایت آسانی کے ساتھ یہ عقیدہ قایم کرلیا ہے، اوس کی
ایجاد کرنا بھی اون کے لئے کوئی دشوار کام نہ تھا، چنانچہ اون کا خیال ہو کہ اگر نظام حکومت مین تغیرات
پیدا کئے جائین اور تمام لوگون کے لئے ایک متحدہ نظام تعلیم قائم ہوجائے تو یہ تمدنی مرض آسانی
کے ساتھ زائل ہوسکتا ہو، یہی وجہ ہو کہ نظام حکومت اور مسئلہ تعلیم موجودہ دور کے حزب الاحرار کا
سرمایہ حیات بن گیا ہو اور اون کے نزدیک صرف انہی دو چیزون کے ذریعہ سے اِس فرق و امتیاز کو
جو موجودہ زمانے کے اصول کو زخمی کر رہا ہو، مٹایا جاسکتا ہو۔ لیکن اب علم نے بہت زیادہ ترقی
کرلی ہے اور اوس نے بدلائل ثابت کردیا ہو کہ مذہب مساوات صحیح نہین ہے اور مختلف
اقوام کی عقلون مین زمانے نے جو عظیم الشان فرق مراتب پیدا کردیا ہے، وہ متعدد نسلون کے
بعد مختلف موثرات کے متواتر عمل ہی سے زائل ہوسکتا ہو، اب تک علم النفس جس درجہ تک
پہونچ چکا ہے، اوس سے مختلف تجربون کے بعد ثابت ہوتا ہو کہ جو نظام حکومت، اور جو طریقہ

Marfat.com

لیم و تربیت چند افراد یا ایک قوم کے لئے مفید ہی، وہ دوسرے افراد اور دوسری قوم کے لئے مضر ہے، باانیہمہ جو مذہب ہر دماغ مین سرایت کر گیا ہی، اوس کا ابطال فلاسفہ کے دسترس سے باہر ہے کیونکہ کوئی خیال جب دلون مین جاگزین ہوجاتا ہی، تو اوسکی حالت اوس دریا کے مشابہ ہوجاتی ہی جس کا پانی طغیانی کی حالت مین پُل کے اوپر سے گذر کر کھیتون مین پہونچتا ہی، اور زراعت کو بہا لے جاتا ہی، اور کوئی چیز اوس کی راہ مین حائل نہین ہوسکتی،

یہ خیالی مذہب یعنی مذہب مساوات جس نے کل دنیا کے نظام کو اولٹ دیا ہے، جس نے براعظم یورپ مین ایسی شورش برپا کر دی ہی جس سے دنیا لرز اوٹھی ہی، جس نے براعظم امریکہ مین قومی لڑائی کی آگ بھڑکا دی ہی، اور جس نے فرانس کی تمام [illegible] باشندون کو ایک افسوسناک حالت انحطاط مین مبتلا کر دیا ہی، اوسکی نسبت ہر ماہر علم النفس، ہر بالغ النظر سیاح، ہر تجربہ کار سیاسی یہ یقین رکھتا ہی کہ وہ سراپا غلط ہی، باانیہمہ ان مین بہت کم لوگ اوسکے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتے ہین ابتک یہ مذہب اپنے دور تنزل کو نہین پہونچا ہی، بلکہ روز بروز ترقی کر رہا ہے، کیونکہ اشتراکیین کا عقیدہ ہے کہ [illegible] قومون کے فوز و فلاح کا ذریعہ وحید صرف وہی ہے، اسی مذہب کے بل پر عورت مرد سے مساویانہ حقوق اور مساویانہ تربیت کی خواستگار ہے، اور دونون جنسون کی خلقت عاقلہ مین جو نوعی فرق ہے اوس کو بھول گئی ہے، مگر [illegible] اگر وہ اس [illegible] مین کامیاب ہوگئی تو یورپ مین مرد کو قیام کے لئے کوئی ٹھکانا نہ [illegible]

اصول مساوات سے جو سیاسی اور تمدنی [illegible]

زمانے مین ان سے بھی زیادہ خطرناک صورتون مین [illegible]

[illegible] سیاست کی عملی زندگی ایک خاص مرکز مین محدود [illegible]

له، [illegible]

کو اسقدر غلبہ حاصل ہوگیا ہی، کہ وہ خود ہکومتون پر حکومت کرنے لگی ہے، اور اوسکی تقلید ہر شخص فرض ہوگئی ہی اسلئے وہ ہی) ان واقعات کے ساتھ کچھ توم سے زیادہ اعتنا نہین کرتے،

ہر مذہب کی اہمیت کا اندازہ صرف اُس اثر سے ہو سکتا ہے، جو اوس کے پیروٴن کے دل پڑا ہی، خود اصل مذہب کی صحت اور غلطی ایک فلسفیانہ مسئلہ ہی جو صرف حکمار کو اپنی طرف متوجہ کر سکتا ہے، ورنہ عملی طور پر جب کوئی اصول عوام کے دماغ مین سرایت کر جاتا ہی، تو وہ صحیح ہو یا غلط، اوس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا فرض ہوجاتا ہے،

یہی وجہ ہی کہ عوام کے فریفتہ کرنے کے لئے لوگ اس مذہب کو نظام حکومت اور نظام تعلیم کے ذریعہ سے ثابت کرتے ہین، فطرتی قوانین نے جو مظالم کیے ہین اون کی اصلاح کی طمع دلاتے ہین، اور عرب، ایشیا، اور حبش کے لوگون کو ایک ہی رنگ مین رنگنا چاہتے ہین

یہ خیال اگرچہ غلط ہی لیکن خیالات کے مفاسد کو صرف تجربہ ہی کے ذریعہ سے ثابت کیا جا... خود عقل انسان کے اعتقاد مین کوئی تزلزل نہین پیدا کر سکتی، اس کتاب مین اون خیالا... نفسیہ کی تفصیل کی گئی ہی جن سے قومون کی روح پیدا ہوتی ہی، اور بدلائل ثابت کیا گیا ہ... کہ ہر قوم کی تاریخ، اور اوسکے تمدن کا ماخذ یہی اخلاق ہین، یہ کتاب کا اصل موضوع ہ... اور اس موضوع کے لحاظ سے ہکو اس مین تاریخی قومون کی تولید کے اسباب اور اوس کے مزاج عقلی کے طریقہ ترتیب سے بحث کرنا ہوگی،

تاریخی قومون سے وہ قومین مراد ہین جن کا ظہور تاریخی زمانہ کے بعد ہوا ہے، اور ... اونکی تکوین فتوحات، ہجرت، اور سیاسی انقلابات کا نتیجہ ہی، اسکے بعد ہم یہ بتائین گے، کہ یہ... اخلاقیہ کیونکر اونکی تاریخ کا اصل ماخذ ہی، اور اسی سلسلہ مین ونکے نظام اخلاق کی پائداری ... اور اوس کے انقلابات کی طرف بھی اشارہ کرین گے، پھر اس مسئلہ پر نظر ڈالین گے کہ مختلف...

Marfat.com

ہین اور مختلف افراد مساوات کی طرف قدم بڑہا رہے ہین، یا اوسکے برعکس ون ہین فرق تفاوت
یا ہوتا جاتا ہی، پہر یہ دیکھین گے کہ تمام تمدنی شاخین، یعنی فنون لطیفہ، نظام حکومت اور
عقائد وغیرہ قومی روح کا مظہر ہین یا نہین؟ جسکی بنا پر دوسری قوم اوس کی نقل و تقلید نہین
کر سکتی، سب سے اخیر ہین اون جابرانہ اسباب سے بحث کرین گے جن کی وجہ سے تمدن کا چراغ
گل ہوجاتا ہی، اور اوسکے تمام آثار مٹ جاتے ہین، لیکن ان تمام مباحث کی تفصیل صرف اوسی قدر
کی جائے گی جتنی اصول ومبادی کے توضیح و اثبات کے لیے ضروری ہی، کیونکہ ہم نے
دوسری تمدن پر جو کتابین لکھی ہین، اون ہین ان مباحث کا پورا استقصار کردیا ہے، اور
یہ مختصر کتاب صرف اونہی کا خلاصہ ہے،

مین نے مختلف ممالک کی سیر و سیاحت ہین جن چیزون کا مطالعہ کیا اونمین مجھے خاص
طور پر یہ نظر آیا کہ ہر قوم کا ایک خاص "مزاج عقلی" ہوتا ہے جس ہین خواص جسمانی کی طرح
استحکام اور پایداری پائی جاتی ہے، اور اوس کے تمام احساسات، خیالات، معتقدات، نظام حکومت
اور فنون لطیفہ اسی مزاج سے پیدا ہوتے ہین، ٹاکویل اور دوسرے اکابر فلاسفہ کا خیال
تہا کہ قومون کے تمام انقلابات و تغیرات نظام حکومت کا نتیجہ ہوتے ہین، لیکن میرا خیال اسکے
برعکس ہی، چنانچہ ٹاکویل نے جن قومون کے حالات سے بحث کی ہی، مین خود اونہی حالات سے
استدلال پیش کرکے یہ ثابت کرسکتا ہون کہ تمدن پر نظام حکومت کا اثر بہت کم پڑتا ہے، [illegible]
وہ اکثر معلول اور علت بہت کم ہوتا ہی [illegible]
[illegible] ہوتی ہی اور اوسی [illegible]
دونون [illegible] لیکن [illegible] سلسلت [illegible]
کی تمدنی رفتار [illegible] ہوتی ہے [illegible] اصول [illegible]

Marfat.com

ہے، اور ہر قوم کی زندگی یعنی اوسکا نظام حکومت، اوسکے معتقدات، اور اوسکے فنون لط
اسی روحانی بناوٹ کے تار و پود ہین اور اسلیے جب تک کوئی قوم اس روح کو نہ بدل
ان تمام چیزون کو نہین بدل سکتی، یہ صحیح ہے کہ ہمارا یہ نظریہ تاریخون مین مذکور نہین
لیکن ہم نہایت آسانی کے ساتھ ثابت کردین گے کہ تاریخی واقعات اور ہمارے خیالات
جو اختلاف نظر آتا ہے، وہ حقائق واقعیہ پر مبنی نہین بلکہ بالکل سطحی اور ظاہری ہے، جن مصلحین
ایک صدی سے بہ تدریج ہر چیز مین تغیر پیدا کرنے کی کوشش کی ہے یہان تک کہ اون
لوگون نے خدا، زمین، اور دنیا کی کل آبادی کو بدلنا چاہا ہے، وہ لوگ بھی قومون کی نظری
کے بدلنے مین بہت کم کامیاب ہوئے ہین، جس کی وجہ یہ ہے کہ مخلوقات مین عموماً اور نوع انسا
افراد مین خصوصاً جو فرق و امتیاز نہایت مستحکم طور پر قائم ہو گیا ہے، وہ اس بانے مین اشتراک
مذہب پر بالکل منطبق نہین ہوتا، اگرچہ اس مذہب جدید کے مبلغین ہمہ کے مرض مین مبتلا
اور اگرچہ قدما نے انسان کے فطرتی مطمح نظر یعنی سعادت دنیوی پر جو بحثین کی ہین ا ن
خیالات کا ماخذ بھی وہی ہین، لیکن محض علمی دلائل سے اونکو تسکین نہین ہو سکتی، مساوات کے خیال
قدم اگر انسان کے فطرتی فرق مراتب کے بیچ و خم مین الجھ نہ جاتا، تو اوسکی قیمت بھی اُن تو ہما
کم نہ ہوتی جن کے پیچھے انسان نے اپنی زندگی کے تمام مراحل طے کیے ہین، اگر اس فرق
مراتب کے ساتھ ان کیفیتون کا بھی اضافہ کر لیا جائے، جو پیری اور موت کی صورت مین انسان
طاری ہوتی رہتی ہین، تو معلوم ہوگا کہ یہ تفریق فطرت کے اون عالمگیر مظالم کا ایک لازم
جزو ہے، جن کے دائرہ حکومت سے انسان نکل نہین سکتا،

Marfat.com

پہلا باب

قوموں کی نفسانی فطرت

پہلی فصل

قوموں کی روح

تقسیم انواع میں طبعیین کا طریقہ اس طریقہ تقسیم کا انطباق نوع انسان پر

انواع انسانی کے موجودہ طریقہ تقسیم کی غلطی کا بیان نفسی طریقہ تقسیم کا سنگ بنیاد، قوم میں طبقۂ متوسطہ کی مثال بحث واستدلال کے ذریعہ سے اس کا علم کیونکر ہو سکتا ہے؟ وہ موثرات نفسیہ جن کے ذریعہ سے قوم میں طبقہ متوسطہ کی مثال پیدا ہوتی ہے، آباء واجداد کا اثر، ایک قوم کے ہر فرد میں جو عام فطرت نفسیہ پائی جاتی ہے، گذشتہ نسل کا موجودہ نسل پر عظیم الشان اثر، اس اثر کے حقیقی اسباب۔ تمام قوم کی مشترکہ روح خاندان سے گاؤں میں، اور گاؤں سے شہر میں، اور شہر سے ملک میں کیونکر منتقل ہوئی؟ شہری اتحاد خیال کے فوائد اور اس کے نقصانات، کن حالات میں تمام قوم کی متحدہ روح کا پیدا ہونا محال ہوتا ہے؟ اُس کی مثال، فطرتی قومیں کیونکر برباد ہوئیں اور کیونکر تاریخی قوموں نے ان کی جگہ لی؟

نباتات اور حیوانات کی طرح، قدرت کی بوقلمونیوں کا سب سے عجیب و غریب مظہر انسانی افراد کے تشخصات ایک طرف، خود ہر قوم، ہر ملک، ہر نسل میں [illegible] اختلافات موجود ہیں کہ انسانیت کے معدوم کئی لیے۔ وال میں [illegible] قسم کا [illegible] ان میں پایا جاتا [illegible] بنا پر سوال یہ ہوگا اگر اس صفت کلی سے قطع نظر کر لی جائے۔ تو مختلف قوموں کی [illegible] امتیاز کا

Marfat.com

کیا معیار قرار دیا جا سکتا ہی؟ علماے طبیعیین نے رنگ روپ، ڈیل ڈول، قد و قامت، او
دماغی ساخت، کے اختلاف کو انواع انسانی کا بہ الامتیاز قرار دیا ہے، یورپین قومون ک
رنگ سفید ہوتا ہے، حبشی سیاہ فام ہوتے ہین چینیون اور جاپانیون کا رنگ زرد ہوتا ہ
غرض ہر قوم جسمانی اوصاف کے لحاظ سے دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہے، اور انھی
اعراض جسمانیہ کے اشتراک و اختلاف کی بنا پر انسان کو مختلف انواع مین تقسیم کیا جاتا ہ
ظاہر بین نگاہین اگرچہ اس تقسیم کو صحیح سمجھتی ہین لیکن درحقیقت یہ کوئی جامع تقسیم نہین ہ
جسمانی فرق و امتیاز کا مظہر صرف وہی قومین ہو سکتی ہین جنمین خلقۃً کسی قسم کا اتحاد نہین ہوتا
اسلیے ان امتیازات کی بنا پر انسان کی تقسیم صرف حبشی، یورپین، چینی، غرض اسی قسم کی
چند محدود انواع مین ہو سکتی ہے۔ لیکن دنیا مین متعدد قومین ایسی بھی ہین جنکے رنگ رو
ڈیل ڈول، اور خط و خال مین کوئی نمایان اختلاف نہین پایا جاتا، با اینہمہ ان کی قومیت مختلف
اُن کے احساسات مختلف ہین، اور احساسات و جذبات کے اس اختلاف نے اُن کے عقا
اُن کے تمدن، اور اُن کے علوم و فنون مین بھی اختلاف پیدا کر دیا ہی۔ ایک اسپینش (باشند
اسپین) اور ایک انگریز جسمانی حیثیت سے متحد الاوصاف ہین لیکن دونون کو ایک ہی نوع ک
فرد قرار نہین دیا جا سکتا، کیونکہ ان دونون کے درمیان ایک ایسی عقلی حد فاصل قائم ہ
جو ان دونون قومون کی تاریخ کے ہر صفحہ سے نمایان ہوتی ہی، اسی بنا پر بعض لوگون نے
اس قسم کی متشابہ الخلقۃ قومون کی تقسیم کا معیار زبان، مذہب، اور نظام سیاست کے اختلا
کو قرار دیا ہی، لیکن اس تقسیم کی غلطی اسقدر واضح ہی کہ اس پر بحث کرنے کی ضرورت نہین،
لیکن ابھی ہم کو نوع انسانی کی صحیح و جامع تقسیم سے مایوس نہ ہونا چاہیے۔ انسان
صرف چند جسمانی اعراض کے مجموعہ کا نام نہین ہے، وہ اپنے اندر ایک غیر متبدل روح

Marfat.com

بھی رکھتا ہے، اسلیے اگر ان اعراض کا اختلاف، زبان کا اختلاف، ملک کا اختلاف، نظام سیاست کا اختلاف، نوع انسان کی صحیح تقسیم نہین کرسکتا، تو ہمکو علم النفس اس مقصد مین کامیاب بنا سکتا ہے کیونکہ اُسکی روشنی مین ہم کو ان اخلاقی اور عقلی اوصاف کی جھلک نظر آتی ہے، جو عقائد، سیاست اور فنون لطیفہ کے ذریعہ سے قومون کے درمیان اختلافات و تغیرات پیدا کرتے ہین، اور انھی اوصاف کے مجموعہ سے ہر قوم کے قالب مین ایک جدید روح پیدا ہوتی ہے،

عناصر کی ترکیب سے جو مزاج پیدا ہوتا ہے، اُسکے علاوہ ہر قوم کا ایک عقلی مزاج بھی ہوتا ہے، جو استقلال، استحکام، اور پایداری مین اعراض جسمانیہ سے کسی طرح کم نہین ہوتا، اگرچہ اس عقلی مزاج کو نظام جسمانی یعنی دماغی ساخت سے ایک خاص قسم کی مناسبت ہوتی ہے تاہم ابتک علمی ترقی اس مناسبت کے دریافت کرنے سے قاصر ہے، اسلیے ہم اس کو تقسیم انواع انسانی کا قاعدہ کلیہ نہین بنا سکتے،

یہ اخلاقی اور عقلی اوصاف، جنکے مجموعہ سے ہر قوم مین ایک مشترک روح پیدا ہو جاتی ہے زمانہ کے سیکڑون برس کی گردشون کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلیے وہ ہر قوم کے عہد گذشتہ کا خلاصہ، اُسکے آبا و اجداد کی وراثت اور اوسکی موجودہ روش کا سبب اصلی ہین،

اگرچہ بعض افراد مین یہ اوصاف مختلف طور پر پائے جاتے ہین لیکن عام اعراض جسمانی کی طرح، قوم کی غالب تعداد ان اوصاف مین اشتراک رکھتی ہے، اور [illegible] ہمیشہ نئی نسل کے ساتھ [illegible] اور تازہ ہوتے رہتے ہین، انہی [illegible] وصف عام پیدا ہو جاتا ہے [illegible] روش ہر قوم کے کارنامون کا دیباچہ ہوتی ہے [illegible] ہزار انگریز اور ایک ہزار چینیون کا [illegible]

عظیم الشان اختلاف نظر آئیگا، باایں ہمہ ان قومونکے ہر فرد مین دل وصفات کی نمایان جھلک نظر آئیگی جو اونکی مخصوص قومیت کا لازمی نتیجہ ہین، علمائے طبیعین نے (مثلاً) کتے اور گھوڑے کی دو جداگانہ نوعین اس بنا پر قرار دی ہین، کہ ان جانورون کے مخصوص اوصاف مشترک طور پر صرف اونہی کے افراد مین پائے جا سکتے ہین، اور دوسرے جانورون کے افراد مین انکا وجود نہین پایا جاتا، بعینہ اسی اصول کے موافق ہم فرنچ، انگریز، اور چینیون کو الگ الگ انواع مین تقسیم کرسکتے ہین، کیونکہ ان قومون کے اخلاقی اور عقلی اوصاف مین کبھی کسی دوسری قوم کا فرد شریک نہین ہو سکتا،

اگر کسی قوم پر اسقدر زمانہ گذر جائے کہ اوسکے عناصر اور افراد مین باہم امتزاج پیدا ہوجائے، تو ہر شخص نہایت آسانی کے ساتھ اون افراد کے اندر اس مشترک اخلاقی روش کا مطالعہ کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی جدید ملک مین قدم رکھتا ہے، تو سب سے پہلے اوسکو اونھین عام قومی اخلاق کا منظر نظر آتا ہے جو بار بار اوسکی نگاہ سے گذرتے رہتے ہین، ان عام قومی اخلاق کے علاوہ ہر فرد کا ایک ذاتی خلق بھی ہوتا ہے، لیکن چونکہ وہ اس کثرت سے بار بار نظر نہین آتا، اسلیے ایک سیاح کی نگاہ اوس پر نہین پڑتی، اسی بنا پر انسان اول نظر مین ایک انگریز، ایک اٹالین، اور ایک اسپینش کو پہچان لیتا ہے، اور نہایت آسانی کے ساتھ اونکے مخصوص اخلاقی، اور دماغی اوصاف کو اونکی طرف منسوب کردیتا ہے،

یہ اوصاف اگرچہ الگ الگ ہر فرد پر منطبق نہین ہوتے، لیکن تمام قوم اس معیار پر ٹھیک اترتی ہے،

قوم مین یہ متحدہ مزاج عقلی جن اسباب کی بنا پر پیدا ہوتا ہے وہ علم وظائف الاعضاء مین مذکور ہین، اور اوسکی بنا پر ہم کہہ سکتے ہین کہ انسان صرف اپنے ماں باپ کی اولاد نہین بلکہ

Marfat.com

اپنے پورے سلسلۂ خاندان کا فرزند ہی، ہر ملک اور ہر قوم کے نظام اخلاق کا مبدء اولین اوس کے آبا و اجداد ہین، اوسکا مایۂ خمیر اور قالب بالکل متحد ہی اور وہ ہمیشہ اوسی زنجیر کی طرف کھینچتی رہتی ہی جس کی وہ آخری کڑی ہی، یعنی انسان مادر وطن کی پرستش صرف جذبات و احساسات ہی سے متاثر ہوکر نہین کرتا، بلکہ ان جذبات کے پیدا کرنے مین نظام جسمانی کی طرح موروثی نظام اخلاق کا عنصر بھی شامل ہوتا ہی،

بہرحال انسان کی عملی زندگی کے موثرات سادہ طور پر تین قسمون مین تقسیم کیے جا سکتے ہین،

(۱) آبا و اجداد یعنی گذشتہ سلسلۂ خاندان کا اثر جو تمام اسباب سے زیادہ قوی ہوتا ہی،

(۲) مان باپ کا اثر،

(۳) ملک، جغرافیانہ حدود، آب و ہوا اور گرد و پیش کی چیزون کا اثر،

بعض لوگون نے انسان کے نظام اخلاق کے اسباب مین اسی تیسری قسم کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہی، لیکن درحقیقت وہ ان تمام موثرات مین سب سے کم درجہ کا موثر ہے، ملک، آب و ہوا، اور اون تمام مادی اور روحانی چیزون کا اثر جو اسکے تحت مین داخل ہین، انسان کی تمام زندگی، بالخصوص زمانہ تربیت پذیری مین بہت کم نمایان ہوتا ہی، البتہ اوسکا مستقل اثر اوسوقت ظاہر ہوتا ہی جب ایک ہی قسم کی آب و ہوا مین انسان کی متعدد نسلین گذر جاتی ہین، اسلیے اوسکا اثر درحقیقت سلسلۂ خاندان ہی کے ذریعہ سے انسان کے رگ و پے مین سرایت کرتا ہی، ورنہ وہ بذات خود کوئی اہم چیز نہین ہی،

اس لحاظ سے انسان اپنی عملی زندگی مین جن اخلاق و عادات کا پابند ہوتا ہی [illegible] خیالات و احساسات جن کے ذریعہ وہ پیدا ہوتا ہی، اوسکی فطرت کی [illegible] مین، (۲) [illegible] حقیقت اگرچہ مخفی ہی، لیکن اوسکے آثار آفتاب کی طرح نمایان ہین، کیونکہ اوسی کے ذریعہ [illegible]

Marfat.com

قومون مین تغیرات وانقلابات پیدا ہوتے ہین۔

قوم اوس مجموعۂ خلیات (cells) سے مشابہ ہی جس سے ہر فرد پیدا ہوتا ہی، ان خلیات کی زندگی کا زمانہ بذات خود نہایت مختصر ہوتا ہی، لیکن اون سے جو ذات پیدا ہوئی ہی وہ مدتون تک زندہ رہتی ہے، اس لحاظ سے ہر خلیہ دو زندگی رکھتا ہے، ایک تو اوسکی شخصی زندگی، جو خود اوسکو زندہ رکھتی ہے، دوسری وہ کلی زندگی جس سے وہ فرد زندہ رہتا ہی، جو اون کے مجموعہ سے پیدا ہوا ہے، بعینہ اسی طرح قوم کا ہر فرد ایک نہایت محدود شخصی زندگی رکھتا ہے، لیکن اوسکی کلی زندگی جو اوس مجموعۂ قوم کی زندگی سے عبارت ہی، جو اس فرد کی طرح دوسرے افراد سے بھی مرکب ہی، نہایت طویل اور غیر فانی ہوتی ہے، اسی اخیر زندگی کا نام "قومی زندگی" ہے اور قوم ہمیشہ اوسی کے آثار و نتائج سے متاثر ہوتی رہتی ہے،

اس بنا پر قوم کو ایک ابدی ذات سمجھنا چاہیئے، جو زمانہ کے قیود سے آزاد ہے اور وہ صرف اونہی زندہ افراد سے مرکب نہین، جنھون نے اوسکو ایک محدود زمانہ مین ترقی دی ہی، بلکہ اوس کا ایک عنصر وہ مردے بھی ہین جو اس قوم کے آبا و اجداد تھے، اسلیے قوم کے حقیقی مفہوم کے سمجھنے کے لیے ماضی و مستقبل دونون کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے، لیکن ان دونون عنصرون مین مردون کا اثر زیادہ قوی ہوتا ہی کیونکہ اون کی تعداد زندہ افراد سے زیادہ ہوتی ہی، اور غیر شاعرانہ زندگی مین اونھین کا اثر زیادہ نمایان ہوتا ہے یعنی قوم زندہ لوگون سے زیادہ مردون کے نقش قدم پر چلتی ہی، زندہ افراد نے صرف قوم کو پیدا کیا ہی، لیکن عدم آباد کے رہنے والون نے اون زندہ افراد مین خیالات و جذبات

یعنی وہ حالت جس مین انسان کے جذبات، خیالات اور اعمال کا ظہور اضطراری طور پر بلا قصد و ارادہ ہوتا ہی،

کی روح پھونکی ہے ،

زمانہ کی حرکت کا مبدء مردون ہی کی ہڈیان ہوتی ہین کیونکہ قوم صرف مادیات مین اپنے اسلاف کی پیروی نہین کرتی بلکہ وہ اون کے جذبات و احساسات سے بھی متاثر ہوتی

اگرچہ کوئی قوم نوع حیوان کی تکوین کی طرح مزاج عقلی پیدا کرنے مین بہت زیادہ طویل زمانے کی محتاج نہین ہوتی، تاہم یہ مزاج چند دنون مین بھی نہین پیدا ہوجاتا چنانچہ اسکے ثبوت مین فرنچ قوم کو پیش کیا جاسکتا ہے جسکے جذبات و احساسات مین پوری [illegible] صدیون کے بعد اتحاد پیدا ہوا ہے اور اب تمام قوم کے قلب مین ایک روح نظر آتی ہے [illegible] یہ عمل تولید ابتک مکمل نہین ہوا ہے اور شورش فرانس کا بڑا سبب یہی ہے [illegible] گذشتہ زمانہ مین ملک فرانس مختلف فرقون کا مرکز تھا اور ہر گروہ کے خیالات و احساسات باہم نہایت مختلف تھے اس بنا پر ایسی مختلف الخواص قوم [illegible] فرانس مین اکثر اوقات جو جھگڑے [illegible] مین [illegible] مین یہ اتحاد درجہ کمال کو پہنچ گیا ہے [illegible] ولادت یا امتزاج [illegible] مین وہ اصول ثلاثہ پیدا کر دیے ہین جن سے [illegible] پیدا ہوتی ہے [illegible] انگریزون کا [illegible] احساس [illegible] ونکہ [illegible] کوئی قوم اتحاد و [illegible] خود بخود غیر محسوس طور پر کام [illegible] تخاصمات کے اسباب [illegible] جذبات [illegible]

[illegible] ایک [illegible]

[illegible] قوم [illegible]

عروج حاصل ہوا تھا، اور آج انگلستان اسی کے بدولت معراج کمال کو پہنچ گیا ہی لیکن جب اتحاد کا یہ شیرازہ درہم برہم ہوجاتا ہے تو قوم کی جمعیت بھی ٹوٹ جاتی ہی،

یہ موروثی جذبات، خیالات، اور رسوم و عقائد جنسے انسانی جماعت کی روح پیدا ہوتی ہی، ہر زمانہ اور ہر قوم مین موجود تھے، لیکن اون کو تدریج ترقی حاصل ہوئی اس روح کا مظہر اوّل خاندان تھا، پھر اس سے منتقل ہوکر دہ گاؤن مین پہنچی، گاؤن سے نکلکر اوس نے شہر کو اپنا مرکز بنایا، پھر تمام ملک مین پھیل گئی، اور اب چند روز سے تمام دنیا کے قالب مین نظر آرہی ہے، چنانچہ اس زمانہ مین وطنیت کا خیال اسی روح نے پیدا کیا ہی، کیونکہ جب تک یہ روح کامل نہین ہوئی یہ خیال تاریکی مین چھپا ہوا رہتا ہی، یونان مین روح صرف شہر تک محدود تھی اور ملک کا ہر فرد دوسرے سے بیگانہ تھا، اسی بنا پر وہان وطن پرستی کو ترقی نہین ہوئی اور ملک مین ہمیشہ جنگ و خونریزی کا بازار گرم رہا اسی طرح ہندوستان مین بھی دو ہزار برس سے دیہاتون کے سوا کوئی عام ملکی اور قومی اتحاد نہین پیدا ہوا، اسلئے وہ اوس زمانہ سے آجتک غیر قومون کا جولانگاہ بنا ہوا ہے، ہر قوم اس مین نہایت آسانی سے حکومت قائم کر لیتی ہی، اور وہ نہایت آسانی کے ساتھ اوسکے ہاتھ سے نکل بھی جاتی ہی، شہریت کا اتحاد اگرچہ جنگی نقطہ کے لحاظ سے ضعیف ہوتا ہے، اور شہریت کی روح اگرچہ بہ نسبت وطنیت کی روح کے محدود ہوتی ہی، تاہم تمدنی ترقی پر اوسکا نہایت گہرا اثر پڑتا ہی، چنانچہ زمانہ قدیم مین ایتھنز اور قرون وسطیٰ مین فلارنس اور روما مین اس روح کے تمدنی نتائج کا جلوہ نظر آسکتا ہی، جب چھوٹے چھوٹے شہر دن ملکون پر ایک طویل زمانہ گذر جاتا ہی، اور وہ باہم ایک دوسرے سے علیحدہ اور بے تعلق رہتے ہین تو اون مین ہر ملک اور ہر شہر کی ایک مستقل اخلاقی روح پیدا ہوجاتی ہی جو دو

سے اسقدر مختلف اور بے میل ہوتی ہو کہ انکی باہمی ترکیب امتزاج سے ایک متحدہ قومی روح نہین پیدا ہوسکتی، اور اگر کبھی موانع وعوائق کے فقدان سے ایسا ممکن بھی ہوتا ہے تو یہ عمل ترکیبی چند دنون مین مکمل نہین ہوتا، بلکہ اسکے لیے ایک زمانۂ دراز کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ وشتو اور بسمارک[له] جیسے مدبرین کا محتاج ہوتا ہے، بعض حالتون مین اگرچہ استثنائی اسباب کے اثر سے بعض ملک (مثلاً اٹلی) دفعتہً ایک متحدہ سلطنت کے قالب مین ڈھل جاتے ہین، لیکن یہ خیال صحیح نہین کہ انھون نے اس انقلاب کے ذریعہ سے اپنے اندر کوئی مشترکہ قومی روح بھی پیدا کرلی ہے، یہی وجہ ہے کہ ہم اٹلی مین مختلف فرقون کو دیکھتے ہین جن کا انتساب خاص اپنے وطن کی طرف ہوتا ہے، لیکن ہم کو وہان یہ نقائص [illegible] نظر نہین آتے؛

ہر وہ قوم جو شاندار تمدن اور قدیم تاریخ کا سرمایہ رکھتی ہے، [illegible] عالت مین توحد و یکرنگی نظر آئے، اسکو مصنوعی یا تاریخی قوم کا لقب [illegible] موجودہ مین بجز وحشی ممالک کے فطری اور نیچرل قومون [illegible] وحشی ممالک ہی مین خالص اور بے میل قوم نظر آسکتی [illegible] تاریخی اور مصنوعی قومین ہین لیکن [illegible] ہمارا موضوع بحث دونون کو شامل [illegible] ہر قوم مین ایک طویل زمانے کے بعد [illegible] یسی مستقل صورت اختیار کرلیتے ہین [illegible]

له Bismarck

Marfat.com

دوسری فصل

کسی قوم کے اخلاق مین کہانتک تغیر پیدا ہو سکتا ہے؟

بظاہر یہ ایک قاعدہ مستمرہ معلوم ہوتا ہے، کہ ہر قوم کے اخلاق بدلتے رہتے ہین۔ اس خیال کے پیدا ہونے کا سبب، خلق اصلی کا قرار و ثبات، اور خلق ثانوی کا تغیر انسانی اوصاف نفسیہ کا مقابلہ حیوانات سے قایم رہنے والے اور بدلنے والے اوصاف سے، آب و ہوا، واقعات تاریخی اور تربیت کا اثر صرف دوسری قسم کے اوصاف نفسیہ تک محدود رہتا ہے، ان اوصاف کے تغیرات مختلف زمانون کے لحاظ سے اور اوسکی مثالین۔ زمانہ انقلاب کے اعاظم رجال۔ اونکا حال دوسرے زمانون مین کیا ہوتا؟ شورش کے بعد قومی اوصاف کیونکر قایم رہتے ہین؟ اسکی مثالین۔ خلاصہ۔

اگرچہ تمدنی انقلاب کی تاریخ کے دقیق مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قوم کا عقلی مزاج، نہایت راسخ، مستحکم اور پایدار ہوتا ہے، لیکن بظاہر ثبات و استقلال کے بجاے اس مین ہمیشہ تغیر و تبدل نظر آتا ہے، چنانچہ لوگون نے تاریخ کا بغور مطالعہ نہین کیا ہے اونکو بعض اوقات قومون کی روح مین ایک تند، تیز، اور عظیم الشان تغیر و انقلاب محسوس ہوتا ہے، تمام دنیا یقین کرتی ہے کہ انگریزون مین اب وہ اخلاق و عادات نہین پائے جاتے جو کرامویل[1] کے زمانے مین پائے جاتے تھے، اس زمانے کا حیلہ جو اور خائف

---

[1] کرامویل [illegible] نہایت مشہور انگریزی جنرل تھا، رعایا نے جب چارلس کے خلاف بغاوت کی تو (۱۶۴۲ء) مین [illegible] [illegible] فوج کا [illegible] ہونا شروع ہوئی چند سال تک [illegible] اسکی حکومت رہی ۱۶۵۸ء مین وفات پائی۔

اثالین، قدیم زمانے کے جنگجو اور دفعتہً لوٹ پڑنے والے اثالین سے کس قدر مختلف ہیں؟ اس انقلاب کی سب سے زیادہ واضح مثال فرانس ہے، جہاں چند سالوں کے درمیان نظام اخلاق میں ایک عظیم الشان تغیر پیدا ہو گیا ہے، جن فرقوں نے شورش فرانس کے زمانے میں سبعیت اور بہیمیت کی بدترین مثال دنیا کے سامنے پیش کی تھی، وہ اب بھی موجود ہیں، لیکن یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا اخلاقی قالب بالکل بدل گیا ہے، لیکن اس اخلاقی انقلاب کے علل و اسباب کی تفصیل سے پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مادی انواع کی طرح انواع نفسیہ بھی صرف چند اساسی مستحکم اور پائدار اخلاقی اوصاف کی ترکیب و امتزاج سے بنتی ہیں، لیکن ان اساسی اوصاف کے بالمقابل دوسرے اوصاف ہوتے ہیں، جن میں خاص طور پر انقلاب و تغیر کی قابلیت پائی جاتی ہے، یہی اوصاف ہیں جن میں زمانہ کی گردش انقلاب پیدا کرتی ہے، ورنہ اصلی اور اساسی اخلاق میں کبھی کسی قسم کا تغیر نہیں پیدا ہوتا۔ اس کو ایک مادی اور واضح مثال میں یوں سمجھنا چاہیے کہ پھل کی ظاہری حالت گھاس اور چارہ سے بالکل بدل دی جا سکتی ہے، نباتات میں باغبان حکمت عملی سے متعدد تغیرات پیدا کر سکتا ہے، اور کبھی اصل حقیقت مشتبہ ہو جاتی ہے، تاہم ان کے نوعی یعنی اساسی اوصاف میں کسی قسم کا تغیر نہیں پیدا ہوتا، اور وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہیں، تغیر جو کچھ ہوتا ہے دوسرے قسم کے اوصاف میں ہوتا ہے، ٹھیک اسی طرح ہر قوم کے اساسی اخلاق میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوتا، زمانہ بدلتا جاتا ہے، نئی نسل پیدا ہوتی جاتی ہے، ظاہری و باطنی اسباب [illegible] رہتے ہیں لیکن اخلاق کا یہ سنگ بنیاد اپنی جگہ سے نہیں ہلتا، تغیر [illegible] ہوتا ہے وہ ان اوصاف ثانویہ میں ہوتا ہے، جن میں خاص طریقہ پر [illegible] تعلیم و تربیت [illegible] سبب ہوا [illegible] انقلاب زمانہ، غرض دنیا کے تمام اسباب [illegible]

پر اثر کرتے ہین، اور وہی اونکے اثرات کا مظہر ہین لیکن اس موقع پر اس نکتہ کو یاد رکھنا چاہیئے کہ مزاج عقلی اپنے اندر اخلاقی تغیرات کی ایک ایسی مخفی قابلیت رکھتا ہی، جو اکثر اوقات اگرچہ حالات کی نامساعدت سے ظاہر نہین ہوتی، لیکن جب موافق حالات جمع ہوجاتے ہین، تو اوسکا ظہور ہوتا ہی، اور اوسوقت قوم ایک نئے قالب مین دنیا کے سامنے نمایان ہوتی ہی، تاہم جس طرح طوفان سے دریا کی سطح مین ایک غیر معمولی عارضی حرکت پیدا ہوکر چند گھنٹون مین ٹھہر جاتی ہی، اسی طرح قومی اخلاق کا یہ انقلاب بھی فوری اور وقتی اسباب کا نتیجہ ہوتا ہی، یہی وجہ ہی کہ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے زمانے مین تمام قوم اون عجیب وغریب اوصاف کا مظہر بنجاتی ہی جن سے ثابت ہوتا ہی کہ اوس کا قومی نظام اخلاق بالکل بدل گیا ہی اور اوس کے افکار وخیالات نے عظیم الشان انقلاب کی صورت اختیار کرلی ہی، لیکن جب آندھی تھم جاتی ہی تو صاف نظر آتا ہی کہ یہ محض عارضی تغیر تھا جو دم کی دم مین فنا ہوگیا، جو لوگ مذہبی اور سیاسی انقلابات کے علم بردار ہوتے ہین، ہمکو اونکا خمیر اونکا عنصر، اونکا آب وگل، خود اپنے خمیر، اپنے عنصر، اور اپنے آب وگل سے مختلف ومبائن نظر آتا ہی اور اون کے کارنامون کو دیکھ کر ہم اپنے آپ کو اونکی ناخلف اولاد سمجھتے ہین، لیکن درحقیقت یہ سب کچھ اون غیر معمولی اسباب کا نتیجہ تھا جو نظام اخلاق کو دفعۃً بدلدیتے ہین، ورنہ فطرۃً وہ لوگ بھی ہماری ہی طرح قوم کے معمولی افراد تھے، جو اخلاقی قابلیت اونمین تھی وہی ہم مین بھی ہی، صرف فرق یہ ہی کہ اونھون نے اس اخلاقی نمایش کے لیے موافق زمانہ پایا تھا، اور ہم اوس سے محروم ہین، شورش **فرانس** کے زمانہ مین ایک بیرحم وسنگدل فرقہ پیدا ہوگیا تھا جو بات بات پر لوگون کو سخت سزائین دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ لوگ متوسط طبقے کے امن پسند شہری تھے، اگر شورش کا زمانہ نہ ہوتا تو وہ بھی ہماری طرح

Marfat.com

اطمینان وسکون کے ساتھ زراعت، تجارت، اور صنعت وحرفت مین مصروف رہتے لیکن غیر معمولی واقعات نے اون کے نظام عصبی مین غیر معمولی حرکت پیدا کردی، اسلئے اونھون نے ایک ایسی خوفناک صورت مین اپنے آپ کو نمایان کیا جس کے تصور سے بھی ہم عاجز ہین، اگر روبسپیئر[1] اپنے زمانے کے سو سال بعد پیدا ہوا ہوتا تو نہایت متدین، اور صلح پسند، جج ہوتا، اسی طرح اگر **سلینٹ جنٹ**[2] ہمارے زمانے مین ہوتا تو ایک بہت بڑا پروفیسر ہوتا جو علمی انجمنون کے تمغون پر ناز کرتا، چنانچہ **نپولین** کے زمانے مین جب یہ اعصاب کی متزلزل کرنے والی آندھی رک گئی تو اوس نے اسی درندہ صفت فرقہ کو اپنے مدبرانہ طرز عمل سے مزدور، محرر، تحصیلدار اور جج بنادیا، لیکن شورش، بدامنی، اضطراب، اور ابتلا، وامتحان کے زمانے مین بھی کسی قوم کے اساسی اخلاق مین تغیر وتبدل نہین پیدا ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ فرق پیدا ہوجاتا ہے کہ ان اخلاق کے مظاہر بدل جاتے ہین، مثلاً انقلاب پسند لوگ جب قدیم استبدادی نظام حکومت کو بدلنا چاہتے ہین تو ایک ایسا نظام حکومت قائم کرتے ہین جو حکام کے تمام امتیازات واختیارات کو سلب کرلیتا ہے، اوس وقت بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اونھون نے جبر واستبداد کا خاتمہ کردیا ہے لیکن ایک مطلق العنان گروہ کو بالکل دست شل بنادینا بھی استبداد ہی کی دوسری صورت ہے، اور اس جمہوری نظام مین بھی استبداد ہی کی روح پائی جاتی ہے اس لئے اس حالت مین بھی وہی قدیم نظام قائم رہتا ہے صرف اوسکا قالب بدل جاتا ہے،

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ شخصیت واستبداد قوم [illegible] مین [illegible] اور اوسکی روح کا ایک جزو [illegible] کی برکت سے نپولین [illegible]

---

[1] [illegible] ROBESPICERE

[2] [illegible] ST. JANT [illegible]

لوگون پر شخصی حکومت کی، چنانچہ اوس نے جمہوریت فرانس کو اپنے رعب و اقتدار سے بالکل بدل دیا، تو قوم کے موروثی خلق یعنی شخص پرستی کا شدت کے ساتھ ظہور ہوا، یہان تک کہ اگر وہ حاکم مطلق نہ بنگیا ہوتا، تو کوئی دوسرا شخص اوسکے جھنڈے کو بلند کرنے کے لیے اوٹھ کھڑا ہوتا، چنانچہ پچاس سال کے بعد جب اوسکے ہمنام نپولین نے استبدادی نظام کو قائم کیا تو تمام لوگ اوس کے جھنڈے کے نیچے اس شوق کے ساتھ جمع ہو گئے کہ گویا آزادی سے گھبرا کر غلامی پر ٹوٹے پڑتے ہین، اس بنا پر درحقیقت انقلاب نے نپولین کی حکومت کا منارہ نہین بلند کیا بلکہ قوم کی اوس شخص پرست روح نے جو اوس کے پائے آہنین کے سامنے سربسجود ہو گئی تھی،

انسان پر آب وہوا، اور جغرافیانہ حالات کے اختلاف کا اثر شدت کے ساتھ ... اس بنا پر پڑتا ہے کہ اوس سے انسان کے وہ اخلاق وعادات متاثر ہوتے ہین جن ... فطرۃً تغیر و تبدل کی صلاحیت ہوتی ہے اور جن کو صحیح طور پر اساسی اخلاق کا حریف مقابل ... کہا جا سکتا ہے، لیکن اصلی اخلاق مین کسی قسم کا تغیر و تبدل نہین ہو سکتا، چنانچہ ایک متین ... صاحب وقار آدمی بھی جب بھوک کی شدت سے بیتاب ہو گا تو گو وہ حالت اضطراب مین اپنے ہم جنسون کو پھاڑ کھانے کے لیے دوڑے گا، لیکن باایں ہمہ اس عارضی حالت مین کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ اوس کی اصلی فطرت بدل گئی،

جب کسی ملک مین تمدن دو متضاد گروہ پیدا کر دیتا ہے یعنی ایک دولت کی بہتات سے شب و روز عیش و طرب مین مصروف رہتا ہے، اور دوسرے گروہ کے پاس ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا سامان بھی نہین ہوتا، تو اوس وقت ملک مین بددلی پھیلتی اور مختلف قسم کی شورش پیدا ہوتی ہے، لیکن ان انقلابات کے تہ مین بھی قوم کے اساسی اخلاق کی جھلک صاف نظر آتی ہے، چنانچہ ولایات متحدہ امریکہ کے انگریزون نے وہان کی خانہ جنگی کے

Marfat.com

زمانہ مین عزم و استقلال کی جو مثال قائم کی تھی، وہی مثال اب شہرون کے آباد کرنے یونیورسٹیون کے بنانے، اور کارخانون کے چلانے مین دنیا کے سامنے پیش کر رہے ہین، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اساسی اخلاق مین کبھی تغیر نہین ہوتا، صرف اوس کے مظاہر بدلتے رہتے ہین،

حاصل یہ کہ اگر ہم مزاج عقلی کے تمام موثرات کو پیش نظر رکھین تو صاف نظر آئے گا کہ اون سے صرف وہ اخلاق متاثر ہوتے ہین، جو اساسی اخلاق کے حریف مقابل ہین خود اساسی اخلاق مین کوئی تغیر نہین پیدا ہوتا، اگر اساسی اخلاق مین کوئی تغیر ہوتا بھی ہی، تو اوسکا ظہور ایک طویل زمانے کے بعد ہوتا ہی، لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ قوم کے اخلاق نفسیہ مین تغیر و تبدل کی سرے سے صلاحیت ہی نہین بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ قوم کی جسمانی ترکیب، رنگ روپ، ڈیل ڈول، اور خط و خال کی طرح وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتے ہین اور اسی پائداری کی بنا پر کسی قوم کا نظام اخلاق مدتون کے بعد بدلتا ہی۔

تیسری فصل

قومون کے طبقات نفسیہ

تقسیم طبعی کی طرح قومون کی تقسیم نفسی کا دارومدار بھی چند غیر متبدل اوصاف پر ہی، قومون کی تقسیم نفسی۔ ابتدائی قومین۔ اقوام غیر متمدنہ، اقوام متوسطہ، اقوام متمدنہ، وہ عناصر نفسیہ جن پر اس تقسیم کا دارمدار ہی، خلق۔ ادب۔ یہ بحث کہ عقلی اوصاف تربیت سے بدل سکتے ہین۔ یہ مسئلہ کہ کسی قوم کے اخلاقی اوصاف نہین بدل سکتے۔ تاریخ پر ان اوصاف کا اثر۔ اس امر کا سبب کہ مختلف قومین ایک دوسرے کی حقیقت کو نہین سمجھتین اور نہ باہم ایک دوسرے سے متاثر ہوتین، اس امر کا سبب کہ کیون متمدن قومون کے تمدن و تہذیب غیر متمدن قومون مین منتقل نہین ہو سکتے،

تاریخ طبعی کی کتابون مین انواع کی جو تقسیم کی گئی ہی، اوسکا دارمدار صرف اون اساسی اوصاف پر ہی، جنکی تعداد نہایت قلیل ہی، اسکی وجہ یہ ہے کہ علمائے طبیعات نے تقسیم انواع مین صرف اون اوصاف کا لحاظ رکھا ہی، جو غیر متبدل ہین، انکے سوا دوسرے درجہ کے تمام بدلنے والے اوصاف کو بالکل نظرانداز کر دیا ہے، اوصاف نفسیہ کے لحاظ سے بھی اقوام کی تقسیم اسی اُصول پر کی جاسکتی ہی چنانچہ اگر ہم ایک فرد کا دوسرے فرد کے ساتھ، اور ایک قوم کا دوسری قوم کے ساتھ، اخلاقی موازنہ کرین، تو ہمکو اون کے اخلاق وعادات مین عظیم الشان فرق نظر آئے گا، لیکن اگر ہم صرف اساسی اخلاق کو پیش نظر رکھین تو گو اس فرق و امتیاز کا دائرہ بالکل تنگ ہوجائے گا، لیکن ہم آگے چلکر متعدد مثالون سے ثابت

Marfat.com

کردین گے کہ قومونکی زندگی کا دارمدار صرف انہی قلیل التعداد اوصاف پر ہی،

اِن اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ قومون کی تقسیم کا صحیح طریقہ یہ ہی کہ پہلے ہر قوم کے اوصاف نفسیہ کی تفصیل کیجائے، لیکن اس بحث کے لئے ضخیم جلدون کی ضرورت ہوگی، اس بنا پر ہم نے اختصار کی غرض سے اس طریقہ کو کلی طور پر بیان کیا ہی،

عام اخلاقی اوصاف کے لحاظ سے قومون کی تقسیم چار قسمون مین کیجا سکتی ہی،

(۱) ابتدائی قومین۔ (۲) اقوام غیر متمدنہ۔ (۳) اقوام متوسطہ، (۴) اقوام متمدنہ۔

(۱) ابتدائی قومون سے وہ قومین مراد ہین، جو تعلیم و تہذیب سے بالکل بے بہرہ ہین، اور اونکی زندگی جانورون سے مشابہ ہی، انسانی زندگی کا یہ وہ دور ہے جو ہمارے آبا و اجداد پر عصر حجری[1] مین گذر چکا ہی، اور اس زمانہ مین فیجی[2] اور آسٹریلیا مین بھی اس قوم کے نمونے نظر آتے ہین،

(۲) اقوام غیر متمدنہ کی اخلاقی سرحد بھی انہی قومون سے ملی جلی ہوئی ہی، اوسکی نمایان مثال حبشی لوگ ہین جنمین تمدن و تہذیب کی جھلک ضرور موجود ہی، لیکن صرف جھلک ہی جھلک ہی اس سے زیادہ اور کچھ نہین، اونکی تاریخ سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ اونھون نے وحشیانہ تمدن کے آگے کبھی قدم نہین رکھا، اور اگر بہت زیادہ اونچے اڑے تو کبھی کبھی غیر قومونکے خوان تمدن کی زلہ ربائی کرلی،

(۳) اقوام متوسطہ مین چینی، جاپانی، ترک، عرب، اور یہود، وغیرہ شامل ہین، [illegible] قومون نے اسقدر عظیم الشان تمدنی ترقیان کی ہین کہ یورپ کی متمدن قومون [illegible]

[1] یعنی وہ زمانہ جس مین انسان صرف پتھر کے آلات سے کام لیتا تھا،

(۲) FIJI [illegible]

اون سے آگے بڑھنے کا دعوی نہین کرسکتی ،

(۴) اقوام متمدنہ مین صرف انڈو یورپین (آرین) قومون کو شمار کیا جاسکتا ہی، صرف
یہی ایک ایسی قوم ہے جس نے اختراع و ایجاد صنعت وحرفت ، اور علوم وفنون مین اپنے کمال کا
اظہار کیا ہی۔ زمانۂ قدیم یعنی **یونان** اور روما کے دور ترقی مین بھی وہ تمدن وتہذیب مین
نمایان تھی، اور آج بھی نمایان ہی، آج تمدن کو اس درجہ تک اسی قوم نے پہونچایا ہے،
اور بحار وکہسار کی تحقیق و انکشاف اسی کا کارنامہ ہی، اس قوم مین سب سے کم ترقی یافتہ
ہندی نسل ہی، لیکن اوس نے بھی فنون لطیفہ، لٹریچر، اور فلسفہ مین اسقدر ترقی کرلی تھی کہ
ترک، چینی، اور عرب اوس کی گرد کو بھی نہ پہونچ سکے،

اخلاقی اور عقلی اوصاف کے لحاظ سے اگرچہ یہ چارون قومین باہم اس قدر مختلف ہین
کہ اون کو بیک نگاہ پہچان لیا جا سکتا ہے، لیکن جب خود ان قومون مین ہر قوم کو الگ الگ
شاخون مین تقسیم کرنا پڑتا ہی، تو سخت دقت واقع ہوتی ہی، مثلاً انگریز، روسی اور اسپینی سب کے
سب اگرچہ اقوام متمدنہ مین داخل ہین تاہم ہم کو یقینی طور پر معلوم ہی کہ اون کے درمیان عظیم الشان
فرق مراتب موجود ہی، اس بنا پر جو شخص اس کو نمایان کرنا چاہتا ہی، اوسکا ضروری فرض یہ ہی
کہ وہ الگ الگ ہر قوم کے نظام اخلاق پر بحث کرے، لیکن ہم مثال کے طور پر صرف دو قومون
کو لیتے ہین، اور اونکے اون اساسی عناصر اخلاق سے بحث کرتے ہین، جنکے ذریعہ سے دو قومون مین
امتیاز کی جاسکتی ہی، ابتدائی اور غیر متمدن قومون مین کم وبیش یہ وصف مشترک طور پر پایا جاتا ہے،
کہ اون مین تعقل کا مادہ نہین ہوتا، یعنے اون مین یہ قدرت نہین ہوتی کہ مستقبل وحال کے خیالات
محسوسات کے باہمی موازنہ ومقابلہ سے کوئی ایسا نتیجہ اخذ کرین جن کے ذریعہ سے وہ مختلف زمانون کے
حالات مین فرق نظر آئے، ہم کو اس کلیہ کی وضاحت کے لیے بہت زیادہ وحشی قومون کے

حالات کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہین، بلکہ خود یورپ کی ادنی درجہ کی قومونکا بھی یہی حال ہو۔ اور انکی درماندگی کا سبب صرف یہ ہے کہ ان قومون مین نقد و بحث کا مادہ بالکل نہین ہوتا، اس لئے نہایت سرعت کے ساتھ ہربات کی تصدیق کرلیتی ہین۔ اس کے بخلاف متمدن انسانون مین خیالات کے انضباط، انکی تنقید، اور اون سے نتائج اخذ کرنیکا فطری ملکہ موجود ہوتا ہے،

اسی طرح ہم کو اقوام غیر متمدنہ مین غور و فکر کا مادہ کم اور تقلید کا مادہ زیادہ نظر آتا ہے، وہ عموماً جزئیات سے غلط نتائج پیدا کرتی ہین، وہ تاریخی انقلابات کے اثر سے [illegible] نظر آتی ہین، انکی اخلاقی حالت ہر وقت بدلتی رہتی ہے، کام کرتے وقت جو کچھ انکی سمجھ مین آجاتا ہے وہی انکا دستور العمل ہوتا ہے،

انہی باتون کا نتیجہ ہے کہ یہ تمام قومین سب سے پیچھے پڑی ہوئی ہین، اور اوس وقت تک اسی حالت مین رہینگی جب تک ان مین جذبات پر حکومت کرنیکی صلاحیت نہ پیدا ہو جائے، یعنی جب تک وہ ایسا قوی ارادہ نہ پیدا کرلین جو اون کے نفس کو قابو مین رکھ سکے، وہ ترقی نہین کرسکتین، کیونکہ یہی وہ جوہر ہے جس سے [illegible] قوم نظام عمل کی حقیقت کو سمجھتی ہے، عالی مقاصد کے لیے قربانی کرنے پر آمادہ ہوجاتی ہے [illegible] مدارج طے کرتی ہے۔ حقیقت مین قوم کے اخلاقی معیار کے قائم کرنے کا صحیح طریقہ [illegible] لگایا جاسکتا ہے کہ اس قوم مین جذبات و خیالات پر قابو رکھنے کی کس قدر قدرت ہے، گذشتہ زمانہ مین رومن اور موجودہ [illegible] انگریزون [illegible] جذبات کے قابو مین رکھنے [illegible]

موجودہ [illegible] عظیم الشان تمدن [illegible] ہوچکا ہے [illegible] عقلی [illegible]

چکی ہی. اور صرف اسی مجموعہ کے ارتقائی مدارج، اور اسی مزاج عقلی کو افراد و اقوام کا مابہ الامتیاز وصف قرار دیا جا سکتا ہی،

ان عناصر نفسیہ مین بعض کا تعلق اخلاق سے، اور بعض کا دماغ یعنے ذہانت و طباعی سے ہوتا ہی، اگرچہ اقوام متمدنہ دوسری قومون سے اخلاق اور ذہانت دونون میں ممتاز ہوتی ہین، لیکن خود اقوام متمدنہ کے مختلف طبقات مین صرف اخلاق کے ذریعہ سے تفریق و امتیاز کی جا سکتی ہی، چونکہ یہ ایک نہایت اہم تمدنی نظریہ ہے اسلئے ہم اوسپر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کرتے ہین،

اخلاق کی تولید صرف چند عناصر مخصوصہ کے امتزاج و ترکیب سے ہوتی ہی جن کو علم النفس کی اصطلاح مین احساس اور شعور کہتے مین، ان مین ملکات ارادیہ مثلاً اقدام عزم اور ضبط نفس، کو اخلاق کی تولید مین سب سے زیادہ دخل ہی، اخلاق کی تولید کا ایک موثر سبب ادب یعنی قدیم قومی نظام کا وہ احترام بھی ہی جس پر قومی زندگی کا دارمدار ہی اور ہر قوم اپنی عملی زندگی مین اوسکو ہمیشہ پیش نظر رکھتی ہے، اگرچہ اس نظام کے اصول و قواعد زمان و مکان کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہین، لیکن جب وہ وراثت کے ذریعے بالکل ملکہ فطری بنجاتے ہین تب اوسمین ثبات و استحکام پیدا ہوجاتا ہے،

تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے اگرچہ اوصاف عقلیہ مین کسیقدر تغیر پیدا ہوسکتا ہی، لیکن اخلاقی محاسن پر تربیت کا کوئی اثر نہین پڑتا، یہ سچ ہے کہ جو لوگ ضعیف القلب اور ضعیف الارادہ ہوتے ہین، اون کے اخلاق پر تربیت کا اثر پڑجاتا ہی، لیکن اس قسم کی نرم اور اثر پذیر طبیعت صرف قوم کے افراد کی ہوسکتی ہی، خود قوم مین مجموعی حیثیت سے اوسکا وجود نہین پایا جاتا اور اگر کسی قوم مین اس اثر پذیری کا مادہ عام ہوجائے تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ اوسکے

Marfat.com

تنزل و انحطاط کا زمانہ ہی،

علمی مسائل، اور عقلی انکشافات ایک قوم سے دوسری قوم مین نہایت آسانی کے ساتھ منتقل ہوجاتے ہین اور اسی بنا پر علم، انسان کی ملکیت عام بنگیا ہی جسمین کسی قسم کی روک ٹوک نہین ہی، لیکن ہر قوم کا برُا بھلا اخلاق اوسی قوم کے ساتھ مخصوص ہی اور اوسی تک محدود رہتا ہی، کیونکہ اوسکی ترکیب اون مستقل عناصر سے ہوئی ہی جنکے ذریعہ سے ہر متمدن قوم کا مزاج عقلی دوسری قوم سے ممتاز ہوجاتا ہی، اخلاق درحقیقت پتھر کی ایک چٹان ہی جس پر طوفان خیز موجون کے تھپیڑون کا کچھ اثر نہین پڑتا، اور جس طرح انواع اور بہت ہی قسم کی تیز دانت درندون کے لیے نسل کی خصوصیت کا کام دیتے ہین اور اون مین کبھی تغیر و تبدل نہین ہوسکتا، اسی طرح ہر قوم کا اخلاق بھی اوسکی نسل ممیز ہے جو کبھی نہین بدل سکتی،

ہر قوم مین انقلابات و تغیرات صرف اخلاق ہی کے ذریعہ سے ہوتے ہین اور وہی اون کے مستقبل کا سنگ بنیاد رکھتا ہی، انسان جن چیزون کو اپنے اعمال کی علت قرار دیتا ہی وہ درحقیقت علت نہین ہوتین بلکہ اون کی تہ مین صرف اخلاقی روح کام کرتی ہی، لوگ اپنے عقیدہ کے موافق کہتے ہین کہ "یہ کام بخت و اتفاق سے ہوگیا" "یہ مقصد خدا کی مہربانی سے بر آیا" "یہ بات تقدیر سے ہوگئی" لیکن یہ تمام خیالی چیزین ہین، اونکا اصلی سبب صرف اخلاقی روح ہے،

قومی زندگی کی بنیاد صرف اخلاق ہی کے ستون پر قائم ہی عقل اور دماغ کا اسمین [illegible] بہت کم ہی، روم من قوم اپنے تنزل و انحطاط کے زمانے مین عقلی حیثیت سے اپنے [illegible] کی نسبت زیادہ طاقتور رہتی تاہم چونکہ اپنی آبائی وراثت یعنی اخلاق [illegible] غرض اون تمام اخلاق کو جن کے ذریعہ سے اونکے آبا و اجداد نے ترقی کی تھی بالکل ہی [illegible]

Marfat.com

بالآخر تنزل کے غار مین گر پڑی۔

اخلاق ہی کی استواری نے ہندوستان کے تین کرور باشندون کو ساٹھ ہزار انگریزون کا غلام بنا دیا ہے، حالانکہ عقلی حیثیت سے ہندوستان مین بہت سے لوگ ہین جو انگریزون کے دوش بدوش کھڑے ہو سکتے ہین، بلکہ بعض کو فلسفیانہ مباحث مین اون پر ترجیح دیجا سکتی ہے، ہندوستان ہی کی تخصیص نہین بلکہ اخلاق ہی نے انگریزون کو آبادی دنیا کی اس عظیم الشان سلطنت کا حاکم بنا دیا ہے جس کی نظیر سے دنیا کی تاریخ خالی ہے۔

جماعت انسانی کا نظام، مذہب کی بنیاد، سلطنتون کا معیار، صرف اخلاق کی مضبوطی پر قائم ہے، عقل کو اوسمین کوئی دخل نہین، تمام قومین اخلاق ہی کے ذریعہ سے حسن حرکت کرتی ہین اور صرف غور و فکر کرنے سے دنیا کا کام نہین چلتا، لیکن ہر قوم اپنے مزاج عقلی کے موافق اپنا ایک

(۱) علم النفس کے علماء کے نتائج اعمال کی بے اثری اور کمی کا سبب یہ ہے کہ اونھون نے اپنی تحقیقات کو صرف عقلی مسائل سے محدود کر دیا ہے اور اخلاقی مباحث کی طرف سے آنکھین بند کر لی ہین، میری دانست مین صرف موسیو لیبان نے رسالہ اخلاق مین اخلاق کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے، اور بتایا ہے کہ صرف اخلاق ہی قومون کے مزاج عقلی کو پیدا کر سکتا ہے، ایک اور عالم موسیو ریبو نے بھی چند اوراق مین اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے، وہ کہتا ہے کہ "عقلی انقلابات مین ذہانت دوسرے درجہ کا انقلاب ہے، اصلی سنگ بنیاد صرف خلق ہے جب عقل غیر معمولی نشو و نما حاصل کر لیتی ہے تو اکثر اخلاق کو فنا کر دیتی ہے"، اس بنا پر اقوام نفسیہ کی بحث اور اونکے باہمی تقابل مین ہمیشہ اخلاق کو پیش نظر رکھنا چاہیے کیونکہ علم الاخلاق کی اہمیت کو نظر انداز نہین کیا جا سکتا، وہ ہر قوم کی تاریخ کا ماخذ ہے اس سے ہر قوم کے مدبرین کو راہ ہدایت ملتی ہے، اور اگر یہ شکل ہوتی کہ وہ کارخانون مین یا کتابون کے اوراق مین نہین ملتا، بلکہ اوسکی تحقیق کے لیے دفتر کے دفتر اولٹنے پڑتے ہین، اور مختلف قومون کے حالات سے واقفیت حاصل کرنی ہوتی ہے تو درحقیقت یہ نہایت عجیب بات ہوتی کہ علماء نے آجتک اس فن کو مدون نہین کیا بلکہ ہم کو علم النفس کے مصنفین جدید مین کوئی شخص ایسا نہین ملتا جس نے اسکی مزاولت کی ہو کیونکہ اب وہ پہلے مباحث کو چھوڑ کر علم التشریح اور فزیالوجی کی طرف زیادہ مائل نظر آتے ہین۔

Marfat.com

خاص نظام زندگی مرتب کرتی ہی اور اوس پر عمل پذیر ہوتی ہی، اس خصوصیت کی وجہ یہ ہی کہ ہر انسان پر اشیاء خارجی کا ایک خاص اثر پڑتا ہی اور اس مخصوص اثر کی بنا پر اسمین ایک خاص خیال اور ایک خاص احساس پیدا ہوجاتا ہی اور وہ اوسکے لیئے ایک خاص طریقۂ عمل مقرر کردیتا ہی، جو اُن لوگون سے بالکل مختلف ہوتا ہی جن کا مزاج عقلی اوس سے مختلف ہی اس سے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ باہم مزاج عقلی مین اختلاف رکھتے ہین وہ ایک دوسرے کی حقیقت سے واقف نہین ہوسکتے،

اخلاق کا یہی اختلاف قومی منافرت کا سنگ بنیاد ہی، اور جو لوگ تاریخ کا مطالعہ کرتے ہین جبتک اون کو یہ معلوم نہ ہو کہ ہر قوم احساس، عقل، اور عمل مین دوسری قوم سے مختلف ہوتی ہی، اور اس اختلاف کی بنا پر کوئی قوم دوسری قوم کی حقیقت کو صحیح طور پر نہین سمجھ سکتی. اون کا مطالعہ نتیجہ خیز نہین ہوسکتا، یہ سچ ہی کہ مختلف قومون کی زبانون مین بہت سے الفاظ مرادف ہوتے ہین لیکن باوجود اس اتحاد معنوی کے ساتھ یہ الفاظ ہر قوم کے دلمین جو جذبات وخیالات پیدا کرتے ہین، وہ باہم مختلف ہوتے ہین، قومی خیالات کے اختلافات کا صحیح اندازہ صرف اوس شخص کو ہوسکتا ہی جو غیر قومون کے ساتھ ایک مدت تک زندگی بسر کرے، اونکی زبان سیکھے اونہی کی سی تربیت پائے ان خیالات سے واقف ہونے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ مختلف قومون کے متمدن مرد اور عورت مین زناشوئی کے تعلقات پیدا کیے جائین، اس حالت مین عقلی حیثیت سے دونون مین عظیم الشان فرق نظر آئیگا، یعنے عورت جسقدر تعلیمی ترقی [illegible] دونون کے مزاج اور دونون کے احساسات مین اشتراک و اتحاد پیدا ہوتا جائیگا [illegible] ترتیب و تنظیم مین دونون [illegible] اتفاق نہوگا کیونکہ دونون کے مزاج عقلی مین [illegible] اختلاف ہی اسلئے اشیاء خارجی کا [illegible] پڑتا ہی، وہ دوسرے پر نہین پڑ سکتا،

Marfat.com

مزاج عقلی کے اسی اختلاف کی بناپر متمدن قومین اپنے تمدن وتہذیب کو غیر متمدن قومون مین منتقل نہین کرسکتین، جو لوگ دنیا مین صرف عقلی حکومت قائم کرنا چاہتے ہین اونکا خیال ہی تعلیم اس مشکل کو حل کردیگی، تمام دنیا نے اون کی رائے کو قبول کرلیا ہی، لیکن میرے نزدیک اس سے زیادہ مضر اور اس سے زیادہ بے اثر کوئی خیال نہین ہوسکتا، بے شبہہ ایک غیر متمدن آدمی اپنی فطری قوت حافظہ سے یورپ کے تمام علوم وفنون پر حاوی ہوسکتا ہے بے شبہہ ایک حبشی، یا ایک جاپانی نہایت آسانی کے ساتھ بیرسٹری کی سند حاصل کرسکتا ہی لیکن باایں ہمہ اوس پر ان علوم وفنون کا صرف سطحی رنگ چڑھ سکتا ہی جس سے اوسکا مزاج عقلی متاثر نہین ہوسکتا، اسلئے یورپین دماغون کے غور وفکر کا طریقہ، بالخصوص یورپین اخلاق وعادات اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم بھی اون مین نہین پیدا کرسکتی کیونکہ وہ صرف وراثت ہی کے ذریعہ سے پیدا ہوسکتے ہین، یہی وجہ ہی کہ ایک حبشی یا ایک جاپانی تمام ڈگریان حاصل کرنے کے بعد بھی اخلاقی حیثیت سے ایک معمولی یورپین کی بھی ہمسری نہین کرسکتا، وہ دس برس کی مدت مین اون تمام علوم وفنون کو حاصل کرسکتا ہی جنکو ایک انگریز حاصل کرتا ہی، لیکن وہ ہزار برس مین بھی عملی طور پر انگریز نہین بن سکتا، یہی وجہ ہی کہ جب کوئی قوم آسانی کے ساتھ اپنی زبان، اپنے عقائد، اور اپنے نظام زندگی کو بدلنا چاہتی ہی تو یہ تغیر صرف ظاہری اور سطحی ہوتا ہے البتہ جب وہ پہلے اپنی قوای دماغ مین تغیر پیدا کرلیتی ہی تو ان چیزون مین بھی حقیقی تغیر پیدا ہوجاتا ہے،

چوتھی فصل

قوموں کے افراد کے درمیان فرق مراتب

کوئی قوم جس قدر ترقی کرتی ہے اوسکے افراد میں اوسی قدر فرق مراتب پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر متمدن قوموں کے افراد قوائے عقلیہ میں مساوی الرتبہ ہوتے ہیں۔ قوموں کے فرق مراتب کا [illegible] صرف طبقۂ اعلیٰ کے باہمی موازنے سے ہو سکتا ہے۔ طبقۂ متوسط [illegible] میں فرق نہیں [illegible] افراد کے درمیان تمدنی ترقی سے یہ فرق مراتب روز بروز زیادہ ہوتا [illegible] نتیجہ ان اسباب نفسیہ کی بحث جو اس فرق [illegible] قوم کے افراد میں قوائے عقلیہ کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے لیکن [illegible] کم نظر آتا ہے۔ قانون قدرت ہمیشہ ترقی یافتہ [illegible] لیجاتا ہے۔ علم تشریح کے وہ مشاہدات جنسے [illegible] مراتب کی تائید ہوتی ہے۔

متمدن اور غیر متمدن قوموں کے درمیان صرف نفسانی [illegible] کی وہ فاصل حائل نہیں ہوتی، بلکہ جو عناصر ہر قوم کی تکوین کا مایہ [illegible] دونوں قومیں ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ غیر متمدن قوموں کے تمام افراد یعنی مرد اور عورت دونوں کی عقلی سطح قریب قریب یکساں [illegible] ہوتی ہے۔ [illegible]

Marfat.com

اسی وجہ سے اون مین وہ عام مساوات پائی جاتی ہے، جس کا خواب اس زمانے کے سوشلسٹ دیکھا کرتے ہین، لیکن ترقی یافتہ قومون کے افراد بلکہ انواع مین بھی اس حیثیت سے عظیم الشان فرق ہوتا ہے، لیکن ان قومون مین بھی چونکہ تمدن کا اثر طبقہ متوسطہ پر کم پڑتا ہے، اس لیے وہ اس فرق و امتیاز کا معیار نہین قرار دیا جا سکتا بلکہ اس فرق مراتب کا اندازہ صرف قوم کے طبقہ اعلیٰ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے،

چنانچہ چین، یورپ، اور ہندوستان کے طبقات عالیہ ہی مین یہ فرق مراتب زیادہ نظر آتا ہے، اور طبقہ متوسطہ مین اوس کی خفیف سی جھلک پائی جاتی ہی،

تمدن کو جس قدر ترقی ہوتی جاتی ہے، اوسی قدر اس فرق مراتب کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہی، بالخصوص اقوام متمدنہ کے افراد مین تو اس دائرہ کا محیط اور بھی زیادہ وسیع ہو جاتا ہی، اس لحاظ سے خلاف توقع تمدن انسان مین عقلی مساوات کی بجائے فرق اور امتیاز پیدا کرتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تمدن کے زمانہ مین عقلی مشاغل کا میدان وسیع ہو جاتا ہی، اور روز بروز یہ وسعت بڑھتی جاتی ہی، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو قوم یا جو طبقہ ان عقلی امور مین جس قدر زیادہ ترقی کرتا ہے اوسی قدر وہ دوسری قومون سے ممتاز ہوتا جاتا ہے،

مثال کے طور پر کسی صنعت کو لے لو تو وہ تم کو متمدن قومون کے معمولی طبقہ مین ایک ایسی محدود شکل مین نظر آئے گی، جس سے اون کی عقلی قوت کو ترقی کا کوئی موقع نہین ملتا بلکہ روز بروز اور بھی ضعیف ہوتی جاتی ہی، آج سے سو برس پہلے وہ شخص بڑا صناع خیال کیا جاتا جو گھڑی کے تمام پرزون کو بنا سکتا تھا لیکن اوسکی تمام عمر صرف اونھی چند پرزونکے تراشنے اور اونکے جلا دینے مین صرف ہو جاتی تھی، اور اس سے زیادہ اوسکو عقلی ترقی کا موقع نہین مل سکتا تھا

لیکن اس زمانے کے کارخانہ دارون اور انجنیرون کو اون معلومات اور اون تمام اکتشافات سے واقف ہونا پڑتا ہی جنکا آج سے سو برس پہلے وجود بھی نہ تھا، اس بنا پر مسابقت باہمی سے اون مین اولوالعزمی کا مادہ پیدا ہوتا ہی، اور اونکے ملکہ استنباط مین ترقی ہوتی ہے جسکا لازمی نتیجہ ایک دائمی ترقی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے، مختلف اقوام کے اس فرق مراتب کو ٹاکوِل نے ان الفاظ مین بیان کیا ہی،

"تقسیم عمل کا قانون جس قدر وسیع اور عام ہوتا جائیگا، اسی قدر صناع کی قوت [illegible] ضعیف قوت عقلیہ قوی ہوتی جائیگی، اور وہ دوسرے کا تابع ہوتا جائیگا، اسکا نتیجہ یہ ہے کہ صنعت و حرفت کو اس زمانے مین ترقی ہوئی ہے، اور صناع تنزل کی طرف مائل ہین، اور کاریگرون اور اون کے افسرون مین فرق بڑھتا جاتا ہی،

اگر تشبیہ و تمثیل کے ذریعہ سے اس فرق مراتب کو واضح کیا جا سکتا ہے تو [illegible] مین عقلی ترقی کے لحاظ سے متمدن قومون کو ایک ایسے منارے سے تشبیہ دیا سکتی ہی جس کا بلند ترین حصہ گویا قوم کا طبقہ اعلی ہی، اور کم درجہ کے لوگ ضخامت کے لحاظ سے اسکا [illegible] لیکن کنگرے کی چوٹی پر صرف علما و فضلا موجد ین مخترعین [illegible] ماہرین علوم و فنون [illegible] نظر آتی مین، فضلا کا گروہ اگرچہ قوم کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے نہایت مختصر [illegible] تمدنی ترقی مین عقلی سطح کا معیار صرف اسی مختصر گروہ کو قرار دیا جا سکتا ہے، سعیدی نے کس قدر سچ کہا ہی،

[illegible]

لہ [illegible]

ہوگئی۔ لیکن اگر دو سرکاری عہدہ دارونکو ضائع کردے تو خوش اخلاقی کی وجہ سے تمام فرانس کو
اس کا رنج ضرور ہوگا لیکن اس سے ملک کو نہایت خفیف نقصان پہونچے گا۔۔

بہرحال تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ قومون کے مختلف طبقات مین یہ فرق مراتب نہایت سرعت کے ساتھ وسعت اختیار کرتا جاتا ہے اور اگر قانون توارث اوسکی ترقی کی راہ مین حائل نہ ہوتا تو طبقۂ اعلیٰ اور طبقۂ ادنیٰ مین یہ فرق اسقدر نمایان نظر آتا جس قدر ایک یورپین اور حبشی بلکہ آدمی اور بندر کے درمیان نظر آرہا ہے۔ لیکن یہ فرق مراتب عام طور پر اس لئے محسوس نہین ہوتا کہ متعدد اسباب اوسکی وسعت مین خلل انداز ہوتے رہتے ہین، اولاً تو یہ فرق صرف قوائے عقلیہ مین نظر آتا ہے، نظام اخلاق یا تو کلیۃً اوس سے متاثر نہین ہوتا یا بہت کم ہوتا ہے، اسلئے قومی زندگی مین جس کا دارمدار صرف اخلاق پر ہے عام طور پر اوسکی نمایش نہین ہوتی، دوسرے یہ کہ اس زمانے مین جماعت اپنا نظام اپنے ہاتھ مین رکھنا چاہتی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہر جماعت اون لوگون سے سخت عداوت رکھتی ہے جو اوس پر تفوق و امتیاز حاصل کرنا چاہتے ہین۔ بلکہ ظن غالب تو یہ ہے کہ جب جماعت کا نظام مکمل ہو جائے گا تو وہ اون تمام قوائے عقلیہ کی بنیاد کو متزلزل کردیگی جو اوسکی راہ مین حائل ہوتے ہین، اور جب یورپ مین سوشلزم کی حکومت قائم ہوجائیگی تو شاید دنون مین ان برگزیدہ لوگون کا وجود بھی باقی نہ رہے گا، اس بنا پر عقلی فرق مراتب علانیہ محسوس نہین ہوتا لیکن یہ دونون سبب عارضی ہین کیونکہ اون کو تمدن نے پیدا کیا ہے جو خود ایک بدلنے والی چیز ہے، اسلئے یہ دونون سبب بھی اوسکے ساتھ ساتھ بدل سکتے ہین، اس عقلی تفوق و امتیاز کا سب سے اہم اور قدرتی سنگ راہ قانون وراثت ہے، جو کبھی اون افراد کو بالکل فنا کر دیتا ہے جو طبقۂ متوسطہ پر عقلی حیثیت سے تفوق و امتیاز رکھتے ہین، اور کبھی اونکو کھینچ تان کے طبقۂ متوسطہ کے برابر کر دیتا ہے چنانچہ قانون وراثت جن علماء کا دعویٰ

باعث رہا ہو وہ قدیم چیزوں کے مشاہدات سے اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ عقلی حیثیت سے جو طبقہ بلند رتبہ ہوتا ہو وہ رفتہ رفتہ فنا ہوجاتا ہو اور افراد پر فنا کا دورہ نہایت سرعت کے ساتھ جاری ہوتا ہو، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ انسان کو عقلی تفوق [illegible] ہوتا ہو جب انکی نسل ساحل فنا کے قریب آجاتی ہو اور اگر فضلاے قوم کو [illegible] افراد سے [illegible] کا نشوونما نہ حاصل ہوتا تو سرے سے انکا وجود ہی قائم نہ رہتا [illegible] ہر طبقہ کے [illegible] اشخاص کی ایک علیحدہ آبادی قائم کی جائے اور ان میں توالد تناسل کا سلسلہ جاری ہو انکے ذریعہ سے ایک ایسی بہترین نسل پیدا ہوگی جو [illegible] چند دنوں میں فنا ہوجائیگی [illegible] مصنوعی تدبیروں سے جو درختوں کو غیر معمولی نشوونما [illegible] ہوجاتی ہو وہ اگر اپنی اصل [illegible] پر چھوڑ دیے جائیں تو یا فنا ہوجائیں [illegible] موروثی حد تھی یعنی [illegible] امتیاز رکھتا ہو وہ ایک مصنوعی [illegible] واسطہ نہایت آسانی کے ساتھ [illegible]

اصل یہ ہو کہ ہر قوم کے [illegible] اخلاقی حیثیت سے ان سب کی [illegible] اس بنا پر اخلاق بلند نہیں ہوسکتے اس لحاظ سے ہر قوم [illegible] اخلاقی و عقلی [illegible] ڈالی جائے تو اسکی عقلی تمدن و قومیت [illegible] پایا جاسکیگا جو اسکے تمدن، تہذیب [illegible] تمدن و قومیت کا معیار صرف طبقہ [illegible] نہیں ہوتا [illegible] تمام قوم [illegible]

کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اور اخلاق کا مظہر صرف طبقۂ متوسطہ ہوتا ہے، اِس لئے قومی زندگی کا دارمدار صرف اسی طبقہ پر ہے،

اس تفصیل سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ عقلی فرق مراتب کو ہمیشہ ترقی ہوتی رہتی ہو لیکن نظام اخلاق کی حالت ہمیشہ یکسان رہتی ہو، اوسکا تمام تر تعلق طبقہ متوسطہ کے ساتھ ہو، اسلیے وہ ہمیشہ متوسط حالت مین قائم رہتا ہو اور اوس کو بہ تدریج ترقی ہوتی ہے،

اخلاق اگرچہ تمام قومون مین مشترک طور پر پایا جاتا ہو لیکن متمدن قومونمین اخلاقی طاقت کے ساتھ جب علمی قوت کی بھی آمیزش ہوجاتی ہو، تو ان دونون کی ترکیب وامتزاج سے تمدنی ترقی کا دور شروع ہوتا ہو، لیکن اس اختلاط وامتزاج کا اثر صرف تمدن ہی پر پڑتا ہو، اصل قوم اوس سے متاثر نہین ہوتی، اس لحاظ سے قوم کا اعلیٰ طبقہ ہمیشہ نیا اور پرانا ہوتا رہتا ہو کیونکہ طبقہ متوسط جو تغیر وتبدل سے محفوظ رہتا ہو اوس کو نیا اور پرانا بناتا رہتا ہو،

تشریحی تحقیقات سے بھی اس فرق مراتب کا ثبوت ملتا ہو،

بار بار کے مشاہدات وتجربات سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ انسان کی عقل اور اوسکی کھوپری کے حجم مین عظیم الشان تناسب پایا جاتا ہو، اگرچہ اس تناسب مین بعض افراد مختلف ہوتے ہین لیکن اوسکا وجود یقینی ہے،

متمدن اور غیر متمدن قومون مین جو چیز ما بہ الامتیاز ہوسکتی ہو، وہ صرف یہی نہین ہو کہ متمدن قومون کی کھوپریان بڑی ہوتی ہین، کیونکہ یہ تو معمولی درجہ کا فرق ہو، بلکہ ان دونون قومون مین اصلی فرق یہ ہو کہ متمدن قومون کا مغز اور بھیجا غیر متمدن قومون سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے اس لحاظ سے قومون کے درمیان فرق مراتب افراد کے لحاظ سے ہوتا ہو، قوم کے مجموعہ سے نہین ہوتا، کیونکہ غیر متمدن قومون کے سوا مختلف قومونکے افراد کی کھوپریون مین بہت زیادہ فرق نہین ہوتا

اگر ہم گذشتہ اور موجودہ زمانہ کے انسانونکی کھوپریونکا موازنہ کرین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جس قوم کے افراد کی کھوپریون کی ضخامت مین زیادہ فرق ہوتا ہی، وہی سب سے زیادہ متمدن ہوتی ہی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ تمدن کی ترقی مساوات عقلی نہین پیدا کرتی، بلکہ فرق و امتیاز پیدا کرتی ہی بالکل مساوات صرف غیر متمدن قومون کے افراد مین پائی جاتی ہی اور اس لحاظ سے وحشی قومون مین بہت کم فرق مراتب پایا جاتا ہی، لیکن اوس کاشتکار مین جو اپنی زبان کے تین سو الفاظ سے زیادہ نہین جانتا، اور اوس عالم مین جسکو اوس زبان کے لاکھ الفاظ ازبر ہین عظیم الشان فرق ہی۔

تمدن افراد مین جو فرق مراتب پیدا کردیتا ہی، بعینہ وہی فرق مرد اور عورت مین بھی نظر آتا ہی غیر متمدن قومون مین عقلی حیثیت سے تقریباً مرد اور عورت کی حالت یکسان ہوتی ہی، اور یہی حالت متمدن قومونکے کم درجہ فرقون کی بھی ہے، لیکن جسقدر تمدن ترقی کرتا جاتا ہی، فرق پیدا ہوتا جاتا ہی، مشاہدات سے ثابت ہوتا ہی کہ جس قدر تمدن کو ترقی ہوتی جاتی ہے اسیقدر مرد اور عورت کی کھوپریون کے حجم مین فرق ہوتا جاتا ہی یہانتک کہ اگر دو ہم عمر، ہم وزن، و مساوی القامت مرد اور عورت کی کھوپریون کا مقابلہ کیا جائے، تب بھی یہ فرق محسوس ہوگا لیکن یہ فرق غیر متمدن قومون کے مردون اور عورتون مین بہت کم نظر آتا ہی،

متمدن قومون کی عورتون کی کھوپری غیر مہذب قومونکی عورتون سے بہت کم بڑی ہوتی ہی، ہمکو صاف نظر آتا ہی کہ فرانس کے مردون کی کھوپری کا حجم و وزن بڑھتا جاتا ہی، لیکن وہان کی عورتون کی کھوپری قریب قریب چینی عورتون کی کھوپری کے برابر کالیدونیا کی عورتون کی کھوپری سے بہت کم بڑی ہوتی ہی۔

پانچوین فصل

تاریخی قومون کی پیدایش

تاریخی قومین کیونکر پیدا ہوئی ہین؟ وہ کونسے حالات ہین جو مختلف قومون مین اختلاط پیدا کرکے انکو ایک قوم بنا دیتے ہین؟ مختلف قومون کے مجموعہ مین ہر قوم کے افراد کی تعداد، انکی جسمانی و اخلاقی حالت کے اختلاف کا اثر، اس جدید قوم کی تولید کا نتیجہ، جدید پیدا شدہ قوم کے اختلاط کا سبب اس تولید قومی سے جو روحانی اخلاق پیدا ہوتے ہین انکا عدم استقلال، یہ اخلاق کیونکر مستحکم اور پایدار ہو سکتے ہین؟

قومون کی یہ تولید ایک نئی قوم کی پیدایش اور تمدن کے زوال کا سب سے بڑا سبب ہے مختلف گروہونکے نظام کی اہمیت، آب وہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر، آب وہوا و جغرافیانہ حالات کا اثر صرف اوس وقت پڑتا ہی جب کوئی قوم اپنے دور تکوین مین ہوتی ہی، اور اوسکے قدیم موروثی اخلاق کا شیرازہ درہم برہم ہو چکتا ہی، قدیم قومون پر اوسکا کوئی اثر نہین پڑتا مختلف مثالین، یورپ کی اکثر تاریخی قومین اپنے دور تکوین مین ہین، اسکے سیاسی اور تمدنی نتائج، تاریخی قومون کی پیدایش کا زمانہ سرعت کے ساتھ کیون گذر جاتا ہی؟

اوپر گذر چکا ہے کہ اس وقت دنیا کی متمدن اقوام مین حقیقی قومون کا وجود نہین ہے اس وقت صرف تاریخی قومین موجود ہین، جو فتوحات، سیاست، ہجرت، اور اس قسم کے دوسرے مختلف اسباب کے اثر سے پیدا ہو گئی ہین، اور اس لیے وہ مختلف نسل و مختلف الاصل افراد سے مرکب ہین، اب ہم

یہ بتانا چاہتے ہین کہ مختلف قومین باہم ملکر کس طرح ایک تاریکی اور متحد الاخلاق قوم بنجاتی ہین، لیکن اسکے پہلے یہ بتا دینا ضروری ہی کہ متعدد قومین ایسی ہین جو ایک ساتھ رہنے کے بعد بھی دوسری قوم سے بالکل الگ تھلگ رہتی ہین، اور اون مین کسی قسم کا اختلاط و امتزاج نہین پیدا ہوتا مثلاً جرمن، ہنگرین، اور سلافی قومین باوجودیکہ **اسٹریا** کے زیر حکومت ایک ہی ملک مین زندگی بسر کرتی ہین، لیکن اون مین ہر قوم دوسری قوم سے الگ ہی اور اون مین آج تک کسی قسم کا میل جول پیدا نہین ہوا۔ اسی طرح آئرش قوم اگرچہ **انگلستان** کی محکوم ہی لیکن اوس نے اپنی تمام قومی خصوصیات کو محفوظ رکھا ہی، اسکے بالکل برعکس نہایت پست درجہ کی قومین مثلاً آسٹریلین اور شمالی[1] وغیرہ متمدن اقوام مین جذب ہو جاتی ہین، کیونکہ تجربہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر غیر متمدن قوم مہذب قومون کے میل جول سے فنا ہو جاتی ہے،

اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ قومون کا اختلاط و اتحاد محض اتفاقی اجتماع کا نتیجہ نہین ہے بلکہ وہ ایک مستحکم اصول کا پابند ہی جس کے لیے تین شرطین لازمی ہین،

(۱) جن قومون کی ترکیب و امتزاج سے ایک جدید قوم پیدا ہونے والی ہی اونکے افراد کی تعداد مین بہت زیادہ تفاوت نہ ہونا چاہیے،

(۲) اون کے اخلاق مین بہت زیادہ تفاوت نہین ہونا چاہیے،

(۳) ایک طویل زمانہ تک انکو ایک ہی آب و ہوا مین زندگی بسر کرنی چاہیے،

لیکن ان تمام شرائط مین پہلی شرط سب سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ ہم صاف دیکھتے ہین کہ اگر چند یورپین حبشیون کے درمیان اقامت اختیار کرین تو [illegible] ہو جامین گے اون کی اولاد کی [illegible] یورپین خون کا کوئی اثر باقی نہ رہیگا اسی بنا پر

له باشندان [illegible]

بہت سی فاتح قومین اون مفتوح قومون کے اندر جذب ہوگئین جنکی تعداد فاتح قوم سے زیادہ تھی،
اہل عرب مصر مین اپنے تمدن، اپنی صناعی، اور اپنی زبان کے بہت سے یادگار آثار چھوڑ آئے
لیکن قلت تعداد کی وجہ سے وہان اپنے خون کا ایک قطرہ بھی نہ چھوڑا،

دوسری شرط بھی خاص اہمیت رکھتی ہے، اگرچہ بظاہر دو مختلف الاخلاق قومون مین
اختلاط و امتزاج پیدا ہو سکتا ہے، یہان تک کہ حبشی اور یورپین بھی باہم مل سکتے ہین لیکن اس
حالت مین جو قوم پیدا ہوتی ہے وہ نہایت غیر متمدن اور غیر مہذب ہوتی ہے، نہ وہ خود کوئی تمدن
پیدا کر سکتی، نہ کسی تمدن کو قائم رکھ سکتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ دونون قومون کا یہ اختلاف
دونون کے نظام اخلاق کو درہم برہم کر دیتا ہے، اسلیے وہ قوم جو اس قسم کے اجزا مختلفہ سے
پیدا ہوئی ہے، جب کسی تمدن کی وارث ہوجاتی ہے، تو اوسکو دفعتہً برباد کر دیتی ہے، چنانچہ
سان ڈومنیح[1] کے باشندون کے حالات سے اسکی تائید ہو سکتی ہے، اسکے بخلاف اگر دو متمدن قومین
اخلاقی حیثیت سے تشابہ ہو تو اونکی ترکیب تمدنی ترقی کا سب سے قوی اور موثر سبب
بنجاتی ہے، امریکہ مین جرمنون اور انگریزون کے اسی اختلاط نے اسقدر اعلیٰ درجہ کا
تمدن پیدا کر دیا ہے، لیکن اگر دونون قومون مین اس قسم کی ہمرنگی نہ پائی جائے تو
اون کے اختلاط سے بدترین نسل پیدا ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ جن قومون مین سپید اور سیاہ رنگ
کے انسانون کی مخلوط نسل زیادہ ہے اونمین ہمیشہ مطلق العنانی پائی جاتی ہے، اور صرف ایک پنجۂ
فولادی ہی اونکو قابو مین رکھ سکتا ہے، برازیل[2] جس مین سپید رنگ کے انسانون کی تعداد
... سے زیادہ نہین، اس نتیجہ کو دنیا کے سامنے نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرنے وا...

---

[1] اس نام کی تصحیح نہ ہو سکی،

[2] BRAZIEL جنوبی امریکہ کی سب سے بڑی ریاست ہے نظام حکومت جمہوری ہے اور ۰۰۰۰۰۰۰ کی آبادی ہے

آگاسیز[1] نے یہ بالکل صحیح رائے قائم کی ہے کہ

"قوموں کے اختلاط سے جو انقلاب پیدا ہوتا ہے، وہ ایک سیاح کو نا قابل انکار طریقہ پر ازل

میں ہر جگہ سے زیادہ نمایاں نظر آئے گا، یہ اتحاد آمیز اختلاط یورپین حبشی اور ہندو قوم کے

تمام محاسن کو یکساں طور پر برباد کر رہا ہے اور عقلی اور جسمانی حیثیت سے ایک ایسی کمزور

نسل پیدا کر رہا ہے جو دائرۂ بیان سے خارج ہے"

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کا قومی اختلاط ہر قوم کے جسمانی اور عقلی مزاج کو بدل دیتا ہے

اور صرف وہی ایک ایسی چیز ہے جسکے ذریعہ سے قوم کے اصلی اخلاق میں تغیر پیدا کیا جا سکتا ہے

اخلاق ایک موروثی چیز ہے، اور وراثت کو صرف وراثت ہی [illegible] سکتی ہے،

اسلئے جب دو قوموں کے امتزاج و اختلاط پر ایک زمانہ گذر جاتا ہے، تو [illegible] اثر سے ایک

جدید قوم پیدا ہو جاتی ہے جو جسمانی اور روحانی اوصاف کے لحاظ سے بالکل [illegible]

ہوتی ہے، ابتدا میں اس طریقہ سے اخلاق کی تولید تدریجاً ہوتی ہے اور [illegible]

ظاہر ہوتا ہے، لیکن جب اسطرح ایک زمانہ گذر جاتا ہے اور [illegible] موروثی ہو [illegible]

استحکام پیدا ہو جاتا ہے، دو نون قومون کے اختلاط کا پہلا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ دونون کی [illegible]

اون احساسات و خیالات کو فنا کر دیتا ہے جنکی تہ مین قومی قوت کا [illegible] رہتا ہے

اور جنکے بغیر کوئی قوم زندہ نہین رہ سکتی، قومی زندگی [illegible]

کیونکہ یہ نشوونما کا زمانہ ہوتا ہے [illegible] زندگی نہایت [illegible]

قومون پر یہ دور گذر چکا ہے، یورپ کی ہر قوم کا [illegible] بنیاد [illegible]

رکھا گیا ہے، اور وہ [illegible] فرق و امتیاز [illegible]

---

[1] اس امر کی تحقیق ہو چکی [illegible]

Marfat.com

متحدہ نظام اخلاق مکمل نہ ہوجائیگا، یورپ مین یہ کشمکش قائم رہے گی،

ان تمام مباحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہو کہ نئی قومون کی پیدائش اور پرانی قومون کے زوال کا اصلی سبب مختلف قومون کی یہی آمیزش ہو، اور اس لحاظ سے جو متمدن قومین اپنے آپ کو اجنبیون کی آمیزش سے الگ تھلگ رکھتی ہین، وہ نہایت دوراندیش ہین اگر قومی تعصب نے آریون کی قومیت کو محفوظ نہ رکھا ہوتا تو جس زمانہ مین اینے آج سے تین ہزار برس پہلے انکی ایک مختصر تعداد نے ہندوستان پر حملہ کیا تھا اُسی وقت انکا قومی نظام درہم برہم ہوجاتا، اور د سیاہ فام قوم اونکو نگل گئی ہوتی جو چارون طرف سے اونکا احاطہ کئے ہوئے تھی اسلئے آج جزیرہ نمائے ہند مین تمدن کا وجود نظر نہ آتا، اگر انگریز اس معاملہ مین سہل انکاری سے کام لیتے تو ہندوستان کی سلطنت اونکے ہاتھ سے کب کی نکل چکی ہوتی، غرض یہ ممکن ہو کہ کوئی قوم اپنے تمام مشخصات کو کھودے، سخت ترین مصائب مین مبتلا ہوجائے، اور پھر اپنی قدیم مردہ قوتون کو زندہ کرکے دوبارہ اپنی ہستی کو قائم کرلے لیکن یہ بالکل ناممکن ہو کہ کوئی قوم اپنی روح کو فنا کرکے دوبارہ خواب مرگ سے بیدار ہوجائے،

جب کسی قوم کے تمدن کو زوال ہونے لگتا ہو اور وہ طوعاً یا کرہاً جنگجو قومون کا شکار بن جاتی ہو، تو اوس وقت اس اختلاط کا اثر نمایان ہوتا ہو، یعنے اوسکا قدیم اخلاق فنا ہوجاتا ہے اوسکی جگہ جدید اخلاق پیدا ہوجاتے ہین، اب قدیم قومی روح کے فنا ہونے سے قدیم تہذیب کی بنیاد بالکل متزلزل ہوجاتی ہو اور جدید تمدن کیلئے میدان صاف ہوجاتا ہے،

جب کوئی جدید قوم ان ادوار مختلفہ سے گذر کر اپنے دور تکوین مین داخل ہوتی ہو تو تیسری شرط یعنے آب وہوا اور مقامی خصوصیات کا اثر ظاہر ہوتا ہو، قدیم قومین اگرچہ اس سے بہت کم متاثر ہوتی ہین لیکن جدید پیدا ہونے والی قوم پر ان حالات کا شدت سے

Marfat.com

ساتھ اثر پڑتا ہی، کیونکہ اس اختلاط کے ذریعہ سے اونکے قدیم اخلاق بالکل برباد ہوجاتے ہین، اور جدید اخلاق کی نشوونما اور استحکام کے لیے راستہ صاف ہوجاتا ہی، اسلیے اس خالی زمین آب وہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر نہایت آسانی کے ساتھ پڑجاتا ہی، اور اوس وقت ہر قوم کی پیدایش کا زمانہ ختم ہوجاتا ہی چنانچہ فرینچ قوم اسی طرح پیدا ہوئی ہی، لیکن اس اثر مین مختلف حالات کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہی، اور اسی وجہ سے اسکے متعلق علما مین سخت اختلاف پیدا ہوگیا ہی، لیکن ہماری رائے مین جو قومین اپنے دور تکوین مین ہوتی ہین، اونپر یہ اثر نہایت شدت کے ساتھ پڑتا ہی، اور جو قومین قدیم اور موروثی اخلاق کی مالک ہین اون پر اسکا مطلق اثر نہین ہوتا،

اخلاقی حیثیت سے جغرافیانہ حالات کی بے اثری خود یورپ مین تمدن سے ظاہر ہوتی ہی، ایک مدت سے مشرقی قومون کے ساتھ ہمکو اختلاط حاصل ہی لیکن ہمارے تمدن نے اونپر مطلق اثر نہین کیا چنانچہ جو چینی ولایات متحدہ مین اقامت گزین ہین اونکی اخلاقی حالت سے یہ بے اثری مشاہدہ نظر آتی ہی، اور مادی اور مقامی حیثیت سے بھی اسکا اثر بہت کم پڑتا ہی، یہی وجہ ہی کہ کوئی قوم اجنبی ملک مین بمشکل زندگی بسر کرسکتی ہی، عام طور پر نظر آتا ہی کہ جب کوئی آدمی، کوئی جانور اور کوئی پودا اپنے وطن سے غیر ملک مین جاتا ہی تو فنا ہوجاتا ہی، تقریباً دس قومون نے مصر کو فتح کیا، اور وہ آج ان تمام قومون کا مقبرہ بنا ہوا ہی، لیکن کوئی فاتح قوم وہان اقامت گزین نہوسکی، [illegible] ایرانی، عرب، ترک سبھی [illegible] لیکن کسی نے اپنی [illegible] مین اپنے خون کا [illegible] مقامی [illegible] نمونہ [illegible] جس کا [illegible] بتاتا ہی [illegible] نسل سے [illegible] سے اوسکی [illegible] بہترین نمونہ [illegible] رہا ہین،

یورپ کی تمام بڑی بڑی تاریخی قومین [illegible] دور تکوین مین ہین اور اسلیے

Marfat.com

انگریزون کے سوا مغرب کی ہر قوم کا نظام اخلاق اب تک نامکمل ہی، صرف انگریزی قوم ایک ایسی قوم ہی جس کے اخلاق مستحکم ہو چکے ہین، چنانچہ برٹن، سکسن، نارمندی گروہ کی تمام اخلاقی خصوصیات مٹ گئی ہین اور اون کے بجائے ایک جدید متحدہ نظام اخلاق قائم ہو گیا ہی فرانس کے مختلف طبقات مین ابتک نمایان فرق و امتیاز موجود ہی، فرانس کے علاوہ اگرچہ دوسرے ممالک مین ایک متوسط طبقہ پیدا ہو گیا ہے، لیکن افسوس ہی کہ اس طبقے کے خیالات اور اخلاق مین بھی فرق نظر آتا ہی، اور اس لحاظ سے کوئی ایسا جامع دستور العمل بہ مشکل بنایا جا سکتا ہی جو ہر ایک کیلئے موزون ہو، اگر سلطنت کا زور نہ ہوتا تو وہ لوگ بہت سی عقلی باتون مین بھی باہم متحد نہ ہوتے، اہل فرانس کے احساسات، معتقدات، اور سیاسیات مین جو اختلاف نظر آتا ہی، وہ مزاج عقلی کے اسی اختلاف کا نتیجہ ہی، لیکن ان تمام اختلافات کو صرف زمانہ ہی کا پرزور ہاتھ مٹا سکتا ہی،

جن قومون مین باہم کشمکش پیدا ہوتی ہی، اون سب کا یہی حال رہ چکا ہی، اونکے تمام منازعات و اختلافات کا سرچشمہ مزاج عقلی کا یہی اختلاف تھا، اس لئے جب ان قومونکی نسل نے وسعت حاصل کی تو ان مختلف المزاج لوگون کا ایک جھنڈے اور ایک قانون کے تحت مین رہنا سخت مشکل ہو گیا، دنیا کی تاریخ بتاتی ہی کہ جن لوگون نے اس قسم کی مختلف المزاج قومون پر حکومت کرنا چاہا ہی وہ خود مٹ گئے ہین، تمام موجودہ قومون مین صرف انگریزون اور ہالینڈ کے باشندون کے آگے ایشیا کی مختلف قومون نے اپنی گردنین جھکا دی ہین، لیکن اونکو یہ کامیابی صرف اسلئے حاصل ہوئی ہی کہ اونھون نے کسی قوم کے مذہب اور اخلاق سے کسی قسم کا تعرض نہین کیا ہی بلکہ اونکو اس قسم کی آزادی عطا کی ہی، جسکی وجہ سے گویا وہ خود اپنے اوپر حکومت کر رہی ہین، حکومت کا اثر صرف ٹکس، تجارت اور امن و امان تک محدود ہی، مذہب اور اخلاق پر اسکا کوئی اثر نہین ہی، لیکن مسامحت او بے تعصبی کی ان مستثنی اور قلیل الوجود مثالون کے سوا کوئی ایسی عظیم الشان سلطنت جو مختلف قومیہ

Marfat.com

مشتمل ہو، بجز قوت کے قائم نہین رہ سکتی اور قائم ہونے پر بھی قوت کے زوال پذیری کے ساتھ ہمیشہ فنا ہوجانے کے خطرہ مین مبتلا رہتی ہی،

ہر جدید قوم کے عناصر متحدہ مین جب تک بہ تدریج امتزاج نہ پیدا ہوجائے جب تک اون مین ایک طویل اختلاط نہ ہو، جبتک وہ ایک آسمان کے نیچے مدتون زندگی نہ بسر کرلین جبتک وہ ایک ہی قسم کی آب وہوا سے اثر پذیر نہ ہون، جبتک وہ ایک ہی نظام اور ایک ہی عقیدہ کی پابند نہ بنائے جائین، اوسوقت تک وہ قوم جدید قوم نہین بن سکتی لیکن جب یہ تمام آئین جمع ہوجاتی ہین تو ایک زمانہ کے بعد ان تمام اجزا کی ترکیب سے ایک مستقل قوم پیدا ہوجاتی ہی،

دنیا کی عمر جس قدر طویل ہوتی جائیگی اوسیقدر ہر قوم کا رسوخ، واستحکام ترقی کرتا جائیگا، اور اختلاط واتحاد کے تدریجی اثر سے اون مین بہت کم تغیر پیدا ہوگا، انسانیت جب اپنی زندگی کا ایک دور ختم کریگی، اوس وقت موروثی موثرات کے اثر سے گرانبار نظر آئیگی اور اپنی اصلی حالت کا بدلنا اوسکے لیئے محال ہوجائیگا، اور اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ یورپ کی تاریخی قومون کا دور زندگی اب عنقریب گذر جانے والا ہے،

Marfat.com

دوسرا باب

تمدنی عناصر مین قومون کے اخلاق کا ظہور

پہلی فصل

تمدنی عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین

تمدن کے عناصر ہر قوم کی خارجی روح کے مظاہر ہین، اقوام کے اختلافات سے ان عناصر کی اہمیت کا اختلاف، اس اہمیت کے لحاظ سے بعض وقات فنون لطیفہ، آداب رسوم وغیرہ کا قومی حیثیت سے پہلا درجہ ہوتا ہی، زمانۂ قدیم مین مصری، یونانی، اور رومن قومون کے ذریعہ سے اسکی مثال. فنون لطیفہ کے ذریعہ سے مثال، فنون لطیفہ کس چیز پر دلالت کرتے ہین؟ تمدن کا صرف ایک عنصر تمدنی ترقی کی دلیل نہین ہوسکتا، تمدن کے وہ عناصر جن کی ترقی کے کسی قوم مین بکثرت اسباب پیدا ہوگئے، یہ تمدنی عناصر بعض اوقات فلسفیانہ حیثیت سے نہایت کم درجہ رکھتے ہین لیکن اجتماعی حیثیت سے اونکی قدر وقیمت بہت زیادہ ہوتی ہی؛

تمدن کے عناصر جیسے زبان، نظام سیاست، عقائد، خیالات، فنون لطیفہ ادبیات، ہر قوم کی روح کا مظہر خارجی ہوتے ہین لیکن ہر قوم اور ہر زمانے مین وہ ایک ہی طریقہ سے اس پر دلالت نہین کرتے، فنون لطیفہ مین آج جو کتابین لکھی جاتی ہین تقریبًا اون سب مین یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ تمام صناعیان اوس قوم کے خیالات کی ترجمان ہین جنھون نے انکو ایجاد کیا ہی اور نیز یہ کہ اونھی کے ذریعہ سے اون کے تمدن کا اندازہ کیا جا سکتا ہی،

بے شبہہ اکثر اوقات واقعات سے بھی اسکی تائید ہوتی ہی لیکن اسکو کوئی کلیہ نہین قرار

دیا جا سکتا، کیونکہ کسی قوم کی عقلی ترقی کے لئے فنون لطیفہ کوئی لازمی چیز نہیں ہیں، دنیا مین بعض قومونکی تمدنی ترقی کا دیباچہ زرین اگرچہ صرف فنون لطیفہ کو قرار دیا جا سکتا ہے، لیکن بعض قومین ایسی بھی ہین جن کے اعلیٰ تمدن مین فنون لطیفہ کو کوئی اہمیت حاصل نہین ہے، اگر ہم ان تمام تمدنی عناصر مین صرف ایک ایک عنصر کے اعتبار سے ہر قوم کے تمدن کی تاریخ مرتب کرنا چاہین، تو ہم کو ہر قوم کی تاریخ مین ایک خاص عنصر کو نمایان کرنا پڑے گا، کسی کے ساتھ فنون لطیفہ کو تخصیص ہوگی کہین فوجی زندگی کی ہنگامہ آرائیان نظر آئینگی، کہین تجارت کی گرم بازاری کا تماشہ نظر آئیگا، غرض ہر قوم کا الگ الگ تمدنی کارنامہ قرار دینا پڑیگا لیکن سب سے پہلے ہمکو اسی مسئلہ پر بحث کرنی چاہئے کیونکہ اس سے اون اسباب کا پتہ چلسکتا ہے جن کے ذریعہ سے تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہو کر مختلف قالب اختیار کر لیتے ہین اور اون مین نمایان فرق پیدا ہو جاتا ہے،

تمدنی عناصر کی نشو و نما کے لحاظ سے قدیم مصری اور رومن قومون کے درمیان یہ فرق اس شدت کے ساتھ نظر آتا ہے کہ ایک ہی عنصر کی مختلف شاخون مین یہ اختلاف محسوس ہوتا ہے، چنانچہ مصری قوم کی تمدنی ترقی مین لٹریچر اور نقاشی کا درجہ بالکل پست تھا، اور اونکی قوت خیال صرف فن تعمیر اور بت تراشی مین اپنا کمال دکھاتی تھی، اس زمانہ کو ان کی عظیم الشان عمارتون پر ناز تھا، اور وہ ہمارے لئے فن بت تراشی کے بہت ایسے اعلیٰ ترین نمونے چھوڑ گئے ہین جن کو اس فن کی ترقی کا ایک اعلیٰ معیار قرار دیا جا سکتا ہے[1] یونانیون نے بے شبہہ ان پر اس حیثیت سے تفوق حاصل کر لیا تھا، لیکن اس تفوق کا زمانہ نہایت مختصر اور محدود تھا، مصریون کی [illegible] صرف رومن قوم ہو سکتی ہے، جس نے تاریخ مین ایک یادگار زمانہ چھوڑا ہے، نقاشی اور [illegible] کے لئے اس قوم کے سامنے فنون لطیفہ کے اعلیٰ ترین نمونے اور اعلیٰ ترین مثالین موجود تھین [illegible]

[1] اس وقت بھی [illegible] ان نمونون کے چند نامی تماشے بین جنکو نامانوس ہونے کی وجہ سے [illegible]

زمانہ مصریون اور یونانیون کے زمانے سے بالکل قریب تھا لیکن باانیہمہ اوس نے اپنے لیے
کوئی خاص صنعت ایجاد نہین کی دنیا کی تمام قومون مین فنون لطیفہ کی اختراعات کے لحاظ
صرف رومن قوم سب سے زیادہ گمنام ہے کیونکہ اوسکو انکے ساتھ مطلق اعتنا نہ تھا اور وہ اونکی
طرف صرف مالی فوائد کی غرض سے توجہ کرتی تھی اسلئے اونکو سونا، چاندی، عطر اور مصالح کی
طرح ایک تاجرانہ چیز سمجھتی تھی، وہ اگرچہ ترقی کی معراج کمال کو پہونچ گئی تھی لیکن اوسکی کوئی
خاص ملکی صنعت نہ تھی، یہان تک کہ جب اوسکی سلطنت کو استحکام حاصل ہو گیا، مال و دولت کی
ہو گئی، خود اوسکو آرائش اور زیب و زینت کا شوق پیدا ہو گیا، اور اس ذریعہ سے دیکھے
جذبات کسی قدر متاثر ہوئے، جو فنون لطیفہ کے بال و پر ہین، تو اس عالم شوق مین بھی
وہ یونانیون کی دست نگر رہی، اور اونہی کے نمونون، اور اونہی کے کاریگرون کے
اوس نے اپنے شوق کو پورا کیا، اس لحاظ سے اگر ہم روما کے فن تعمیر اور فن سنگ تراشی
تاریخ لکھنا چاہین تو وہ یونانی فنون لطیفہ کی تاریخ کی ایک فصل ہو گی لیکن اسی قوم نے
فنون لطیفہ مین اسقدر کم مایہ تھی تمدن کے دوسرے عناصر کو آسمان تک پہونچا دیا، اوس
ایک ایسا باقاعدہ فوجی نظام قائم کیا جس نے تمام دنیا کو اوسکا حلقہ بگوش بنا دیا اوس
سیاست اور قضاوت کے وہ اصول قائم کیے جنکی ہم آج تقلید کر رہے ہین، اوس نے ایک
ایسا لٹریچر پیدا کر دیا جس سے ہم مدتون سبق لیتے رہے، اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ
عناصر کی نشو و نماد متمدن قومون مین مختلف طور پر ہوتی ہے اور اس لئے تمدن کو صرف
ایک عنصر یعنی مثلاً فنون لطیفہ مین محدود کر دینا سخت غلطی ہے مصری قوم نے اگرچہ تمام فنون
لطیفہ کو حد اعجاز تک پہونچا دیا تھا لیکن نقاشی اور لٹریچر مین اوسکا درجہ نہایت پست
اسیطرح رومن قوم نے باوجودیکہ لٹریچر، نظام فوج، اور نظام سیاست کو دنیا کے

انئے آب و رنگ کے ساتھ پیش کیا تھا، تاہم فنون لطیفہ کی دوسری شاخوں مین اوس نے بہت
م ترقی کی تھی،

اِس موقع پر یونانیون کا ذکر کرنا بھی ضروری ہی کیونکہ وہ ایک ایسی قوم ہی جس نے
مدن کے مختلف عناصر کو نہایت ترقی دی تھی، ہومر کے زمانے مین یونانی فن ادب نے اسقدر
بول عام حاصل کیا تھا کہ اوسکی نظمین صدیون تک یورپ کی یونیورسٹیون کے تعلیم یافتہ نوجوانون
ے لیئے آب حیات کا کام دیتی رہین، لیکن آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس زمانے کی جو عمارتین
ظاہر ہوئی ہین وہ بالکل وحشیون کی عمارتون سے مشابہ معلوم ہوتی ہین، اور اوس سے ثابت
ہوتا ہی کہ یونانی طرز عمارت مصری اور اشوری طرز عمارت کا بگڑا ہوا خاکہ ہے،

تمدنی عناصر کی نشو و نما کا یہ اختلاف سب سے زیادہ ہندو قوم کے اندر نظر آتا ہی، ہندون نے
ن تعمیر کو اس درجہ تک پہونچا دیا تھا کہ دنیا کی کسی قوم مین اوسکی نظیر بہت کم ملسکتی ہی، اونھون نے فلسفہ کو
سقدر ترقی دی تھی کہ یورپ کہین آج جاکر اوسکے درجہ کو پہونچا ہی، ڈرامہ مین اگرچہ انھون نے
یونانیون اور رومیون کا درجہ حاصل نہین کیا تھا، تاہم اونکا لٹریچر اس قسم کے قطعات و قصاید کا
کافی سرمایہ رکھتا تھا، جن پر بڑے بڑے انشاپرداز ناز کرسکتے ہین لیکن بالکل اسکے برعکس وہ
مصوری مین یونانیون سے بہت پیچھے تھے، بلکہ تحقیق و تنقید اون مین کلیتہً معدوم تھا، اونکو تاریخ اور
دوسرے علوم مین بالکل دسترس نہ تھی، اونکے علوم کی وسعت طفلانہ خیالات سے زیادہ نہ تھی
تاریخ مین چند سخیفانہ قصون کے سوا ذخیرہ کچھ نہین تھا، اسلیئے اگر کا دکو سے
محدود رکھا جائے تو ہندو قوم کی تمدنی ترقی کا صحیح اندازہ نہین ہوسکتا،

اِن مثالون کے علاوہ اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے اور مثالین بھی پیش کی جاسکتی
ہین، دنیا مین بہت سی قومین ایسی گذری ہین جنھون نے اگرچہ اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقی نہین کی

Marfat.com

تھی، تاہم اونھون نے فنون لطیفہ مین اسقدر امتیاز حاصل کیا تھا کہ گذشتہ قومون کو اس حیثیت سے
اون کے ساتھ کوئی نسبت نہ تھی، چنانچہ اہل عرب نے جب یونانی اور رومن قوم کو پامال کردیا تو اونھون
نے چند ہی دنون مین بیزنٹائن عمارتون کی صورت اسقدر بدلدی کہ اگر قدیم عمارتین موجود
نہ ہوتین تو یہ معلوم ہی نہین ہوسکتا کہ عرب کے فن تعمیر کا اصلی ماخذ درحقیقت یہی عمارتین تھین،

بعض قومین ایسی بھی گذری ہین، جنکو فنون لطیفہ اور فن ادب مین معمولی درجہ کی مہارت
بھی نہ تھی، لیکن باانیہمہ تمدنی حیثیت سے اونکا پایہ نہایت بلند تھا چنانچہ فنیقی قوم اسی قسم کی متمدن
قوم تھی، اوس نے تمدن کی تمام شاخون مین سے صرف تجارت کو ترقی دی تھی اور
اوس کے ذریعہ سے دنیائے قدیم کے ایک سرے کو دوسرے سے باہم ملادیا تھا، لیکن خود اوس نے
کوئی چیز ایجاد نہین کی تھی، اوسکی تمام تاریخ تجارتی گرم بازاری کے کارنامون سے لبریز
اسکے بالکل برعکس بعض قومین ایسی بھی ہین جنکے یہان تمدن کے تمام عناصر نہایت پست
حالت مین تھے لیکن اوس نے فنون لطیفہ مین اعلی درجہ کی ترقی کی تھی، اسکی بہترین مثال
مغلون کے کارنامہائے زرین سے ملسکتی ہے، چنانچہ وہ ہندوستان مین جو عمارتین اپنی یادگار
مین چھوڑ گئے، اون مین ہندوستانی فن تعمیر کا شائبہ بھی نہین پایا جاتا، بلکہ اونمین ایک ایسی تازگی
جدت طرازی پائی جاتی ہے کہ ماہرین فن تعمیر نے اونکو صنائع انسانی کی بہترین مثال تسلیم کیا،
لیکن باانیہمہ مغل قوم کو اعلی درجہ کی متمدن قومون مین شمار نہین کیا جاسکتا،

اس سلسلہ مین ہم کو ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ اعلی درجہ کی متمدن قومین عین
تمدنی ترقی کے زمانے مین فنون لطیفہ نے اسقدر برگ وبار نہین پیدا کئے تھے، بلکہ وہ زیادہ تر دور
وحشت کی یاد کو تازہ کرتے ہین، مصریون اور ہندؤن نے جو عظیم الشان عمارتین تعمیر کی تھین
اون کے دور قدیم کی یادگارین تھین، یورپ مین گاتھک طرز تعمیر قرون وسطی مین ایجاد ہوا تھا

تمام یورپین قومین وحشیانہ حالت مین تھین، حالانکہ اس طرز کے نمونے آج تک بے مثل خیال کیے جاتے ہین، ان اسباب کی بنا پر کسی قوم کی تمدنی ترقی کا اندازہ صرف فنون لطیفہ کی ترقی سے نہین لیا جاسکتا کیونکہ اوپر گذر چکا ہی کہ وہ تمدن کا صرف ایک عنصر ہی، اور اوسکی نسبت بھی یہ ثابت نہین کیا جا سکتا کہ وہ تمدن کا کوئی اعلیٰ ترین جزو ہی، بلکہ اکثر اعلیٰ درجہ کی متمدن قومون کے تمدنی عناصر مین وہ سب سے کم درجہ کا عنصر نظر آتا ہی، چنانچہ گذشتہ قومون مین رومن اور موجودہ قومون مین امریکن قوم کو اسکے ثبوت مین پیش کیا جا سکتا ہی، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ فنون لطیفہ اور علم ادب کے شباب کا زمانہ ہر قوم کے بچپن یا آغاز شباب کے زمانے مین آتا ہی، کسی قوم کی پختگی اور کامل نشو و نما کی حالت مین ان چیزون کو اس قدر ترقی نہین ہوتی،

اصل یہ ہی کہ بہت سے ایسے موانع و عوائق پیدا ہو جاتے ہین جنکی وجہ سے دوسرے تمدنی عناصر کی ترقی کے ساتھ ساتھ فنون لطیفہ کی ترقی دائمی طور پر لازمی نہین ہوتی، اس بنا پر کسی تمدن کی ترقی کی دلیل نہین قرار دیے جا سکتے، ہم کو یہ علانیہ نظر آتا ہے کہ جب فنون لطیفہ ترقی کے ایک خاص درجہ تک پہنچ جاتے ہین، یعنے جب ذہن عجوبگی اور جدت طرازی پیدا ہو جاتی ہی، تو دفعتہ اون مین انحطاط شروع ہو جاتا ہی اور یہ انحطاط تمدن کی دوسری شاخون کی رفتار کا تابع نہین ہوتا، یہ کلیہ کسی قوم کے ساتھ مخصوص نہین ہی، مصر، یونان اور یورپ کی مختلف قومون مین اسکا عالمگیر اثر نظر آتا ہی، اور جب تک کوئی سیاسی شورش نہ پیدا ہو، یا قوم کسی جدید مذہب کو قبول نہ کرلے، یا کوئی ایسا اہم واقعہ نہ پیدا ہو جسکے اثر سے فنون لطیفہ متاثر ہو جائین، اوسوقت تک یہ انحطاط مستمر طور پر جاری رہتا ہی، چنانچہ قرون وسطی مین جب صلیبی لڑائیون نے یورپ کو جدید علوم و فنون، اور جدید افکار و خیالات سے آشنا کیا، تو اونکی جدت طرازیان فنون لطیفہ مین بھی نظر آئین، اور رومانی طرز کے تمام

قالب مین ظہور کیا، اسکے چند صدیون کے بعد علم ادب کا وہ دور گذر گیا، جو یونانی اور رومن نشاپردازی کے مجموعی اثر کا نتیجہ تھا، اور اسکے ساتھ فنون لطیفہ نے گاتھک وضع کو چھوڑ کر موجودہ روش اختیار کی اسی طرح جب عرب ہندوستان مین آئے تو اونکے اثر سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین بھی انقلاب پیدا ہوگیا،

فنون لطیفہ چونکہ بعض خاص جذبات، اور بعض خاص تمدنی ضروریات کا نتیجہ ہوتے ہین، اسلیے ان جذبات اور ضروریات کے ساتھ لازمی طور پر اُن مین تجدد اور تغیر ہوتا رہتا ہی، بلکہ کبھی کبھی ان جذبات اور ان ضروریات کے تغیر وزوال سے وہ کُلیۃً معدوم بھی ہوجاتے ہین، لیکن اس سے نفس تمدن پر زوال نہین آتا بلکہ وہ اپنے اصلی آب ورنگ کے ساتھ قائم رہتا ہی، اس سے ثابت ہوتا ہی کہ فنون لطیفہ کو تمدن کی دوسری شاخون کے ساتھ کسی قسم کی وابستگی، مناسبت اور توازن نہین ہی، تمدن نے اس زمانہ سے زیادہ کبھی ترقی نہین کی تھی، لیکن باینہمہ اس سے زیادہ فنون لطیفہ کبھی عام اور متبذل نہین ہوئے، اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ مذہبی خوش اعتقادیان، وہ مذہبی ضرورتین اور وہ مذہبی احساسات اب بالکل بدل گئے ہین جنھون نے قدیم زمانے مین فنون لطیفہ کو تمدن کا دیباچۂ زرین بنا دیا تھا، اوس زمانے مین فنون لطیفہ کی جلوہ طرازیان صرف مذہبی عبادت گاہون مین نظر آتی تھین، لیکن اب فنون لطیفہ صرف زیب و زینت کا ذریعہ خیال کیے جاتے ہین، جس مین بہت زیادہ وقت اور بہت زیادہ روپیہ صرف کرنا جائز نہین، چونکہ اس فن کا اب تمدنی ضروریات مین شمار نہین کیا جاتا، اسلیے وہ ایک مصنوعی فرض بلکہ زیادہ تر ایک تقلیدی چیز بن گیا ہی، اسی بنا پر آج فنون لطیفہ کو کسی قوم کا مخصوص قومی نہین قرار دیا جا سکتا، بلکہ ہر قوم دوسری قوم کے طرز عمل کی نقل اور تقلید کر رہی ہے، اگرچہ اس نقل سے بھی نقل کرنے والون کی ضرورتون اور خواہشون کا پتہ چل سکتا ہی، لیکن یہ بالکل

Marfat.com

یقینی ہے کہ یہ نقل خیالات اور جذبات پر کسی قسم کی دلالت نہین کرتی، قرون وسطی کی تصویرین باوجود اپنی سادگی کے ہمکو بتاتی ہین کہ اس زمانے کے خوش اعتقاد مصوّر، جو ارمین شیخ جنت اور دوزخ کی جو تصویرین کھینچتے تھے، اونکا اوس زمانے مین خاص اثر تھا، اور وہ اوسوقت حاصل زندگی خیال کیجاتی تھین، لیکن اس زمانے کے غیر مذہبی مصور عمارتون کی دیوارون پر نوع انسان کے عہد طفولیت کی جو قدیم تصویرین صرف اس غرض سے بناتے ہین کہ عہد گذشتہ کی یاد تازہ ہوجائے" اونکے دیکھنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ محض نقالی ہے،

فنون لطیفہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے کی مخصوص کیفیت کو پیش نظر کردے اور ہمکو خود تصویرون کے اندر مصور کے اصلی محسوسات اور حقیقی مشاہدات کی تصویر نظر آجائے۔ لیکن اگر صرف ایسی تصویرین بنائی جائین جو اون عقائد وخیالات کی ترجمانی کرین جنکا ہم خود اعتقاد نہین رکھتے [illegible] نہین بلکہ نقالی اور تقلید ہے، ہمارے زمانے مین من حیث الفن صرف [illegible] اون چیزون کی [illegible] کو اصلی تصویر کہہ سکتے ہین جو ہمارے گرد وپیش موجود ہین، ہمارے زمانہ کا اصلی فن تعمیر [illegible] منزلہ [illegible] تون، پانی کی نہرون، بڑے بڑے پلون، اور [illegible] کا ڈھانچہ [illegible] انسان کو فائدہ پہونچاتا ہے، اسلئے فن تعمیر کے یہ نمونے ہمارے خیالات اور جذبات [illegible] کی تمام [illegible] اور عہد امرا کے محل ایک [illegible] اسی طرح اس زمانے کا فن [illegible] موجودہ دور کی صحیح تصویر کھینچتا ہے، لیکن دور جدید کے مکانات اور عہد قدیم کے گرجے دونون زمانے کے انجنیر کو یکسان نظر آتے ہین کیونکہ اونکی قیمت اوسکے نزدیک اون [illegible] زیادہ نہوگی، بنابرین زمانہ آئندہ آنے والے زمانہ کیلئے چھوڑجاتا ہے [illegible] اور ہر روش اپنے [illegible]۔

زمانہ کے خیالات کا آئینہ ہوتی ہی، اور چونکہ زمانہ اور زمانہ کے ساتھ تمام قومین بدلتی رہتی ہین،
اسلئے ان خیالات مین بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہی، لیکن یہ تمام خیالات فلسفیانہ حیثیت سے ایک ہی
درجہ رکھتے ہین، کیونکہ اُنکی وقعت اس سے زیادہ نہین کہ "وہ وقتی علامتین ہین" اس لحاظ سے
تمام قومی مظاہر کی طرح فنون لطیفہ بھی ایک قومی مظہر ہے، اور اس حیثیت سے اسمین اور تمدن کی
دوسری شاخون مین کوئی فرق نہین ہی، لیکن باانیہمہ ٹھیک ٹھیک تمام قومون کے خیالات کی
ترجمانی نہین کرتا،

ہمارے موضوع کے لحاظ سے یہ بحث درحقیقت نہایت ضروری بحث ہی، کیونکہ ہر تمدنی
شاخ کی اہمیت کا صحیح معیار صرف اُسوقت قائم کیا جا سکتا ہی جب اس کلیہ کو پیش نظر رکھا جائے کہ
"جب کوئی قوم اسکو دوسری قوم سے منتقل کرکے اپنے یہان لاتی ہی تو اوسمین تغیر و تبدل پیدا
کرنے کی کسقدر صلاحیت رکھتی ہی؟" اگر اس قوم کو فنون لطیفہ مین کامل دسترس ہوتی ہی تو وہ
جنس مستعار کو اپنے خاص سانچے مین ڈھال لیتی ہی، لیکن تمدن کی جو شاخین خاص اس قوم کے
اصلی جذبات کو نمایان نہین کرتین، اونپر اوس کا بہت کم اثر پڑتا ہی، چنانچہ جب رومن قوم نے
یونانی طرز عمارت کی تقلید کی تو اسمین کوئی نمایان تغیر نہین پیدا کیا، کیونکہ رومن قوم کی سچی
مظہر فنون لطیفہ نہ تھے، بلکہ اوس کا میلان تمدن کی دوسری شاخون کی طرف تھا لیکن باانیہمہ
چند دنون کے بعد آب وہوا اور جغرافیانہ خصوصیات کے اثر سے فنون لطیفہ بھی متاثر ہوتے ہین
اور اضطراراً قومی روح پر دلالت کرتے ہین، یہانتک کہ رومن قوم جیسی تہیدست قوم
بھی اون پر اپنا ملکی اثر ڈال سکتی ہے، چنانچہ روما کی وہ قدیم عبادت گاہین، وہ قدیم محل
وہ قدیم محرابین، وہ قدیم نقش و نگار بھی جو اگرچہ یونانیون یا یونانیون کے شاگردون کی صناعی
کی عکسی تصویرین ہین، تاہم اون کا آب و رنگ، اونکا ساز و سامان، اونکا طول و عرض، اور ان

تعمیر کا مقصد ایتھنز کے نازک و لطیف خیالات کی ترجمانی نہین کرتا، بلکہ اوس جنگی قوت، اور فوجی شان و شوکت کا اظہار کرتا ہے، جس نے روما مین ہلچل ڈالدی تھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قوم جس چیز کو اپنے استعمال مین لاتی ہے گو وہ اصل مین اوسکی قومی شخصیت سے خارج ہو تاہم وہ اوسپر اپنا ذاتی اثر ڈال ہی لیتی ہے، اور وہ ہمکو اوسکے مزاج عقلی، اور خیالات نفسانی کا پتہ دیتا ہے،

اصل یہ ہے کہ معمار، ادیب، شاعر، غرض ہر وہ شخص جو صناع ہوتا ہے، اپنے اندر ایک ساحرانہ طاقت رکھتا ہے جس کے ذریعہ سے اپنی صناعیون کو اپنی قوم اور اپنے زمانہ کی روح کا حقیقی مظہر بنا دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر صناع فطرۃً شدید الانفعال ہوتا ہے، اوسکے احساسات الہامی و فطری ہوتے ہین، وہ صرف ظاہری صورتونکا ادراک کرتا ہے اور انکی لم و حقیقت سے بحث نہین کرتا، اور اس بنا پر وہ اوس جماعت کے خیالات کا آئینہ ہوتا ہے جس مین وہ زندگی بسر کرتا ہے، اوسکی صناعیون کے ذریعہ سے اوسکے قومی تمدن کے متعلق نہایت سچی شہادت حاصل کیجا سکتی ہے، وہ جو کچھ دیکھتا ہے طوطے کی طرح اوسکی نقل کر دیتا ہے، اسلیے وہ جو کچھ زبان حال سے کہتا ہے، اوسمین غلطی کا احتمال نہین ہوتا، اوسپر گرد و پیش کے ... کا شدت کے ساتھ اثر پڑتا ہے، اسلیے وہ تمدنی احساسات، تمدنی خیالات، تمدنی ضروریات اور تمدنی میلانات کی تعبیر مین جادۂ اعتدال سے ذرہ برابر بھی نہین ہٹتا، آزادی خیال سے وہ بالکل ناآشنا ہوتا ہے، وہ اپنے عقیدہ کو تقلید اور اون موروثی عقائد، خیالات، اور جذبات کے تنگ دائرہ مین محدود کر دیتا ہے جن سے ... روح پیدا ہوتی ہے اور اسلیے ان تمام چیزون کا اوس پر شدت کے ساتھ اثر ... غیر شاعرانہ افعال جہان اوسکی صناعیون کا خمیر او ... ہوتا ہے، ... احساسات ... کا اشارہ ہوتے ہین، آج اگر ہم اون تمام ... پیدا ہوان کو ... گذشتہ ... ات کے معلوم کرنے کا ذریعہ ... اون اشتراکی ... ...

کی کتابون مین درج ہین، تو دو ریاضی ہماری نگاہون سے بالکل اوجھل ہوجائیگا،

غرض فنون لطیفہ کا اصلی جوہر یہ ہی کہ وہ جس زمانے مین پیدا ہوے ہین اوسکی ضروریات کی ٹھیک ٹھیک تعبیر کرین، اگرچہ فنون لطیفہ کی ہر شاخ نہایت فصاحت کے ساتھ ان ضروریات کی ترجمانی کرتی ہی، لیکن اون مین عمارتون کو خاص طور پر خصوصیت حاصل ہی، وہ کتابون سے زیادہ حق گو ہین، اور مذہب زبان کی بہ نسبت انمین بہت کم تصنع پایا جاتا ہی، کیونکہ احساس اور ضرورت دونون نے اون کو پیدا کیا ہی، معمار انسان اور خدا دونون کا گھر بناتا ہی، اور عبادت گاہون و خانقا
ہی کے اندر اون اسباب کا خمیر طیار ہوا ہی، جنھون نے تاریخ انسانی کو پیدا کیا ہی،

ان تمام بیانات سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ تمام تمدنی عناصر اوس قوم کی روح کا مظہر ہین جس نے اونکو پیدا کیا ہی، اور اون مین بعض اجزا جو مختلف قومون اور مختلف زمانون یا ایک ہی قوم کے
بدلتے رہتے ہین، وہ اس روح پر بہ نسبت دوسرے اجزا کے نہایت صحت کے ساتھ دلالت کر

چونکہ یہ تمام تمدنی عناصر مختلف قومون، اور مختلف زمانون کے لحاظ سے بدلتے رہتے ہین اسلیئے نہ اون مین کسی کو تمام قومون کے تمدن کا عام معیار قرار دیا جا سکتا، نہ ان مین کوئی ترتیب قائم کی جا سکتی، کیونکہ زمانہ کے تغیرات سے اونکی اہمیت بدل جاتی ہی، اور اونکے ساتھ اس ترتیب مین بھی تغیر پیدا ہوجاتا ہی، اگر صرف مادی فوائد کے لحاظ سے تمدنی عناصر پر بحث کیجائے تو تمدن کا سب سے اہم عنصر نظام فوج کو قرار دیا جا سکتا ہی، جسکے ذریعہ سے انسان دوسرون کو اپنا غلا
بناتا ہی، اور اس حیثیت سے یونان کے اکابر، فلاسفہ، اور ماہرین فنون لطیفہ کو روما کے اوباشو
مقابل مین، مصر کے حکماء کو نیم وحشی ایران کی نسبت مین، ہندون کو غیر متمدن مغلون کے پہلو بہ
ماننا پڑے گا، لیکن تاریخ اس تقسیم کو ہاتھ نہین لگاتی، اونکے نزدیک سب سے بڑی چیز جنگی فوقیت نہ
مگر فوجی تفوق کے ساتھ دوسرے تمدنی عناصر بہت کم ترقی کرتے ہین، فوجی تفوق صرف

Marfat.com

عناصر کے ساتھ بہت کم جمع ہو سکتا ہی کیونکہ فوجی غلبہ مین اوسوقت انحطاط پیدا ہوجاتا ہی جب خود
وئی قوم زوال پذیر ہوتی ہی چنانچہ تمام متمدن سلطنتین تمدن کے معراج کمال پر پہونچکر فنا ہوگئین، اور
پنی جگہ اون وحشی قومون کیلئے خالی کردی، جو اگرچہ عقل مین اونسے بدرجہا پست رتبہ تھین لیکن
ون مین اخلاقی اور فوجی طاقت پائی جاتی تھی، اور یہ دونون اخلاقی جوہر ہمیشہ تمدنی سامان عیش کے
ھیر مین گم ہوجاتے ہین، اور اس بنا پر ہم کو افسوس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہی، کہ تمدن کے جو
ناصر (مثلاً نظام فوج) حکما کی نگاہ مین نہایت کم درجہ رکھتے ہین، اجتماعی حیثیت سے اونکی
درو قیمت سب سے زیادہ ہوتی ہی، اگر گذشتہ زمانہ کا قانون طبعی آنے والے زمانہ پر بھی منطبق
و سکتا ہی تو اعلیٰ درجہ کی تمدنی ترقیان، قوم کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہین، جب کسی قوم کا
شیرازہ اخلاق درہم برہم ہوجاتا ہی، تو وہ مرجاتی ہی، اور اخلاقی اوصاف مین اوسیقدر
نزل پیدا ہوتا ہی جس قدر قوم عقل اور تمدن مین ترقی کرتی ہی،

Marfat.com

دوسری فصل

مذاہب، سیاسیات، اور زبان مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین؟

کوئی قوم متمدن ہو یا غیر متمدن، اپنے تمدنی عناصر مین دفعۃً تغیر نہین پیدا کرسکتی۔ جن قومون نے اپنا مذہب، اپنی زبان، اور اپنے فنون لطیفہ کو بدل دیا ہے، اونکی حالت سے اسکا مقابلہ، جاپان کی مثال۔ یہ تغیر ظاہری ہے، بودھ، اسلام، عیسائیت، اور براہمہ کے مذہب مین ان قومونکے عادات سے کلی تغیرات جنھون نے ان مذاہب کو قبول لیا ہے۔ سیاست اور زبان جب کسی قوم مین منتقل ہوتی ہے، تو اوس قوم کی وجہ سے اومین تغیرات، مختلف زبانون کے مترادفات ان مختلف معانی واحساسات پر دلالت کرتے ہین، اور اسی وجہ سے کسی زبان کا دوسری زبان مین ترجمہ نہین ہوسکتا، بعض قومون کا تمدن جو تاریخی کتابون مین بہت زیادہ تغیر پذیر نظر آتا ہے اوس کا سبب، تمدن ومذہب کا باہم جو اثر پڑتا ہے اوسکے حدود کیا ہین؟

ہم کسی دوسری جگہ بیان کرآئے ہین کہ متمدن قومین غیر متمدن قومون کو اپنے تمدنی حلقۂ اثر مین نہین لاسکتین، اور یورپ نے اس تمدنی انقلاب مین تعلیم تربیت، اور نظام سیاست وغیرہ ذریعہ سے جو فائدہ اوٹھانا چاہا ہے، وہ بالکل ناکافی ہے، اس سلسلہ مین ہم نے اس مسئلہ کو نہایت واضح کردیا ہے کہ تمام تمدنی شاخون کا مبدء اصلی قوم کا وہ مزاج عقلی ہوتا ہے جو مدتون سے موروثی اثر سے پیدا ہوجاتا ہے، اور جبتک یہ مزاج نہ بدل جائے، تمدنی شاخون مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کیا جاسکتا، لیکن مزاج عقلی کو صرف زمانہ ہی بدل سکتا ہے خود تاریخ قوم

Marfat.com

وسین کوئی تغیر نہین پیدا کر سکتین، ہر پست درجہ قوم کو تمدنی مدارج کے طے کرنے مین مختلف مراحل سے گذرنا پڑتا ہے، چنانچہ جن وحشی قومون نے یونانی تمدن کو پامال کر دیا اون کے حالات سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے، اس بنا پر جو لوگ تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان مراحل کو پھاندجانا چاہتے ہین، وہ اس قوم کے اخلاق کو پراگندہ اور اوسکے دماغ کو پریشان کرتے ہین، اور اوسکو ایک ایسی سطح کی طرف پہنچانا چاہتے ہین، جو پہلے سے بھی زیادہ پست ہے،

ہم نے اس مسئلہ مین غیر متمدن قومون کے متعلق جو دلیل پیش کی ہے، وہ متمدن قومون پر بھی صادق آتی ہے، اسلئے اگر وہ صحیح ہے، تو یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ متمدن قومین اپنے تمدن مین دفعۃً کوئی تبدیلی نہین پیدا کر سکتین بلکہ اونکو اس تمدنی انقلاب مین تدریجی تغیرات، مختلف اور مخاصمانہ دورون سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ متمدن قومون نے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کیا ہے، ایک نظام سیاست کو دوسرے سیاسی نظام سے بدل دیا ہے، ایک زبان کا دوسری زبان کے بجائے انتخاب کیا ہے، قدیم آبائی فنون لطیفہ کو چھوڑ کر جدید فنون لطیفہ کی پیروی کی ہے، لیکن حقیقت مین یہ انقلاب اوسوقت ہوا ہے جبکہ قوم نے ان تمام چیزون کو ایک مدت مین جلا دیکر اپنے دماغی تخیلات کے مطابق بنا لیا ہے،

بظاہر تاریخ کا ہر صفحہ اس نظریہ کی مخالفت کرتا ہوا نظر آتا ہے، ہم علانیہ دیکھتے ہین کہ بہت سی قومون نے اپنے تمدنی عناصر بدل دیئے ہین [illegible] اور قدیم زبان سے [illegible] جدید مذہب [illegible] قومون نے [illegible] مذہب چھوڑ کر [illegible] مذہب [illegible] قومون نے [illegible] اپنے نظام سیاست [illegible]

Marfat.com

اس قسم کے تمدنی انقلاب کے لیئے ایک فاتح، ایک مشنری یا بعض قومی ہوس کن ہستیونکا وجود کافی
لیکن درحقیقت تاریخ نے ان انقلابات کی روایت مین اپنی قدیم فطری غلطی کی تائید کی ہی، در
اگر ہم ان انقلابات و تغیرات کو دقیق نگاہ سے دیکھین، تو ہمکو نظر آئیگا، کہ صرف ان تمام چیزون کے
نام بدل گئے ہین، حقیقت نہین بدلی ہی، الفاظ کے تہ مین جو معنے تھے، وہ اب تک زندہ ہین، ا
اون مین بہت دنون کے بعد تغیر پیدا ہوگا،

اس مسئلکی تشریح کے لئے ہم کو مختلف قومون کے تمدنی عناصر کو ایک جگہ جمع کرنا پڑیگا، یعنی
اونکی ایک جدید تاریخ مرتب کرنا ہوگی، لیکن ہم نے اپنی مختلف کتابون مین اس فرض کو ادا کردیا ہ
اور یہ اوسکے اعادہ کا موقع نہین، اس جگہ تمام تمدنی عناصر کے بجائے صرف ایک عنصر یعنی
فنون لطیفہ کا ذکر کافی ہوگا، لیکن فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ایک مستقل فصل مین آگے آ
اوس سے پہلے اون تغیرات کا ذکر مناسب ہوگا جو تمدن کے دوسرے عناصر پر طاری ہوتے ہ
تاکہ یہ ثابت ہوجائے کہ جو نظریہ تمدن کے ایک عنصر پر صادق آتا ہی، وہ اوسکے دوسرے عنا
پر بھی صادق آسکتا ہی، اور جس طرح ہر قوم کے فنون لطیفہ اوسکے مزاج عقلی کے ساتھ مناسبت رکھتے
ہین، اوسی طرح یہ مناسبت زبان، نظام سیاست، اور مذہبی عقائد مین بھی پائی جاتی ہے، اور اس
لحاظ سے نہ اون مین دفعتہً کوئی تغیر پیدا ہوسکتا ہی، نہ اون کو کسی دوسری قوم مین منتقل کیا جاسکتا ہ

عام خیال یہ ہی کہ مذہبی انقلابات کی تاریخ اس نظریہ کے بالکل مخالف ہے، لیکن واقعہ
یہ ہے کہ صرف مذہبی تاریخ ہی مین اس نظریہ کی صحت کی یقینی مثالین ملتی ہین، اور اوسمین
اس قسم کے دلائل پائے جاتے ہین جن سے ثابت ہوتا ہی، کہ جس طرح انسان اپنے قد و قامت
خط و خال، اور رنگ روپ کے بدلنے کی قدرت نہین رکھتا، اوسی طرح کوئی قوم اپنے تمدنی
عناصر مین تغیر نہین پیدا کرسکتی،

اس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ تمام بڑے بڑے مذاہب شلاً بودھ مذہب، ہندومت
عیسائیت اور اسلام کے حلقۂ اثر مین دفعتہً بڑی بڑی قومین داخل ہوگئین ہین، اوران مذاہب نے
اونکے اصل مذہب کو دفعتہً بدل دیا ہی، لیکن غور وفکر کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ ان قومون نے اپنے
قدیم مذہب کی حقیقت کو نہین بدلا ہی بلکہ صرف اوس کے نام کو بدل دیا ہی، اوران مذاہب
جدیدہ نے اون کے قدیم مذہب مین کوئی تغیر نہین پیدا کیا ہی، بلکہ وہ خود اونکے قدیم عقائد کے
قالب مین ڈھل گئے ہین اس بنا پر اس جدید مذہب کی حقیقت اس قدیم مذہب کے پھیلاؤ اور وسعت سے
زیادہ نہین، بلکہ اون مذاہب مین جو ایک قوم سے منتقل ہوکر دوسری قوم مین آتے ہین، اسقدر
تغیر پیدا ہوجاتا ہی کہ صرف اونکا نام ہی نام باقی رہجاتا ہے، بودھ مذہب اسکی ایک نمایان
مثال ہی، چنانچہ جب وہ چین مین داخل ہوا تو اوسکی تمام خصوصیات اسطرح مٹ گئین کہ اول اول
علمانے اوسکو ایک مستقل مذہب خیال کیا اور اون کو ایک مدت کے بعد معلوم ہوا کہ یہ بودھ مذہب ہے
جس مین چینیون نے اسقدر تغیرات پیدا کردیے ہین، یہ مذہب ہندوستان چین نیپال اور سیلون
مین بھی قائم ہے لیکن اسکی حقیقت ہر جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہی، وہ ہندوستان مین [illegible]
برہمنی یا ہندو مذہب کی ایک شاخ ہی، اوران دونون مین بہت کم فرق پایا جاتا ہی، لیکن [illegible]
مین وہ اوس مذہب سے کچھ تعلق نہین رکھتا ہی جو اسکے پہلے وہان عام طور پر [illegible] خود قدیم ہندو
مذہب کی بھی یہی حالت ہی ہندوستان مختلف [illegible] اور اگرچہ ان سب کا مذہب
ایک ہی تاہم ان مختلف [illegible] کے عقائد مین نمایان طور پر اختلافات پایا جاتا [illegible]
جو لوگ قدیم برہمنی مذہب کے پابند ہین اون سب کا اعتقاد [illegible]
اور شیو مین، اور انکی مذہبی کتاب وید ہی لیکن حقیقت ان دونون [illegible] نام باقی [illegible]
اور وید کی حقیقت [illegible] سے زیادہ نہین [illegible]

ہین اور بے شمار مذاہب اور مختلف ذاتون اور مختلف فرقون کی طرح مختلف عقائد پیدا ہو گئے
ہندوستان مین مذہبی حیثیت سے توحید بھی پائی جاتی ہی، بہت سے معبود بھی پوجے جاتے ہین
حیوانات، جمادات، آبا و اجداد، بھوت پریت، غرض تمام دنیا کی پرستش بھی کی جاتی ہی، لیکن
اگر ہم ویدین ہندوستان کے حقیقی مذہب کی تحقیقات کرنا چاہین تو ہم کو ان تمام معبودون مین سے
جو یہان پوجے جاتے ہین، اور ان تمام عقائد مین سے جو یہان کے لوگون مین پھیلے ہوئے
ہین صرف معدودے چند کا پتہ چلیگا۔ اس لحاظ سے اگرچہ ہر ہندو اس کتاب کی قدر و
عزت کرتا ہی، لیکن اس کتاب نے جس مذہب کی تلقین کی ہی، اوسکا کوئی جزو محفوظ نہین رہا۔ اسلام
بھی باوجود اپنے عقیدۂ توحید کی سادگی کے اس کلیہ سے مستثنی نہین ہے، چنانچہ ایران، عرب، اور
ہندوستان کے اسلام مین عظیم الشان فرق ہی، ہندوستان مین چونکہ تعدد خدا یعنی شرک کا
عقیدہ نہایت پختہ طور پر قائم ہو گیا تھا، اسلئے ہندوستانیون نے سخت سے سخت موحدانہ مذہب
مین بھی نہایت آسانی کے ساتھ بہت سے خدا پیدا کر لیے، پانچ کروڑ ہندوستانیون کا اعتقاد ہے
کہ محمد صلعم اور دوسرے اولیا خدا ہین، اور اونھون نے اپنے ہزارہا معبودون کے ساتھ انکا بھی
اضافہ کر لیا ہی، عملی حیثیت سے اسلام ہندوستان کے مسلمانون مین مساوات بھی پیدا نہ کر سکا حالانکہ
مساوات ہی اوسکی اشاعت کا ایک قوی ترین ذریعہ تھی، ہندوون کی طرح ہندوستان کے
مسلمانون مین بھی مختلف ذاتین موجود ہین، دکن اور راگن قبائل مین اسلام کی صورت اسقدر
مسخ ہو گئی ہی کہ اس مین اور ہندوون مین صرف اسقدر فرق ہی کہ مسلمان محمد صلعم کا نام لیتے ہین اور
جمعہ جماعت قائم کرتے ہین، لیکن اونھون نے اپنے پیغمبر کو بھی خدا کی حیثیت دیدی ہے۔

۱ نہین معلوم مصنف نے ہندوستان کے کس فرقہ غیر معلوم کی طرف اشارہ کیا ہی، شاید اوسکا مقصد بد عقیدہ جماعت سے
مگر اوس کی اسقدر تعداد نہین، یا عوام قبر پرست مسلمانون سے ہو۔

Marfat.com

اُنکی اسیطرح عظمت بھی کرتے ہین،

اسلام کے ان تغیرات کے مشاہدہ کے لیے ہم کو ہندوستان کے سفر کی ضرورت نہین، مسلمانان الجزائر (الجیریا) کی حالت کا مطالعہ کرلینا کافی ہے الجزائر مین دو مختلف قبیلے ہین، یعنی عرب، اور بربر، اور دونون کے دونون مسلمان ہین تاہم دونون کے اسلام مین بڑا فرق ہے، بربر لوگ تعدد ازدواج کے قائل نہین [illegible] اونکے اسلام مین [illegible] بت پرستی کی بھی آمیزش پائی جاتی ہے جسکے وہ [illegible]

یورپ مین بھی عیسائی مذہب مختلف اقوام کی بنا پر ان تغیرات سے محفوظ [illegible] لوگ ہین جو مذہبی کتابون کے اصول و قواعد کو لفظاً محفوظ رکھنا چاہتے ہین [illegible] مین [illegible] کی تشریح و تفسیر مین ہر قوم نے مختلف مذاہب اختیار کیے ہین [illegible] کے [illegible] فرقون کی [illegible] کرتے ہین [illegible] عیسائی مخلوقات کا [illegible] دیتے ہین [illegible] اگر [illegible] یعنی یورپ کی شمالی و جنوبی اقوام [illegible] [illegible] لیکن جنوبی اقوام [illegible]

ان مشاہدات کی [illegible] [illegible]

دو عنصر یعنی نظام سیاست و زبان [illegible]

یہ عنصر مذہب و سیاست دونون [illegible]

جب ایک قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی [illegible]

بیانی کی ضرورت نہین، ہر شخص خود اپنے زمانہ مین دیکھ سکتا ہی کہ قومون کے اختلاف کی بنا پر ایک ہی سیاسی نظام مین کسقدر تبدیلی پیدا ہوجاتی ہی، چنانچہ جب ہم ممالک متحدہ امریکہ پر بحث کرینگے تو ایک مستقل فصل مین اُسکی تشریح کردین گے،

ہر سیاسی نظام درحقیقت ضرورت کا نتیجہ ہوتا ہے، اور صرف ایک نسل کا ارادہ اُس پر کوئی اثر نہین ڈال سکتا، بلکہ قومی انقلاب کے ہر دور مین خاص احساسات، خاص خیالات خاص موروثی آثار پیدا ہوجاتے ہین اور ان تمام حالات مین ایک مخصوص نظام سیاست کی ضرورت ہوتی ہی، جو دوسری حالتون کے لیے موزون نہین ہوتا، نظام سیاست مین حکومت کو کوئی دخل نہین ہی، اور دنیا مین کوئی قوم ایسی نہین ہی جس نے محض اپنی خواہش کے موافق اپنے نظام سیاست کو قائم کیا ہو اور اگر شاذ و نادر کسی قوم نے ایسا کیا بھی تو وہ اُسکو قائم نہین رکھ سکی، ہمارے یہان ایک مدت سے جو سیاسی انقلابات پیدا ہوتے رہتے ہین، اُنھین نے مدبرین سیاست کو اس حقیقت کا یقین دلا دیا ہوگا، بلکہ میرا گمان تو یہ ہی کہ بجز کج فہم، عامی اور متعصب لوگون کے کسی کا یہ خیال نہین ہی کہ عظیم الشان اجتماعی تغیرات، صرف فرمان شاہی کے ذریعہ سے پیدا کیے جا سکتے ہین، ہر نظام سیاست صرف اسلیئے مفید خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اُن تغیرات کو مستحکم کردیتا ہی، جو اخلاق اور خیالات مین پیدا ہوجاتے ہین، اس لحاظ سے وہ اخلاق و افکار کا تابع ہے اُن پر مقدم نہین ہی، درحقیقت کوئی سیاسی یا اجتماعی نظام انسان کے اخلاق و افکار مین نہ تغیر پیدا کرتا نہ کسی قوم کو کافر یا باخدا مذہب بناتا نہ لوگون کو آزادی و استقلال کی تعلیم دیتا، نہ اُنکے گلے مین طوق و زنجیر ڈالکر اُنکو حکومت کا غلام بناتا،

نظام سیاست کی طرح ایک زبان بھی جب کسی قوم سے دوسری قوم مین منتقل ہوتی ہے تو اُس مین تغیر و تبدل ہوجاتا ہی، اس بنا پر تمام دنیا کے لیئے ایک مشترکہ زبان کے ایجاد کرنے کا

Marfat.com

خیال ایک طفلانہ ہوس پرستی ہے، یہ سچ ہے کہ گال قوم نے رومن فتوحات کی دو صدی بعد لاطینی زبان کو اختیار کر لیا تھا، لیکن اونھون نے اپنی ضروریات کے مطابق بہت جلد اُس مین تغیرات بھی پیدا کر لیے، اور اُسکو اپنے خیالات کے رنگ مین رنگ لیا چنانچہ اُسی کا نام آج فرنچ زبان ہے مختلف قومین بہت دنون تک ایک ہی زبان کا استعمال نہین کر سکتین بلکہ تجارتی ضروریات اور ملکی فتوحات کے اثر سے اُنکو اپنی اصلی زبان کے علاوہ دوسری زبان سے بھی کام لینا پڑتا ہے، اس طرح چند نسلون کے بعد اس جدید زبان مین عظیم الشان تغیر پیدا ہو جاتا ہے، اور جسقدر رشتون کی تعداد زیادہ ہوتی جاتی ہے، اُسیقدر یہ تغیرات بڑھتے جاتے ہین،

اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ مختلف قومون کی مختلف زبانین ہوتی ہین، چنانچہ ہندوستان اسکی سب سے زیادہ بدیہی مثال ہے یہان مختلف قومین آباد ہین، اور اس بنا پر گرعلماء نے یہان کی زبانون کی تعداد دو سو چالیس بتائی ہے تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین، یونانی اور فرنچ زبان مین جس قدر فرق ہے، ہندوستان کی بعض بانون مین اس سے بہت زیادہ باہمی فرق موجود ہے، ہندوستان مین تین سو بولیان بھی ہین لیکن اُن مین سب سے زیادہ مہتم بالشان وہ زبان ہے جو ان سب مین سب سے زیادہ ہی ہے یعنی اُردو جس کی عمر تین سو برس [illegible] زیادہ نہین یہ زبان فارسی، اور عربی سے جو فاتحین ہندوستان کی زبان تھی، اور ہندی سے جو اس ملک کی باشندون مین سب سے زیادہ عام اور متداول تھی مرکب ہے لیکن تھوڑے ہی دنون [illegible] مفتوح دونون نے اپنی اصلی زبان ہندی اور [illegible] دونون قومون کے [illegible] نسل پیدا ہوئی [illegible] اپنی ضرورت کے مطابق [illegible]

زبان کے متعلق سب سے [illegible] مسئلہ [illegible]

[illegible] اسقدر [illegible] پیدا ہو جاتا ہے کہ [illegible]

ہوتا ہے کہ گویا وہ مرادف الفاظ نہ تھے اور اس لیے ایک زبان کا ترجمہ دوسری زبان مین
نہین ہوسکتا خود ایک ہی قوم کی زبان مین اسکی مثالین مل سکتی ہین، مثلاً ایک زمانے مین ایک
لفظ کسی خاص معنے مین مستعمل ہوتا ہے پھر چند سال کے بعد اُسکے معنی بدل جاتے ہین پُرانے
لوگون کے دلون مین صرف اسی قدیم معنے کا تصور پیدا ہوتا تھا، بعد کو اخلاق و عادات، اور خیالات کے
تغیرات سے الفاظ کے معانی مین بھی تغیرات پیدا ہو گئے، لیکن اُن قدیم الفاظ کا بدلنا چونکہ ناممکن
تھا، اسلیے بول چال مین اُنہی کا استعمال ہوتا رہا، تاہم ان قدیم وجدید معانی مین ایک خاص قسم
کی مناسبت ضرور قائم رہتی ہے، اگر ہم کو قدیم قومون کے تاریخی مطالعہ سے یہ نظر آے کہ ہمارے
اور اُن کے تمدن مین کوئی مناسبت نہین ہے، تو ہم کو صاف طور پر معلوم ہوجائیگا، کہ اگر ہماری
زبان مین اُن کی زبان کا ترجمہ کیا جائے، تو اسکا صرف یہ نتیجہ نکلے گا، کہ ہماری زبان مین جو
الفاظ کا اضافہ ہوجائیگا جنکا ذات قدیم معانی سے خالی ہوگا، یعنی ان الفاظ کے ذریعہ سے
جو تصور ان قدیم قومون کے دلون مین پیدا ہوتا تھا، وہی ہمارے دلون مین بالکل اُسکے مخالف
خیال پیدا کرینگے، ہندوستان مین یہ نظریہ سب سے زیادہ واضح ہوجاتا ہے، سیاسی انقلابات
چونکہ ہندوستانی خیالات مین ہمیشہ انقلاب ہوتا رہا، اس لیے یورپ کی طرح وہان کے الفاظ
معانی مین بھی استحکام و ثبات نہین پیدا ہوا، اسکے علاوہ یورپین اور ہندوستانی خیالات مین
کسی قسم کا تعلق بھی نہین ہے، اس بنا پر بہت سی سنسکرت کتابون کا ترجمہ یورپین زبانون
مین نہین ہوسکتا، مثلاً ویدکے ترجمہ کے لیے یورپ مین جو کوششین ہوئین سب کی سب ناکام
ثابت ہوئین،

حقیقت یہ ہے کہ جو قومین عمر مین، قومیت مین، تربیت مین ہم سے مختلف ہین، اُنکے
خیالات کی تہ تک پہونچنا نہایت مشکل، اور قدیم قومون کے خیالات کا دریافت کرنا تو

بھی زیادہ مشکل ہے، ہم کتنے ہی علمی ترقی کر جائین، یہ مرحلہ طے نہین ہو سکتا، بلکہ جس قدر علم کو ترقی ہوگی اوسی قدر ہم پر واضح ہوتا جائے گا کہ اس سفر سے کوئی فائدہ حاصل نہین ہو سکتا،

ان چند مثالون سے اُن تغیرات کی حقیقت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جن کو قومین ان تمدنی عناصر مین کر لیتی ہین جو دوسری قومون سے اخذ کئے جاتے ہین، بعض اوقات یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تغیرات نہایت وسیع پیمانے پر پیدا ہوتے ہین، کیونکہ ان تمام تمدنی عناصر کے نام فوراً بدل جاتے ہین، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ نہایت کم کم رونما ہوتے ہین لیکن جب بہت سی نسلین گذر جاتی ہین، اور وراثت کا اثر پے در پے پڑتا رہتا ہے تب اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ جو تمدنی عنصر کسی غیر قوم سے لیا گیا تھا وہ اس عنصر سے مخالف تھا جس کا وہ قائم مقام ہوا، لیکن تاریخ کے ذریعہ سے ان تغیرات کا پتہ نہین چل سکتا، کیونکہ تاریخ مین صرف ظاہری چیزون سے بحث کیجاتی ہے، مثلاً جب ہم تاریخون مین پڑھتے ہین کہ فلان قوم نے اپنے اصلی مذہب کو چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیا ہے، تو ہم سمجھتے ہین کہ درحقیقت اس نے اس [illegible] مذہب کو قبول کر لیا ہے، اور ان خود ساختہ عقائد کو نظر انداز کر دیتے ہین جن کو اس قوم نے اس مذہب مین [illegible] اس بنا پر جو لوگ حقیقت کو الفاظ الگ کر کے دیکھنا چاہتے ہین اُن کو نہایت [illegible] تغیرات کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ ان کی تدریجی رفتار [illegible] نمائی [illegible] واقفیت ہو جائے۔

تمدن کی تاریخ درحقیقت انہی تدریجی تغیرات [illegible] آتا ہے کہ وہ دفعتہً نہایت وسیع پیمانہ پر پیدا ہوگئے ہین [illegible] اور [illegible] لوگون کو پیش نظر رکھتے ہین اور [illegible] انقلابات کو نظر انداز [illegible] ہین [illegible]

تغیر کو دیکھتے ہین،

اصل یہ ہی کہ قومون کی قوت عقلیہ جس قدر ترقی یافتہ ہوگی، اور اُنکا ملکہ جسقدر بلند ہوگا، اُسی نسبت سے وہ تمدنی عناصر کو اپنے قالب مین ڈھال سکین گی، جو چیز ابھی تک پید نہین ہوئی ہی، یا جو چیز ہمارے اخلاق اور احساس کے لئے موزون نہین ہے، ہمارا دماغ اوس پر ایک دن مین اپنا عمل نہین کر سکتا، اس قسم کی موروثی چیزون کی نقل دہی دتی ہوسکتی ہی جب رفتہ رفتہ اون کے ساتھ دوسری موروثی چیزون کی آمیزش کی جائے۔

قدیم زمانے مین یونانیون جیسی ذہین اور طباع قوم نے ایک طویل زمانے کے بعد اشوری اور مصری قومون کے فنون لطیفہ کی نقل کے دائرہ سے آگے قدم بڑھایا، اور نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ اُن تمام مدارج کو طے کیا جن کی بنا پر اسکی صناعیان اعجوبہ روزگار خیال کیجاتی ہین

مصری اور کلدانی قومون کے سوا تمام قدیم قومون نے گذشتہ تمدنی عناصر کی نقل کی ہے، اور اُس مین اپنے مزاج عقلی کے موافق تصرفات کرلئے ہین، اگر ہر قوم گذشتہ قومون سے استفادہ نہ کرتی تو تمدنی ترقی کی رفتار نہایت سست ہوتی، اور ہر قوم کی تاریخ کا آغاز با مستقل طور پر ہوتا، ہم کو صاف نظر آتا ہی کہ آج سے سات آٹھ ہزار برس بیشتر مصریون ا کلدانیون نے جس تمدن کو پیدا کیا تھا، اُس سے تمام آنے والی قومون نے فائدہ اٹھایا، یونا فنون لطیفہ نے دجلہ اور نیل ہی کے کنارے شاخ و برگ نکالے، اور رومی صنعت طرازیون کی بنا یونانی فنون لطیفہ کی سطح پر ڈالی گئی، رومی طرز مشرقی موثرات سے متاثر ہوا، اور اس ذریعہ پے در پے بیزنٹائن (مشرقی رومی)، اور گاتھک طرز پیدا ہوئے، ان سب کا مبدا اگرچہ لیکن ہر قوم کی روح نے ان مین اختلافات پیدا کردیے ہین،

بعینہ یہی نظریہ تمدن کے دوسرے عناصر یعنی نظام سیاست، زبان اور عقائد

Marfat.com

بھی منطبق ہوتا ہی، چنانچہ یورپ کی تمام زبانین، اُس زبان سے نکلی ہین، جو قدیم زمانہ مین ایشیا کے ایک حصہ مین بولی جاتی تھی، ہمارا علم قانون رومن لا کا فرزند ہے اور رومن لا بھی اُن قوانین سے ماخوذ ہی، جو اس کے پہلے موجود تھے، موسوی مذہب پہلے کلدانیون کے مذہب کے اختلاط سے پیدا ہوا، اس کے بعد اُس مین آرین قومون کے عقائد شامل ہوگئے، اور اس ترکیب امتزاج سے وہ مذہب وجود مین آیا، جس کا یورپ تقریبًا دو ہزار برس سے حلقہ بگوش ہی، اسیطرح اگر موجودہ علوم وفنون دور گذشتہ سے متاثر نہ ہوتے، تو آج وہ ترقی کے اس درجہ تک نہ پہونچتے جدید علم ہیئت کے اساطین یعنی کوپرنیک، کپلر، نیوٹن، سب کے سب بطلیموس کے خوشہ چین ہین، جن کی تصنیفات پندرھوین صدی تک اِس فن کی نہایت متداول کتابین تھین خود بطلیموس مصر کے مدرسہ اسکندریہ کا شاگرد ہی، جو مصریون اور کلدانیون کے معلومات کا مخزن تھا، ہمکو قومون کی تمدنی تاریخ مین جو کمی محسوس ہوتی ہی، اُس مین ہم کو اپنے علوم وفنون کی تدریجی رفتار کی جھلک نظر آتی ہی، چنانچہ اگر ہم اِس کو پیش نظر رکھکر گذشتہ دور کی طرف نظر ڈالین تو گذشتہ تمدنون کا مطلع بھی صاف روشن ہوجائے گا، اور آج تو ہم ان تغیرات کو سامنے رکھکر اُس زمانہ کے حالات دریافت کرسکتے ہین جس مین انسانی تاریخ کا وجود نہ تھا، ان سب کا خلاصہ یہ ہی کہ ہر قوم نے اپنے دور ترقی وتنزل مین اپنے مزاج عقلی کے موافق اُس مین تغیرات پیدا کیے ہین، اور تمدن کی تاریخ درحقیقت انھی تغیرات کی تاریخ کا مجموعہ ہے۔

ان تمام تفصیلات سے ثابت ہوتا ہی [illegible] تمدن پیدا ہوتا ہی [illegible] قوم کے ساتھ مخصوص [illegible] اور [illegible] جب تک [illegible] عظیم الشان تغیر نہ پیدا کیا جائے [illegible] وہ کسی دوسری قوم کی طرف منتقل نہین

ہو سکتے، یہ تغیر نہایت نمایان چیز ہے، لیکن کبھی تو اُن پر لغوی ضرورتین پردہ ڈالدیتی ہین، جن کی وجہ سے ہم مختلف معانی کو ایک ہی قسم کے الفاظ سے ادا کرتے ہین، اور کبھی تاریخی ضرورتین اون کو چھپا دیتی ہین، جن کی وجہ سے تمدن کا دور ابتدائی اور دور انتہائی تو ہمارے پیش نظر ہو جاتا ہے لیکن بیچ کی وہ کڑیان جو ان دونون کو باہم ملاتی تھین گم ہو جاتی ہین، لیکن ہم آیندہ فصل مین جس مین فنون لطیفہ کے تغیرات کا ذکر ہے، تفصیل کے ساتھ بتائینگے کہ تمام تمدنی عناصر ایک قوم سے دوسری قوم کے یہان جاکر کیونکر اپنا قالب بدل لیتے ہین،

تیسری فصل

فنون لطیفہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے؟

مشرقی قومون کے فنون لطیفہ پر نظریات سابقہ کی تطبیق، مصر، وہ مذہبی خیالات جو فنون لطیفہ کا مرجع ہوتے ہین، مصریون سے منتقل ہوکر جب فنون لطیفہ ایران اور یونان وغیرہ مین آئے تو انکا کیا حال ہوا، ابتدائی زمانہ مین یونانی فنون لطیفہ کا انحطاط، انکا سست رفتار تغیر یونانی، اشوری اور مصری فنون لطیفہ کا ایران مین آکر رنگ بدلنا، فنون لطیفہ کے تغیرات کا سبب خود قوم ہوتی ہے نہ کہ مذہبی عقائد، جو مختلف قومین اسلام لائین، اور ان کے ذریعے عربی فنون لطیفہ مین جو کلی تغیرات پیدا ہوئے انکے ذریعے اسکی مثالین، ہندوستانی فنون لطیفہ کے اصول اور انکے تغیرات پر ان نظریات کا انطباق، یونان و ہندوستان دونون کے فنون لطیفہ کا ایک ہونا [illegible] صرف ان دونون قومون کے اختلاف سے [illegible] ایک ہی فنون لطیفہ کو دو مختلف [illegible] ہندوستان مین جو مختلف قومین آباد ہین ان کے خیالات [illegible] فنون لطیفہ [illegible] تغیرات۔

ہم نے اس نظریہ کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ [illegible] اور اسکے عقائد، زبان، اور نظام سیاست [illegible] ایک خاص [illegible] اس مسئلہ کی کامل تشریح کے لیے [illegible] تفصیلات کی ضرورت [illegible] فنون لطیفہ کی [illegible] اس فصل مین [illegible]

Marfat.com

ذیل مین اس کی کافی توضیح کی جاسکتی ہی، مذہب ورسیاست ایسی چیزین ہین جو تمام قومون پر یکسان صادق نہین آتین، اُن مین دقیق تاویلین کی جاسکتی ہین، اور مختلف زمانون کے اُن مختلف واقعات کو ڈھونڈھنا پڑتا ہے، جو قدیم فرسودہ بلکہ مردہ کتابون کے تہ مین چھپے ہوئے ہین، اور باوجود اس نقد وبحث کے اُن سے کوئی متفقہ نتیجہ نہین نکلتا لیکن فنون لطیفہ بالخصوص فن عمارت کی حالت ان دونون سے بالکل مختلف ہے، انکی ایک خاص حد معین ہی اسلیے نہایت آسانی کے ساتھ اُن کی تفسیر کی جاسکتی ہے، غرض یہ پتھر کی کتابین تمام دنیا کی کتابون سے زیادہ صاف، واضح، اور آسان ہین، اور اُنکی زبان کبھی دروغ بیانی سے آلو نہین ہوتی یہی وجہ ہی کہ مین نے مشرقی تمدن پر جو کچھ لکھا ہے، اُس مین فنون لطیفہ کو خاص طور پر اہمیت دی ہی، مین لٹریری کتابون سے شدت کے ساتھ احتراز کرتا ہون، کیونکہ وہ فا کم پہونچاتی ہین، اور گمراہ زیادہ کرتی ہین، لیکن آثار قدیمہ بہت کم بھٹکنے دیتے ہین، اور بہت فائدہ پہونچاتے ہین، اور قدیم برباد شدہ قومون کے خیالات کا اُن سے زیادہ امین اور محافظ کوئی نہین ہوسکتا، یہی وجہ ہے کہ مجھے اُن نادانون کی عقل پر جو اپنی تمام تر تو صرف ان عمارتون کے نقش ونگار پر مبذول کرتے ہین رونا آتا ہی، اس فصل مین مین دکھا چاہتا ہون کہ فنون لطیفہ ہر قوم کے مزاج عقلی کا دیباچہ ہوتے ہین، اور جب وہ ایک تمدن سے منتقل ہوکر دوسرے تمدن کے ساتھ ملتے ہین تو اُن مین کیونکر تغیرات پیدا ہوتے ہین؟ مین اپنی مشرقی قومون کے فنون لطیفہ تک محدود رکھون گا، کیونکہ یورپ کے فنون لطیفہ پر بھی اگرچہ یہ نظریات صادق آتے ہین، لیکن یہ مختصر کتاب اُن تمام تغیرات کی گنجائش نہین رکھتی، جو یو کی مختلف قومون کے یہان فنون لطیفہ پر طاری ہوئے ہین،

سب سے پہلے مین مصر کے فنون لطیفہ کا ذکر کرتا ہون تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ یہ

Marfat.com

ۃ زمون یعنی افریقیون، ایرانیون، اور یونانیون کے یہان جاکر اُس نے کیا کیا رنگ لے؟

تمام دنیا کے تمدنی سرمایہ مین مصری تمدن سے زیادہ کامل طور پر کوئی تمدن فنون لطیفہ کے متعلق رہنمائی نہین کرسکتا، مصری فنون لطیفہ کو دریائے نیل کے کنارون سے ایک ایسی صوصیت اور وابستگی ہے کہ جب تک اُن کی صورت بدل نہ دی جائے وہ کسی دوسری م مین منتقل نہین ہو سکتے ۔

مصری فنون لطیفہ بالخصوص فن عمارت کی ابتدا ایک خاص خیال سے ہوئی ہے در پورے پچاس صدی تک تمام قوم نے اُس خیال کو پیش نظر رکھا، مصر یہ چاہتا تھا کہ اس نی زندگی کے بجائے انسان کے لیئے ایک ابدی دار القرار بنائے اس بنا پر اس نے مومیات کے ساتھ شدت کے ساتھ اعتنا کیا، جو اب تک وہان کے مقابر مین دست برد زمانہ سے محفوظ ہین س لحاظ سے مصری عمارتون مین ساتھ ساتھ مذہبی احساسات او جذبات دونون کی جھلک پائی اتی ہے، وہ مومیات کے لیئے تعمیر کی گئی ہین بتون کے لیئے انکا سنگ بنیاد رکھا گیا [illegible] غرض سے تہ خانے کھودے گئے ہین، چٹانین بلند کی گئی ہین ستون کھڑے کیے گئے ہین منارے بنائے گئے ہین، اور اسی مقصد کے لیئے ابوالہول کے شاندار مجسمے کو چٹانون کے تحت پر نمایان کیا گیا ذکہ یہ عمارتین صرف اس غرض سے تعمیر کی جاتی تھین [illegible] تک قائم رہین، اسلیئے ون کا ہر جزو نہایت مضبوط اور عظیم الشان ہے، ان عمارتون سے [illegible] یان ہوتے ہین کہ اگر صرف [illegible] ہوتی تو [illegible] ال نہ ہوتا کہ فنون لطیفہ اس [illegible]

مصریان [illegible] متعلق قومون کا [illegible] بعض بعض تمدن [illegible] ایرانی اور یونانی [illegible] تمام قومون [illegible]

فنون لطیفہ کی زلہ ربائی کی، یا اون کے ساتھ اشد ری قوم کی صناعیون سے بھی فائدہ اوٹھایا پھر جال
ان قومون مین فنون لطیفہ نے جو جو صورتین بدلین اونکی تفصیل کے لیئے ہمکو سب سے پہلے اہل ایتھوپیا کے
فنون لطیفہ کی حالت بیان کرنی چاہیئے، جو ان تمام قومون مین نہایت غیر متمدن تھے،
مصر کے چھبیسوین خاندان شاہی کے طویل زمانے کے بعد جو اوسکی تہذیب و ترقی کا
عہد زرین تھا جب وہان طوائف الملوکی اور انحطاط کا دور شروع ہوا، تو دفعتہ سوڈانی قومون نے
اس موقع سے فائدہ اوٹھایا، اور اس متمدن ملک کے بعض صوبون پر قابض ہوگئین اونھون نے
سب سے پہلے اپنا دار السلطنت شہر نباتہ کو بنایا، اسکے بعد وہ شہر مروی مین منتقل ہوگیا، اور کئی
صدی تک اپنی اصلی حالت پر قائم رہا، ان حبشی قومون کو مفتوح قوم کے تمدن نے مبہوت کردیا اسلیے
اونھون نے اوسکے آثار اور فنون لطیفہ کی نقل شروع کی، اس نقل و تقلید نے جو نتائج پیدا کیے
وہ ہمارے سامنے ہین لیکن اون سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ یہ بالکل طفلانہ تقلید اور فنون لطیفہ
کی ایک مسخ شدہ صورت ہی، کیونکہ حبشی قومین اپنے عقلی تنزل کی بنا پر ہمیشہ وحشت ہی کی
حالت مین رہین، اور اگرچہ ایک مدت تک مصری تمدن نے اون پر اثر ڈالا۔ تاہم وہ اپنے
اصل دائرہ سے نہ نکل سکین، قدیم و جدید تاریخ کی کسی مثال سے یہ نہین ثابت ہوسکتا کہ حبشیونکی
کسی قوم مین بھی کبھی تمدن آیا ہی، اور اگر بخت و اتفاق سے کسی قوم کے ہاتھ مین تمدن کی شیرازہ
آ بھی گیا، تو وہ بہت جلد درہم برہم ہوگیا، اور انحطاط کی سب سے آخری صورت اختیار
کرلی، زمانہ قدیم مین اہل ایتھوپیا (حبشہ) کے یہان تمدن کا یہی حال رہا، اور موجودہ زمانے مین
ہائٹی قوم کا بھی یہی حال ہی،
اس کے بعد یونانیون کا دور شروع ہوا، اور اونھون نے اوّل اوّل مصری وراشو

HAYTI امریکہ کا ایک جزیرہ جہان کے باشندے حبشی ہین،

قوم کے فنون لطیفہ کی نقل کی، یونانیون نے ان قومون کی صناعی کے جو نمونے پیش نظر رکھے تھے، وہ ان کو ایک تو فینیشین قوم کے ذریعہ سے ہاتھ آئے تھے جس نے بحری راستون کے ذریعہ سے تمام سواحل مین سلسلہ اتصال قائم کر دیا تھا، دوسرے ایشیائے کوچک کی اون قومون کے توسط سے جنھون نے نینوی اور بابل کے درمیان تمام خشکی کے راستون پر قبضہ کر لیا تھا،

اگرچہ اس سے کسی کو انکار نہین ہو سکتا کہ اخیر مین یونانی اپنے اوستادون سے بھی بڑھ گئے تاہم اس زمانے کے محققین آثار قدیمہ کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہی کہ اس معاملہ مین اون کی ابتدائی کوششین سخت ناکامیاب ور ناممکل تھین، اور ایک طویل زمانے کے گذرنے کے بعد اونھون نے فنون لطیفہ کے اون عجائبات کو دنیا کے سامنے پیش کیا جو اونکی ابدی یادگار ہین، چنانچہ وہ سات سو برس کے بعد اس درجہ کو پہونچے کہ اونھون نے فنون لطیفہ کو خاص اپنا فن بنایا، زمانہ سابق کی بہ نسبت زیادہ تر اخیر زمانے مین ونکی ترقیون کا ظہور ہوا جسکی وجہ یہ ہی کہ تمدنی ترقی مین قوم کو جن دورون سے گذرنا پڑتا ہی، اون مین دور اخیر کی بہ نسبت دور اوّل نہایت طویل ہوتا ہی، یونانی فنون لطیفہ کی سب سے زیادہ قدیم مثال سینیا کے خزانے مین جو بارھوین صدی قبل مسیح کی یادگار ہین، لیکن اُن سے ثابت ہوتا ہی کہ مشرقی مصنوعات کی نقل مین اوّل اوّل یونانی بالکل وحشی تھے، اسلئے اونکے فنون لطیفہ کے چہرے سے دسویں صدی تک مشرقی آب و رنگ زائل نہین ہوا چنانچہ اینتیا اور اورخومیا مین اپالو کا جو مجسمہ نصب [illegible] مشرقی مجسمون سے کامل مشابہت رکھتا ہی، لیکن اسی زمانے سے اونھون نے ترقی [illegible] قدم بڑھایا اور ایک ہی صدی کے بعد میڈیاس اور پانینیون نے مجسمے نظر عام پر آ گئے

سلہ ہومر کی اصطلاح مین رب الارباب عمل و فن، شاعری و موسیقی وغیرہ سب بڑا دیوتا، مبنی کا اپالو جیسا [illegible]

جو اپنے ماخذ یعنی مشرقی آب ورنگ سے بالکل خالی ہین، اور ادن پر فوقیت رکھتے ہین،
یہی حال فن عمارت کا بھی تھا، اگرچہ ادن تمام دورون کی تفصیل جن سے اس فن کو
گذرنا پڑا ہی، آسان نہین ہے، کیونکہ نوین صدی قبل مسیح مین ہومر نے جن محلون کا ذکر کیا ہے
ہم کو اونکی حالت معلوم نہین ہی، تاہم اوس نے ادن کی بیتل کی دیوارون، چمکتے ہوئے
رنگین کنگرون، اور سونے چاندی کے ادن جانورون کا جو اندر بطور پہرہ دار کے کھڑے کیے گ
ہین جو حال لکھا ہے، اوس کو پڑھ کر ہمین اشوریون کے محل یاد آتے ہین، جو پیتل کے تختون
ملمع اینٹون سے ڈھکے ہوئے رہتے تھے، اور بیلون کے مجسمے ادن کی حفاظت کرتے تھے، اسکے
ساتھ ہمکو یہ بھی معلوم ہے کہ یونان مین سب سے قدیم ستون جو ساتوین صدی قبل مسیح کی یادگار ہے
اوسکی مثال کرنک، اور بیتی حسن واقع ملک مصر مین موجود ہی، اور یونینہ نامی ستون کے اکثر
اجزا اشوری ستونون سے ماخوذ ہین، ہم کو یہ بھی معلوم ہی کہ یہ تمام مستعار چیزین پہلے ایک
خاص قوم کی طرف منسوب تھین پھر ترکیب وتبدیل نے ادن کی صورت اسقدر بدل دی کہ ستون
کی ایک ایسی نوعیت قائم ہو گئی جو اپنے اصل کے بالکل مخالف معلوم ہوتی ہی، یونانیون کے
بعد ایرانیون کا ظہور ہوا، اگرچہ اونھون نے بھی یونانیون کی طرح فنون لطیفہ مین تغیرات پیدا کی
لیکن انقلاب کا یہ دور درجۂ کمال تک نہ پہونچ سکا، اس کی وجہ یہ ہی کہ دفعتہً ایک اجنبی دشمن
ادن پر حملہ کر بیٹھا، اسلیے اونکے تمدن کی رفتار دفعتہ رک گئی، یونانیون کو فنون لطیفہ کی ترقی و
ایجاد کے لیے سات صدیان ملی تھین لیکن ایرانیون کو اسکے لیے دو صدی سے زیادہ کا زمانہ
اور اہل عرب کے سوا دنیا کی کسی قوم مین اس قسم کی مثال نہین مل سکتی کہ ادنھون نے ایک محدود
مین فنون لطیفہ مین اس قدر ترقی کر لی کہ اوسکو اپنا خاص فن بنا لیا،
ایران کا تاریخی دور اوس زمانے سے شروع ہوتا ہی جب قورش اور اوس کے جانشینو

Marfat.com

نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو برس بیشتر بابل اور مصر پر قبضہ کر لیا تھا اور اوسوقت یہی دونون ملک مشرقی تمدن کا ماخذ تھے، لیکن یونان جس کی قسمت مین اسی قسم کی ایک فتح لکھی ہوئی تھی، اب تک گوشۂ گمنامی مین پڑا ہوا تھا، اس بنا پر مسیح علیہ السلام سے تین صدی پیشتر ایرانی سلطنت تمدن کا مرکز بن چکی تھی، لیکن اسکندر نے جب ایرانیون کو تخت سلطنت سے اوتار دیا تو تمدن کا مرکز ثقل دنیا کے دوسرے گوشون کی طرف منتقل ہو گیا،

ایرانیون نے جس وقت مصر اور بابل پر قبضہ کیا تھا، اوسوقت اونکا کوئی خاص فن نہ تھا، اسلیے اونھون نے انہی دونون ملکون کے نمونے پر فنون لطیفہ مین ترقی کرنا شروع کی، اور انھین ملکون سے صناع مستعار لیے، لیکن چونکہ اونکی سلطنت نے دو صدی سے زیادہ کی عمر نہین پائی اسلیے اون کو فنون لطیفہ مین حقیقی تغیرات پیدا کرنے کیلیے کافی وقت نہین ملا، البتہ اونھون نے اپنے دور تنزل مین فنون لطیفہ مین بہت بڑا انقلاب پیدا کرنا چاہا، چنانچہ پرسوپولس (اصطخر) کے بچے کھچے کھنڈرون سے اسکا اندازہ ہوسکتا ہے، ہم کو اون مین مصر، اشور، اور یونان تینون کے فنون لطیفہ کی آمیزش معلوم ہوتی ہے، اور ہم کو وہان کچھ جدید تغیرات بھی نظر آتے ہین [illegible] اس شہر کا ستون، اور [illegible] کے دوسرے دالان خاص طور پر قابل ذکر ہین، ان تمام واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر زمانے نے اس قوم کو وقت دیا ہوتا تو وہ یونانیون کی طرح فنون لطیفہ مین نظم و ترتیب نہین پیدا کرسکتی تاہم ایک حد تک اس کی ایجادی قوت [illegible] کسی طرح پیچھے نہین رہتی چنانچہ [illegible] صدی کے بعد فنون نے جو ترقی کی [illegible] زبان حال سے اس کی شہادت دے [illegible] ایران کا سب سے قدیم خاندان [illegible] جس کو سکندر نے بے تاج و تخت کیا، اسکے بعد سلوقین [illegible] یونانی [illegible] راشدین کا زمانہ آیا، اور سب سے آخر مین ساسانیون کا دور حکومت قائم ہوا [illegible]

عیسوی مین عربون نے مغلوب کرلیا، انھی ساسانیون کے زمانے مین ایرانیون نے فن عمارت کی ایک جدید داغ بیل ڈالی چنانچہ اونھون نے اوس زمانے مین جو عمارتین تعمیر کین اون مین ایک خاص جدت طرازی پائی جاتی ہی جس سے یہ نہین معلوم ہوتا کہ وہ عرب، اخمیدی، اور ارشیدی کے فنون لطیفہ سے ماخوذ ہے، بلند دروازے جو عمارت کے کنگرون سے ملے ہوئے نظر آتے ہین، ملمع اینٹین، ساٹھ زینے کے پل اوسی زمانہ کی مخصوص یادگارین ہین اور مغل اپنے مذاق کے موافق کسی قدر تغیر پیدا کرکے اسی فن جدید کو ہندوستان مین لائے،

ان تمام مثالون سے تغیرات کے وہ مدارج معلوم ہوتے ہین۔ جو ایک قوم دوسری قوم کے فنون لطیفہ مین کرتی ہی، اور ان مدارج کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہی، کہ قومون کے مذاق طبیعت، اور خصوصیات زمانہ کے اختلاف سے ان تغیرات مین بھی اختلاف پیدا ہوجاتا ہے، یہی وجہ ہی کہ ہمکو مختلف قومون مین تغیرات کی حیثیت مختلف نظر آتی ہی، اہل افریقہ چونکہ عقلی حیثیت سے کم پایہ تھے، اسلیئے باوجود ایک زمانہ طویل کے یہان فنون لطیفہ نے کوئی ترقی نہین کی، بلکہ اپنے درجہ سے گرگیا، یونان جیسی متمدن قوم نے جب کافی زمانہ پایا تو قدیم فنون لطیفہ سے اونھون نے ایک جدید فنون لطیفہ کو ایجاد کیا، اور اوس کو پہلے سے بھی زیادہ چمکادیا، اس سے کم درجہ کی متمدن قوم ایرانیون کی تھی جس نے ترقی کے لئے بہت کم زمانہ پایا تھا تاہم اوس نے غیر قومون کے فنون لطیفہ کو لیکر اوس مین اپنی صناعیون کے کمالات دکھائے اور اوس مین کمالات پیدا کیئے،

عہد قدیم کی ان مثالون کے علاوہ، ہمکو اپنے قریب تر زمانے مین بھی اسکی بہت سی مثالین ملتی ہین جن سے اوس عظیم الشان انقلاب کا پتہ چلتا ہی، جو غیر قومون کے فنون لطیفہ مین ہر قوم کو خوامخواہ کرنا پڑتا ہے، ان مثالون کی شہادت تمام آثار قدیمہ کی شہادتون سے زیادہ موثق ہے، کیونکہ وہ اوس قوم سے ماخوذ ہین جس کی جنسیت اور قومیت مین اگرچہ اختلاف ہی

تاہم وہ صرف ایک مذہب (اسلام) کی پابند ہو جب اہل عرب نے ساتوین صدی عیسوی مین دنیائے قدیم یعنی روم و یونان پر قبضہ کر لیا، اور وہان اوس عظیم الشان سلطنت کی بنیاد ڈالی، جو نہایت سرعت کے ساتھ اندلس سے لیکر براعظم ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی، تو فنون لطیفہ مین سب سے پہلے، اونکی نگاہ فن بیزنطی (مشرقی رومی) پر پڑی، جو نمایان تشخص و امتیاز رکھتا تھا اس لیئے اونھون نے اوّل اوّل اندلس، مصر، اور شام کی مساجد مین اوسی کی نقل کی، چنانچہ دمشق مین جامع عمری اور قاہرہ مین جامع عمرو اوسکی زندہ مثالین ہین لیکن یہ طرز عمارت بہت دنون تک قائم نہ رہا، بلکہ اختلاف ممالک کی وجہ سے مسلمانون نے فن تعمیر مین نہایت سرعت کے ساتھ تبدیلیان شروع کر دین، اور ہر صدی مین یہ طرز بدلتا رہا چنانچہ ہم نے اپنی کتاب **تمدن عرب** مین ان تغیرات کی تفصیل کر دی ہو یہ ایک ایسا عام اور کلی تغیر تھا کہ عہد قدیم کے آثار مثلاً جامع عمرو (واقع مصر ۶۴۲ء) اور دور اخیر کی یادگار جامع قائت بای (واقع مصر ۱۴۶۰ء) مین کسی قسم کی مشابہت اور ہمرنگی نہین پائی جاتی،

ہم نے اس کتاب مین تصاویر کے ذریعہ سے دکھایا ہو کہ تمام ممالک اسلامیہ یعنی اسپین افریقہ، شام، ایران اور ہندوستان کے آثار قدیمہ مین اسقدر اختلاف پایا جاتا ہو کہ اون پر ایک نام کا اطلاق نہین ہو سکتا، یورپ کے گاتھک طرز مین بھی اگرچہ کسی قدر اختلاف موجود ہو تاہم ان مین بعض حیثیتون سے مشابہت بھی پائی جاتی ہو اسلیئے اون کو ایک ہی چیز کہا جا سکتا ہو، لیکن ممالک اسلامیہ کے آثار قدیمہ مین اس قسم کی مشابہت بالکل مفقود ہو،

لیکن اس اختلاف کا سبب مذہب نہین ہو سکتا کیونکہ تمام دنیائے اسلام صرف ایک ہی مذہب کی پابند ہو بلکہ اسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف ہے، اور وہ ایک ایسی موثر چیز ہو جو خود قومون کی طرح فنون لطیفہ مین بھی اہم تغیرات پیدا کر دیتا ہو،

Marfat.com

پس اگر یہ نظریہ صحیح ہے تو ہم کو ایک ایسے ملک مین جسمین مختلف قومین بستی ہین، باوجود اتحاد مذہب اور اتحاد سلطنت کے بالکل مختلف قسم کے آثار و عمارات کی تلاش کرنی چاہیے چنانچہ اگر ہم اس جستجو مین نکلین گے تو ہندوستان کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے یہ تلون منظر پیش کرے گا، ہندوستان مین اس نظریہ کی بکثرت مثالین مل سکتی ہین اور اس لیے مین بار بار اوسکی طرف رجوع کرونگا،

ہندوستان درحقیقت ایک تاریخی کتاب ہی جسکے آگے حکمت و بیان کی تمام کتابین ہیچ ہین، دنیا مین صرف وہی ایک ایسا ملک ہی جہان سیاح ایک طرف سے نکل کر دوسری طرف کو جاتا ہی، تو گویا ایک زمانے سے نکل کر دوسرے زمانے کے حدود مین قدم رکھتا ہی، اور انسانیت نے ابتدائے آفرینش سے لیکر آج تک وحشت اور تمدن کے جو مراحل طے کیے ہین وہ بیک نظر اوس کی نگاہ کے سامنے آجاتے ہین، تمام دنیا کے انقلابات کی تصویرین وہان موجود ہین لکڑی اور کہربائیت کا ترقی یافتہ دور بھی وہان اپنے مناظر دکھا سکتا ہی، اور اسکے ساتھ عصر حجری کی یادگارین بھی وہان موجود ہین، غرض تمدنی موثرات، اور اوسکے مسلسل تغیرات کا مرقع ہندوستان سے بہتر دنیا کے کسی حصہ مین نظر نہین آسکتا، مین مدت سے اس مسئلہ کو حل کرنا چاہتا تھا کہ ہندوستانی فنون لطیفہ کا ماخذ کیا ہی؟ لیکن ان نظریات کی تطبیق سے یہ عقدہ نہایت آسانی کے ساتھ حل ہوگیا،

ہندوستان مین تاریخی دور کے بہت بعد فنون لطیفہ کا رواج ہوا چنانچہ ہندوستان کے قدیم ترین آثار کی عمر یورپ کے تاریخی دور کے دو صدیون سے زیادہ نہین ہی، مثلاً آسٹوکا[1] کے

[1] ہندوستان مین بدھ مذہب کا بہت مشہور بادشاہ، مدت سلطنت ۲۷۲ ق م تا ۲۳۲ ق م اس نے متعدد ستون نصب کرائے تھے جن پر اخلاقی احکام و قوانین کندہ تھے۔

ستون، کارلی ہوتا، اور سنتش کی عبادتگاہین جس زمانے مین تعمیر کیگئی ہین، اوسوقت مصر، ایران، اور
اسیریا کی قدیم قومون کا تمدن اپنا دور ختم کر چکا تھا، اور اوس پر تنزل وگمنامی کے پردے پڑگئے
تھے، اس وقت صرف ایک روما کا تمدن اپنے اوج شباب کے ساتھ تمام دنیا پر حکومت کر رہا
تھا، اگرچہ ہندوستان اون اقوام قدیمہ کو جن کے تمدن وتہذیب کا چراغ بجھ رہا تھا اپنے تمدن کے
ایک بڑے حصہ کا ماخذ بنا سکتا تھا لیکن چونکہ وہ تمام دنیا سے الگ تھلگ ایک گوشہ مین پڑا ہوا
تھا، اور خود ہندوستانی عمارتون کی شخصیت کسی قوم کے آثار وعمارت سے میل نہین کھاتی تھی.
اس لئے ایک مدت تک علماے آثار قدیمہ کی یہ راے تھی کہ ہندوستان نے اون قومون سے
کچھ نہین لیا، اس خصوصیت کے ساتھ اگر ہندوستانی آثار قدیمہ کے نظام وترتیب اور
مدت درازیون کو پیش نظر رکھا جائے، تو معلوم ہوگا کہ یہ تمام آثار مسلسل اور دیرینہ تجارب کا
نتیجہ ہین، لیکن علماے آثار قدیمہ اب تک ان تجربات سے ناواقف ہین. [illegible] زمانے مین
ہندوستان کے ایک دور افتادہ حصے مین کچھ [illegible] کھلے تھے جن پر یونانی فنون لطیفہ
کی جھلک پائی جاتی تھی، اور اسی بنا پر ان علما نے جو ہندوستان مین آثار قدیمہ کی تحقیقات کرتے
تھے یہ راے قائم کی تھی کہ ہندوستان نے فنون لطیفہ کو یونان سے لیا ہے، لیکن ہم نے ون [illegible]
کی بنا پر جن کو ہم اس کتاب مین کہہ چکے ہین، اور خود ان آثار قدیمہ کے دقیق مطالعہ سے
جو نتیجہ مستنبط کیا ہے وہ ان علما کی راے سے بالکل مختلف ہے، ہمارا خیال ہے کہ ہندوستان نے
فنون لطیفہ کو یونانیون سے اخذ نہین کیا اور باوجود تاریخی اختلاف کے ایسا کرنا ممکن بھی نہ تھا
کیونکہ دونون قومین تربیت، خیالات، اور فنون لطیفہ کی [illegible]
مدارج [illegible] ہوتے ہوئے ایک [illegible]
قدیمہ پھیلے ہوئے ہین اگر ان کی تحقیقات کی جائے تو معلوم ہوگا کہ دونون ملکون کے فنون لطیفہ مین

کسی قسم کی مناسبت نہین ہی، یورپ کے تمام آثار قدیمہ یونانی فنون لطیفہ کی جھلک کھاتے ہ
لیکن ہندوستانی آثار مین ہم کو اونکا کوئی اثر نظر نہین آتا، سرسری طور پر بھی یہ معلوم ہو سکتا ہ
کہ یونانیون اور ہندوستانیون سے زیادہ دنیا کی کسی قوم مین تنافر و اختلاف نہین ہی، چنانچہ
ہندوستان کے آثار قدیمہ اور ہندوستانی قوم کی نفسی خصوصیات پر جس قدر بحث کیجاتی ہے
اوسیقدر یہ حقیقت واضح ہوتی جاتی ہی کہ "ہندوستانی قوم ایک مخصوص اور مستقل روح رکھتی ہ
جو کسی خارجی اور اجنبی موثر سے متاثر نہین ہوسکتی" البتہ ایک اجنبی موثر جبراً اسکو اپنے زیر اثر
لاسکتا ہے، لیکن جس قدر زمانہ گذرتا جائیگا، یہ اثر زائل ہو کر محض سطحی اور عرضی رہ جائے گا
بالکل سچ تو یہ ہی کہ ہندوستان اور دنیا کے دوسرے ممالک کے درمیان جس قدر بعد و مسافت
ہی اوسی قدر ہندوستان کی مختلف قومین، دنیا کی دوسری قومون سے الگ ہین، ہندوستان
قومی روح بالکل ایک مستقل چیز ہی اور اگر وہ کسی چیز کی تقلید بھی کرتی ہے تو اُس کو خو
ہندوستانی قالب مین ڈھال لیتی ہی، یہی عجیب و غریب روح جو ہر چیز کی حقیقت کو بدل دیتی
علاوہ فن عمارت مین بھی نظر آتی ہی، ہندوستان کے ایک سنگ تراش کو یونانی وضع کے
بت بنوانے پر مجبور کیا جاسکتا ہی، لیکن وہ چند ہی دنون مین اوس مین اسقدر تغیر پیدا کردیگا
کہ وہ ہندوستانی بت بنجائیگا، اگرچہ ہندوستان اس وقت یورپ کے زیر اثر ہے تاہم وہان
اس قسم کے تغیرات روز بروز بڑھتے جاتے ہین، اگر تم ایک ہندوستانی کاریگر کو کسی یورپین چیز کا
نمونہ دو کہ وہ خود اسی وضع کی دوسری چیز تیار کردے تو گو وہ عام طور پر نمونہ کی ظاہری شکل
و صورت کا لحاظ رکھے گا، لیکن وہ اوس کے نقش و نگار، اور بعض اجزا مین اس قدر تغیر و تبدل
کردیگا، کہ دوسری یا تیسری باری مین اوس سے یورپین آب و رنگ بالکل اوتر جائیگا، اور
وہ اصلی ہندوستانی چیز بن جائیگی،

Marfat.com

ہندوستانی فن تعمیر کا سب سے بڑا مابہ الامتیاز وصف یہ ہی کہ اوس مین جزئیات کی نہایت کثرت ہوتی ہی اور اونکی ترکیب مین پیچیدگی پائی جاتی ہی اسکے بخلاف یونانی فن عمارت اپنی سادگی مین ممتاز نظر آتا ہی یہی خصوصیت ہندوستانی فن ادب مین بھی موجود ہے اور اسی وجہ سے ان دونون فنون (فن تعمیرات و فن ادب) مین تقریباً اتحاد پیدا ہوگیا ہی ہندوستانی فنون لطیفہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستانیون کے مزاج عقلی اور اینٹ پتھر کی ان صناعیون مین سخت مناسبت اور تعلق ہی اور وہ زبان حال سے اسکی شہادت دے رہی ہین چنانچہ اگر اشوری قوم کی طرح ہندوستانی قوم بھی مٹ جائے تو اونکی عبادت گاہون کے نقش و نگار اون کے مصنوعی بت اور اونکی قدیم عمارتین اون کی گذشتہ تاریخ پر شہادت دینگی اور اون سے خاص طور پر یہ معلوم ہوگا کہ ہندوستانی قوم مین جو ملکہ ترتیب و نظام کا ملکہ نہ تھا اور اون مین تخیل کی قوت شدت کے ساتھ موجود تھی اسلیے وہ یونانیون کے فن تعمیر سے بالکل متاثر نہین ہوئی یعنی ان عمارتون مین وہ حسن ترتیب اور صفائی نہ پیدا کر سکی جس نے یونانیون کا نام دنیا ممتاز کر دیا تھا اور اسی طرح ہم کو اس سبب کا علم ہو جائیگا جس کی بنا پر یونانیون کا اثر بالکل عارضی طور پر ہوا اور [illegible] اول ہوا تھا [illegible] سے آگے نہ بڑھا [illegible] کرنے سے اوس خیال کی [illegible] ثابت کیا جا سکتا ہی جو اون لوگون کے [illegible] پیدا ہوتا ہی جو [illegible] ہندوستانی [illegible] سے جمالی واقفیت رکھتے ہین [illegible] ہوچکا ہی کہ سلاطین [illegible] مین باہم تعلقات قائم [illegible]

[illegible] یونانی [illegible] ہندوستان کے بادشاہون [illegible] سن عیسوی [illegible] یونانی [illegible] فنون لطیفہ [illegible] ہندوستان مین [illegible] وہ اوس کو [illegible] ہندوستان [illegible] قسم کی [illegible]

ساتھ وہ بھی مٹ گیا، اس کی وجہ صرف یہی ہو کہ یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے مزاج عقلی مین اس قدر تنافر اور اجنبیت تھی کہ وہ اونکو صرف سلطنت کی جبری قوت سے قبول کر سکتی تھی، بلکہ تنافر کا اثر اس درجہ نمایان تھا کہ خود ان بادشاہون کے زمانے مین بھی ہندوستان کا ملکی فنون لطیفہ یونانی فنون لطیفہ سے بالکل متاثر نہین ہوا، کیونکہ خود اسُ ملنے مین، بلکہ اسکے بعد بھی ہندوستانیون نے جو عمارتین تعمیر کین ہم کو اون مین یونانی فن تعمیر کا اثر نظر نہین آتا حالانکہ وہ اثر اس آسانی کے ساتھ نمایان ہوسکتا ہی، کہ ایک کامل ہندی وضع کی عمارت مین صرف بعض جزئیات بالخصوص فرش سے یہ معلوم ہوسکتا ہی کہ اسکو یونانی کاریگر نے تعمیر کیا ہی،

یونانی فنون لطیفہ، اور ہندوستانی قوم کے جذبات کے اختلاف وتباین کا یہ نتیجہ ہوا کہ جس طرح یونانی فنون لطیفہ دفعتہً ہندوستان مین آیا تھا اسیطرح دفعتہً فنا بھی ہو گیا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ وہ ملک مین بزور حکومت آیا تھا، کیونکہ کسی قوم کا فنون لطیفہ اسطرح جلد فنا نہین ہوتا، بلکہ اوس مین تغیرات ہوتے ہین تبدیلیان ہوتی ہین، اور جدید فنون لطیفہ کا اثر قدیم فنون لطیفہ مین صاف نظر آتا ہے، لیکن یونانی فنون لطیفہ دفعتہً ہندوستان مین آیا، اور دفعتہً فنا ہو گیا، اور جس طرح آج ہندوستانی طرز تعمیر پر اون عمارتون کا کوئی اثر نمایان نہین ہوتا جن کو انگریز دو سو برس سے ہندوستان مین تعمیر کر رہے ہین، اُسی طرح ہندوستان مین یونانی فنون لطیفہ بھی بے اثر رہا،

یورپ اگرچہ ہندوستان پر ایک صدی سے حکومت کر رہا ہی، لیکن جس طرح آج سے دو ہزار برس بیشتر یونانی فنون لطیفہ بے اثر تھا اوسی طرح یورپین فنون لطیفہ کا بھی ہندوستان پر کوئی اثر نہین پڑا، صاف نظر آتا ہی کہ فنون لطیفہ کی ترتیب ونظام کے متعلق دونون قومون کے خیالات سخت مختلف ہین، اور اسی بنا پر اگرچہ ہندوستانیون کے نزدیک اہل عرب بھی یورپین

قومون کی طرح بیگانہ تھے، لیکن کل ہندوستان نے عرب کے فنون لطیفہ کی تقلید کی، چنانچہ ملک کے جن حصون پر اہل عرب کا اثر نہین پڑا، وہان کی عبادت گاہین عربی نقش و نگار سے خالی نظر آتی ہین، یہ سچ ہو کہ جس طرح زمانہ قدیم مین شاہ کنیشکا نے اپنے دور حکومت مین یونانی فن تعمیر کو منتقل کیا تھا، اوسی طرح آج بھی چند راجہ مثلاً مہاراجہ گوالیار نے یورپین طاقت سے مبہوت ہو کر جدید لیٹن، اور یونانی طرز پر یورپین وضع کے محل تعمیر کیے ہین، لیکن کنیشکا کے زمانے کی طرح خود ملکی فن عمارت، اس سرکاری فن عمارت سے بالکل متاثر نہین ہوا، اس سے صاف ثابت ہوتا ہو کہ اگرچہ یونانی اور ہندوستانی فن تعمیر نے گذشتہ زمانے مین بعینہ اسی طرح دوش بدوش زندگی بسر کی جس طرح آج وہ یورپین فن عمارت کے ساتھ زندگی بسر کر رہا ہے، تاہم اون مین سے کسی نے اپنے ہمنشین کا اثر قبول نہین کیا، اور اسی بنا پر یونانی اور ہندوستانی آثار قدیمہ مین کلاً وجزاً دور کی مناسبت بھی نہین معلوم ہوتی، یہ ایک ایسی چیز ہے جو ہندوستان کے آثار قدیمہ کے مطالعہ سے صاف نمایان ہو سکتی ہو، لیکن اسکا یہ مطلب نہین ہو کہ ہندوستان مین فطرۃً دوسری قومون کے فنون لطیفہ کی نقل و تقلید کا مادہ نہین ہو، کیونکہ جو قومون کے فنون لطیفہ اونکے مذاق کے موافق تھے، اوس کی نقل اونھون نے کر لی، [illegible] ہم بیان کر آئے ہین یہ ہو کہ دونون کی روح مین [illegible] اختلافات ہے۔

عمارتون کے مشاہدات سے ثابت ہوتا ہو کہ ہندوستانی قومون [illegible] فنون لطیفہ کو لیا، لیکن یہ سلاطین ارخیہ مین کے [illegible] آشوری اور مصری قومون سے تمدنی سبق سیکھا تھا [illegible] سلاطین اخمینین کے نظام سلطنت کو [illegible]

لہ [illegible]

شاندار تمدن کا مالک تھا، یہ سچ ہی کہ اوس وقت اونھون نے فنون لطیفہ مین کوئی خاص جدت نہین پیدا کی تھی، تاہم مصری اور اشوری فنون لطیفہ کی آمیزش نے اون کی صناعیون کو ایک نئے قالب مین نمایان کیا تھا، چنانچہ پرسوپولس (اصطخر) کے بچے کھچے آثار سے اسکا اندازہ ہو سکتا ہے، جن مین مصر کے عظیم الشان دروازے اور اشور کے پردار بیل نظر آتے ہین، اور کہین کہین یونانی فنون لطیفہ کی جھلک بھی نظر آتی ہی، ان تمام واقعات کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تمام عظیم الشان قومون کے فنون لطیفہ ایشیا کو چک مین سمٹ کر آگئے تھے،

بہر حال ہندوستانیون نے اگرچہ براہ راست ایرانیون سے فنون لطیفہ کو حاصل کیا، لیکن درحقیقت یہ وہی کلدان اور مصر کے فنون لطیفہ تھے، کیونکہ خود ایرانیون نے اونھی قومون سے فنون لطیفہ کی تعلیم پائی تھی، اور اون مین کسی قسم کا تغیر نہین پیدا کیا تھا، ہندوستانی آثار قدیمہ کی تحقیقات سے اوس ماخذ کا پتہ چلتا ہی، جس سے ابتدا مین اونھون نے فائدہ اوٹھایا تھا، اس لحاظ سے جو لوگ اس حقیقت کا سراغ لگانا چاہتے ہین، اونکو اپنا مطمح نظر صرف ہندوستانی قدیم ترین آثار کو بنانا چاہئیے، کیونکہ ہندوستانی روح کی یہ خصوصیت ہی کہ وہ جس جدید روش کو اختیار کرتی ہی، اوس مین چند ہی دنون کے بعد اس قدر تغیرات پیدا کر دیتی ہے کہ نقل و اصل مین کلیتہً اختلاف پیدا ہو جاتا ہی، ہندوستانیون نے یونانیون کو چھوڑ کر صرف اس بنا پر ایرانیون سے فنون لطیفہ کی تعلیم حاصل کی کہ ایرانی فنون لطیفہ کو ہندوستانی مزاج عقلی سے جو مناسبت تھی وہ یونانی فنون لطیفہ کو نہ تھی، کیونکہ یونانی عمارتین بالکل سادہ اور نقش و نگار سے خالی ہوتی ہین، اس لئے ہندوستانی قومون کو اون سے کوئی دلآویزی نہین پیدا ہوتی تھی اسکے بخلاف ایرانی آثار مین نقش و نگار، زیب و زینت، اور سامان آرایش کی اسقدر کثرت ہوتی ہے جو ہندوستانیون کے دلون کو فریفتہ کر لیتی ہے، اور یہ ایک ایسی فطری مناسبت تھی کہ ایرانی

فنون لطیفہ نے صرف زمانہ قدیم ہی مین جبکہ ایران مصر اور اشور کے تمدن کا مالک تھا ہندوستان پر اثر نہین ڈالا، بلکہ اسکے کئی صدیون کے بعد جب مسلمانون نے ہندوستان کو فتح کیا تب یہ اثر نمایان ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان مین آنے سے پہلے ایرانی ممالک مین مسلمانون کا گذر ہو چکا تھا، اور اونکا تمدن قدیم قومون کے تمدن سے بہت کچھ سرمایہ حاصل کر چکا تھا اس لیے مسلمان ایرانی فنون لطیفہ کو خاص طور پر ہندوستان مین لائے، لیکن اون مین اشوری قوم کے آثار قدیمہ کی جھلک بھی نظر آتی ہے، عظیم الشان مسجدون کے دروازے اور ملمع اینٹین صرف اشوری اور کلدانی قومون کی یادگارین ہین، چونکہ یہ تمام فنون لطیفہ ہندوستانیون کے جذبات کے موافق تھے، اسلیئے اونھون نے اوسکی نقل کی، لیکن قدیم یونانی، اور موجودہ یورپین فنون لطیفہ چونکہ ہندوستانیون کے مذاق کے بالکل مخالف ہے، اس لیئے ہندوستان پر اونکا کوئی اثر نہین پڑا،

اس تفصیل سے ثابت ہوگیا کہ ہندوستانی اور یونانی فنون لطیفہ مین جیسا کہ علمائے [illegible] عمارت کا خیال ہی، کوئی تعلق نہین ہی، بلکہ ایرانیون کے ذریعہ سے اونھون [illegible] اور اشور سے راہ و رسم پیدا کی ہے، اس لحاظ سے اگرچہ ہندوستان نے براہ راست یونان سے [illegible] نہین لیا، لیکن درحقیقت اون دونون کا ماخذ تمدن کا وہ عام سرچشمہ اور تہذیب [illegible] کا خزانہ ہے جسکو ایک مدت مین مصر اور اشور نے جمع کیا تھا، ہندوستان اور یونان دونون کا اصل مال [illegible] وہی ہی، البتہ اتنا فرق ہی کہ یونانیون نے فنیقی نشین قوم اور ایشیا کے [illegible] والون کے ذریعہ سے اوس سے فائدہ اوٹھایا، اور ہندوستانیون نے [illegible] کو اپنے یہان منتقل کیا، اس بنا پر اصل مین یونانی اور ہندوستانی تمدن کا مبدء ایک ہی، البتہ چونکہ ان دونون قومون کی روش مین اختلاف تھا، اس لیئے تمدن کی ان دونون شاخون [illegible]

Marfat.com

الگ الگ خصوصیتین قائم ہوگئین ۔

چونکہ فنون لطیفہ کو ہر قوم کے مزاج عقلی کے ساتھ خاص تعلق ہے، اور اسی بنا پر قومونکے اختلاف سے اوس مین بھی اختلاف پیدا ہوتا رہتا ہے، اس لیے باوجود مذہبی اتحاد کے قومیت کے اختلاف سے ہندوستانی فنون لطیفہ مین جن اختلافات کا پیدا ہونا لازمی تھا وہ پیدا ہوئے چنانچہ ہندوستان کے مختلف حصون مین جو آثار موجود ہین وہ اسکی شہادت دیتے ہین، انکے طرز تعمیر مین باہم اسقدر اختلاف ہے کہ مذہبی عقائد کو چھوڑ کر ہمکو اوسکی ترتیب و تقسیم مین ملکی یعنی قومی حیثیت کا بھی لحاظ رکھنا پڑے گا، شمالی ہند اور جنوبی ہند کی عمارتین اگرچہ ایک ہی زمانے مین تعمیر کی گئین اور ان تعمیر کرنے والون کا مذہب بھی ایک تھا تاہم اون مین باہم کسی قسم کی مشابہت نہین پائی جاتی، مسلمانون کے زمانے مین بھی جبکہ تمام ہندوستان ایک واحد سلطنت کے زیر اثر تھا، یہ اختلاف قائم رہا، اور ملکی اختلافات کے لحاظ سے خود اسلامی عمارتون مین بھی اسکی جھلک نظر آتی ہی چنانچہ احمد آباد، آگرہ اور بیجاپور کی مسجدین اگرچہ صرف ایک خدا کی پرستش کے لیے تعمیر کیگئین لیکن ان مین بہت کم مشابہت پائی جاتی ہی اور یورپ کے دور ترقی کے آثار اور گاتھک آثار مین جو معمولی درجہ کی مشابہت ہی، وہ ان مساجد مین اس سے بھی کم پائی جاتی ہی،

یہ اختلاف صرف عمارتون تک محدود نہین بلکہ وہ مجسمون کی ہیئت اور صنعت و فنون سے نمایان ہوتا ہے، چنانچہ سانچی کے ابھرے ہوئے نقش و نگار، اور برہات کے مجسمون کے موازنہ سے اسکی تصدیق ہوتی ہی، حالانکہ یہ سب ایک ہی زمانے مین بنائے گئے ہین، اور بوندیلکھنڈ، میسور اور جنوبی ہند کے آثار مین یہ اختلاف اور بھی نمایان طور پر نظر آتا ہی یہان تک کہ معمولی درجہ کی مصنوعی چیزین بھی اسکے اثر سے خالی نہین نظر آتی ہین، میسور، اور گجرات کے بنے ہوئے لکڑی کے کام

Marfat.com

اور اوڑیسہ اور ساحل بمبئی کے بنے ہوئے زیور مین ایک معمولی سمجھ کا آدمی بھی امتیاز کرسکتا ہے

اِس مین شبہہ نہین کہ دیگر مشرقی عمارتون کی طرح ہندوستان مین بھی سب سے پہلے مذہبی عمارتین
ر جو مین آئین، لیکن مشرق مین جسقدر مذہب کا اثر ہی، اوس سے زیادہ خود قوم کا ہے،

یہ روح جو ہر قوم کو اوسکی منزل مقصود تک پہونچاتی ہی، وہ جس طرح نظام سیاست اور
نون لطیفہ پر اپنا اثر ڈالتی ہی، اوسیطرح مذہب کو بھی ایک خاص روش کی طرف لیجاتی ہی، وہ
مام تمدنی عناصر کی بحث مین ہمارے آگے آگے ہوتی ہے، اور وہ ایک ایسی طاقت ہی جس سے بالاتر
ئی طاقت نہین، اوس مین اون ہزارون نشتون کی قوت موجود ہی، جس نے اوسکو پیدا کیا ہی،
ور وہ اونکی نسلون کے افکار وخیالات کا خلاصہ ہے

تیسرا باب

قومون کی تاریخ پر اس حیثیت سے نظر کہ اسکا ماخذ قومونکا اخلاق ہے

پہلی فصل

نظامات سیاسیہ کیونکر ہر قوم کی روح سے پیدا ہوتے ہین؟

ہر قوم کی تاریخ، عموماً و دائماً اوسکے مزاج عقلی سے ماخوذ ہوتی ہے، اسکی مختلف مثالین، یہ بحث کہ فرانس کی سیاست کا منبع وہان کی قومی روح ہے، یہ بحث کہ ان نظامات مین اگرچہ بظاہر تغیر محسوس ہوتا ہے لیکن اُنکی حقیقت نہایت راسخ و پائدار ہوتی ہے، یہ بحث کہ ہمارے تمام سیاسی فرقون کا مقصد ایک ہے، ان فرقون کے رنگ اور اونکے نام، یہ بحث کہ تمام سیاسی فرقون کا مذہب یہ ہے کہ نفوذ و قوت کو محدود، اور ہر شخصی حرکت کو حکومت کے مصالح پر قربان کر دیا جائے، یہ بحث کہ شورش فرانس شخصی حکومت کے قایم ہونے سے پیدا ہوئی، یہ بحث کہ ہر قوم کے سیاسی نظام کا ماخذ ہمیشہ اوسکا قومی نظام اخلاق ہوتا ہے،

تاریخ اپنی حیثیت عمومی مین اون نتائج کی شرح ہے جن کو قومون کی روح نے پیدا کیا اس لیے جس طرح مچھلی کے آلات تنفس کی نشو و نما پانی مین ہوئی ہے اوسی طرح تاریخ کا سرچشمہ بھی قومون کی یہی روح ہے، جو شخص کسی قوم کے مزاج عقلی سے ناواقف ہے، اوسکے نزدیک اوسکی تاریخ اون غیر مرتب واقعات کا مجموعہ ہوگی جن کو بخت و اتفاق نے پیدا کیا ہے، لیکن جو شخص اس روح کی حقیقت سے واقف ہے، اوسکو نظر آتا ہے کہ قومی زندگی ہر قوم کے نفسی اخلاق کا ایک قدرتی اور لازمی نتیجہ ہے، اگر تم کو مختلف قومون کے مظاہر زندگی مختلف نظر آئین تو تمکو یقین کر لینا چاہیے کہ ان اختلافات کے تار و پود قومی روح سے وابستہ ہین،

Marfat.com

قومی روح کا روشن ترین مظہر نظام سیاست ہی، اور بعض مثالون کے ذریعہ سے نہایت
آسانی کے ساتھ یہ حقیقت واضح ہو سکتی ہے،

فرانس اون ملکون مین ہی جن مین ایک عام انقلاب پیدا ہو چکا ہی، بظاہر چند سالون مین
اوسکا نظام سیاست بالکل بدل گیا ہی، اور سیاسی فرقون مین سخت مغائرت پیدا ہو گئی ہی، لیکن
اگر ہم اون خیالات کا جو بظاہر متناقض معلوم ہوتے ہین، غور سے مطالعہ کرین، اور اون سیاسی فرقون کے
متعلق جنمین ہمیشہ جنگ قایم رہتی ہی، دقت نظری سے کام لین، تو معلوم ہوگا کہ ان سب کی حقیقت ایک ہے
اور اوسکے اندر سے فرانس کی قومی روح علانیہ جھانکتی ہی، انتہا پسند شخصیت پرست، سوشلسٹ،
غرض تمام فرقے مختلف رنگ کی جھنڈیون کے نیچے ایک ہی منزل مقصود کی طرف جا رہے ہین
اور سب کا نصب العین صرف یہ ہی کہ افراد کو حکومت کے اندر فنا ہو جانا چاہیے، ہر فرقہ یہ چاہتا ہے
کہ قوت و نفوذ سلطنت کے دامن مین اسطرح سمٹ کے آجائین کہ ہر چیز کی باگ اوسکے ہاتھ مین
آجائے، سلطنت ہی ہر چیز کی ترتیب دے، اوسی کی طرف تمام چیزین سمٹ آئین معمولی سے معمولی
جزئیات کے متعلق بھی وہ افراد کی زندگی کو قانونی شکنجہ مین جکڑ دے، اور اون کو تھوڑا بہت ذاتی
جھگڑے بکھیڑے سے نجات دلائے، بادشاہ، شاہزادہ، امیر، جمہوری پریسیڈنٹ، غرض عنان حکومت
کسی کے ہاتھ مین بھی ہو، لیکن مقصد سب کا ایک ہی، اور یہی مقصد فرانس کی قومی روح کی
ترجمانی کر سکتا ہی، اور یہ قوم اس کو چھوڑ کر کسی دوسری طرف نہین جا سکتی،

پس ایک طرف تو یہ بات نظام جمہوری کا ثبوت [illegible] اور ہمارا آسانی کے ساتھ [illegible]
[illegible] کہتا ہی کہ کاش اس حکومت کے بجائے جو ہر وقت اپنا قدم [illegible]

[illegible] ایک [illegible] خیال [illegible] [illegible] [illegible] قومی [illegible]
سلطنت ترتیب [illegible] [illegible] کامیابی مین [illegible]

کوئی دوسری حکومت ہوتی تو ہماری حالت بہتر ہوجاتی" دوسری طرف سے مردون کی آواز
آتی ہین کہ" ہم صرف الفاظ اور ظاہری قالب مین تبدیلی پیدا کرتے ہین" لیکن قوم کی غیر شاعرا
روح کا اثر ہم پر اس شدت کے ساتھ پڑگیا ہی کہ اوسکے ہوتے ہوئے ہم کو یہ محسوس نہین ہوتا
کہ ہمارا موجودہ خیال بالکل غلط ہے۔

شورش فرانس کے بعد جو نظام حکومت قایم ہوا، اوس کو اگرچہ ہمارے قدیم نظام سے
بظاہر کوئی مشابہت نہین ہی، لیکن درحقیقت اوس نے غیر محسوس طور پر شخصی حکومت کا قالب اختیار
کرلیا، اسلیئے اوس نے قدیم نفوذ و قوت کو اور بھی محدود کردیا، اگر لوئس سیزدہم اور لوئس چہاردہم
اپنی قبر سے اوٹھکر اس انقلاب کے نتائج کو دیکھتے، تو اپنے شخصی اغراض کے لیئے اوڈھون نے جو
بیرحمیان کی تھین اونپر اگرچہ فطرۃً ملامت کرتے لیکن باایں ہمہ اونکو نظر آتا کہ یہ جو کچھ ہوا ٹھیک انکی
روش کے مطابق ہی، وہ اعتراف کرتے کہ اگر اوڈھون نے کسی وزیر کو اس طرز حکومت کی تدبیر
کی ہوتی، تو اوسکو بہت زیادہ کامیابی نہ ہوتی، وہ کہتے کہ شورش سے پہلے فرانس مین جو حکومتین
قایم ہوئین، اون مین سب سے زیادہ قدیم خود وہ نظام حکومت ہی، جو شورش کے بعد قایم ہو
اون کو اس امر کا یقین ہوجاتا کہ اگرچہ تقریبًا ایک صدی سے مختلف طرز کی مختلف حکومتین قا
ہوتی رہین، لیکن ان مین کوئی بھی قدیم نظام کو نہ بدل سکی، کیونکہ جو انقلاب قانون طبعی کے مطابق
ہوتا ہی، اوسکا قدرتی نتیجہ یہی ہی، اور سلاطین کی شخصی تقلید جس نے قوم کی روح کو غلام بنالیا ہے
ہمیشہ اسی طرح قایم رہے گی، تاہم اونکو یہ فرق ضرور نظر آتا کہ جب سے حکام و شرفا کے طبقہ کو ملازمت
پیشہ لوگون کے گروہ سے بدل دیا گیا ہی، ایک ایسا جمہوری نظام قایم ہوگیا ہی، جو قدیم نظام سے
زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ اوس مین کوئی سیاسی انقلاب نہین پیدا ہوسکتا، اس سے پہلے دوسرے
نظام قایم ہوچکے ہین، وہ قوم کا قدرتی کفیل ہی، اوسکے نتائج کی ذمہ داری کسی خاص شخص پر عائد نہ

Marfat.com

ہوتی، اور ادسکی مستمر زندگی سے روز بروز اوسکا بول بالا ہوتا جاتا ہے، اور یہی وہ خصوصیات ہین
ہ ایک شخصی حکومت کا خاصہ لازمی خیال کی جاتی ہین لیکن باینہمہ وہ اس پر بہت زیادہ ملامت
نہین کرین گے، کیونکہ اون کو معلوم ہو کہ لیٹن قومین آزادی سے زیادہ مساوات پر جان دیتی ہین
سلیئے وہ تمام استبدادی طریقون کو اس شرط پر قبول کرسکتی ہین، کہ اونکا سر رشتہ ایک فرد کے ہاتھ
ن نہ ہو، یا دو اشتون کی کثرت، اور قواعد کی بہتات نے افراد کو جس طرح جکڑ کر استبداد کی قوت
ن غیر معمولی اضافہ کردیا ہو وہ اون سے مخفی نہین رہ سکتا، ان نتائج پر نگاہ ڈالنے سے اونکو بھی معلوم
و جائیگا، کہ جب اس دور حکومت کا نظام مکمل ہوجائیگا، تو وہ ہر چیز کو اپنے دامن مین سمیٹ لیگا، اور
مدنی فوائد کے لیئے کسی قسم کے قانون کی ضرورت نہ ہوگی، افراد کی ہر شخصی حرکت فنا ہوجائیگی، اور
غیر کسی دوسری شورش کے سوشیالزم تمام ملک مین لنگر انداز ہوجائیگا، لیکن اسکے ساتھ اونکو تاریخ
ماغ کی روشنی مین یہ بھی نظر آئیگا کہ سوشیالزم درحقیقت شخصی نظام حکومت کا ایک اعلیٰ ترین مظہر
ہے، اور شورش فرانس نے اس بلند منارہ تک ملک کو نہایت سرعت کے ساتھ پہونچا دیا ہے اس
مثال کے مقابل مین انگریزی قوم ہے جس کا مزاج عقلی فریخ قوم سے بالکل مختلف ہے اور اسی وجہ سے
دونون کے نظام حکومت مین کسی قسم کا ارتباط و اتصال نہین پایا جاتا، انگریزی حکومت کے [illegible]
بادشاہ یا پریسیڈنٹ کوئی بھی متمکن ہو جیسا کہ برطانیہ اور ولایات متحدہ امریکہ مین یہ دونون مختلف
حالتین نظر آتی ہین لیکن انگریزی قوم کے طرز حکومت مین کسی قسم کا اختلاف نہین پیدا ہوتا [illegible]
دونون حالتون مین سلطنت کا اثر کم [illegible] اور افراد کا اثر [illegible]
اس نظام حکومت مین [illegible]
سا تعلق رکھتے ہین خود حکومت [illegible]
بالکل مخالف ہے، اس وقت افراد کی ذاتی حرکات [illegible]

کیونکہ انگلستان مین ۲۵ سال سے سلطنت آہستہ آہستہ اسکو روک رہی ہی، اسلیئے اِس مین ب
بہت کچھ ضعف آگیا ہے،

جن اخلاق کا اثر قوم کے نظام حکومت پر پڑتا ہی ادن کو شورش، جمہوری نظام سلطنت
استبداد، سپید حکومت، غرض کوئی چیز نہ پیدا کر سکتی، نہ ادن کے ذریعہ سے وہ فنا ہو سکتے، یہ بار بار کہا
جا چکا ہی کہ ہر قوم کے لیئے ایک خاص طرز حکومت موزون ہوتا ہی، اوسکے سوا عقل کسی دوسرے
نظام حکومت کو جائز نہین رکھتی، ہم عنقریب بیان کرین گے کہ کسی قوم کو اوسکے مزاج عقلی کے نتائج
سے مفر نہین ہو سکتا، ہوا جب ریگ کے ذرون کو اوڑاتی ہی تو بظاہر معلوم ہوتا ہی کہ قدرت نے قانون
جذب و کشش کی خلاف ورزی کی ہی، حالانکہ درحقیقت ایسا نہین ہو سکتا، اسیطرح دو ایک دن سے
زیادہ کوئی قوم اپنے مزاج عقلی کی مخالفت نہین کر سکتی، یہ ایک لغو خیال ہی کہ قومونکا انجام کار
حکومت اور نظام حکومت کے ہاتھ مین ہی" اوس کے عواقب و نتائج کا مرکز اوسکے باہر نہین بلکہ وہ
اندر ہی، اگر حکومت کسی قوم کو اوسکے جذبات و خیالات کے مخالف تکلیف مالا یطاق دینا چاہتی
ہے، تو وہ اوسکا جوا اپنے کندھے سے اوتار کر پھینکدیتی ہی، ہر حکومت کا وجود قوم کے جذبات و
خیالات کا آئینہ ہوتا ہے،، اور اسلیئے کسی نظام حکومت کو کلیتہً اچھا یا برا نہین کہا جا سکتا،
شاہ داھومی جس قوم پر حکومت کرتا تھا اوس کے لحاظ سے اوسکا طرز جہانبانی نہایت موزون تھا،
لیکن آج یورپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ نظام حکومت بھی دس ملک کے لیئے موزون نہین ہو سکتا، یہ ایک
صداقت آمیز حقیقت ہی، لیکن بدقسمتی سے آج مدبران سیاست اس سے بالکل ناواقف ہین، اور
اسلیئے اونکا خیال ہی کہ حکومت ایک تجارتی مال ہی جسکو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف
منتقل کیا جا سکتا ہی، اور جو نظام حکومت دار السلطنت کا ہی، اسی اصول پر نو آبادیون مین بھی حکومت

لہ افریقہ کی ایک قدیم سلطنت کا نام جو اب فرانس کے قبضہ مین ہی،

کی جاسکتی ہی لیکن یہ خیال اوسی قدر غلط ہی جس قدر ایک شخص مچھلی کو اس غلط دلیل کی بناپر ہوا
مین زندہ رکھنا چاہتا ہی کہ "دنیا کے تمام جانور ہوا مین سانس لیتے ہین"

قومون کے مزاج عقلی کا یہ اختلاف اونکو مدت تک ایک نظام حکومت کے زیر اثر نہین
رہنے دیتا، یہی وجہ ہی کہ انگریز، آئرش، سلافی، ہنگرین، عرب، اور فرنچ قومون نے سخت دشواریون
ور متصل شورشون کے بعد ایک قانون کے آگے سر جھکایا اور اسی بناپر جو سلطنتین مختلف قومون پر
حکومت کرتی ہین، وہ نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتی ہین، ہندوستان مین مغلون اور
انگریزون نے بے شبہہ ایک طویل زمانے تک اس اُصول کے خلاف حکومت کی ہی، لیکن اولاً
واسکا سبب یہ ہی کہ خود یہان کی مختلف قومون مین اس شدت کے ساتھ منازعت و مخاصمت رہتی ہے
کہ اجنبیون کے خلاف ان مین قومی اتحاد نہین پیدا ہوسکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ خود ان
اجنبی سلطنتون نے اپنی سیاسی روشن ضمیری سے ان قومون کے اخلاق و عادات کا ادب
و احترام کیا ہی، اور اونکو اپنے مذہب و قانون کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی آزادی دی ہی،

قومون کے مزاج عقلی اور اوسکے نتائج کے متعلق معلومات کا اسقدر کافی ذخیرہ ہے کہ
اگر اونکا استقصا کیا جائے تو متعدد جلدون کی ضرورت ہوگی، اور آج تک تاریخ نگاری کی جو
روش چلی آتی ہی، وہ دفعتہ بدل جائیگی، میرے نزدیک ان معلومات کو سیاست اور تربیت کا
اصول زرین قرار دینا چاہیئے، جن کی وجہ سے متعدد غلطیون سے نجات ملیگی اور بہت سے
انقلابات کا خاتمہ ہوجائیگا،

دوسری فصل

نظریات سابقہ کا انطباق، انقلاب ولایات متحدہ امریکہ

اور

امریکہ کی اسپینی جمہوریت پر

انگریزی قوم کے اخلاق، امریکن روح کیونکر پیدا ہوئی؟ حالات معاش کی وجہ سے جو انقلاب پیدا ہوا ہے اوس کی مشکلات، پست درجہ کی قوموں کے فنا کرنے کا قطعی فیصلہ، حبشی اور چینی، باوجودیکہ دونوں کا نظام ایک ہی، لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ ولایات متحدہ ترقی پذیر اور جمہوریت اسپینیہ روبہ تنزل ہے؟ اسپینی جمہوریت امریکہ مین جو خودمختاری پھیل گئی وہ قوم کے اختلاط کا لازمی نتیجہ تھا،

اوپر کے اجمالی اشارات سے ثابت ہوگیا ہوگا کہ ہر قوم کے نظام حکومت کا مبدا اوسکی قومی روح ہی، اور وہ اوس مین اگرچہ سطحی اور عارضی تغیرات پیدا کرسکتی ہی، مگر اوس کی حقیقت کو نہین بدل سکتی، اب ہم اس فصل مین واضح مثالون سے یہ ثابت کرنا چاہتے ہین، کہ یہ روح قوم کے مستقبل اور اوسکے نتائج عمل پر کس قدر قابو رکھتی ہی؟ اور نظام حکومت اوسکے مقابل مین کس قدر بے اثر چیز ہے؟ اس وقت مین مثال کے طور پر ایک ایسے ملک (یعنی امریکہ) کو پیش کرتا ہون جس مین ایک ہی قسم کی آب وہوا اور ایک ہی قسم کے ماحول مین، یورپ کی دو متمدن، ذہین، اور طباع قومین پہلو بہ پہلو آباد ہین، اور اون مین نظام اخلاق کے سوا کوئی چیز مابہ الامتیاز نہین

لہ افسوس ہی کہ اس فصل مین بہت سے نامانوس نامون کی تصحیح ہم نہ کرسکے،

مرکبہ دو بر اعظموں سے مرکب ہی جن کے درمیان ایک برزخ حائل ہی، دونوں کا رقبہ قریب قریب
برابر ہی، اور دونوں کی سرزمین میں بھی کوئی فرق نہیں، ایک کو انگریزوں نے فتح کیا ہی اور اوس میں
اپنی نوآبادی قائم کی ہی، اور دوسرے حصہ میں اسپینی قوم آباد ہی، دونوں کا نظام حکومت جمہوری
ہی، اور چونکہ جنوبی حصہ کی جمہوریت نے ولایات متحدہ کے جمہوری نظام کو اپنی طرف منتقل کر لیا
ہی، اسلیے دونوں کی جمہوریت میں ہمرنگی پائی جاتی ہی، غرض قومیت کے سوا کسی حیثیت سے
ان دونوں قوموں میں اختلاف وتباین نہیں ہوسکتا، اس لحاظ سے ہم کو دیکھنا چاہیے کہ اس اختلاف
قومی کا کیا اثر ہے؟

سب سے پہلے اجمالی طور پر اون سکسن انگریزوں کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرنا ضروری ہی جو ولایات
متحدہ میں آباد ہیں کیونکہ تمام دنیا کی قوموں میں صرف یہی ایک ایسی قوم ہی جسکے اخلاق و عادات
میں اتحاد وہمرنگی اور ہمواری پائی جاتی ہی اسلیے اوسکے مزاج عقلی کی تحدید نہایت آسان ہے،

اخلاقی حیثیت سے انگریزی قوم کے مزاج عقلی کا امتیازی وصف قوت ارادی ہی، غالباً
قدیم زمانہ میں رومن قوم کے سوا [illegible] قوت ارادی [illegible] استقلال
اسقدر ثبات، اسقدر شدید مذہبی احساس، اسقدر قومی افتخار اور اس قدر احساس فرائض
(سنس آف ڈیوٹی) دنیا کی کسی قوم میں نہیں پایا جاتا لیکن عقلی حیثیت سے اس قوم کے اون امتیازی
اوصاف کو جو اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوسری قوموں میں نہیں پائے جاتے آسانی کیساتھ
نہیں بیان کیا جاسکتا زیادہ سے زیادہ [illegible] کہا جاسکتا ہی کہ [illegible] حیثیت سے اوسکے تصورات و خیالات
نہایت محدود اور صحیح [illegible]
[illegible]
اور [illegible] اوسکو

کم درجہ کے مذہبی عقائد کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی، ان عام اوصاف کے ساتھ انگریزون کا مستقبل اس قدر روشن ہو کہ گویا اونھون نے اپنی زندگی کی تمام منزلین متعین کر لی ہین، اور اب وہ اسکو دوسری بہتر زندگی سے بدلنا نہین چاہتے، ہر انگریز اپنے وطن، اپنے خاندان، اور اپنے آقا کا حق شناس ہوتا ہے، اور مستقبل کی غیر متبدل توقعات نے اجنبی قومون کو اونکی نگاہ مین سبک کر دیا ہے، قدیم رومن قومین اپنے زمانۂ عروج مین بربرہ کو جس نگاہ کے ساتھ دیکھتی تھین، اب انگریز غیر قومون کو، اور غیر قومون کے اخلاق و عادات کو اوسی نگاہ سے دیکھتے ہین، اس بنا پر وہ اجنبیون کا قومی احترام نہین کرتے، ہر انگریز دیگر غیر قومون کے معاملے مین اون چیزون کو بے تکلف استعمال کر سکتا ہو، جن کو اگر وہ اپنے ملک مین رائج کرتا تو ہر طرف سے اوس پر اعتراضات کئے جاتے اگرچہ فلسفیانہ حیثیت سے یہ ایک اخلاقی کمزوری ہے، لیکن قومی ترقی کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز مفید نہین، اسلئے انگریزون کی یہ سب سے بڑی طاقت ہو، اور خود انگریزی سپہ سالار وسلی نے اوس کی طرف اشارہ کیا ہو، جب بحرمانش[1] مین ایک ایسے راستے کے بنانے کی تجویز پیش ہوئی جو براعظم یورپ مین سلسلۂ اتصال قایم کر دے تو انگریزون نے اس کو منظور نہین کیا، اس موقع پر لوگون نے کس قدر سچ کہا کہ "چینیون کی طرح انگریز بھی غیر قوم کے اثرات کو اپنے ملک مین پھیلانا پسند نہین کرتے اوصاف مذکورہ بالا انگریزی قوم کے ہر طبقے مین پائے جاتے ہین، اس لیئے اونکا اثر انگریزی تمدن کی ہر شاخ پر پڑا ہو، جو شخص چند دنون کے لیئے بھی انگریزی ممالک کا سفر کریگا اوسپر یہ حقیقت واضح ہو جائیگی، اُسکو ایک معمولی سے معمولی مزدور کے گھر مین بھی ایک مستقل طرز معاشرت اور بے نیازانہ زندگی نظر آئیگی، اونکا گھر بے شبہہ نہایت تنگ ہوگا، لیکن وہ ہمسایون کی کشمکش سے بالکل الگ تھلگ نظر آئے گا،

[1] طبیجم کا ایک تجارتی شہر،

Marfat.com

وہ دیکھیگا کہ ایک انگریز ریلوے اسٹیشن پر جہان لوگ دوڑ دوڑ کر بھیڑ بکری کی طرح ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہین، ایک دیوار کی آڑ مین جس پر اس لئے پہرہ پڑتا ہی کہ لوگون کو گاڑیون کی ٹکر سے بچایا جائے چپ چاپ کھڑا رہتا ہی، اوسکے سامنے انگریزی قوم کا عزم و استقلال ایک آزاد اور خود مختار زندگی رکھنے والے طالب العلم کی طرح ایک محنتی مزدور کے کامون مین بھی نمایان ہوگا۔ اوس کو محسوس ہوگا کہ ہر انگریز پروفیسر تعلیم سے زیادہ تربیت اخلاق پر زور دیتا ہی کیونکہ وہ سمجھتا ہی کہ دنیا کی کل اخلاق ہی کے ذریعہ سے چلائی جا سکتی ہی، مختصر یہ کہ اگر وہ انگریزون کی عام زندگی پر نظر ڈالیگا تو اوس کو معلوم ہو جائیگا کہ وہان ابتدا اون کی اصلاح، بندرگاہون کی تعمیر، ریلوے کا قیام، غرض انگریزون کے اکثر کام افراد کی قوت سے چلتے ہین، ان مین حکومت کا کوئی حصہ شامل نہین ہوتا، اس بنا پر گر وہ ان حالات کا بغور مطالعہ کریگا، تو اوس کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ انگریزی قوم کو اگرچہ دوسری اجنبی قومین نہایت خشک، روکھی اور اکھڑ قوم سمجھتی ہین، لیکن دنیا مین صرف وہی ایک ایسی قوم ہی جسکو آزادی کے حقیقی معنون مین آزاد کہا جا سکتا ہی کیونکہ اوس نے اپنے اوپر حکومت کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا ہی اس لئے اوس نے حکومت کے دائرہ کو نہایت تنگ کر دیا ہی اگر انگریزی قوم کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ دنیا کی سب سے پہلی قوم ہی جس نے اپنے آپ کو کلیسا اور بادشاہ دونون کی حکومت سے آزاد کر لیا ہی، پندرہوین صدی سے [illegible] انگریزی قانون اور [illegible] کر رہا تھا، اوسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ان دونون مین روز [illegible] خود مختار بادشاہون نے وضع کیا [illegible] اسکا مقصد [illegible] زندگی [illegible] [illegible] نتیجہ ہی اسلئے وہ قوم [illegible] حمایت کرتا ہی۔

ایسی خود [illegible] اخلاقی قوم مین [illegible]

حکومت قائم کریگی لیکن اگر اوس کی زیر اثر قوم بجائے خود ضعیف ہوگی تو وہ اس قوم سے اچھی طرح فائدہ نہ اٹھا سکیگی، چنانچہ شمالی امریکہ کے سرخ رنگ کے باشندے اس قوم کے فیض تربیت سے فائدہ نہ اوٹھا سکے بلکہ فنا ہوگئے لیکن اگر اوس قوم کی تعداد زیادہ ہوئی، اور اوس مین مفید کام کے کرنے کا مادہ بھی ہوا جیسا کہ ہندوستانیون کا حال ہے، تو وہ انگریزون کی سخت فرمانبردار ہوجائیگی اور زیادہ تر اونہی کے فوائد کے لیے کام کریگی،

انگریزی قوم نے اپنے مزاج عقلی کے ذریعہ سے جو ترقیان کی ہین، اگرچہ اوس کے آثار ہر جگہ نظر آتے ہین تاہم وہ جدید ممالک مین خصوصیت کے ساتھ نمایان ہوتے ہین، مثلاً امریکہ ایک نیا ملک تھا جس کے باشندے صرف چند وحشی تھے، وہان زراعت کا نام و نشان تک نہ تھا، اس بنا پر اگر کوئی شخص وہان آباد ہونے کی غرض سے جاتا تو اوس کو اپنی ذات کے سوا کسی اور سے اعانت کی توقع نہین ہوسکتی تھی، لیکن انگریزی قوم وہان جاکر آباد ہوئی اور اس قدر ترقیان کین کہ دنیا کا کوئی فرد اوس سے ناواقف نہین، ابھی اوس کی ترقی کا زمانہ ایک صدی سے زیادہ ممتد نہین ہوا لیکن وہ ترقی کے میدان مین دنیا کی عظیم الشان سلطنتون کے دوش بدوش کھڑی ہوسکتی ہے، اور بہت کم قومین اوس کا مقابلہ کرسکتی ہین، چنانچہ جو لوگ جمہوریت امریکہ کے باشندون کی رفتار ترقی کا صحیح اندازہ کرنا چاہتے ہین انکو موسیو روزیہ اور موسیو دیرجیہ کی کتابون کا مطالعہ کرنا چاہیے، جن سے معلوم ہوگا کہ انگریزی قوم مین اپنے اوپر حکومت کرنے، اعمال بہمہ کے لیے کمپنیان بنانے، شہرون کے بسانے، مدرسون اور بندرگاہون کے قائم کرنے، اور ریلوے لائنون کے جال پھیلانے کا مادہ کس شدت کے ساتھ موجود ہے؟ امریکہ مین پولیس، اور پالیٹکس کے سوا سلطنت کا اثر تمام چیزون مین اس قدر کم پایا جاتا ہے کہ ایک شخص کو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہان اوسکے سوا کوئی

Marfat.com

سلطنت ہی قائم نہین ہی، لیکن جو لوگ انگریزی قوم کے اخلاق سے معرا ہین، وہ امریکہ مین بمشکل ترقی کر سکتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ جو لوگ وہان جاکر آباد ہوجاتے ہین، وہ امریکہ کی قومیت پر کوئی اثر نہین ڈالتے بلکہ سچ تو یہ ہی کہ امریکہ کی آب وہوا مین انگریزون کے سوا کوئی شخص زندگی بسر ہی نہین کر سکتا اور جو لوگ انگریزون کے اخلاقی اوصاف کے ساتھ متصف نہین انکو وہ سرزمین آہستہ آہستہ مٹا دیگی کیونکہ وہان کے جغرافیانہ طبعی حدود، دریا اور پہاڑ کے بجائے عزم واستقلال ہین، اس بنا پر نازک مزاج اٹالین تو وہان بھوکون مرجائیگا، اور آئرش اور حبشی ذلیل نوکرون کی زندگی بسر کرینگے،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت کو اگرچہ یقینی طور پر حریت زار کہا جا سکتا ہے، لیکن ہمین مساوات ومواخات کا وجود نہین پایا جاتا مساوات ومواخات صرف لیٹن نژاد الفاظ ہین، قانون ارتقا ان دونون کو کسی [illegible] کا جزو نہ بنا سکا [illegible] امریکہ مین نسل وخاندان کا اثر اسقدر شدید اور عالمگیر ہے کہ اس سے کوئی فرد مستثنیٰ نہین کیا جا سکتا یہی وجہ ہی کہ وہان کی قومیت اپنی اصلی حالت مین محفوظ ہے، جو لوگ ضعیف، متوسط الحال اور ذاتی قابلیت سے محروم ہین، امریکہ مین انکا گذر نہین ہوسکتا، اور اس کمزوری سے اس قسم کے افراد اور اس قسم کی قومون کو یقیناً فنا ہونا پڑے گا، چنانچہ یورپ کو جب وہان کی جغرافیانہ خصوصیات نے غیر مفید ثابت کیا تو ان مین کچھ لوگ بھوک سے مر گئے اور [illegible] کو بندوق کی گولیون نے اڑا دیا اور جو چینی مزدور امریکہ کے خاص [illegible] کے [illegible] خلل انداز ہوتے ہین [illegible] بھی یہی حشر ہوگا امریکہ [illegible] انکی جانشینی کا قانون پاس ہوسکتا ہے لیکن [illegible]

لہ امریکہ مین [illegible]

مالی مصارف کی ضرورت تھی اسلیئے اب تک نافذ نہ ہو سکا حالانکہ اسکے لیے معاوضہ عاجلانہ کی
ضرورت ہی تاہم جنوبی صوبون مین اسکی ابتدا ہو چکی ہی، اسی طرح قانوناً غیر ملک کے غریب
جلاوطن لوگون کا سد باب کر دیا گیا ہے، لیکن وہ حبشی جو امریکہ کی خانہ جنگی کا اصلی سبب ہوئے
تھے، اونکا اب تک کوئی قطعی فیصلہ نہین ہوا ہے، کیونکہ یہ لوگ اس قدر معمولی درجہ کے کام کرتے
ہین کہ خود ہر امریکن اسکو اپنے لیئے ننگ و عار خیال کرتا ہی، قانونی حیثیت سے اگرچہ یہ لوگ بھی امریکہ کے
باشندون کے ساتھ مساویانہ حقوق رکھتے ہین، لیکن عملی طور پر اون کے ساتھ جانورون کی طرح برتاؤ کیا جاتا ہی
اور جب ان سے کوئی جرم سرزد ہوتا ہی تو تمام قوم فوراً اون کو سوسائٹی سے الگ کر دیتی ہی، اس مسئلہ مین
تمام امریکن قوم انھین قدیم اصول کی پابند ہی جو لنش کے قانون نے قایم کیئے تھے، ان مین
پہلا اصول یہ ہی کہ جو لوگ جرائم کا ارتکاب کرتے ہین اون کو لوگ گولی مار دیتے ہین یا پھانسی
لٹکا دیتے ہین، چنانچہ گذشتہ سال مین جن لوگون پر اس قانون کا نفاذ کیا گیا اون کی تعداد
ہزار سے زیادہ تھی، اس متمدن ملک کے دامن پر بے شبہہ یہ ایک نہایت سیاہ داغ ہے، لیکن
اس کی جگمگاہٹ اس سیاہی کا متحمل ہو سکتی ہی، یورپ اور ولایات متحدہ مین جو فرق ہی اوس کی
تشریح صرف اس مختصر فقرہ مین کی جا سکتی ہی کہ "یورپ اوس قوم کے نتائج اعمال کا مظہر ہے جس مین
افراد کی جگہ حکومت نے لے لی ہی اور ولایات متحدہ اون افراد کی ہمت کا مرقع ہین جو ہر سرکاری
کشمکش سے آزاد ہین"، لیکن اس فرق مراتب کا منشا اخلاق کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا، یہ بالکل یقینی
ہے کہ امریکن ممالک مین اشتراکیت کو کوئی جگہ نہین ملسکتی، کیونکہ اشتراکیت استبدادی حکومت کے
رفتار ترقی کی آخری منزل ہی، اس بنا پر وہ صرف اونھی فرسودہ سال قومون مین نشو و نما پا سکتی
جنھون نے صدیون تک ایک ایسے نظام حکومت مین زندگی بسر کی ہے جس نے اپنے او
حکومت کرنے کا ملکہ اون سے سلب کر لیا ہی،

Marfat.com

اب امریکہ کے اس حصے کو چھوڑ کر ہم کو اسکے دوسرے حصے کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جسمین ایک ایسی قوم آباد ہی جسکی ذہانت وطباعی مین اگرچہ کوئی شبہ نہین کیا جا سکتا تاہم وہ اون اخلاقی اوصاف سے معرّا ہے جن کے نتائج کی تفصیل اوپر گذر چکی ہی، قدرتی پیداوار کے لحاظ سے جنوبی امریکہ دنیا کا سب سے بڑا زرخیز ملک ہی، اوسکا رقبہ یورپ کے رقبہ سے دوگنا ہی، ور اوسکی آبادی یورپ کے دسوین حصہ کے برابر ہی، وہان زمین کا مالک وہ شخص ہوتا ہی جو اوسکی کاشت کرتا ہی اسلیئے وہ ہر شخص کے لیئے وقف عام ہے، باشندون مین اسپینیون کی تعداد غالب ہی، اوس مین متعدد جمہوری ریاستین مثلاً ارجنٹائن، برازیل، چلی، پیرو وغیرہ قایم ہین، اور اون مین ہر ایک ریاست نے ولایات متحدہ کے نظام و اختیار کیا ہے، اس لحاظ سے یہ تمام ریاستین ایک ہی قانون کے زیر اثر ہین لیکن باایں ہمہ اون مین ہمیشہ ایک قومی طوائف الملوکی قائم رہتی ہی جسکا اصلی سبب قومیت کا اختلاف اور اون اساسی اخلاق کا فقدان ہی، جو ولایات متحدہ کے باشندون مین پائے جاتے ہین اوسکی زمین جس قدر سرسبز ہے، اوسیقدر اوسکو ہر قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہین، افلاس اوس پر چھایا جاتا ہی، اور استبداد اوس کو مار ڈالتا ہی،

جو لوگ امریکہ کی اسپینی جمہوریت کے حالات تنزل سے پوری طور پر واقف ہونا چاہتے ہین، اونکو موسیو ٹی شیلا کی کتاب پڑھنی چاہیئے جسمین بتایا گیا ہے کہ اس انحطاط کا سبب صرف اس قوم کا مزاج عقلی ہے، کیونکہ وہ عزم و ارادہ اور تمام ملکات فاضلہ سے معرّا ہی، اور اسی لئے شرف و مرتبت سے بہرہ رہنے کا یہ نتیجہ ہے کہ اسکا تنزل تمام [illegible] مین ضرب المثل ہے، مصنف موصوف نے وہان کے ایک اہم شہر[1] کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر کا ذکر ان الفاظ مین کیا ہی [illegible] زندہ احساس، اور ذرہ کے برابر بھی اخلاق موجود ہو یہ شہر ملک کا تنزل قابل ... ہین۔

[1] ریاست ارجنٹائن کا دارالسلطنت۔

اور جمہوریت ارجنٹائن کے متعلق جو سنز ل مین اس نے بہت کم ہی لکھا ہی،

"جو شخص اس جمہوریت کے تجارتی معاملات پر نگاہ ڈالے گا، اوس کے چہرے پر اوس

بدعہدی اور بے اعتباری کو دیکھکر شرم کی ایک تہ چڑھ جائیگی جو ہر جگہ آفتاب کی طرح نظر آتی ہے،

اگر یہ دعوی کیا جائے کہ ہر نظام حکومت کا مبدء قومیت ہے، اور ایک نظام حکومت

دوسری قوم مین منتقل نہین کیا جاسکتا، تو اسکی دلیل مین صرف امریکہ ہی کو پیش کیا جاسکتا ہی، دلایات

متحدہ کے آزادانہ طرز حکومت نے پست درجہ کی قومون مین منتقل ہوکر جو قالب اختیار کرلیا اس سے

واقف ہونے کا دل مین شوق پیدا ہوتا ہے، موسیو مثلا امریکہ کی اسپینی جمہوریت کے متعلق فرماتے ہین

"وہ اون اُمرا کے ہاتھ مین ہی جو زار روس بلکہ اس سے بھی زیادہ مطلق العنانی کے ساتھ حکومت

کرتے ہین، کیونکہ یورپ کی طرح انکا محاسبہ و مراقبہ نہین کیا جاتا، تمام عہدہ دار اونکے دست بردہ

رعایا جس کو چاہتی ہی آزادی کے ساتھ انتخاب کرتی ہی لیکن اوسکے انتخاب کا کوئی اعتبار نہین

کیا جاتا، جمہوریت ارجنٹائن صرف نام ہی کی جمہوریت ہی ورنہ درحقیقت وہ شخصی حکومت ہے،

جس کو چند لوگون نے سیاست کی منڈی بنالیا ہی"

برازیل اگرچہ اس تنزل سے محفوظ ہی لیکن یہ شاہی حکومت کا احسان ہی، جس نے

اسکو مطلق العنانی کی خواہشون کے جنگل مین جانے نہین دیا، لیکن چونکہ یہ نظام حکومت ایسی

ضعیف الارادہ اور کم ہمت قوم کی حالت کے لحاظ سے کسی قدر زیادہ آزاد تھا، اسلیے دوسری مرتبہ اسکا ڈھانچہ

بگڑ گیا، اور اوسکے ساتھ تمام قوم مین بھی طوائف الملوکی پھیل گئی اور مدبران سلطنت نے چند سال مین عایا کی

تمام دولت تقسیم کرلی، پھر اس کے بعد فی صدی ساٹھ روپیہ کے حساب سے ٹیکس مین اضافہ کردیا،

لیکن قومون کا یہ انحطاط صرف امریکہ کی سیاسی حالت ہی سے نمایان نہین ہوتا بلکہ تمدن کے

کل عناصر مین یہی آثار پائے جاتے ہین، یقیناً ایک دن اس بدبخت اور کس مپرس جمہوریت کا

خاتمہ وحشت پر ہوگا، کیونکہ اوسکی صنعت اور تجارت دونون غیر قومون یعنی انگریزون جرمنون، اور امریکنون کے ہاتھ مین چلی گئی ہین، یہانتک کہ فالیا ریزو ایک انگریزی شہر ہوگیا ہی، اگر غیر ملک کے باشندے نہ ہوتے تو چلی مین کیا دھرا تھا؟ اگر اس مین اون اجنبیون کی آبادی نہ ہوتی تو اوسمین تمدن کا وہ آب و رنگ نظر نہ آتا، جسکے لیے تمام یورپ اسکی طرف آمادہ سفر ہے، جمہوریت ارجنٹائن مین ۴۰ لاکھ سفید رنگ کے باشندے ہین جنکی اصل اسپینون سے ملتی ہی لیکن ان مین ایک کے ہاتھ مین بھی کوئی اہم صنعت نہین، بلکہ کل کی کل اجنبیون کے دست تصرف مین ہی،

لیٹن قوم کا یہ حیرت انگیز انحطاط، ایک ایسے ملک کے پہلو بہ پہلو جہان انگریزی ترقی کے آثار نمایان ہین، رنج وغم کے جذبات کو قدرتی طور پر ابھار دیتا ہے، لیکن یہ ایک مشاہدہ ہے، اور ایسا مشاہدہ جس سے زیادہ صحیح طور پر کسی دوسرے طریقے سے نوامیس نفسیہ پر استدلال نہین کیا جا سکتا،

تیسری فصل

قومی روح کے تغیر و تبدل سے قوم کے اطوار زندگی بھی بدل جاتے ہین

اجنبی قومون کا اثر قوم کی روح اور قوم کے تمدن کو بدل دیتا ہے، روما کی مثال، روما کا تمدن بر ابرہ کی فوجی غارتگری سے برباد نہین ہوا، بلکہ اون کے اختلاط و امتزاج سے اوسپر زوال آیا، سلطنت روم کے زوال کا خیال بھی بر ابرہ کے دل مین نہین آیا تھا، اونکی غارتگری نے فتح کی شکل اختیار نہین کی، فرنگ کے قدیم رؤسا نے ہمیشہ اپنے آپ کو سلطنت روم کا سرکاری ملازم سمجھا، اونھون نے روم کی عظمت کا ہمیشہ احترام کیا، اور اوسکے قایم رہنے کی فکر مین مصروف رہے، بربر کے رؤسا نے گال قوم کے ملک یعنی فرانس مین شاہ روم کی سیادت سے ساتوین صدی مین سرکشی کرنا شروع کی رومن تمدن کا انقلاب کلی اس بنا پر نہین ہوا کہ اسکی بنیاد مین کسی قسم کا تزلزل واقع ہوگیا بلکہ اس بنا پر کہ ایک جدید قوم نے اس تمدن قدیم کی نقل و تقلید کی، ولایات متحدہ مین موجودہ دور کی غارتگریان، ان غارتگریون کی وجہ سے بہت سے اندرونی جھگڑون کا مواد فراہم ہوتا ہے، اور الگ الگ مستقل حکومتون مین ملک کی تقسیم ہوجاتی ہے، فرانس مین اجنبیون کی غارتگری اور اوس کے نتائج،

گزشتہ مثالون سے ثابت ہوا ہوگا کہ تمدن کا مبدء اصلی نظام حکومت نہین بلکہ ہر قوم نظام اخلاق یعنی اوسکی فطرت ہے، اسی طرح جہان ہم نے تاریخی قومون کی پیدایش پر بحث کی ہے وہان بتایا ہے کہ جب اجنبی قومون کے ساتھ اونکا سلسلہ توالد و تناسل قایم ہوتا ہے

Marfat.com

تو اون مین ضعف کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہین اور جو قوم اجنبیون کے میل جول سے الگ تھلگ رہی ہی، صرف اوسی نے اپنے آپ کو اس اضمحلال طبعی سے بچایا ہے، اور اپنی اجتماعی قوت کو محفوظ رکھا ہی، چنانچہ ہندوستان مین قدیم آرین قوم اور آج تمام نو آبادیون مین انگریزون نے اسی اصول پر عمل کرکے اپنی قومی خصوصیات کی محافظت کی ہی۔ صرف اجنبی قوم کے چند افراد کا وجود قومی روح کے بدلنے کے لیے کافی ہی، کیونکہ قوم اگرچہ خود اون افراد کے ذاتی اثر سے بچ سکتی ہے لیکن وہ اون کی آیندہ نسل، اونکے تاریخی آثار اور اونکے آبا و اجداد کے کارنامون کے اثر سے کیونکر محفوظ رہ سکتی ہی؟

یہ ہمارے گذشتہ بیانات کا نتیجہ ہے لیکن جب یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تمام تمدنی شاخین صرف قومی روح سے نکلی ہین، تو اس روح کے تغیر سے تمدن و تہذیب مین بھی تغیر کا پیدا ہونا لازمی ہے، زمانۂ گذشتہ مین اسکی متعدد مثالین موجود ہین اور آیندہ زمانہ یعنی مستقبل بھی اسی قسم کی مثالون کو پیش کرے گا، چنانچہ اس کلیہ کی سب سے بہتر مثال رومانی تمدن بیان کی جاتی ہی؛ مورخین کا خیال ہی کہ یہ انقلاب بربر کی غارتگری کا نتیجہ تھا لیکن غور و فکر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت روم کا زوال جنگی لوٹ مار کا نتیجہ نہین، بلکہ صرف آمیزش نسلی کا نتیجہ ہے۔ [illegible] یہی نہین کہ بربر نے تمدن روم کی بنیاد کو متزلزل کرنا نہین چاہا، بلکہ خود انہون نے اوسکا احترام کیا، اور اپنے آپ کو اوسکے قالب مین ڈھالنے کی کوشش کی، چنانچہ اونہون نے رومیون کی زبان کو سیکھنا چاہا اور اون کے نظام حکومت اور فنون لطیفہ کی محافظت کی اور اپنی سلطنت [illegible] آخری زمانہ یعنی شاہ المیرو جسٹنین کے عہد تک اس موروثی تمدن [illegible] اعظم کے تمام کارنامون پر اسی تمدن کا رنگ چڑھا ہوا ہے لیکن [illegible] ایک محال کام تھا جس کو بربر انجام دینا چاہتے تھے، اسی بنا پر [illegible] بربر کی

Marfat.com

ایک نئی نسل پیدا ہوگئی تو طرز معاشرت کے اتحاد نے اونکی ایک جدید قوم پیدا کردی، اور ا
لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ اوس قوم نے ایک جدید نظام حکومت اور جدید فنون لطیفہ بلکہ ایک جا
تمدن پیدا کردیا، یہ سچ ہو کہ یہ تمدن قدیم رومن تہذیب کے اثر سے بالکل آزاد نہ تھا، تاہم آ
بھی شبہہ نہین کہ رومن تمدن کے بقا و قیام کے لیئے جو کوششین کی گئی تھین وہ بالکل ضائ
گئین، اور شورش اور علمی ترقی دونون اسکے فنون لطیفہ اور نظام حکومت کا اعادہ نکر
اس بنا پر سلطنت روم پر بربر غارتگری کا آغاز اگرچہ پہلی صدی عیسوی سے ہوچکا تھا، او
آخر کار وہ لوگ اسکو نگل بھی گئے، تاہم درحقیقت اونھون نے رومن تمدن کو مردہ نہین ک
بلکہ اُسکے قائم رکھنے کی کوشش کی، اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ بربرہ نے ۔دمیون سے جنگ
نہین کی، بلکہ صرف اونکے ساتھ آہستہ آہستہ میل جول پیدا کرنا شروع کیا، اور اسطرح روم
تعداد روز بروز کم ہوتی گئی، تب بھی تاریخی روش مین کوئی تغیر نہ پیدا ہوگا، اور نتیجہ وہی ہوگا
گذر چکا ہی یعنی صرف یہ اختلاط اگر سلطنت روم کی بنیاد کو متزلزل نہ کردیتا تو کم از کم اوسکی
توضرور فنا کردیتا، اس لحاظ سے یہ کہنا بالکل صحیح ہو کہ رومن تمدن مین دفعۃً انقلاب نہین
ہوا بلکہ صرف اجنبی قومون کے ہاتھ مین پڑنے سے رفتہ رفتہ اس مین تغیر پیدا ہونے لگا جسکی
بربر غارتگری کی تاریخ پر اجمالی نظر ڈالنے سے بھی اسکی تائید ہوتی ہو،

علمائے آثار قدیمہ خصوصاً فوسٹیل دی کولانج کی تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ ص
بربر کی اس مصالحت آمیز غارتگری نے سلطنت روم کی بنیاد متزلزل کردی اوس فوجی غ
نے جسکی مدافعت رومی خود بربر سپاہیون کے ذریعہ سے کرتے تھے، اوس کے تمدن کو خفیف
ٹھیس بھی نہین لگائی، کیونکہ شاہان قدیم کے زمانے سے رومن فوج مین بربرون کی بھرتی
لگی تھی، اور جس قدر روم کی دولت و ثروت مین اضافہ ہوتا جاتا تھا اور لوگ عیش پرستی کی

Marfat.com

ی خدمت سے جان چراتے تھے، اوسی قدر یہ روش وسعت اختیار کرتی جاتی تھی، چنانچہ چند ہی
دیون مین تمام فوجی مناصب و سرکاری عہدے اجنبی قومون سے بھر گئے، اور تمام فوجی نظام
عوط، برجوندی، اور فرنک سے مرکب ہوگیا اور چونکہ تمام فوجی اور ملکی عہدے بربر کے ہاتھ مین آگئے
، اسلیے رفتہ رفتہ تمام صوبے خود مختار ہونے لگے یہ سب کچھ ہوا تاہم سلطنت کے نفوذ و قوت کا یہ اثر
ربربر کسی قسم کے انقلاب پیدا کرنے کی جرات نہ کرسکے، یہان تک کہ اونکا جو فرد خود روم کی
ست کررہا تھا وہ بھی کسی قسم کا انقلاب نہ پیدا کرسکا چنانچہ ۴۷۶ء مین جب اووا ... شاہ ہیرول نے
پر تسلط حاصل کرلیا، تو اوس نے نہایت عجلت کے ساتھ شاہ قسطنطنیہ سے درخواست کی کہ اسکو پاٹریسی
ردار) کے خطاب کے ساتھ اٹلی کی حکومت کی اجازت دیجائے اور اونکے تمام ردسا رہین سے
انے اس روش کی مخالفت نہین کی بلکہ تمام صوبون پر روم کے نام سے حکومت کرتے رہے،
ن ملک مین کسی قسم کا تصرف کرنے یا نظام حکومت کے بدلنے کا خیال ایک دن بھی اونکے دلمین
ن پیدا ہوا یہان تک کہ گلوفس اپنے آپ کو ہمیشہ ایک رومی عہدہ دار سمجھتا رہا، اور جب شاہ روم
انکا قنصل کا خطاب دیا تو وہ فخر و غرور کے نشہ مین چور ہوگیا چنانچہ ... تک سکے پر شہنشاہ ...
ن شہنشاہی قوانین کے مطابق حکومت کی اور تمام لوگون کو ... ادب و احترام ...
ساتوین صدی عیسوی تک یہی حالت قائم رہی لیکن اونکے بعد بربر نے اسقدر جرات کی کہ
امین سکے ڈھالے اور اس پر اپنی تصویر بنائی حالانکہ اس زمانے مین سکون پر صرف سلاطین
وم کی تصویرین ہوتی تھین اسی زمانے مین بربر نے سلطنت روم کی سیادت سے انکار کیا ...
ن مورخین نے اس ... دو سو برس پہلے سے فرانس کے تاریخی زمانے کی ابتدا ...
جودہ بادشاہ ہوا ہے ... بادشاہون کا اضافہ کردیا، اور ...
م پر بربر ... کی ... کی شکل مین ... ہوا ... دنیا کو ان ... جاگیردا

زبان، اور قانون پر قایم رہنے دیا گیا، اسلئے قیاس غالب یہ ہی کہ سلطنت روم کا زوال بر
تدریجی رفتار کے ساتھ ہوا کہ اس زمانے کے لوگون کو خبر بھی نہ ہونے پائی، ملک صدیون سے متعدد
صوبون مین تقسیم ہوچکا تھا جس پر گورنر شاہی لقب کے ساتھ حکمران تھے، لیکن ان گورنرون نے
یہ خودمختارانہ حکومت نہایت تدریجی ترقی کے ساتھ حاصل کی تھی، اس بنا پر سیروفنجبر کے زمانہ تک یہ لوگ
نظام حکومت مین کسی قسم کی تبدیلی نہ پیدا کرسکے، روم مین عام انقلاب کی ابتدا اُسوقت سے ہوئی جب
ایک جدید تاریخی قوم عالم وجود مین آئی اور قوانین فطرت کے مطابق اوسکے ساتھ ساتھ لازمی
طور پر ایک تمدن جدید کی نشو ونما بھی ہوئی،

قومون کی زندگی کا یہ ایک غیر متبدل قانون ہی جسکے نئے نئے نتائج ہمیشہ ظاہر ہوتے
رہتے ہین، اس قانون کے پیش نظر رکھنے کے بعد ہم کو اس زمانے مین ایسی صالحیت آمیز غارتگریان
نظر آتی ہین جو اوس غارتگری سے بہت کچھ مشابہ ہین جس نے تمدن روم کو بالکل بدل دیا تھا،
آج تمدنی وسعت کی بنا پر یہ عام خیال پیدا ہوگیا ہی کہ بربر کا زمانہ گذر گیا اور اونھون نے وسط ایشیا
اور افریقہ مین اقامت اختیار کرلی اسلیئے اونکو کوئی قابل لحاظ قوم نہین قرار دیا جاسکتا ہمکو اونکا خوف بجز
صرف اقتصادی حیثیت سے ہی کہ وہ اوسی کے لیئے ہم سے لڑتے بھڑتے رہتے ہین، بے شبہہ ہم بھی
ان قدیم بربرون سے بحث نہین کرتے لیکن گفتگو اون بربرون کے متعلق ہی جنکو ہم اپنے آپ سے
دور سمجھتے ہین، حالانکہ وہ روزن شاہنشاہی کے بربرون سے بھی زیادہ ہمسے قریب ہین، کیونکہ انکی
آبادی تمام متمدن قومونکی نگاہ کے سامنے ہی، اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ ایک طرف تو ہمارا
تمدن نہایت کثیر الاجزا، متشاخ در شاخ، اور گرہ در گرہ ہوگیا ہی اور جیسا کہ ہم دیکھ آتے ہین افراد
درمیان بہت زیادہ فرق مراتب ہوگیا ہی دوسری طرف ہر قوم مین اون غیر متمدن افراد کی
کثرت ہوتی جاتی ہی جو اس ترقی یافتہ تمدن کے متحمل نہین ہوسکتے، یہ قومین ضعف روز بروز بڑھتے

باتا ہی، اوس مین وسعت پیدا ہوتی جاتی ہی، اور عنقریب اس غارتگری کا دور شروع ہونیوالا ہی،
ن جدید برابرہ نے تارک الوطن ہوکر ولایات متحدہ امریکہ کو لوٹنا شروع کر دیا ہی اور اس عظیم الشان
م کا تمدن اون کی وجہ سے معرض خطر مین ہی جب تارک الوطنی کا رواج کم تھا، اور تارک الوطن
ل صرف انگریز تھے تو امریکہ کی زمین نہایت آسانی کے ساتھ اون کو جذب کرلیتی تھی، اور
نگریزون ہی کی تارک الوطنی نے امریکہ کی عظمت کا سنگ بنیاد رکھا، لیکن آج امریکہ مین غیر متمدن
یمون کا ایک سیلاب آگیا ہے، اور اوسکی سرزمین نہ اون کو جذب کرنا چاہتی اور نہ جذب
رسکتی ہی ۱۸۸۱ء سے لیکر ۱۹۰۸ء تک تقریبًا ساٹھ ملین (ایک ملین دس لاکھ کا ہوتا ہی) تارک الوطن امریکہ
ن داخل ہوئے اور اون مین تقریبًا سب کے سب غیر متمدن قومون سے تعلق رکھتے تھے اور اون کی قومیت
لکل مختلف تھی، چکاگو کی تمام آبادی مین اس وقت امریکن باشندون کا چوتھائی حصہ بھی نہین [illegible]
ر آبادی کی تعداد ۰۰۰،۰۰۰،۱ ہی جنمین (۰۰۰،۴۰۰ جرمن ۰۰۰،۲۲۰ آئرش ۰۰۰،۵۰ [illegible]) پولش [illegible]
۰۰۰،۵۵) تشیک وغیرہ ہین ان مہاجرین مین اور امریکہ کے خاص باشندون مین کسی قسم کا
یل جول نہین ہی یہان تک کہ یہ لوگ اپنے جدید وطن امریکہ کی زبان بھی سیکھنا نہین پسند
رتے، وہان بہت سے ایسے تارک الوطن بھی ہین جنکا پیشہ اسقدر قلیل النفع ہے کہ وہ اوس پر
ناعت نہین کرسکتے، اسلیے ملک کے سب سے بڑے شہر [illegible] مین [illegible] الانون [illegible]
زدورون نے جب اسٹرائک کردی تھی تو اون لوگون نے شہر مین آگ لگانے [illegible]
یہان تک کہ حکومت کو مجبورًا توپ سے کام لینا پڑا [illegible] ان مین سے اوس [illegible]
ے [illegible] اور منک پیدا ہوتے ہین جس نے بڑے بڑے ایوانون کی [illegible]
ہمہ یورپ مین بھی [illegible] ضعف کی وجہ سے اپنا قدم [illegible] باقی [illegible] ایک [illegible]
سخت نفرت رکھتا ہی،

امریکہ کی عظیم الشان جمہوریت مین ان مذاہب مختلفہ کی بنا پر جو نزاع قائم ہو گئی ہے وہ عنقریب مختلف طرز معاشرت رکھنے والی قومون کی عام جنگ بنجائیگی، یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امریکہ کے اصلی باشندون، اور اجنبیون مین جو جنگ عنقریب ہونے والی ہے اسمین اجنبیون کو فتح وظفر حاصل نہ ہوسکیگی، اور یہ معرکہ ایک ایسے مقبرہ کا سنگ بنیاد رکھے گا جو ماریوس کے ہاتھون سانٹیمبر کی تباہی کا منظر دوبارہ دنیا کے پیش نظر کردیگا، لیکن اگر تارک الوطنی کا سلسلہ اسی وسعت کے ساتھ جاری رہا، اور جنگ مین تاخیر ہوئی تو ان اجنبیون کا کامل استیصال نہ ہوسکیگا اور ولایات متحدہ کا بھی وہی حال ہوگا جو سلطنت روم کا ہوا یعنی اسکی تقسیم الگ الگ سلطنتون مین ہوجائیگی، اور ان مین باہم متصل لڑائیان قائم ہوتی رہینگی جیسا کہ یورپ اور اسپینی امریکہ مین ہوتا رہتا ہے،

صرف امریکہ ہی کو ان غارتگریون کا خوف نہین ہے، بلکہ یورپین قومون مین فرنچ قوم کو بھی اسکا خطرہ ہے کیونکہ فرانس ایک زرخیز ملک ہے، اور اوسکی آبادی مین اضافہ نہین ہوتا، اسکے آس پاس تو مین نہایت مفلس ہین اور اون کی مردم شماری مین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے اس بنا پر فرانس کیطرف اونکی مہاجرت یقینی ہے، فرانس مین مزدوری کی شرح مین جو اضافہ ہوا ہے، وہ بھی اسکا موید ہے، کیونکہ فرانسیسی اسکے ذریعہ سے زرعی اور صنعتی کامون مین اجنبیون کے قبول کرنے پر تمام قوم کو مجبور کر رہے ہین، فرانس کے تارک الوطنون کو جو فوائد حاصل ہوسکتے ہین، وہ بالکل بدیہی ہین، اونکو فوجی خدمت پر مجبور کیا جاتا، اور نہ اون سے ٹکس لیا جاتا، اور اگر لیا بھی جاتا ہے، تو چونکہ وہ لوگ مستقل قیام نہین رکھتے، اور اون کے کام زیادہ محنت طلب نہین ہین، اور اونکو بہ نسبت اپنے ملکون کے زیادہ اجرت دینا پڑتی ہے، اسلئے اونکو بہت کم ٹکس ادا کرنا ہوتا ہے، فرانس مین صرف دولت ہی اونکو تحفظ نہین دلاتی بلکہ اسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ دوسرے ممالک جو اس قسم کے قوانین وضع کرتے

[illegible] نے دوسری صدی قبل مسیح فرانس پر حملہ کیا تھا اور اوسکے حاکم ماریوس نے [illegible] کردیا تھا

رہتے ہین، جن کی رو سے وہ ان ممالک کی طرف رخ نہین کر سکتے،

اجنبیون کی اِس غارتگری کا خطرہ اسلیئے اور بھی زیادہ ہوتا جاتا ہی کہ جو لوگ یہان آتے ہین وہ نہایت پست طبقہ سے تعلق رکھتے ہین، اور صرف ذرائع معاش کی کمی سے اون کو اپنا وطن چھوڑنا پڑتا ہے، ہم انسانیت کے فطری اقتضائے محبت سے اونکا خیر مقدم کرتے ہین، اسلیئے اون کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہی، آج سے چالیس سال پہلے اون کی تعداد (۴۰۰۰۰۰) سے کم تھی، لیکن اب یہ تعداد بڑھکر (۱۲۰۰۰۰۰) تک پہونچ گئی ہی، اونکی نوعیت مین بھی روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی، اگر ہم صرف اٹالین قوم پر نظر ڈالین تو مرسیلیا اٹالین نو آبادی معلوم ہوتی ہی، بلکہ اٹلی کی نو آبادیون مین کوئی نو آبادی ایسی نہین ہی جس مین اٹالین باشندون کی تعداد مرسیلیا کے اٹالین تارک الوطنون کے برابر ہو اور اگر تارک الوطنی کی یہ رفتار اسی طرح جاری رہی تو عنقریب فرانس کی آبادی مین ایک ثلث جرمن اور ایک ثلث اٹالین عنصر نظر آئیگا، پھر ایسی حالت مین فرانس کے قومی اتحاد بلکہ خود فرنچ قوم کی ہستی کا کیا حال ہوگا، جنگ کی [illegible] بڑی [illegible] نتائج اس سے زیادہ آسان ہین، گذشتہ قومون نے الہامی مذہب جنبی قومون سے نفرت کرنا سکھایا تھا، کیونکہ [illegible] کہ قومون کی عزت صرف ملکی باشندون کے وجود کے ساتھ وابستہ ہی، ملک کی آبادی کی کثرت سے [illegible] کوئی تعلق نہین [illegible] ثابت ہوتا ہی کہ تمام تاریخی اور تمدنی مسائل کا سنگ بنیاد، قومی عناصر کا اتحاد ہی جسکے آگے ہر قسم کے اتحاد [illegible] ہین

لہ لیکن کوئی قوم اجنبیونکی اس غارتگری [illegible]

[illegible] نہین ہو سکتا، البتہ بعض [illegible]

قومی خدمت پر مجبور کرنا چاہیے [illegible] ایک سال [illegible]

ہر اوس شخص سے جو [illegible]

عمل مین لایا جا سکتا [illegible]

Marfat.com

چوتھا باب

قومون کے اوصاف نفسیہ مین کیونکر تغیر پیدا ہوتا ہے

پہلی فصل

قومون کی زندگی پر اصول تمدن کا اثر

جن اصول پر تمدن کا دارمدار ہی اونکی تعداد نہایت کم ہی، ان اصول پر وجود اور عدم دونون دیر مین طاری ہوتے مین یہ اصول جب تک ملکہ راسخہ نہ بن جائین، قوم کے اخلاق پر اثر نہین کرتے اس حالت مین وہ اخلاق کا ایک جزو بن جاتے ہین، ان اصول کے بدیر انقلاب پذیر ہونے کی وجہ سے ایک کافی مدت تک تمدن قایم رہتا ہے، یہ اصول کیونکر استحکام و ثبات حاصل کرتے ہین، اس ثبات و استحکام مین عقل کو کچھ دخل نہین ہے تاکید، اور مخفی قوت کا اثر پیغمبرون اور مذہبی پیشواؤن کا اثر مختلف جماعتون مین پھیل کر ان اصول کی صورت مسخ ہوجاتی ہی، جس وقت کوئی اصول ثبات اور رسوخ حاصل کر لیتا ہے اوسیوقت تمدن کی تمام شاخون مین اوسکا اثر نمایان ہوجاتا ہی، ہر زمانے مین مطمح نظر کا متحد ہونا اور ایک ایسی متوسط اور متحد جماعت کا پیدا ہوجانا جس کے اعمال و عقائد مین یکجہتی ہو صرف ان اصول کے اتحاد کا نتیجہ ہوتا ہے، عادات اور رائے عام کا اثر، اس اثر کا وزن ابتلا و امتحان کے زمانے مین جبکہ قدیم اصول کی قوت فنا ہوجاتی ہی، اور اوسکی جگہ جدید اصول کی طاقت سے پر نہین ہوتی بلکہ ہوجاتا ہی صرف اتحادی کے زمانے مین ہر رائے پر آسانی کے ساتھ بحث کی جاسکتی ہی، مذاہب کا دائمی وجود اوسی وقت تک قایم رہ سکتا ہی جب تک اون کے متعلق بحث و مناظرہ نہ کیا جائے، قومین جب اپنے

Marfat.com

اصول اور مذاہب کو بدل دیتی ہین تو مجبوراً انکو اپنا تمدن بھی بدلنا پڑتا ہی،

اگرچہ ہر قوم کے نفسی اخلاق کی بنیاد نہایت مستحکم اور پائدار ہوتی ہی تاہم جس طرح مرور زمانہ اور قانون توارث کے تغیرات زمانی کے ساتھ خصائص جسمانی مین تغیر و تبدل ہو جاتا ہے، اسی طرح ان اخلاق مین بھی تغیر و تبدل کی صلاحیت موجود ہی، اور نظام اخلاق کا یہی تغیر تمدنی انقلاب کا سب سے بڑا سبب ہی،

ان نفسی تغیرات کے متعدد اسباب ہین مثلاً (۱) ضروریات زندگی (۲) آب و ہوا اور جغرافیانہ حالات کا اثر۔ (۳) علوم و فنون صنعت و حرفت تعلیم و تربیت اور عقائد و مذاہب وغیرہ کی ترقی، اس سے پہلے ہمنے ایک کتاب مین ان تمام موثرات پر استقصار کے ساتھ بحث کی ہے۔ اسلئے اس کتاب مین ان کی تفصیل کی ضرورت نہین۔ اس فصل اور اسکے بعد کی فصل مین صرف چند مخصوص موثرات کے اثر اور اسکے علل و اسباب پر بحث کرنا کافی ہی،

قومون کی قدیم تاریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ تمدن کی ترقی کا تمامتر دارومدار صرف چند اصول پر تھا۔ اور اگر ان قومون کی تاریخ مین صرف انہی اصول سے بحث کیجاتی تو وہ اسقدر طویل نہ ہوتین کیونکہ ان اصول کی وجہ سے جو تمدن صدیون مین پیدا ہوتا ہے، اور جس کے بہترین اجزا یعنی علوم، فنون لطیفہ، اخلاق و عادات اور فلسفہ کی بنیاد صرف ایک یا دو اساسی اصول پر قائم ہوتی ہے، وہ اسی درجہ کا ترقی یافتہ تمدن خیال کیا جاتا ہے،

قومی روح پر ان اصول کا تسلط [illegible] اور یہ خمیر پختہ نہ ہو جائے [illegible] مرکز عمل مین نہ آجائے کیونکہ اس وقت [illegible] باتین [illegible] قوم کی

Marfat.com

زندگی پر اونکا اثر پڑتا ہے، اس طریقہ پر جب ان اصول کا خمیر تیار ہوجاتا ہی، تو چونکہ وہ عقل کی حکومت سے آزاد ہوجاتے ہین، اسلیئے شدت کے ساتھ اونکا اثر پڑتا ہی، ہم کو علانیہ نظر آتا ہی کہ جس دل پر کسی مذہبی یا غیر مذہبی اصول کے اثر کا استیلا ہوجاتا ہی، اوسکا یقین عقل سے بالکل متاثر نہین ہوتا، بلکہ دوسرے اصول کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر اپنے مسلمہ اصول کے ساتھ ضم کرلیتا ہے،

اس مسئلہ کے ثابت ہوجانے کے بعد کہ جبتک اصول عالم شعور سے اوتر کر غیر شاعرانہ دنیا مین نہ آجائین قومی زندگی پر اونکا اثر نہین پڑتا، بہت سے عقدے حل ہوجاتے ہین اونکے بدیر تغیر پذیر ہونے کا سبب معلوم ہوجاتا ہی، یہ ظاہر ہوجاتا ہے کہ جن اصول پر تمدن کا دارمدار ہی اون کی تعداد نہایت کم ہوتی ہی، یہ حقیقت منکشف ہوجاتی ہی کہ ان مین ایک طویل زمانے کے بعد انقلاب پیدا ہوسکتا ہی، اور درحقیقت یہ نہایت مسرت کی بات ہی کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو تمدن ایک مدت تک زندہ نہ رہتا، اسی طرح یہ بھی نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ نئے اصول مین ثبات و رسوخ کی قابلیت موجود ہوتی ہی، کیونکہ اگر صرف قدیم اصول ہمیشہ قائم رہتے، تو دنیا مین تمدن کو کبھی ترقی نہ ہوتی، لیکن چونکہ یہ قدیم اصول بہت دنون کے بعد تغیرات کو قبول کرتے ہین اسلیئے جس طرح جدید اصول کئی نسلون مین جاکر فنا ہوتے ہین، اسیطرح کئی پشتون کے گذرنے پر اونکا اثر نمایان ہوتا ہے، لیکن دنیا کی سب سے زیادہ متمدن قوم وہ ہے جس کے اساسی اصول کے فنا و بقا کی مدت مین اتحاد ہو، یعنی جتنے دنون تک وہ قائم رہے ہین، اوتنے ہی دنون مین وہ فنا بھی ہون، لیکن جن قومون کو خوش قسمتی کا یہ موقع نہین ملا وہ فنا ہوگئین اور تاریخ مین صرف اونکا نام ہی نام باقی ہے،

اس بنا پر قومون کی تاریخ مین صرف اصول کی کثرت، اور اونکے ظہور کی قلیل مدت کا

Marfat.com

لحاظ نہین رکھنا چاہیئے، بلکہ اسکے برعکس ان اصول کی قلت، انکے بدیر تغیر پذیری، اور اونکے شدید اثر پر بھی نگاہ ڈالنی چاہیئے، بہرحال تمدن کو صرف چند اساسی اصول نے پیدا کیا ہی اُنہی کے بقا کے ساتھ وہ قایم رہتا ہی، اور اُنہی کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، قرون وسطی کی زندگی صرف دو اصول پر قایم تھی، یعنی مذہب اور امرا کی سیادت، اُس زمانے کے فنون لطیفہ، لٹریچر، غرض عام قومی زندگی کا وجود انہی دو ستونون پر قایم تھا، اسکے چند دنون کے بعد جب ایک نئے دور کا آغاز ہوا تو اون مین کسیقدر تغیر پیدا ہوا لیکن جب یورپ کے دماغ پر یونانی دور جدید نے اثر ڈالنا شروع کیا تو فنون لطیفہ، فلسفہ، انشاپردازی، اور لٹریچر، غرض عام قومی زندگی مین انقلاب پیدا ہونے لگا، اسکے بعد سنن قدیمہ کی قوت بالکل فنا ہوگئی، اور نقل کی جگہ عقل نے لے لی، اب تمدن نے ایک نیا قالب اختیار کیا، اور مذہب کے تمام ارکان متزلزل ہوگئے، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جس نظام اجتماعی کی نبیاد مذہبی اصول پر قایم تھی اوسکے منہدم ہونے کا بھی خوف پیدا ہونے لگا،

لیکن صرف یہی ایک مثال کافی نہین، ہم کو متعدد مثالون سے ثابت کرنا چاہیئے کہ خیالات و افکار کیونکر پیدا ہوتے ہین؟ کیونکر ثبات و رسوخ اختیار کرتے ہین؟ کیونکر اون مین تغیر و زوال آتا ہی؟ اگر ہمکو جزئیات کے استقصار کا موقع ملتا تو ہم بتاتے کہ تمدن کے تمام عناصر مثلاً فلسفہ، مذہب، فنون لطیفہ اور لٹریچر وغیرہ کی بنیاد صرف چند اساسی اصول پر قایم ہی، جو تدریجی نشو و نما پاتی ہین خود علوم بھی اس کلیہ سے مستثنی نہین ہین چنانچہ علم طبعی صرف اس اصول پر قایم ہے کہ قوت کبھی فنا نہین ہوتی،،

یہ اُصول اگرچہ روشن دماغ لوگون کی تحقیقات کا نتیجہ ہوتے ہین تاہم [illegible] ثابت ہوتا ہی کہ اونھون نے نہایت مشکل اور نہایت [illegible] و استحکام حاصل کیا ہی اس زمانے مین اگرچہ ہر چیز نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہی، اور اہل نظر کی تحقیقات

Marfat.com

ذاتی منافع اور خواہشات نفسانی سے متاثر نہین ہوتی تاہم اب بھی ایک بنیادی علمی اُصول کے استحکام و وضاحت کے لیئے ۲۵ سال کی مدت درکار ہوتی ہے، دوران خون کا اصول بذات خود نہایت واضح تھا اور اوسکے متعلق بہت کم اختلاف ہوا لیکن اس سے کم مدت مین وہ بھی ثابت نہ ہوسکا،

تمام اصول کی تولید وظہور بالکل یکسان طور پر ہوتی ہے، اس مین علمی اُصول فلسفیانہ اصول، فنون لطیفہ کے اُصول، اور لٹریچر اور انشا پردازی کے اصول مین باہم کسی قسم کا اختلاف نہین پایا جاتا، اول اول ایک مختصر گروہ جوان اصول کی منادی کرتا ہے، اونکا پابند ہوتا ہی، اسکے بعد اون پر وہ لوگ عمل کرتے ہیں جو اپنی قوت یقین، اور اقتدار سے قوم پر اثر رکھتے ہین، ان لوگون کا اثر خطبہ و تقریر کی بہ نسبت تعلیم و تلقین کے ذریعہ سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ قوت بیانیہ مین حقیقی تشفی کا عنصر نہین ہوتا، مخاطب متکلم کی اطاعت یا تو اس بنا پر کرتا ہو کہ متکلم کے نفوذ و قوت کا اوسکو اعتراف ہی، یا خود متکلم مخاطب کے مذاق کے مطابق خطاب کرتا ہے لیکن اگر وہ صرف عقل کو اپنا مخاطب بنائے تو اوسکا کچھ بھی اثر نہین پڑ سکتا، بالخصوص جماعت تو صرف متواتر تاکیدون ہی سے متاثر ہوتی ہی، اور تاکید کی قوت تاکید کرنے والے کے ذاتی اثر پر موقوف ہے،

ان اُصول کی منادی کرنے والے جب اپنے قرب وجوار کے لوگون کو متاثر کر لیتے ہین تو انھین مین سے اور لوگ ان اُصول کے اعلان کرنے کے لیئے کھڑے ہوجاتے ہین، اب ان جدید اُصول پر بحث مباحثہ شروع ہوجاتا ہی، بالخصوص ابتدائی حالت مین چونکہ یہ اصول متعدد قائم و ثابت چیزون سے ٹکراتے ہین، اسلیئے اُنکا عام طور پر معارضہ کیا جاتا ہی، لیکن اس سے ان منادی کرنے والون کا جوش ایمان اور ترقی کرجاتا ہی، اور وہ اپنے اصول کی مدافعت نہایت عزم و استقلال

ساتھ کرتے ہین، صرف اسلئے نہین کہ وہ ان اُصول کی صداقت وحقانیت کا اعتقاد رکھتے ہین، کیونکہ وہ لوگ خود بھی صحیح طور پر اونکی صداقت کا علم نہین رکھتے، بلکہ صرف اسلئے کہ اونھون نے ان اُصول کو اختیار کرلیا ہی اور اونکی منادی کررہے ہین، اسوقت دونون فریق مین سخت کشمکش پیدا ہوتی ہی لیکن اس تصادم وتجاذب کی علت صرف یہ ہوتی ہی کہ منادی کرنے والے باوجود ان تمام مزاحمتون کے اُن کو قبول کرتے ہین، اور دوسرا گروہ اسی شدت کے ساتھ اونکا انکار کرتا ہی، اس حالت مین اگرچہ ایک فریق کو شدت کے ساتھ اونکا انکار ہوتا ہے، اور دوسرا گروہ متواتر تاکیدون کے ساتھ اون کو منوانا چاہتا ہی، لیکن دلائل عقلیہ اس کشمکش سے بالکل علیحدہ رہتے ہین، کیونکہ زیادہ تر اصول کے اعتراف وانکار کا تعلق احساس کے ساتھ ہوتا ہی، اور وہ دلیل سے بہت کم متاثر ہوتا ہی یہ جنگ جس قدر شدت اختیار کرتی جاتی ہی، ان اصول کو آہستہ آہستہ نشو ونما ہوتی جاتی ہی، اور جو اُصول پہلے سے ثابت وقایم تھے اونکو وہ اپنے اندر جذب کرتے جاتے ہین، کیونکہ اونکا ثبات استقلال کا مقتضی ہوتا ہے، اور وہ قدیم اُصول کا معارضہ ومقابلہ کرنا چاہتے ہین اس تدریجی نشو ونما کے چند ہی دنون کے بعد یہ اُصول اپنے حامیون اور مددگارون سے بے نیاز ہوجاتے ہین، اور صرف نقل وتقلید کے ذریعہ سے عام طور پر پھیل جاتے ہین، کیونکہ علوم جدیدہ کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے، کہ انسان کے ابوالآبا بندرون کی طرح خود انسانون مین بھی نقل وحکایت کا مادہ شدت کے ساتھ پایا جاتا ہے

جب ان اصول کا دور نشر واشاعت اس حد تک پہونچ جاتا ہی، کہ صرف [illegible] یعنی نقل وتقلید کے ذریعہ سے وہ پھیلنے لگتے ہین، تو اونکی کامیابی کا زمانہ شروع [illegible] جن اصول کو جس قدر سرعت کے ساتھ قبول کرلیتی ہی، اسیقدر اونمین مخفی اور موثر طاقت زیادہ ہوتی ہی یہی طاقت اونکو رفتہ رفتہ دماغ کی طرف لیجاتی ہی، اور وہان اونکو مستحکم کردیتی ہی، اور [illegible]

اونکا قابلِ اطمینان بلکہ پیدا کردیتی ہی، اور وہ خاک کے ذرون کی طرح تمام خیالات، بلکہ اوس مانیکے
تمام اعمال مین سرایت کرجاتے ہین، اور موروثی عادات کا ایک جزو بن جاتے ہین، اور مدتون
اون کو محفوظ رکھتے ہین،

جن اُصول پر تمدن کی بنیاد قائم ہوتی ہی، اون مین بعض صرف علی طبقون کیساتھ مخصوص ہوتے
ہین مثلاً جن اُصول پر فنونِ لطیفہ اور فلسفہ کا دارمدار ہی، اون کو عوام سے کوئی تعلق نہین لیکن ونین
بعض اُصول کی ہمہ گیری پست درجہ کے لوگون کو بھی شامل ہوجاتی ہی، بالخصوص مذہب و پالٹیکس کا
تعلق تو زیادہ تر عوام ہی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اِس حالت مین اِن اُصول کی صورت بالکل
مسخ ہوجاتی ہی، اور جب وہ اُن سادہ لوح لوگون کے قلوب مین مرتکز ہوجاتے ہین، جو بغیر
بحث و مباحثہ کے اون کو قبول کرلیتے ہین تو پہاڑ کی طرح اٹل ہوجاتے ہین، اور سیلاب کی طرح
پھوٹ بہتے ہین، چنانچہ ہر قوم مین اس قسم کے لاکھون آدمی مل سکتے ہین جنھون نے اپنے اُصول
راسخہ کے لیئے اپنی جانین بے دریغ قربان کردی ہین، یہی وہ عالم ہی جس مین وہ عظیم الشان واقعات
ظہور پذیر ہوتے ہین، جو تاریخ مین ایک انقلابِ عظیم پیدا کردیتے ہین لیکن اس انقلاب کی سرخیل
صرف عوام کی جماعت ہوتی ہی، دنیا مین آجتک انشا پرداز، صناع، اور فلاسفہ کا گروہ نہ کسی عالمگیر
مذہب کا علمبردار ہوا، نہ اُن سلطنتون کی بنیاد ڈالی جو کرہ ارضی کے اِس سرے سے اوس سرے تک
پھیل گئین نہ اوس نے وہ مذہبی اور سیاسی شورشین برپا کین جنھون نے یورپ کی کایا پلٹ دی
بلکہ ان انقلابات کے بانی صرف وہ اَن پڑھ لوگ ہوئے جنھون نے اُصول کے اذعان اعتقاد
اور اون کی حمایت کے مقابل مین اپنی جانون کو متاعِ حقیر خیال کیا، اسی گروہ کے بل پر بادیہ نشینانِ
عرب نے یونان اور روم کے پرخچے اوڑا دیئے، اور دنیا مین ایک ایسی عظیم الشان سلطنت
قائم کرلی جو تاریخ مین یادگار ہی، اور یہی عملی گروہ شورش فرانس کے زمانے مین تنہا تمام

Marfat.com

یورپ کے مقابل مین کھڑا ہوگیا۔ کسی عقیدہ کی قوت ونفوذ کو صرف وہی عقیدہ ضعیف کرسکتا ہی جو قوت ونفوذ مین اوسکے برابر ہو۔ اس بنا پر ایمان کا دشمن صرف ایمان ہی ہوسکتا ہی، اور جو مادی قوت عقیدہ کی راہ مین حائل ہوجاتی ہی وہ جب تک ضعیف احساس، اور کمزور عقیدہ کی پابند رہے اوس وقت تک اوس کے مقابل مین عقیدہ ہی کو فتح حاصل ہوگی۔ لیکن اگر کوئی عقیدہ ایسے عقیدہ کے ساتھ ٹکرائے جسکی قوت اوسکے برابر ہی، تو جنگ مساویانہ حالت کے ساتھ قایم رہیگی، اور فتح وظفر کا فیصلہ اون خارجی حالات پر معلق رہے گا، جو ان مین فریق غالب کو محیط ہین، ان حالات مین قوت اخلاق، اطاعت کیشی، اور حسن نظام کو خاص طور پر اہمیت حاصل ہی۔ اگر ہم عرب کی ابتدائی فتوحات کی تاریخ کا مطالعہ کرین (اور ابتدائی فتوحات عادۃً زیادہ مشکل اور اہم ہوتی ہین) تو ہم کو معلوم ہوگا کہ جن دشمنون سے اونکا مقابلہ ہوا اونکے فوجی انتظامات [illegible] مستحکم تھی لیکن اونکے نظام اخلاق مین سخت ضعف آگیا تھا چنانچہ اول اول سب سے عربون کی [illegible] ملک شام کی طرف پیشقدمی کی تو اونکا مقابلہ بیزنٹائن فوج سے ہوا جو صرف اوجرت [illegible] مرتب کی گئی تھی جو کسی مقصد کے لئے قربانی کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ لیکن عربون کے جوش [illegible] نے اون کی قلیل جماعت کی قوت مین دس گنا اضافہ کردیا تھا اسلئے ایک ایسی فوج [illegible] کرنے مین جو کسی اعلیٰ مقصد کے لیئے جنگ نہین کرتی تھی، اونکو کوئی دقت پیش نہین آئی [illegible] یونان کا ایک مختصر گروہ تمدن کے عشق مین متوالا ہو کر اوٹھا، اور ازرکسیس اعظم کی [illegible] بیڑے کو اولٹ دیا لیکن اگر اسکے جنگی صدی پہلے وہ لوگ [illegible] فوج [illegible] ہوئے ہوتے تو نتیجہ بالکل برعکس ہوتا، ان مثالون سے حقیقت [illegible] دو مساویانہ قوتون مین تصادم ہو تو اسی کو فتح حاصل ہوگی [illegible]

اسی وجہ ذکر فرانس مین اہل عہد [illegible] ان کی [illegible]

Marfat.com

دونون فوجین قوت اعتقاد مین مساوی تھین لیکن پہلی فوج کا نظام نہایت عمدہ تھا،

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ فتح ہمیشہ ایمان دارون ہی کو ہوتی ہی، اس مین مذہب اور سیاست کی تفریق نہین بلکہ قوت اعتقاد کا نتیجہ دونون جگہ یکسان طور پر ظہور پذیر ہوتا ہے سوشیالزم کی بنیاد اگرچہ نہایت بدترین اصول پر قائم ہے، لیکن اگر یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ مستقبل صرف اونکے ہاتھ مین رہیگا، تو اسکی صرف یہ وجہ ہے کہ اس زمانے مین سوشیالسٹ فرقہ کے سوا کسی گروہ کا عقیدہ پختہ اور صحیح نہین ہے، چنانچہ اس زمانہ مین جس گروہ کے ہاتھ مین عنان حکومت ہی، وہ اپنی قوت یقین کو اس بیدردی کے ساتھ ضائع کرچکا ہی کہ خود اون بڑھ رہے سیلاب کو بھی نہین روک سکتا جو ہر طرف سے اومنڈ کر اوسکا محاصرہ کرنا چاہتا ہی،

جب یہ اصول، تغیر و تبدل، جنگ و جدل، اور نشر و اشاعت کے مختلف دور سے گذر چکتے ہین، اونکی آخری صورت قایم ہوچکتی ہے، اور تمام قوم کی روح مین سرایت کرچکتے ہین، تو وہ ایک مسلمہ عقیدہ اور ناقابل انکار حقیقت بن جاتے ہین اور اسکے ساتھ اون عقائد عامہ کے ساتھ مدغم ہوجاتے ہین، جن پر قومی زندگی کی بنیاد قایم ہوتی ہے، اور اون کی تعمیم، اون کو نہایت موثر بنادیتی ہی تاریخی حیثیت سے اگسٹس اور لوئیس چہاردہم کے زمانے مین ان اصول کا عمل تولید مکمل ہوچکا تھا، اونکی آخری صورت قایم ہوچکی تھی بحث و مباحثہ کا دروازہ بند ہوچکا تھا، اور وہ تمام قوم کے خیالات و افکار پر چھا گئے تھے یہ اصول اسی درجہ کو پہونچکر دشمنی کے منانے کا قالب اختیار کرلیتے ہین اور جو چیز اونکے سامنے پڑتی ہی، اونکی چمک سے جگمگا اوٹھتی ہی،

جب کوئی نیا اصول قایم ہوتا ہی تو تمدن کی تمام چھوٹی بڑی شاخون سے اوسکا کچھ نہ کچھ ضرور نمایان ہوتا ہی، لیکن اوسکا پورا اثر اوس وقت ظاہر ہوتا ہی، جب وہ تمام قوم کی روح مین سرایت کرجاتا ہی، اوسکی ترتیب اس طرح شروع ہوتی ہی کہ وہ سب سے پہلے اون بلند خیال

Marfat.com

دماغ سے جنھون نے اوسکو پیدا کیا ہی، اوتر کر اوسکے نیچے کے طبقہ مین نمایان ہوتا ہی، پھر قالب بدلتا ہوا اس سے بھی کم درجہ کے لوگون پر اثر کرتا ہے، یہان تک کہ رفتہ رفتہ تمام قوم پر چھا جاتا ہی، اب اوسکی کامیابی کا دور ختم ہو جاتا ہی، اور اس حالت مین اوسکو نہایت مختصر الفاظ مین بیان کیا جا سکتا ہی یہان تک کہ بعض اوقات، صرف ایک لفظ مین اسکی تشریح کی جا سکتی ہی، لیکن یہ لفظ اسقدر موثر ہوتا ہی کہ دلون کو دفعتہً ہلا دیتا ہی، قرون وسطی مین اس قسم کے الفاظ کی مثال کے لیے "جنت" اور "دوزخ" سے بہتر لفظ نہین مل سکتا، یہ دونون لفظ اگرچہ نہایت مختصر تھے، تاہم اون مین اس قیامت کا اثر تھا، کہ ہر چیز کو متاثر کر لیتے تھے، اور سادہ دل لوگون کے سامنے ہر چیز کی حقیقت کو واضح کر دیتے تھے، مزدوری پیشہ جماعت کے لیے اس زمانہ مین سوشیلزم کا لفظ بھی اسی قسم کا عجیب و غریب اثر رکھتا ہی، وہ ہر جماعت کے سامنے مختلف مناظر کو پیش کر دیتا ہی، لیکن اس تاثیر کا راز صرف اونکی سادہ لوحی مین مضمر ہے، وہ ایک فرنچ فلسفی کے سامنے جنت کی صورت مین [illegible] جس مین تمام لوگ مساویانہ طور پر حکومت کے زیر سایہ سعادت کا [illegible] متمتع ہوتے [illegible] تے ہین، وہ ایک جرمن مزدور کے سامنے شراب کی بھٹی کی صورت مین ظاہر ہوتا ہے [illegible] متصل دھوان اوٹھتا ہی اور جس کے دروازے پر حکام ہر آنے والے کے خیر مقدم مین [illegible] وشت کی قاب [illegible] جسقدر [illegible] کی تو [illegible] پیش کرتے [illegible] دولت کی مقدار [illegible] کی تعداد [illegible] بالکل [illegible] تقسیم کیجائے [illegible] یہ کوئی تعجب انگیز بات نہین [illegible] اصول [illegible] دی [illegible] ایک عام اور [illegible] صورت مین [illegible]

ملوک [illegible] کوئی [illegible] نہین [illegible]

کوئی [illegible] جب [illegible]

عقیدہ بن جاتا ہے تو وہ مدتون تک کامیاب حالت مین قائم رہتا ہی، اور اوسکے متزلزل کرنے
کیلئے جو دلائل قائم کئے جاتے ہین وہ بالکل ناکامیاب ہوتے ہین، یہ سچ ہے کہ اُصول قدیم کی
طرح اس اصول جدید پر بھی کسی نہ کسی دن پیری کے آثار طاری ہو جاتے ہین، لیکن جبتک
اوس پر تغیر و تبدل کے بہت سے دورے نہ گذر جائین، اوسکے بڑھاپے کا زمانہ نہین آتا اور یہ تغیرات متعدد
نسلون کے بعد ظہور پذیر ہوتے ہین تاہم اس حالت فرسودگی مین بھی وہ بالکل بے اثر نہین ہوتا جسکی وجہ
یہ ہی کہ چونکہ وہ قدیم موروثی اُصول کے ساتھ مدغم ہو کر ایک مدت تک زندہ رہ چکا ہے، اور اوس کے
مقابل مین تمام قوم نے ان قدیم اصول کے احترام کو قایم رکھا ہی، اس بنا پر اگرچہ ہر قدیم اصول کا
نام بدل جاتا ہی، اور دلون کے اندر سے اوسکی آواز بازگشت نہین آتی تاہم قلوب پر اونکا اثر قائم
رہتا ہی، اسی طرح ہر قدیم رائے، ہر قدیم عقیدہ، اور ہر قدیم عادت ہمیشہ زندہ رہتی ہی اور ایک منٹ
کے لیے بھی نکتہ چینی کی متحمل نہین ہو سکتی، بہتر تو یہ ہی کہ اس قسم کی خطرناک بحث کبھی نہ چھیڑی جائے
اور یہ نہایت خوش قسمتی کی بات ہی کہ ہر شخص خود اس قسم کے مباحث سے الگ رہنا چاہتا ہے،
کیونکہ نقد و بحث کا ملکہ بہت کم لوگون مین پایا جاتا ہی، اور لوگ عموماً تقلید کے غلام ہوتے ہین، یہی
وجہ ہی کہ تمام دنیا ان اصول کو صرف اونکی اشاعت یا تعلیم و تربیت کی بنا پر قبول کر لیتی ہی، اور
اسی بنا پر ہر قوم اور ہر زمانے کی غالب تعداد مین ایک ہی قسم کے خیالات و افکار مشترک طور پر
پائے جاتے ہین، اور اسی اشتراک نے اون مین اسقدر مشابہت و ہمرنگی پیدا کر دی ہی کہ اگر ایک
طویل زمانے کے بعد، اُن کے فنون لطیفہ، اونکے اخلاق و عادات، اور اُن کا فلسفہ ایک شخص کے
سامنے پیش کیا جائے، تو اوسکو فوراً معلوم ہو جائیگا کہ ان لوگون نے کس زمانے مین زندگی بسر کی،
اس مشابہت کی وجہ صرف اسلاف کی وہ تقلید ہی، جو وراثت، تربیت، آب و ہوا، اور سرایت خیالات
وغیرہ کے ذریعہ سے پچھلی نسلون نے کی ہی، یہ سچ ہی کہ پچھلی نسلین اپنے اسلاف کی بعینہ تصویر نہین

Marfat.com

ہم خیالات واحساسات کی کیفیت مین دونون متحد ہوتی ہین، اوراس سے لازمی طور پرایک ہی
ہم کے نتائج پیدا ہوتے ہین،

لیکن ہمارے لیئے یہ نہایت خوشی کی بات ہی، کیونکہ قومی روح صرف تقلید، احساس
مول، عقائد، اورخیالات وتصورات کی مجموعی ترکیب ہی سے پیدا ہوتی ہے، اوراس روح کی تمام
قتون کا دارومدار اسی مجموعہ کی طاقت پر ہی، اوراسی کے بل پر قومون کی زندگی قائم رہتی ہے،
انچہ جب اس مین ضعف آتا ہی تو قوم کی بنیاد متزلزل ہوجاتی ہی، اسلیئے وہی قوم کی حقیقی طاقت
وہی قوم کی اصلی حکمران ہی، عام طور پر کہا جاتا ہی کہ ایشیائی بادشاہ عموماً استبداد پسند ہوتے تھے، اور
ہشات نفسانی کے سوا انکا کوئی اصول نہ تھا، لیکن یہ ہواپرستی بھی ایک ایسے دائرے مین گھری
ئی تھی جس سے کبھی باہر نہین نکل سکتی تھی کیونکہ جس مجموعی قوت کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے وہ
لک مشرقیہ مین نہایت شدت کے ساتھ پائی جاتی ہی، چنانچہ مذہبی تقلید کے اصول ہمارے
ن بالکل متزلزل ہوگئے ہین، لیکن مشرق مین اپنے پورے استحکام کے ساتھ قائم ہین اور
نیا کا سب سے بڑا استبداد پسند بادشاہ بھی اس قدیم روش کو نہین ٹھکرا سکتا کیونکہ ہرایشیائی آدمی
اعتقاد مین یہ دونون چیزین بادشاہون سے زیادہ طاقت رکھتی ہین،

آج ہر متمدن آدمی ایک ایسے دورے گذر رہا ہی جو تاریخی حیثیت سے انتشار وامتحان کا
ت ترین زمانہ ہی یہ ایک ایسا دور ہی جس مین ہمیشہ معتقدات پر بحث کی جاتی ہے، کیونکہ
تمام اصول جو تمدن کا اصلی مانند تھے اپنے نفوذ وقوت کو کھو بیٹھے ہین، اور جدید اصول کو اب تک
ت واستحکام حاصل نہین ہوا ہی، آج کوئی شخص یہ نہین جانتا کہ ان پر [illegible]
اثر ہوتا ہی، اوران دونون قوتون پر حملہ کرنے کا کیا نتیجہ ہوگا، لیکن [illegible] ہمارے تمدن کی [illegible]
اندھا گم آتا ہے، [illegible]

بعض جاہل قصہ گو لوگون کا بیان ہی کہ یونانی بالکل آزاد تھے حالانکہ یہ بالکل غلط ہی، وہ سر تا
پا رسم و عادت اور عقیدہ کے غلام تھے، اونکے گرد معتقدات کا ایک دائرہ کھنچا ہوا تھا جس کی وہ
پرستش کرتے تھے، اور کوئی شخص اِس عام قومی روش پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت نہین کر سکتا تھا بلکہ
وہ سب سے بڑھکر اوسکا پرستار بننا چاہتا تھا، یونانی دنیا نے مذہبی، یا شخصی، غرض کسی قسم کی آزادی کا
خواب تک نہین دیکھا بلکہ ایتھنز کے قواعد کی رو سے کوئی ملکی ادمی جماعت سے باہر رہ کر زندگی ہی
نہین بسر کر سکتا تھا، اسی طرح وطنی عید کے جشن نکرنے کا اُسکو اختیار حاصل نہ تھا، قدیم زمانے کی آزادی
صرف یہ تھی کہ آدمی اپنے مفتوحہ ممالک کے اصول کا غلام بن جائے، اور اوس زمانے مین اگر کسی ملک کے
باشندون کو اجازت دیدیجاتی کہ وہ اپنے خیالات مین آزاد ہوجائین، تو یہ ملک اون جماعتون کے درمیان
جنگ اور ہمیشہ جنگ قائم رہتی ہو وہ ایک دن بھی محفوظ نہ رہے، اب خدا انتظام حکومت اور مذاہب
سب نے سب گوشہ نشین ہوگئے ہین، لیکن یہ دور اوس دن سے شروع ہوا ہی جب سے ان چیزون
مین آزادانہ بحث جائز سمجھی گئی ہے، لیکن اس زمانے کے تمدن نے تقریبًا اُن تمام اصول کو فنا کردیا
جن سے عادت اور عقیدہ کو مدد ملتی تھی اسلئے اُنکا اثر بالکل زائل ہوگیا ہی اور وہ فرسودگی کے آخری درجہ
تک گذر رہے ہین جس مین اصول قدیمہ کی حقیقت اوہام سے زیادہ نہین خیال کیجاتی، اور اب جب تک ان اصول کی
جگہ جدید اصول نہ قائم ہوجائین خیالات مین طوائف الملوکی قائم رہیگی لیکن اس طوائف الملوکی کو
یہ فضیلت حاصل ہی کہ وہ بحث و مناظرہ کا نتیجہ ہو سکتی ہی اس بنا پر ہر انشا پرداز، ہر فلسفی، اور ہر غور و فکر
کرنے والے دماغ کو شکر گذاری کے ساتھ اس دور سے سرعت کے ساتھ فائدہ اوٹھانا چاہیئے کیونکہ جب یہ دور
گذر جائیگا تو پھر دوبارہ واپس نہ آئیگا، اس دور کو اگرچہ انحطاط و تنزل کا دور خیال کیا جاتا ہی تاہم آج
ہم کو جو کامل آزادی سے فائدہ اوٹھانے کا موقع حاصل ہی اسلئے وہ بہت دنون تک قائم
نہین رہ سکتا کیونکہ تمدن جدید کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یورپین قومین ایسے دور کا

قدم بڑھا رہی ہین، جو بحث، اور مباحثہ، اور حریت و آزادی کا متحمل نہین ہو سکتا جسکی وجہ یہ ہو کہ کوئی جدید مذہب اُسوقت تک استحکام نہین حاصل کر سکتا جب تک اوسمین نقد و بحث کا سد باب نہ ہو جائے، اور قدیم مذاہب کی طرح وہ معارضہ کا متحمل نہو سکے، اس زمانے مین انسان اُن اُصول پر ہمیشہ بحث کرتا ہو جن پر آیندہ تمدن کی بنیاد رکھی جائیگی، لیکن یہ نہایت خطرناک چیز ہو کیونکہ قومی زندگی پر سب سے زیادہ اساسی اُصول کے تغیر و تبدل کا اثر پڑتا ہو، شورش اور جنگ بہت زیادہ موثر چیز نہین، اون کی پیدا کی ہوئی خرابیون کی اصلاح ہو سکتی ہو لیکن ان اُصول کے بدلنے سے تمام تمدنی شاخون مین تغیر پیدا ہو جاتا ہو، اسلیے جس شورش سے تمام قومون کی زندگی معرض خطر مین پڑ جائیگی، وہ صرف وہ شورش ہو، جو خیالات و افکار مین پیدا ہو گی،

اگر ایک قوم کسی جدید اصول کو اختیار کرتی ہو، تو یہ کوئی خطرناک بات نہین، اصل خطرہ اوس حالت مین پیدا ہوتا ہو، جب قوم ایک اصول کو چھوڑ کر دوسرے اصول کو اختیار کرنا چاہتی ہو، کیونکہ جب تک وہ ذہنی عمارت کی بنیاد قائم نہین کرتی یہ خطرہ باقی رہتا ہے، یہ بھی کوئی خطرناک بات نہین کہ وہ اصول بجائے خود صحیح نہین۔ آج تک ہم نے جن مذہبی خیالات کے ساتھ زندگی بسر کی ہو، وہ بھی غلط تھے، خطرہ اون متعدد تجربون مین ہو، جو قوم کی عادات اور ان اصول کی موزونیت دریافت کرنے کے لیے لازمی طور پر کرنے پڑتے ہین، کیونکہ جب تک متواتر تجربے نہ کرلیے جائین، قوم کو ان اصول کے فوائد کا حال معلوم نہین ہو سکتا، موجودہ اشتراکیت سوشیالزم، قوم کو انحطاط کے جس غار اور استبداد کے جن نقاط تنزل کی طرف لیجاتی ہو، قوم کو اس سے ہوشیار رکھنے کے لیے اگر علم النفس اور علم الاقتصاد کی قابل اعتبار شہادتین ... ان کے قبل ... اشتراکیت کے قبول کرنے سے ... باز ...

تاریخ ہم کو بتاتی ہو کہ جس زمانے مین ایک قوم کسی عقیدے کے قبول کرنے کے لیے تیار

نہین ہوتے، اوس مین اونکی دعوت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ لیکن انسان تاریخ سے عبرت نہین حاصل کرسکتا، شارلمان نے رومن سلطنت کو دوبارہ زندہ کرنا چاہا، لیکن چونکہ اتحاد کا اصول آسانی کے ساتھ قایم نہین ہوسکتا تھا، اسلیئے اوسکی کوششین بیکار ہوگئین، نپولین کی جد وجہد کا بھی یہی انجام ہوا، فیلپ ثانی نے اپنی تمام ذہانت، اسپین کی پوری طاقت، اور اپنے عالمگیر اثر کو اصول آزادانہ بحث کے مقابلہ مین جو پروٹسٹنٹ کے نام سے تمام یورپ مین پھیل رہی تھی صرف کردیا لیکن بالآخر اوسکو بھی ناکامی ہوئی اور اس جنگ نے اسپین کو اسقدر برباد کیا کہ پھر دوبارہ نہ سنبھل سکا ہمارے زمانے مین بھی ایک بوالہوس سرپر تاج پہن کر اوٹھا، اور اپنے عام قومی احساس کے تقضا سے ایک قومی اصول کی دعوت دی یعنی متحد الجنس قومون مین اتحاد پیدا کرانا چاہا، اسکا نتیجہ ہوا کہ جرمنی اور اٹلی مین یہ اتحاد پیدا ہوگیا اور یہ دونون ملک ہمارے قبضہ سے نکل کر ایک زمانہ دراز کے لیئے ہم سے علیحدہ ہوگئے، تمام قومین ایک بدترین مذہب کے جال مین گرفتار ہوگئی ہین، اور اونھون نے فوجون کی تعداد مین اضافہ کرکے، براعظم یورپ مین مسلح پاسبانون کی ایک قطار کھڑی کردی ہے، لیکن اسکا نتیجہ افلاس کے سوا اور کیا ہوگا؟ اور اگر بالفرض اس فوج گران نے اپنی دولت اعتماد، اور قوت کا کچھ حصہ محفوظ بھی رکھا تو اشتراکیت (سوشیالزم) جو شخصی حکومتون کو مٹاکر انکی جگہ ایک عام قومی حکومت کرنا چاہتی ہے، اُسکو ایک نہ ایک دن ضرور فنا کردیگی،

قومون پر جن اُصول کا اثر پڑتا ہے ان مین سب سے زیادہ قوی اصول قومیت کا ہے، قدیم سیاست دان اوسکو نہایت اہم سمجھتے تھے، اور اوسکو سیاست کا محور قرار دیتے تھے، لیکن ... نہین ہوا، کیونکہ یورپ نے اسکے مستحکم کرنے کیلئے جو کوششین کین، اونکی وجہ ... خطرناک جنگ مین مبتلا ہوگیا، اور اوسکو بغل مین ہتھیار رکھکر رات بسر کرنی پڑی، اس اصول کی حمایت مین جو جد وجہد جاری تھی اوسکا سبب صرف یہ خیال تھا کہ قومون کی تعداد

عظمت مین جس قدر اضافہ ہوتا ہے، اُسی قدر وہ خطرات سے محفوظ رہتی ہین، حالانکہ اس قسم کی زمین نہایت آسانی کے ساتھ مفتوح ہوسکتی ہین، اور اب تو یہ بالکل ثابت ہوگیا ہے کہ چھوٹی چھوٹی زمین تمام بلاؤن سے محفوظ رہتی ہین، چنانچہ اسکے ثبوت مین پرتگال یونان، سوٹزرلینڈ، بلجیم سویڈن، اور ریاستہائے بلقان کو پیش کیا جاسکتا ہے، اسی اتحاد نے اٹلی کو بالکل تباہ کردیا، اس اتحاد سے اگرچہ اُسکے تمام صوبون کی آمدنی دو ملیار ہوگئی، تاہم وہ سخت افلاس مین مبتلا ہوئی اور قریب تھا کہ وہان شورش برپا ہوجائے، حالانکہ اتحاد کے پہلے اگرچہ اوسکی آمدنی صرف ۵۵۰ مین تھی لیکن تمام ملک سرسبز اور خوشحال تھا، لیکن خیالات کا سیلاب جب دلون سے ٹکراجاتا ہے تو اوسکو کون روک سکتا ہے؟ وہ اپنا دورہ پورا کرکے رہے گا، اور اوس کی تائید وہ لوگ کرینگے جن کے لیے تقدیر نے سب سے پہلے اوسکی قربان گاہ پر چڑھانے کا فیصلہ کیا ہے، جس طرح بکری اپنے چرواہے کے پیچھے پیچھے مذبح کی طرف نہایت اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ چلی جاتی ہے، اوسی طرح ہم کو بھی اصول کے سامنے سر تسلیم خم کردینا چاہیئے، کیونکہ اُصول اپنے دور انقلاب مین جب ایک خاص نقطے پر پہونچ جاتے ہین تو اونکے مقابلہ مین دلیل بالکل بیکار ہوجاتی ہے، اور قوت بیانیہ اون پر غالب نہین آسکتی، اگر کسی اصول نے کسی قوم کے دل پر تسلط حاصل کرلیا ہے تو وہ اونکی بندشون سے صرف دو طریقون سے آزاد ہوسکتی ہے، یا تو ایک طویل زمانہ گذرجائے، یا کوئی شورش برپا ہو، اور کبھی کبھی تو ان دونون کی ضرورت ہوتی ہے، دنیا مین کتنے اوہام ہین جنکے ادب و احترام کو انسان اپنے اوپر فرض کرلیتا ہے، پھر خود اون کے پردے کو چاک کردیتا ہے،

Marfat.com

دوسری فصل

انقلاب تمدن پر مذہبی عقائد کا اثر

مذہبی عقائد کے اثر کی اہمیت، مذہبی عقائد ہمیشہ قومون کی زندگی کا جزو اعظم تھے، اکثر تاریخی واقعات
نظام حکومت، اور نظام تمدن، مذہبی اصول سے ماخوذ ہین، ہر جدید مذہبی اصول کے ساتھ ایک
نیا تمدن لازمی طور پر پیدا ہوجاتا ہے، مذہبی خیال کی قوت، مذہب کا اثر اخلاق پر مذہب
تمام ملکات، کو متحد المقصد بنا دیتا ہے، ہر قوم کی سیاست، صنعت وحرفت، اور اخلاق کی
تاریخ اُسکے مذہبی عقائد سے پیدا ہوتی ہے، مذہبی عقائد کا ادنی تغیر بھی قومی زندگی مین عظیم الشان
انقلاب پیدا کردیتا ہے، اسکی مختلف مثالین،

تاریخ کا منارہ، تمدن کا ستون، قومون کی زندگی کا اہم اصول، اگر کوئی چیز ہے، تو وہ صرف
مذہبی اُصول ہین، اِس بنا پر ہم اونپر ایک مستقل فصل مین بحث کرتے ہین،

مذہبی اُصول ہمیشہ قومون کی زندگی کا نہایت اہم عنصر، اور تاریخ کا نہایت نمایان جزو
تھے، چنانچہ تاریخ کے عظیم الشان واقعات نے جو عظیم الشان نتائج پیدا کیئے، اون مین مذاہب کے
بننے اور بگڑنے کا نتیجہ سب سے زیادہ اہم ہے، اور گذشتہ اور موجودہ زمانے مین جو اساسی مسائل قرا
دیئے گئے اون مین پہلا اساسی مسئلہ یہی مذہب تھا، اگر انسانیت اپنے معبودونکی موت پر راضی ہو
تو آغاز تمدن سے جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، اون مین یہ واقعہ سب سے زیادہ عظیم الشان ہوتا،
ہم کو یہ بھولنا نہ چاہیئے کہ تاریخ کے ابتدائی زمانے سے آج تک ہر نظام حکومت اور ہر نظام
تمدن کا سنگ بنیاد مذہبی عقائد کی سطح پر رکھا گیا ہے، یہی معبود ہین جنھون نے انسانی زندگی کا

Marfat.com

بڑا دو تمثیل کیا ہی، مذہب اس سرعت کے ساتھ اخلاق پر اثر ڈالتا ہی کہ اس معاملہ مین عشق کے سوا کوئی چیز اوسکا مقابلہ نہین کر سکتی لیکن آخر عشق بھی تو ایک مذہب ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ وہ شخصی مذہب ہی اسلیئے ہمیشہ قائم نہین رہتا، اگر تم اُس قوم کی حالت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو جو صرف احساس خیال سے متاثر ہو کر بھڑک گئی، تو تم کو فتوحات عرب کو صلیبی لڑائیون کو، اندلس کی ظلم آرائیون کو، پریٹن[1] کے زمانے مین انگلستان کی حالت کو، فرانس مین سینٹ بارتھولومیو[2] کو اور شورش فرانس کی ہر لڑائی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے،

اوہام کے اندر ایک ایسا موثر جادو چھپا ہوا ہی جو مزاج عقلی کو بالکل بدل دیتا ہی، انسان نے خود اپنے معبودون کو پیدا کیا لیکن چند ہی دنون مین ان معبودون نے اوسکو اپنا غلام بنا لیا، مذہب خوف سے نہین بلکہ امید سے پیدا ہوا ہی، اسلیئے اسکا اثر دائمی ہوتا ہی، یہ مذہب ہی کا اثر ہی کہ اس نے انسان کی عقل کے سامنے سعادت کا دروازہ کھولدیا ہی اور اسی بنا پر تمام موثرات سے ممتاز ہو گیا ہے، اور فلسفہ اس منزل سے اب تک کوسون دور ہی،

ہر تمدن، ہر فلسفہ اور ہر مذہب کی غایت یا کم از کم اوسکا نتیجہ، ادن مخصوص حالات نفسیہ کا پیدا کرنا ہے جنمین بعض اگرچہ مایۂ سعادت ہوتے ہین، اور بعض نہین ہوتے تاہم مذہبی حالات زیادہ سعادت کا دار مدار انہی حالات نفسیہ پر [illegible] قربانیان [illegible] سے زیادہ سعادت اندوز ہوتی ہین، اور [illegible] اپنے ہاتھ سے [illegible]

[1] PARITON [illegible]

[2] [illegible] SAINT BARTHOLO[illegible] [illegible]

[illegible]

روٹی کے ایک ٹکڑے پر قناعت کر لیتے ہین، ایک دولت مند امیر سے جس کو افکار نے گھیر لیا ہے
خوش قسمت ہوتے ہین،

یہ ایک نہایت افسوسناک بات ہو کہ تمدن جدید نے انسانی ضروریات کو غیر معمولی طور پر
وسیع کر دیا ہو، اور اونکے پورے کرنے کے بہت کم اسباب مہیّا کیے ہین، اسلیئے دلون سے رضا وتسلیم کا
مادہ بالکل زائل ہوگیا ہو، کہا جاتا ہو کہ تمدن جدید ترقی کا فرزند رشید ہے، لیکن درحقیقت وہ اشتراکیّت
(سوشیالزم) اور انارکزم کی مان ہو، جن لوگون نے ایمان کی قوت کو کھو دیا ہو، اور یاس و حرمان نے
اون کے قلوب کا احاطہ کر لیا ہو، وہ انہی دونون الفاظ کا نعرہ بلند کرتے رہتے ہین، کیا ایک یورپین
جو ایک دائمی اضطراب مین مبتلا رہتا ہو، جس کے اعصاب دماغی متزلزل ہوگئے ہین، جو اپنی تقدیر پر
قانع نہین ہے، اوس مشرقی آدمی کا مقابلہ کر سکتا ہو، جو راضی برضائے الٰہی ہو؟ ان دونون کے درمیان
روحانی حالت کے سوا اور کسی چیز مین فرق نہین ہو، قومون کو صرف وہی شخص بدل سکتا ہو جو اوسکے
خیالات کو بدل کر اوسکے عقائد و اعمال مین انقلاب پیدا کر دیتا ہو، اس وقت سوسائٹی کا سب سے بڑا فرض
یہ ہو کہ ایسی کیفیات نفسیہ کے پیدا کرنے کی کوشش کرے جن کی وجہ سے ہر فرد سعادت مند ہو جائے
ورنہ قومون کی زندگی کا عنقریب خاتمہ ہونے والا ہے، دنیا مین آج تک جو قومین ابھرین اون کا
دار مدار صرف اون خیالات پر تھا جنکے اندر دلون کے جذب و کشش کی قوت مضمر تھی، اور اون مین
جو قوم ابھر کر بیٹھ گئی اُسکا سبب صرف اُنہی خیالات کی قوت کا زوال تھا، اس زمانے کا سب سے
غلط خیال یہ ہو، کہ انسان کی سعادت صرف خارجی اشیاء کے اندر ہو، لیکن یہ کسی کو نہین سوجھتا
کہ وہ خود ہمارے اندر پنہان ہو ہمین اوسکو پیدا کرتے ہین، اور وہ بہت کم ہم سے الگ رہتی ہے
ہم نے قدیم خیالات کی بنیاد ڈھا دی ہو، اسلیئے ہم کو نظر آتا ہو، کہ اس خیال کے بعد ہماری
زندگی فنا ہو جائیگی، اور اگر ہم نے اسکے عوض کوئی دوسرا اعتقاد قایم نہ کیا تو ہم برباد ہو جائینگے،

Marfat.com

نوع انسان کے سب سے بڑے محسن جنکی یادگارین تمام قومون کو زرِ خالص کا مجسمہ قائم کرنا چاہیئے
وہ سحر آفرین لوگ ہین جنھون نے قومون کے لیئے خیالات پیدا کیئے ہین، یہ لوگ اگرچہ کبھی کبھی جماعت
انسانی مین نمایان ہوجایا کرتے ہین لیکن عموماً بہت کم پیدا ہوتے ہین، انھی بزرگون نے اُمید
ہائے فانی کے سامنے جن کے سوا انسان کسی دوسری حقیقت کو نہین جان سکتا، اور اس غیر متحرک
ترش رو دنیا کے آگے، پرزور خیالات کا ایک پردۂ نورانی قائم کیا، انسانیت کی حقیقی تفسیر کی، اور
خارزارِ زندگی کے تمام کانٹون کو ہٹا کر انسان کے لیئے جنت کا راستہ صاف کر دیا، جس کے ساتھ
تمام اُمیدین وابستہ ہین،

اگر ہم سیاسی حیثیت سے بھی نگاہ ڈالین تو ہم کو معلوم ہوگا کہ مذہبی عقائد کا اثر کس قدر شدید
ہے؟ مذہب کی عظیم الشان قوت کا سبب صرف یہ ہے کہ وہ ایک زمانے مین قوم کے فوائد
قوم کے احساسات اور قوم کے خیالات کو متحد کر دیتا ہے، اسلیئے وہ اون تمام عناصر کا جن سے قومی روح
پیدا ہوتی ہے، دفعتہً قائم مقام ہوجاتا ہے، یہ سچ ہے کہ مذہبی قوت کے استیلاء سے قوم کا مزاج
عقلی نہین بدل جاتا تاہم تمام قوتون کا رخ صرف ایک مقصد کی طرف ہوجاتا ہے، یعنی
تمام طاقتین اس جدید مذہب کی حمایت مین کھڑی ہوجاتی ہین، اور مذہب کی عظیم الشان
طاقت کا راز اسی اصول کے اندر مضمر ہے، یہی وجہ ہے کہ دنیا کی جن قومون نے کارہائے نمایان
کیئے ہین، اسی قسم کے مذہبی انقلاب کے زمانے مین کیئے ہین، اور دنیا کی بڑی بڑی سلطنتون کی
تاسیس اسی دور انقلاب مین ہوئی ہے، آنحضرت صلعم کے الہامی خیالات نے اسی طاقت
عرب مین اٹھا، پیدا کیا، اور اون لوگون نے تمام قومون کو زیر و زبر کرکے عظیم الشان سلطنت قائم کرلی
نفس اعتقاد کوئی چیز نہین ہے، اصلی چیز وہ قوت ہے جو عقائد کو دل مین مستحکم کردیتی ہے، ایک
وحشی سے وحشی دیوتا کی طرف بھی اگر لوگون کو دعوت دیجائے تو وہ بھی اوسی طرح موثر ہوسکتی ہے

بلکہ اکثر سنگدل و استبداد پسند معبودون کے اثر و نفوذ نے بھی نہایت وسعت حاصل کر لی ہی کیونکہ
جو معبود غیر متعصب اور نرم خو ہوتے ہین، اونکے پرستارون کے عزم و ارادہ مین شدت و صلابت
نہین ہوتی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع صرف آپ کے تشدد[1] کی وجہ سے تمام دنیا پر
چھا گئے، اور دنیا کے ایک بڑے حصے پر ایک مدت تک اُن کا تسلط، اور رعب قائم رہا
لیکن ساکن القلب بودھا کی امت نے کوئی کارنمایان نہین کیا، اور تاریخ نے اون
بالکل فراموش کر دیا،

اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہی کہ قومون کی سیاست مین ہمیشہ مذہب نے نمایان حصہ لیا ہے
کیونکہ صرف وہی ایک ایسی قوت ہی جو نہایت سرعت کے ساتھ نظام اخلاق کو متاثر کر لیتی ہے
یہ سچ ہی کہ یہ معبود ہمیشہ باقی نہین رہتے لیکن مذہب ہمیشہ قایم رہتا ہے، اسی مذہبی قوت
بدولت فرانس نے جب ایک صدی تک تمام یورپ کا مقابلہ کیا تو دنیا نے دوبارہ مذہبی ع
کے اثر کا اعتراف کیا، کیونکہ جو خیالات اس زمانے مین دلون پر محیط ہو گئے تھے، اونھون نے
درحقیقت ایک جدید مذہب کی صورت اختیار کر لی تھی جس نے قوم کے قالب مین اپنی روح
کر اوسکو دفعتہ اوبھار دیا تھا لیکن جو معبود ان خیالات کے پردون سے نمایان ہوئے، انکا قال
نہایت لطیف تھا، اسلیے چند ہی دنون تک قائم رہ سکے، تاہم کم از کم اُنکی زندگی تک اُن کا
شدید و عام رہا،

اگرچہ قومی روح کے انقلاب پر مذہب کو جو قدرت حاصل ہی وہ لازوال اور غیر فا
تاہم اوسکی اصلی طاقت اتنی مدت تک قائم نہین رہتی کہ نظام اخلاق کو بالکل بدلدے، کیو
خواب و خیال کی یہ قوت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہی، اور جو لوگ اوس کے نشے مین

[1] تشدد نہین بلکہ عزم و استقلال، استبداد نہین بلکہ جمہوریت، تعصب نہین بلکہ حق کی حمایت،

Marfat.com

ہستہ آہستہ بیدار ہوتے جاتے ہین، یہان تک کہ مذہب بھی اپنے انتہائی زمانے مین اوس رنگ
ین نمودار ہوتا ہی جس مین قوم نے اوسکو شرابور کردیا ہی، اگر انگلستان، اسپین، اور فرانس کے
دن تمام فرقون پر نظر ڈالی جائے، جو ایک ہی مذہب مین پیدا ہو گئے تھے تو نظر آئے گا کہ
سپین مین پروٹسٹنٹ مذہب قائم ہی نہین ہوسکتا تھا، اور انگلستان محکمہ احتساب (مجلس نکویزیشن)
کے قائم کرنے کی اجازت ہی نہین دیسکتا تھا، بلکہ اگر خود پروٹسٹنٹ مذہب کی پابند قومون کی
حالت پر بھی غور کیا جائے تو اون کے اساسی اخلاق بھی علانیہ نمایان ہوجائینگے، اور معلوم ہوجائیگا
باوجود اس مذہب کی شیفتگی کے اونھون نے اپنے مزاج عقلی کی امتیازی خصوصیات یعنی
ستقلال، عزم، تدبر اور خودداری کو قائم رکھا ہی، اور ہوا پرست بادشاہون کی ذلیل اطاعت
پذیری کو ٹھوکر لگا دی ہی،

ہر قوم کی سیاسی، اخلاقی، اور صنعتی تاریخ اگرچہ اوسکے مذہب سے پیدا ہوتی ہے لیکن جس طرح
مذہب نظام اخلاق پر اثر ڈالتا ہی، اوسی طرح خود نظام اخلاق سے متاثر بھی ہوتا ہی اس بنا پر ہر قوم
کی زندگی کے رکن اعظم صرف دو ہین، مذہب اور اخلاق، لیکن ہر قوم کا نظام اخلاق اپنے
اصلی اوصاف کے لحاظ سے ہمیشہ قایم رہتا ہے، اور اسی خصوصیت نے ہر قوم کی تاریخ
کو متحد اور جامع ومانع بنادیا ہی مگر مذہب اپنے اندر تغیر پذیری کی صلاحیت رکھتا ہی، اور اسی
تغیر کی بنا پر قومون کی تاریخ مین بہت سے انقلابات کی سرگذشت نظر آتی ہی،
معمولی مذہبی تغیر بھی متصل ومتواتر انقلابات کا پیش خیمہ ہوتا ہی جنکے گذشتہ فصل مین بیان
کیا ہی کہ اٹھارھوین صدی کے فرنچ، سترھوین صدی کے فرنچ لوگون سے [illegible]
ہین، اسکی وجہ صرف یہی ہی کہ سترھوین صدی کی عقل اٹھارھوین [illegible] عالم بالا سے
اوتر کر علمی دنیا مین آگئی اور تقلید کا مقابلہ استدلال سے اور نقل کا مقابلہ عقل سے ہوگیا، اس بنا پر

صرف خیالات کے ان تغیرات نے دونون زمانون مین نمایان فرق پیدا کر دیا، اگر ہم زیادہ تحقیق کرین تو ثابت ہوگا کہ شورش فرانس، اور اوس کے بعد کے واقعات جو آیندہ بھی ہمیشہ ظہور پذیر ہوتے رہین گے صرف عقائد کے انقلاب کا نتیجہ تھے،

آج قدیم قومین رو بہ تنزل ہین، اور اسیلیے ضعف سے کانپ رہی ہین اونکے نظام کا ہر ستون پے در پے گر رہا ہی لیکن اسکی وجہ صرف یہ ہی کہ وہ اپنی قوت ایمان کو جس پر اونکے وجود کا دار مدار تھا آہستہ آہستہ کھوتی جاتی ہین، اور جس دن اس قوت کا کل سرمایہ ضائع ہو جائیگا، اون کی جگہ ایک جدید تمدن لے لیگا، جو جدید عقائد پر مبنی ہوگا کیونکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہی کہ جب قومون کے معبود پردۂ خفا مین چھپ جاتے ہین تو وہ بہت دنون تک زندہ نہین رہتین، اور جو تمدن ان معبودون کے ساتھ آیا تھا وہ بھی اون کے ساتھ رخصت ہو جاتا ہی، اس بنا پر ہر قوم کو ہوشیاری کے ساتھ یقین کر لینا چاہیے کہ مرنے والے معبودون سے زیادہ کوئی چیز برباد کرنے والی نہین ہے،

Marfat.com

تیسری فصل

اکابرانِ قوم کا درجہ قوموں کی تاریخ میں

قوموں کی عظیم الشان ترقیاں صرف بلند خیال لوگوں کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوتی ہیں [illegible] درجہ کی حقیقت، وہ قوم کی تمام مجموعی کوششوں کا مرقع ہوتے ہیں چند مثالیں جو خطیر الشان انکشافات سے ماخوذ ہیں، اکابر رجال کا درجہ سیاست میں، وہ قوم کے غالب خیال [illegible] ہیں، [illegible] مذہب بزرگوں کا [illegible] بڑے بڑے محققین قوم کے تمدن [illegible] مذہب بزرگ تاریخ کے موجد ہیں

قوموں کی تقسیم اور [illegible] باہمی [illegible] کے سلسلے [illegible] ثابت ہو گیا [illegible] صرف یہ فرق ہے کہ مغرب میں [illegible] اکابرانِ قوم [illegible] مشرقی [illegible] کا میدان بالکل خالی [illegible]

[illegible] ممتاز گروہ ہے جو قوم کی تمام [illegible] سلسلہ خارج کر دیں [illegible] صنعت و حرفت [illegible] ثابت ہو [illegible]

[illegible]

بھی نہ ہوا کہ گذشتہ نسلون کے پودون نے انھی ترقی یافتہ دماغون کی بدولت نشو و نما پائی تھی لوگ
درحقیقت قوم کا سرمایۂ ناز ہین، اور ان مین چھوٹے سے چھوٹا فرد بھی ہمارے لیئے مایۂ عز و افتخار
ہے، کیونکہ یہ لوگ اتفاقی طور پر یا معجزانہ طاقت سے پیدا نہین ہوئے ہین، بلکہ وہ زمانہ گذشتہ کی
طویل گردشون کا نتیجہ ہین اونھی کے قالب مین اونکی قوم اور اونکے زمانے کی عظمت نمایان ہوتی
اور ہر وہ چیز جس سے اونکی کوششونکی کلیان کھلتی ہین ترقی کی اشاعت کا سبب ہوتی ہے
اسلیئے اگر ہم مساوات عامہ کے خواب پریشان کو جس نے ہماری آنکھون پر پردے ڈالدیئے ہین،
بھلا دین، تو ہمین سب سے پہلے ان لوگون پر قربان ہونے کے لیئے تیار نظر آئین گے مساوات
عامہ درحقیقت پست درجہ کے طبقون مین پائی جاتی ہی، اور عقلی ٹکڑگدے اگرچہ ہمیشہ اسکا
خواب دیکھا کرتے ہین، لیکن انکا خواب انکی سب سے بڑی بدبختی ہی،

اِس خواب کی تعبیر صرف وحشی قومون پر صادق آسکتی ہی، ترقی یافتہ قومون کے افراد
صرف اُس وقت مساوات پیدا ہوسکتی ہی، جب طبقہ اعلیٰ کو گراکر پست درجہ کے طبقون کے
برابر کردیا جائے،

لیکن عظمار رجال کی قدر و منزلت صرف تمدنی ترقی تک محدود نہین ہے، بلکہ
اِسکا انحصار تمام تر اس حقیقت مین ہے کہ "وہ تمام قوم کی مجموعی کوششون کا مظہر ہین"
محققین کی تحقیقات بہت سی گذشتہ تحقیقاتون کا نتیجہ ہی، اور وہ صرف اونھی پتھرون کو عمارت
لگاتے ہین جنکا نقشہ ہمارے اسلاف نے مدتون مین طیار کیا تھا، لیکن تمام مورخین کا فطری مذاق
کی تفصیل بیان کرنا ہی، اسلیئے وہ ہر ایجاد کو کسی نہ کسی نام کی طرف ضرور منسوب کردیتے ہین، حالانکہ
تمام بڑی بڑی ایجادین جنھون نے کرۂ ارضی کی ہیئت کو بدل دیا، کسی خاص شخص کی جانب
منسوب نہین کی جاسکتین، مطبع، بارود، اسٹیم، اور تار کے موجدون کا نام کسکو معلوم ہی؟ اسی

Marfat.com

جو شخص ان ایجادات کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کریگا اوسکو معلوم ہوگا کہ وہ درحقیقت بہت سی گذشتہ دماغ پاشیون کا نتیجہ ہین، اور اخیر موجد اس عمارت کا صرف ایک بلند کنگرہ ہے،

چنانچہ سب سے پہلے گلیلو[۱] نے یہ دریافت کیا تھا کہ " اگر ایک قندیل فضا مین معلق کی جائے تو اُسکے نور کا تموج مساوی حرکت کے ساتھ نمایان ہوگا"، کرنومتر نے اسی سے گھڑیونکی ایجاد کا خیال پیدا کیا، اور ملاحون نے "سطح آب پر راہ دکھانے کا آلہ" اسی سے ایجاد کیا، توپونکی بارود بنانی آگ سے رفتہ رفتہ ایجاد ہوئی اور آلات بخاریہ کی اختراع متعدد تسب انگیز کوششون کا نتیجہ ہے دنیا مین دفعتہً کوئی چیز وجود مین آہی نہین سکتی، اگر ایک یونانی ارشمیدس[۲] سے سو گنا زیادہ عقل رکھتا ہو تب بھی وہ دفعتہً ریلوے ٹرین نہین بنا سکتا، اور اگر وہ اُسکو طیار بھی کرلے تو اوسکو چلا نہین سکتا کیونکہ اوس کے جاری کرنے کے لیے علم آلات سازی (میکانک) کے اسقدر ترقی کی ضرورت ہے جو آج اوسکو دو ہزار برس کے بعد حاصل ہوئی ہے

عام خیال یہ ہے کہ بانیان سیاست کو زمانہ گذشتہ کے تاریخی سلسلہ سے کوئی تعلق نہین ہے لیکن درحقیقت وہ بھی موجدین اور مخترعین کی طرح دور ماضی کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہین لیکن ہیگل[۳]، کوسن، اور کارلائل جیسے انشا پردازون کی آنکھون کو ان مدبرین کے انقلاب انگیز کارنامون نے بالکل خیرہ کردیا، اسلیے اونھون نے ان کو خدا بنادیا جو تنہا دنیا پر حکومت کرتا ہے اس مین شبہہ نہین کہ یہ لوگ قوم کی انقلابی حالت مین تغیر و تبدل پیدا کرنے کی پوری قدرت رکھتے ہین لیکن صرف یہ قدرت اونکی زندگی کی تدریجی رفتار کو نہین بدل سکتی، یہان تک کہ ... اور نپولین جیسے اولوالعزم لوگ بھی اس معرکہ سے عہدہ برا نہین ہوسکتے بہت ... لوہے اور آگ سے منہدم کرسکتے ہین، آدمیون کو ہلاک کرسکتے ہین، ملکون کو برباد کرسکتے ہین لیکن

[۱] ہیئت جدیدہ کا بانی ... باشندہ ... [۲] اقلیدس ... [۳] جرمنی کا مشہور فلسفی ...

ہم کو اس قوت تخریب کے مغالطہ مین آکر اونکی اصلی حیثیت کے اندازہ کرنے مین غلطی نہین کرنی چاہئے
کیونکہ جب تک اونکی قوت ضرورت زمانہ کے قالب مین ڈھل نہ جائے انکا کوئی اثر قائم نہین
ہوسکتا، اس بنا پر انکی کامیابی کا حقیقی سبب اونکے وجود سے مقدم بیشتر موجود رہتا ہے قیصر نے
روم مین اور روسو نے فرانس مین اسی طریقہ پر کامیابی حاصل کی اور اگر اونکے زمانے سے دو بار
صدی بیشتر اسی درجہ کے دو آدمی پیدا ہوتے تو ایک روم کی عظیم الشان جمہوریت کو کسی
مستبد اور خودپسند فرمانروا کے ارادہ کا تابع نہین کرسکتا، اور دوسرا فرانسیسی اتحاد کے قائم کرنے مین
کامیاب نہین ہوسکتا، اس لحاظ سے صرف مدبران سیاست ہی وہ لوگ ہین جو قوم کی ترتیب
آنے والی ضرورتون کو مشخص کرتے ہین اور اون واقعات کو عالم ظہور مین لاتے ہین جنکے اسباب
معدہ کو زمانہ پہلے سے مہیا کرچکا تھا اور قوم کو وہ راستہ دکھاتے ہین جس پر اوسکو چلنا چاہئے
ممکن ہے کہ تمام قوم کو وہ راستہ پہلے سے معلوم نہ ہو لیکن تقدیر نے قومی انقلاب کے جو اسباب
جمع کردیے ہین، وہ قوم کو جبراً اس شاہراہ پر ڈال ہی دیتے ہین، ان اسباب کی بنا پر درحقیقت
بانیان سیاست بھی موجدین اور مخترعین کی طرح قوم کی قدیم اور مسلسل کوششون کے نتائج
نمایان کرتے ہین،

لیکن ہم کو اکابران قوم کے مختلف طبقات کے موازنہ مین اس حد سے آگے نہین بڑھنا
چاہیے کیونکہ آیندہ زمانے مین اگرچہ تمدن پر موجدین و مخترعین کا عظیم الشان اثر پڑتا ہے لیکن
قوم کی سیاسی تاریخ پر انکا کوئی اثر نہین ہوتا جسکی وجہ یہ ہے کہ کل کے موجد سے لیکر تارکے موجد
تک دنیا کے تمام مخترعین مین وہ اخلاقی اوصاف نہین پائے جاتے جنکی سطح پر کسی مذہب کی
بنا قائم ہوتی ہے یا کوئی ملک فتح کیا جاتا ہے، غرض وہ قدرت کے ان فیاضانہ عطیات سے بہرہ مند
ہوتے ہین جنکے ذریعہ سے علانیہ دنیا کی تاریخ بدل دیجاتی ہے، یہ لوگ ان اوصاف سے

معرا ہوتے ہین، کہ اونکو جن ایجادات کے متعلق طویل غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہو وہ اس قدر دقت طلب اور پیچیدہ ہوتی ہین کہ ان کا اثر اون کے علم و یقین کو ضعیف کر ڈالتا ہو، ایک وجہ یہ بھی ہے کہ غور و فکر کرنے والون کو مادی فوائد کی بہت کم طمع ہوتی ہو، اس بنا پر وہ اونکی بہت کم پروا کرتے ہین ان اسباب کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ موجدین و مخترعین صرف زمانہ کی گردش کے مطابق تمدنی انقلاب پیدا کرسکتے ہین، لیکن متعصب، محدود خیال، اور مضبوط کیرکٹر کے مقتدایان قوم جدید مذاہب کو قائم کرسکتے ہین، سلطنتون کی بنیاد ڈال سکتے ہین اور نظام عالم کو الٹ پلٹ سکتے ہین، ایک پیٹرس راہب کی آواز نے یورپ کے ہزارون آدمیون کو مشرق کی طرف بھیج دیا، ایک محمد صلعم کی آواز نے دنیاے قدیم یعنی یونان اور روم کو تہ و بالا کردیا اور ایک گمنام راہب نے تمام یورپ کو اوٹھا کر آگ اور خون کے سمندر مین ڈالدیا، لیکن دنیا نے گلیلیو اور نیوٹن کی آواز کی طرف کان بھی نہین لگایا، غرض موجدین و مخترعین تمدن کی رفتار کو صرف تیز و سریع کرسکتے ہین لیکن پیشوایان مذہب ایک مستقل تاریخی دور کو پیدا کرتے ہین۔

تاریخ صرف اون واقعات کا مجموعہ ہو جن کے ذریعہ سے انسان نے ایک نیا خیال [illegible] اوسکی پرستش کی اور ہمیشہ کو سکون اختیار کرلیا، اگرچہ علمی حیثیت سے ان خیالات کی قیمت [illegible] زیادہ [illegible] ہین جس [illegible] ہندوستان مین ایک زود فہم [illegible] مذہب کو پیدا کیا ہو، اونھون نے دنیا کی کایا پلٹ دی ہو اور اب بھی اگرچہ وہ [illegible] تاہم تمام دنیا کی گردن پر [illegible] نفوذ و قوت کے ساتھ حکمران ہین [illegible] اخلاق کی نبض [illegible] تک اونکا اثر پہونچتا رہیگا، اسلیے ہم کو اونکی [illegible]

چاہیے [illegible] اس واقعہ کو [illegible] یاد رکھنا چاہیے کہ [illegible] انجام [illegible] وہ ہمیشہ اپنی قوم اور اپنے زمانہ کے خیالات [illegible]

Marfat.com

مین اوس وقت تک حرکت نہین پیدا کرسکتا جب تک اوسکے خیالات اس طرح متشکل نہ ہوجائین جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہودیون کی اصلی ضرورت کو متشخص کیا تھا، اور اونکو ہزارون برس کی موروثی ظالمانہ غلامی سے نجات دلائی تھی، بدھ اور عیسیٰؑ نے بھی جب اپنے زمانے کی ظلم آرائیان دیکھین تو اونھون نے خدا کے لطف ومحبت کو مذہبی صورت مین نمایان کیا اور درحقیقت اس وقت لوگ اسی ابرکرم کے پیاسے تھے، محمد (صلعم) نے بھی ایک مذہبی اتحاد کے ذریعہ سے اُن لوگون مین یگانگیت پیدا کی جو ایک دوسرے کے دشمن ہورہے تھے، نپولین کے زمانے مین ایک قوم صرف جنگی غرور کے نشہ مین چور تھی، نپولین اونکے خیالات کا عملی پیکر بنگیا، اور اونکو لیکر پندرہ برس تک یورپ کے گوشہ گوشہ مین صرف اُن مقاصد کی تکمیل کے لیئے دھاوے مارتا رہا جن کو ایک قسم کا جنون کہا جاسکتا تھا،

حقیقت یہ ہے کہ انسانی اصول کا متشخص اور اون کی اشاعت صرف انھی رہنماؤن کا کام ہے اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نوع انسان کا اصل الاصول خود یہی رہنما ہین، ان اصول کو صرف اوس وقت کامیابی حاصل ہوتی ہے جب بھولے بھالے مومنین مخلصین کی ایک جماعت انکی حمایت پر آمادہ ہوجاتی ہے، اس حمایت پر ان اصول کے صداقت وبطلان کا کوئی اثر نہین پڑتا بلکہ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اصول جس قدر لغو وباطل ہوتا ہے اوسیقدر لوگون کو اپنا فریفتہ بناتا ہے، یہان تک کہ آج تک دنیا مین جو انقلاب پیدا ہوے ہے جس تمدن نے انحطاط کی صورت اختیار کی ہے، اور اسکی جگہ جس نئے تمدن نے لی ہے، وہ سب اونھی غلط اُصول کا نتیجہ تھے جن کے تصور سے بھی عقل کو شرم آتی ہے، اس بنا پر ضعیف العقل لوگون کے لیئے صرف آسمانی ہی بادشاہت کا دروازہ نہین کھُلا ہوا ہے، جیسا کہ انجیل نے بار بار بشارت دی ہے، بلکہ اگر یہ لوگ زلزلہ انگیز یقین رکھتے ہین تو دنیوی سلطنت کا تاج بھی اون کے سر پر نظر آسکتا ہے،

Marfat.com

ان مومنین کی جماعت نے جس عمارت کو صرف ایک دن مین تعمیر کر لیا ہے، فلاسفہ اوسکی بربادی مین عمرین بسر کر دیا کرتے ہین، لیکن بہتر ہوتا اگر وہ اون کے سامنے سربسجود ہوجاتے کیونکہ یہ لوگ قوائے مخفیہ کے اوس سلسلہ کی ایک کڑی ہین، جو دنیا کی پاسبانی کرتی ہے اور یہی لوگ ہین جنھون نے تاریخ کے عظیم الشان واقعات کو پیدا کیا ہی،

یہ لوگ درحقیقت انسانون کے لیئے صرف اوہام وخیالات لیکر آئے، لیکن دنیا انہی اوہام باطلہ کے سہارے پر زندہ رہی، اور آیندہ بھی وہی اوس کا سرمایۂ حیات ہون گے، شاید یہ کہا جائے کہ ان خیالات کی کوئی حقیقت نہین ہے، بے شبہہ وہ ایک خواب وخیال ہین، لیکن با این ہمہ اونکا احترام کرنا چاہیئے، انہی کی برکت سے ہمارے آبا واجداد چاشنی امید سے لذت آشنا ہوئے، اون کے پیچھے پیچھے متوالون کی طرح پڑ لیئے اور ہم کو قدیم وحشت سے نجات دلائی اور موجودہ دور تک پہونچایا، اسی طرح ان اوہام نے تمدن پر بھی بہت بڑا اثر کیا ہی، وہم ہی نے اہرام مصری کی بنیاد ڈالی اور پانچ ہزار برس تک مصر کے چہرے کو پتھر کی چٹانون کے اندر مخفی رکھا، وہم ہی نے قرون وسطیٰ مین اون تمام عظیم الشان گرجون کا سنگ بنیاد رکھا، اور ایک قبر پر قبضہ (بیت المقدس) حاصل کرنے کے لیئے تمام یورپ کو مشرق کی طرف جھونک دیا، وہم ہی نے اون مذاہب کو قائم کیا جنکی نصف دنیا پابند ہوگئی اور وہم ہی نے بڑے بڑے ملک آباد کیئے اور بڑی بڑی سلطنتون کا قلع وقمع کر دیا۔ دنیا نے جستجوئے حقیقت مین نہین بلکہ صرف توہمات کے پیچھے کوششین صرف کین وہ اگرچہ ان اغراض وہمیہ کو حاصل نہ کرسکی تاہم اوس نے اس سفر مین ترقی کی تمام منزلین طے کر لین حالانکہ وہ اوسکا اصلی مقصد نہ تھین،

Marfat.com

پانچواں باب

نظام اخلاق کا انحطاط اور قوموں کا زوال

پہلی فصل

تمدن زوال پذیر ہو کر کیونکر فنا ہو جاتا ہے؟

انواع نفسیہ کا انحطاط، وہ موروثی قابلیت جو ایک طویل زمانے میں پیدا ہوئی تھی کیونکر چند دنوں میں معدوم ہو جاتی ہے؟ معراج کمال تک پہنچنے میں ہر قوم کو ایک طویل زمانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن انحطاط کے تحت الثریٰ تک پہونچنے کے لیے ایک مختصر مدت کافی ہے، ہر قوم کے اسباب انحطاط میں سب سے زیادہ موثر سبب اوس کے نظام اخلاق کا انحطاط ہے، تمام قوموں میں تمدن کے انحطاط کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ اب تک قائم ہے

بعض لاتینی قوموں میں انحطاط کی کھلی ہوئی علامتیں، خود غرضی کی نشو و نما، ہمت اور ارادہ کا ضعف، اخلاق و آداب کا انحطاط، نوجوانان جدید، کسی زمانے میں اشتراکیت و فوضویت کا اثر بہت بڑھ جائیگا، اشتراکیت کے خطرات اور اوس کی قوت، اشتراکیت تمدن کو خالص وحشیانہ انقلاب کی طرف لے جاتی ہے، وہ قومیں جنمیں اشتراکیت کی حمایت ہو سکتی ہے؟

انواع مادیہ کی طرح، انواع نفسیہ بھی ہمیشہ زندہ نہیں رہتیں، کیونکہ جن اسباب نے ان کو پیدا کیا ہے، وہ خود ہمیشہ قائم نہیں رہتے، اسلیے جب ان حالات میں تغیر واقع ہوتا ہے تو مزاج عقلی کے وہ عناصر بھی رفتہ رفتہ فنا ہو جاتے ہیں جو ان اسباب سے وابستہ ہیں

Marfat.com

قے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ نظام کائنات کا ایک عام فطری قانون ہی، جو جسم کی طرح، قل کو بھی محیط ہی، اس قانون کا اقتضا یہ ہی کہ ایک جسم کے پیدا کرنے کے لیئے جس قدر زمانہ رکار ہے، اوس کے فنا ہونے کے لیئے اوس سے بہت کم زمانے کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ عضو اپنے عمل کو چھوڑ دیتا ہی، اوس کی عملی قابلیت اسیوقت معدوم ہوجاتی ہی، جو مچھلیان سطح ب کے نیچے، پتھر کی چٹانون مین رہتی ہین، اونکی بصارت روز بروز ضعیف ہوتی جاتی ہے مان تک کہ ایک مدت کے بعد یہ ضعف موروثی ہوجاتا ہی، اگر ہم انسان کی محدود زندگی بھی نظر ڈالین تو ہمکو معلوم ہوگا کہ جو عضو متعدد وراثتون کے اثر سے کئی پشت مین پیدا دا ہے، اگر اوس سے کام نہ لیا جائے تو وہ فوراً بیکار ہو جاتا ہی،

مزاج عقلی بھی اس قدرتی قانون کے دائرہ سے باہر نہین، اسلیئے دماغ کے اجزا اپنا عمل نہین کرتے اونکی مخصوص قوت فاعلی بیکار ہوجاتی ہے، اس سے ثابت تاہے، کہ دماغ کی بعض قابلیتین جو ایک طویل زمانے مین پیدا ہوئی ہین ایک محدود بت مین زوال پذیر ہوسکتی ہین شجاعت جرأت، عزم و ارادہ، قوت استنباط اور اس قسم کے وسرے اخلاقی محاسن بہت دنون مین پیدا ہوتے ہین، اور جب اپنا عمل استعمال نہین تے تو نہایت سرعت کے ساتھ فنا ہوجاتے ہین، یہی وجہ ہے کہ ہر قوم کی ترقی کے لیے ایک ویل مدت کی ضرورت ہوتی ہی لیکن اوسکا تنزل نہایت سرعت کے ساتھ ہوتا ہی،

اگر ہم تاریخی حیثیت سے تمام قومون کے تنزل پر نگاہ ڈالین تو بلا استثنا ہر قوم نحطاط کا اصلی سبب مزاج عقلی کا تغیر ہوگا، حکومت نظام اخلاق کی اثر ہی ... لیا ... ہمان تک معلوم ہی قوم مین ذہانت او طباعی کی کمی کسی سلطنت کے زوال کا سبب نہین ہوئی س بنا پر تمدن کے زوال کا سبب صرف ایک ہی ہی اور اوس کے پیش نظر رکھنے کے بعد ایک

شخص بعض شعرا کی طرح یہ سوال کرسکتا ہی کہ تاریخ جس نے بہت سے مجلدات کو بھر دیا ہی
بہت سے صفحات کے مجموعے کا نام ہی یا حقیقت مین یہ صفحے مکرر ہین؟

جب کوئی قوم تہذیب و تمدن کے زیور، اور نفوذ و قوت کے ہتھیار سے مسلح ہو جاتی ہی
اور اوس کو اپنی ہمسایہ قوم کے حملے کا خطرہ نہین رہتا تو وہ نہایت عیش و طرب کے ساتھ
جو دولت کا لازمی نتیجہ ہی، زندگی بسر کرنے لگتی ہی، اسلیئے اوس کے تمام فوجی محاسن برباد
ہو جاتے ہین، تمدنی ترقی کے ساتھ ساتھ اوس کی ضرورتون مین اضافہ ہوتا جاتا ہی، ہر شخص کے
دل مین خود غرضی اپنا قدم جما لیتی ہی، اور اوس کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا ہی کہ جو مال و دولت
اوس کے ہاتھ آئے، اوس سے نہایت سرعت کے ساتھ ذاتی فائدہ اوٹھائے، اس بنا پر
قوم عام مصالح سے اعراض کرنے لگتی ہے اور قوم کے وہ تمام اخلاقی محاسن فنا ہو جاتے
جو اوسکی عظمت کا حقیقی سبب تھے، اب اوس پر قرب و جوار کی وحشی یا نیم وحشی قومون
کا حملہ شروع ہو جاتا ہی، کیونکہ تمدنی حیثیت سے اگرچہ وہ اوس کی ہمسری نہین کرسکتین، لیکن
اعتقاداً اوس سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہی، حملہ کرنے کے بعد وہ اوسکے تمدن کی بنیاد کو ڈھا دیتی
ہین، اور اوس کے کھنڈر پر دوسرے تمدن کی عمارت قائم کرتی ہین، روم و ایران کی سلطنتون کا
یہی حشر ہوا، اونکا نظام حکومت اگرچہ نہایت مستحکم تھا تاہم بربری نے روم کا خاتمہ کر دیا اور
عربون نے ایران کے پرخچے اوڑا دیئے، یہ بالکل یقینی ہی کہ ان مغلوب سلطنتون مین عقل و دماغ
کی کمی نہ تھی، بلکہ ذہنی حیثیت سے فاتح کو مفتوح کے ساتھ کوئی مناسبت نہ تھی، کیونکہ سب سے
ترقی یافتہ عقل اور سب سے بڑی ذہانت کا ظہور روم ہی مین ہوا، اور شاہزادہ اول
زمانے مین وہی روم کے زوال کا سبب بنگئی، اسی زمانے مین بڑے بڑے انشاپرداز
اور بڑے بڑے علما پیدا ہوئے، اور اس شاندار قوم کے تمام کارنامے ...

سی زمانے کی طرف منسوب ہین لیکن اس زمانے مین اوس نے اپنی اخلاقی طاقت کو کھو دیا
ر ذہانت کتنی ہی ترقی کر جائے، لیکن اخلاق کی قائم مقام نہین ہو سکتی،

قدیم رومن لوگون کی ضروریات زندگی بالکل محدود تھین، اور اونکا اعتقاد نہایت
ی تھا، یہ اعتقاد تمام قوم کے رگ و پے مین سرایت کر گیا تھا، اور ہر شخص اوسپر جان و مال
ہ اپنے اہل و عیال تک کو قربان کر دیتا تھا، یہی دونون چیزین روم کی عظمت کا حقیقی
بب تھین، لیکن جب وہ مادی حیثیت سے تمام دنیا کا مرکز بنگیا، تو اوس مین ہر طرف سے
بنی قومین آباد ہو گئین جن کو اخیر مین ملکی باشندون کا خطاب دیدیا گیا، حالانکہ
ن کا مقصد صرف ملک کی شادابی سے فائدہ اوٹھانا تھا، خود ملک کی عزت و اقتدار کی
ف اون کی توجہ نہ تھی، اب یہ عظیم الشان شہر اگرچہ تمام قومون کا دنگل بنگیا لیکن روم روم
ین رہا، اوس کے چہرے پر اگرچہ زندگی کی ظاہری علامتین نظر آتی تھین لیکن درحقیقت
س نے مدتون پہلے اپنی حقیقی روح کو نکال کر پھینکدیا تھا،

بالکل اسی قسم کے متعدد اسباب ہمارے ترقی یافتہ تمدن کو بھی دیمک [illegible] رہے ہین،
ور جدید علمی تحقیقات نے خیالات مین جو تغیر پیدا کر دیا ہے اوس نے جو جدید اسباب پیدا
روئے ہین وہ ان پر مستزاد ہین، علم نے ہمارے قدیم خیالات کو دوسرے [illegible] بدل
یا ہے اور تمدنی اور مذہبی اصول کے اثر کو [illegible] انسان کی [illegible]
سامنے جو پردے پڑے ہوئے تھے، وہ اوٹھ گئے ہین، اور اب [illegible] معلوم ہو [illegible]
وس کا لیا [illegible]
مین ہو [illegible]
سباب کی [illegible] دنیا مین [illegible]

Marfat.com

یہ بھی یقین ہے کہ فطرت کی آغوش لطف و محبت کے جذبات سے بالکل خالی ہے، اور انسان ترقی کے جن مدارج پر پہونچ گیا ہے، اون کو فطرت نے عناصر کے امتزاج و ترکیب سے پیدا کیا ہے، اور اس عمل ترکیبی مین قوی عنصر نے ضعیف کی گردن توڑ دی ہے، یہ خیالات اس قدر موثر ہین کہ اونکے اظہار سے لوگون مین خون کا سیلان منجمد ہوجاتا ہے، اور جن عقائد کی بنا پر ہمارے آبا و اجداد پُر لطف زندگی بسر کرتے تھے، وہ اونکے یکسر مخالف ہین، ان خیالات نے دلون مین اضطراب انگیز تشکیک پیدا کردیئے ہین، اور ضعیف العقل لوگون کو انارکزم کی مصیبت مین مبتلا کردیا ہے جو اس زمانے کی سب سے بڑی امتیازی خصوصیت ہے، ان تشکوک نے تعلیم یافتہ نوجوانون کے نظام اخلاق مین عظیم الشان انقلاب پیدا کردیا ہے، اور ان کے دلون مین یاس و حرمان کی تخم پاشی کی ہے، اس بنا پر اونکی قوت ارادی بالکل مفقود ہوگئی ہے، اور وہ وقتی اور ذاتی نوا کے غلام بنگئے ہین،

موجودہ دور کے ایک انشا پرداز کا یہ فقرہ کس قدر واقعیت پر مبنی ہے، کہ اس زمانہ کی قوت ادراک پر اضافی خوبیون نے تسلط کرلیا ہے، صیغہ تعلیم کے ایک وزیر نے اپنی ایک تازہ ترین تقریر مین اسکی شرح ان الفاظ مین کی ہے "اس زمانے کی علمی فتوحات مین سب سے بڑی فتح یہ ہے کہ کلی اصول کی جگہ اضافی اصول نے چھین لی ہے" لیکن درحقیقت اس فتح کا پتہ قدیم زمانے مین بھی چلتا ہے، چنانچہ آج سے دس صدی پیشتر فلاسفہ ہند کا بھی یہی خیال تھا، آج یہ خیال دوبارہ زندہ ہوگیا ہے، لیکن یہ ہمارے لیئے کوئی خوشی کی بات نہین کیونکہ اصلی خطرہ اون عقائد کے عدم اذعان سے پیدا ہوتا ہے، جو قومی زندگی کے اصلی ستون ہ اور مجھے جہان تک معلوم ہے، ابتداء تاریخ سے آج تک کوئی تمدن، کوئی نظام، کوئی عقیدہ اضافی اصول کی بنیاد پر قائم نہین ہوا، شاید یہ کہا جائے کہ نظام مستقل سوشیا است

گروه کے ہاتھ مین نظر آتا ہی لیکن اِس کامیابی کی صرف یہ وجہ ہوسکتی ہی، کہ جو لوگ اون کے مذہب کی منادی کرتے ہین اونکا دعویٰ ہی کہ یہ مذہب حقائق کلیہ پر مشتمل ہے، اور جو عظمت صرف ان ہی لوگون کے حلقۂ اثر مین آتی ہی جو حقائق کلیہ کی دعوت دیتے ہین، اور ان کے سوا دوسرے اور لوگون کی طرف رُخ نہین کرتی، اگر کوئی شخص پالیٹیشن بننا چاہتا ہے تو اوس کو سب سے پہلے جماعت کی روح کا سراغ لگانا چاہیے، اوس کے اخلاق کی حقیقت سے واقف ہونا چاہیے، اور فلسفیانہ موشگافیون کو پس پشت ڈالدینا چاہیے، کیونکہ اشیا کی حقیقت مین بہت کم تغیر ہوتا ہے، صرف اون کی صورتین بدلتی ہین اور ہوشیار مدبر وہ شخص ہے جو اون ظاہری صورتون سے کام لیتا ہے۔

یہ سچ ہی کہ ہم کو صرف عالم کون کی ظاہری حقیقت کا علم ہوسکتا ہے [illegible] نفسی حالات معلوم ہوسکتے ہین جن کی قدر و قیمت بالکل انسانی ہی لیکن [illegible] لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہی کہ ہر زمانہ اور ہر قوم کے حالات، رسوم و [illegible] کی [illegible] ہین اور کوئی قوم اون کے بغیر زندہ نہین رہ سکتی، اگر ان [illegible] مین [illegible] پیدا ہوجائے تو یقین کرلینا چاہیے کہ اس قوم کے آخری دن آگئے۔

ان حقائق کے [illegible] مین کوئی مناقشہ نہین ہی کیونکہ کوئی [illegible] سے انکا [illegible] البتہ اونکے مخالف مذاہب کا [illegible] خطرناک ہی بالخصوص [illegible] فلسفہ [illegible] بعض اہل الرائے کا خیال ہی کہ [illegible] زندگی [illegible] [illegible] بالکل [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

کی طرف مائل کرتا ہی، اس زمانے کے سیاست دان اگرچہ نظام حکومت کے اثر کا دل سے اعتراف کرتے ہین، لیکن اُصول کے متعلق اونکا اعتقاد بھی نہایت ضعیف ہی، حالانکہ علمی تحقیقات سے ثابت ہوگیا ہے کہ ہر نظام اُصول ہی سے متفرع ہوتا ہی، اور جب تک مقدمات کا وجود نہ ہو نتیجہ کا وجود نہین ہوسکتا، اُصول درحقیقت کائنات کے اندرونی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہین اسلیئے اگر وہ فنا ہوجائین، تو تمدن اور نظام حکومت کی تمام مخفی بنیادین متزلزل ہوجائین، اِس لحاظ سے قومون کے ابتلار و امتحان کا سخت ترین زمانہ وہ ہوتا ہی جب اصول اور عقائد ساتھ ساتھ ایک ہی قبر مین دفن کردیئے جاتے ہین،

اگر ہم مقدمات سے نتائج کا استنباط کرین تو ہم کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ یورپ کی تمام بڑی بڑی قومون مین انحطاط کی علامتین علانیہ ظاہر ہو رہی ہین، بالخصوص لیٹن قومون مین انحطاط تیزی کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہا ہے یقین کے ساتھ یہ نہین کہا جاسکتا کہ یہ انحطاط اونکی موروثی اور قومی خصوصیات کا نتیجہ ہی، یا اوس کو تعلیم و تربیت، اور تقلید نے پیدا کیا ہی تاہم یہ بدیہی ہی کہ وہ روز بروز ہمت، ارادہ، عملی قابلیت، اور قوت استنباط کو کھوتی جاتی ہی اور عنقریب وہ صرف مادی ضروریات پر قانع ہوکر بیٹھ رہیگی، حالانکہ وہ نہین روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہی، اور نسل کی ترقی مین کمی ہوتی جاتی ہے، اجتماعی قوت پراگندہ ہو رہی ہے، فقرا سے لیکر بڑے بڑے امرا تک غم اور تنگدلی کی عام مصیبت مین مبتلا ہو رہے ہین، اور اِس زمانے مین انسان بالکل اوس جہاز کے مشابہ ہوگیا ہی جس کا کپتان ڈوب گیا ہی، اور وہ تن بہ تقدیر ہوا کے ساتھ ساتھ چکر لگا رہا ہے، جدید علوم و فنون نے اوس گوشۂ فراغت کو جس مین معبودون کی بھرمار رہتی تھی بالکل چٹیل میدان بنا دیا ہی، اس لیئے انسان نے خدا کو چھوڑ کر اپنے سر رشتۂ امید کو بھی تھے چھوڑ دیا ہی، جماعت مین انفعالی قوت بڑھ گئی ہے، اور وہ ہر چیز سے شدت سے

ساتھ متاثر اور اسلئے نہایت سرعت کے ساتھ تغیر پذیر ہو رہی ہی، اوسکے آگے کوئی دیوار نہین ہی
جو اوس کی بیراہ روی کو روک سکے، اسلئے وہ سیلاب کی طرح نوضویت کے جنون سے، استبداد
کی ذلت کی طرف متصل حرکت کر رہی ہی، صرف "کچھ کہہ دینا"، اوس کو برانگیختہ کر دیتا ہے،
وہ ہر روز ایک نیا خدا بناتی ہی، صبح کو اوس کے آگے سجدہ کرتی ہی، اور شام کو اوسکو فنا
کر دیتی ہی، عام خیال ہے کہ وہ یہ جدوجہد آزادی کے لیئے کر رہی ہی، لیکن درحقیقت
وہ آزادی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے، اور حکومت سے درخواست کر رہی ہی کہ اوس کے گلے مین
طوق و زنجیر ڈالدے، وہ اپنی حقیر جماعت، اور فلسفیانہ حیثیت سے نہایت استبداد پسند
حامیون کی اندھا دھند اطاعت کرتی ہی، جو لوگ اوسکی رہنمائی کا دعوی کرتے ہین، وہ درحقیقت
اوس کے پیچھے پیچھے چل رہے ہین وہ اون لوگون مین جو دماغی اضطراب کی بنا پر ہر روز
نئے نئے لیڈرون کی اطاعت کرتے ہین، اور اوس روح استقلال مین جو ہر لیڈر کی
ذلیل اطاعت سے انکار کرتی ہی، تفریق و امتیاز نہین کرتے حکومت کسی قسم کی ہو لیکن درحقیقت
وہ ہر گروہ کا قبلہ مقصود ہے، اور تمام لوگ اوس سے ایک نئی بندش کی درخواست
کرتے ہین، اور اوس سے ایسی اعانت کے خواستگار ہوتے ہین، جو انسان کی
گردن پر نہایت وزنی بوجھ لاد دیتی ہے، یعنی لوگ چاہتے ہین کہ قوم کے تمام چھوٹے
بڑے کام نظام حکومت کے تحت اور استبدادانہ سلسلے مین بکڑ دیئے جائین، اور [illegible]
نوجوان روز بروز اون کامون سے اعراض کرتے جاتے ہین جن مین قوت [illegible]
ذاتی جدوجہد، عقل، ہمت، اور ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے، [illegible]
چھوٹی [illegible] سے گھبراتے ہین [illegible] ذلیل [illegible]
مین پھنسنا چاہتے ہین [illegible] اون کو [illegible]

Marfat.com

اسیلئے نوآبادیون مین صرف ملازمت پیشہ لوگ رہتے ہین[1]، لیکن ان مین اور عام جماعت مین کوئی فرق نہین ہے، جس طرح جماعت نے اپنی ہمت اور قوت عمل کو حملہ آورانہ جوش اور غیظ و غضب سے بدلدیا ہے، اسیطرح ان لوگون نے بھی ان اخلاقی اوصاف کو شخصی جھگڑون کی صورت مین نمایان کیا ہے، ظاہر ہے کہ ان محاسن کی جگہ ایک ایسے احساس نے لی ہے جسکا دامن عجز و درماندگی کے آنسوؤن سے تر رہتا ہے، اور اوسکے مرقع مین حقائق اشیار کی صورتین گڈمڈ ہوگئی ہین جسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ نہایت وحشی وار اپنی بدبختی کا رونا روتے ہین، ہر انتہائی خودغرضی کا دور دورہ ہے، اور جس قوم کا یہ حال ہے اوسکے افراد کا مقصد خودغرضی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ یہی وہ موقع ہے جہان انسانی ضمیر سر ڈالدیتا ہے، اخلاق قدیمہ مین انحطاط کے بعد تدریجی زوال آجاتا ہے[2]، آدمی مین اپنے اوپر حکومت کرنے کی قابلیت باقی نہین رہتی، اسیلئے وہ اپنے جذبات کو روک نہین سکتا، اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اپنے اوپر حکو

---

[1] اس موقع پر موسیو مین ممبر صیغۂ نوآبادیات کی اوس اسپیچ کا ایک ٹکڑا درج کردینا مناسب ہوگا جو اونھون نے پارلیمنٹ ... نومبر ۱۸۹۵ء مین دی تھی اس تقریر مین اونھون نے کہا کہ کوچن چین کی کل آبادی ۰۰۰ر۰۰ ... ہے جن مین ۱۰۰ فرنچ ہین، ان مین ۱۲۰۰ سرکاری ملازم ہین، یہ ملک ایک مجلس کے زیر حکومت ہے جس کے ممبرون کا انتخاب خود یہی ملازمت پیشہ لوگ کرتے ہین اور پارلیمنٹ مین اوسکا ایک قائم مقام رہتا ہے پھر کیا یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ان ممالک مین ... کی اشاعت ہوگی؟ (مختلف مقامات سے ہنسی اور شور) کیا آپ لوگون کو اس طریقۂ انتظام کا نتیجہ معلوم نہین ہے؟ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ بجٹ کی ... کی میزان مین سے نو ملین صرف دفاتر نکل جاتے ہین، مینے ۱۸۹۸ء مین ملازمون کو کم کرنا چاہا تھا، اسلئے بجٹ مین ۰۰۰ر۵۰ ... فرنک کی کمی کردی تھی، اکتوبر مین یہ کارروائی عمل مین آئی اور سوء اتفاق سے دسمبر مین وہ وزارت ٹوٹ گئی جسکا مین ممبر تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ مینے جن لوگون کو ملازمت سے علیحدہ کردیا تھا وہ اپریل مین اپنی اپنی جگہ پر پھر واپس آگئے،

[2] بعض مخصوص فرقون کا اخلاقی تنزل اور بھی زیادہ خطرناک ہے، مثلاً بنگال کے برہمن جو زمانۂ قدیم مین نہایت متدین ہوتے تھے اس زمانے مین انکا اخلاقی انحطاط اپنے انتہائی درجہ کو پہونچ گیا ہے، سرکاری رپورٹ سے ثابت ہوتا ہے کہ (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

ہین کر سکتا، اوس پر کوئی دوسرا حکومت کرے گا،

اس حالت کا بدلنا سخت مشکل کام ہی کیونکہ سب سے پہلے ہمین اوس افسوسناک لیٹن طریقہ تربیت کو بدلنا پڑیگا، جو ہمکو قوت استنباط اور ہمت سے (اگر ہم مین درانحالیکہ یہ جوہر موجود ہین) عاری کرکے ہمارے ملکہ استقلال عقلی کو بالکل فنا کر دیتا ہی، کیونکہ تعلیم یافتہ نوجوانون کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ امتحانات مین کوئی سبقت لیجائین، اور یہ ایک ایسا بدترین مقصد ہے جس مین صرف قوت حافظہ سے کام لینا پڑتا ہے، اور اس کا یہ نتیجہ ہی کہ تمام قومی کامون کو صرف وہ لوگ انجام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہر ۱۰۰۰۰ ہزار آدمیون مین ۴۲ پر فرد قرارداد جرم لگائی، حالانکہ اس تعداد مین پوری قوم کی نسبت ایک شخص سے زیادہ نہتی، مین نے ایک سرکاری اخبار مین جو ۳ جنوری ۱۹۰۸ء کو شایع ہوا تھا وزیر عدالت کی ایک یادداشت پڑھی تھی جو اونھون نے پریسیڈنٹ کی خدمت مین بھیجی تھی، اس مین وہ فرماتے ہین گذشتہ برسون ان مصائب مین اور اضافہ ہوگیا ہی جنھون نے قوم کو پریشان کر رکھا ہی یہانتک کہ مجھکو ۱۹۰۷ء مین نہایت کورٹ سیشنون کی طرف خاص طور پر توجہ دلانا پڑی، کیونکہ اوس وقت جو [illegible] نے ایک ایسی خوفناک صورت اختیار کر لی تھی [illegible] پہلے کبھی نظر نہین آئی تھی، کیونکہ اس قسم کے افسوسناک واقعات مین اضافہ ہوتا جاتا تھا [illegible] مین ان واقعات کی تعداد [illegible] مین [illegible] مین [illegible] تک پہونچ گئی اور [illegible] مین اسکی تعداد [illegible] ہوگئی [illegible] کے درمیان مین جس قدر [illegible] انکی تعداد [illegible] تھی [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

دیتے ہین، جن مین تقلید کے سوا اور کوئی قابلیت نہین ہوتی یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اون کامون کو
کم ہاتھ لگاتے ہین جن مین ذاتی ہمت اور بیباکانہ جرأت کی ضرورت ہوتی ہی، ایک بار گیزو نے انگریزی
مدارس کا معائینہ کیا تو اوس سے بعض پروفیسرون نے کہا

"مین طلبا کی روح کے اندر لوہا پگھلا کے ڈالنا چاہتا ہون"

کیا لیٹن قومون مین بھی ایسے پروفیسر، اور ایسا نظام تعلیم موجود ہے، جو ایسا اعلیٰ خیال
پیدا کر سکتا ہی؟ شاید نظام فوجی اسکی مثال پیش کر سکے گا، بہرحال ہمارے یہان صرف یہی
طریقہ اسکا ذریعہ ہی، اس بناپر تنزل پذیر قومون کے ابھارنے کے لیئے لازمی شرط یہ ہے کہ
ادن مین فوجی نظام کو عام طور پر وسعت دیجائے، اونکو سنگدل بنایا جائے اور اونکو ہمیشہ
کر دینے والی لڑائیون کی دھمکی دیجائے،

لیٹن قومین اون آزاد قوانین کے زیر سایہ نہایت سخت زندگی بسر کر رہی ہین، جو
اور فوضویت دونون سے الگ ہین، یہ دشواریان صرف اسلیئے پیدا ہوئی ہین کہ قوم کا نظام
اخلاق پست ہو گیا ہی، قوم کے افراد مین ضبط نفس کی قوت نہین ہے، لوگ فوائد عامہ سے
منحرف ہو کر خود غرضی کی طرف مائل ہو گئے ہین، اگر کوئی جماعت ان قوانین کو پسند نہین کر
تو غور کرنے سے اسکی وجہ آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہی کیونکہ ہر جماعت بالطبع شاہانہ حکومت
چاہتی ہی تاکہ اوسکو فاتحانہ مساوات حاصل ہو جائے وہ آزادی کی خواستگار نہین ہوتی جو
فاتحانہ اختیارات ہی کو سلب کر دیتی ہی، البتہ یہ عقدہ مشکل سے حل ہو سکتا ہی کہ خود درمیانی
طبقہ اس آزاد نظام حکومت سے کیون نفرت کرتا ہی، شاید ہمکو یہ نفرت اپنے آبا و اجداد
دراثت مین ملی ہی حالانکہ ہر قسم کی مہارت، بالخصوص عقلی ترقی کی بلند پروازی کے لیے
اس نظام حکومت سے زیادہ صاف کوئی فضا نہین مل سکتی، یہان تک کہ جو لوگ مساو

استغراق رہتی اون کے نزدیک اس نظام حکومت کا سب سے بڑا عیب یہی ہی، کہ وہ ان فرقون کے
یدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہی، جو عظیم الشان عقلی طاقت کے بل پر امتیاز عام حاصل کر لیتے
ن، لیکن شاہانہ نظام حکومت کسی قسم کا ہو وہ عقل اور اخلاق دونون کو برباد کر دیتا ہی، اوسمین
[illegible] یہ خوبی ہی کہ وہ تمام لوگون کو ذلت اور دنائت مین یکسان طور پر شریک کر لیتا ہے، اور اسلیئے
تنزل پذیر قومون کے لیئے نہایت موزون ہی، اور اسلیئے وہ جب موقع پاتی ہین، اوسکی حرف
[illegible] کرتی ہین اور لیڈرون کی زرق برق پوشاک اونکو اسی غار مین جھونک دیتی ہی جب قوم
[illegible] درجہ انحطاط کو پہونچ جاتی ہی تو اوسکے زوال کی تاریخ شروع ہو جاتی ہی،

تاریخی حیثیت سے شاہانہ حکومت کا زمانہ تو تمدن کے شباب کی حالت مین شروع ہوتا ہے،
[illegible] کی بنیاد تمدنی انحطاط کے دور مین پڑتی ہی، آج بھی خود مختارانہ طرز حکومت ایک دوسرے
[illegible] مین جلوہ گر ہوا ہی یعنی اوسکا ظہور اشتراکیت کی صورت مین ہوا ہی، اشتراکیت درحقیقت
[illegible] سلطنت کرتی ہی [illegible] شاہانہ طرز حکومت سے بھی زیادہ خطرناک ہی، کیونکہ ایک
[illegible] سے بڑا مستبد [illegible] بادشاہ بھی انجام [illegible] ڈرتا ہی لیکن جماعتی حکومت کو اس کا
[illegible] نہین ہوتا [illegible] اشتراکیت تمام خطرات سے زیادہ [illegible] قومون کی
[illegible] دھمکی دے رہی ہے [illegible] دوسرے موثرات اثر کر رہے ہین اور اب وہ اونکے تنزل کا
[illegible] کر رہی ہے [illegible] کے ذریعہ سے یورپین تہذیب [illegible] ہوگی،

[illegible] کے خطرات اور اونکے اثرات کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے [illegible]
[illegible]
[illegible]

Marfat.com

جو بالی مشکلات پیدا کر دی ہین، اون سے واقف ہین، وہ اس مذہب جدید کو علانیہ قبول کرتے ہین، ان لوگون کی تعداد اگرچہ اب بھی غیر محدود ہے لیکن چندہی دنون مین آسمانون کی وسیع فضا بھی اس سے بھر جائیگی، جو لوگ مصائب زندگی کو برداشت نہین کر سکتے، اونکو وہ جنت کی صورت مین نظر آئیگی، یعنی وہ جنت جو پہلے صرف مسجدون اور گرجون کے جھرو کون سے نظر آتی تھی، اس آنے والے مذہب کے شیدائی بڑھتے جاتے ہین، اور عنقریب اسپر قربانیان چڑھائی جائینگی اور اس حالت مین وہ ایک مذہبی عقیدہ ہو جائیگی جسکی آواز تمام قوم پر اوٹھتی ہی،

یہ خیال کہ اشتراکیت انسان کو غلامی کے پست ترین درجہ کی طرف لیجاتی ہی، اور ہمت و استقلال کو فنا کر ڈالتی ہی ایک ایسا خیال ہے جس مین کسی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہین ہو سکتی اس سے صرف علم النفس کے ماہر ہی واقف ہین، اور وہ جماعت کے دماغ مین نہین آسکتا کیونکہ وہ اس قسم کے دلائل کو تسلیم نہین کرتی اور اوسکو جن دلائل سے تسکین ہو سکتی ہی اونکو عقلی طور پر نہین کیا جا سکتا،

اگرچہ اس سے بھی انکار نہین کیا جا سکتا کہ جو شخص ذرہ برابر بھی ذوق سلیم رکھتا ہی وہ مذہب کو قبول نہین کر سکتا، تاہم جو مذاہب ایک طویل زمانے تک ہم پر فرمانروائی کرتے رہے ہین بھی ذوق سلیم کے لئے قابل انکار تھے، عقلاء کے گروہ نے ان مذاہب کے قبول کرنے سے صرف اس بنا پر انکار کیا کہ انسان مذہبی عقائد کو صرف غیر شاعرانہ طور پر قبول کرتا ہی، اور غیر شعوری احساسات کے دائرہ عمل مین عقل کی رسائی نہین ہوتی،

اس بنا پر اشتراکیت کے خطرات کتنے ہی عام ہو جائین لیکن یورپین قومون کو اسکے سامنے سر بسجود ہونا ہی پڑیگا، اور اسپر اونکو موجودہ زمانہ کا مزاج عقلی مجبور کریگا، اور اس طور پر وہ نخوت انتہائی درجہ تک پہونچ جائینگی، کیونکہ زمانہ تمدن و تحت الثری مین سے جا رہے ہے، اور ...

Marfat.com

ر انداز غارتگری کے لیئے راستہ صاف کر رہا ہے،

اگر روسی قوم کو جو نفسی حیثیت سے بہ نسبت یورپین قومون کے ایشیائی قومون سے زیادہ مشابہ ہے مستثنی کر لیا جائے، تو انگریزون کے سوا کسی یورپین قوم مین وہ عزم و ارادہ [illegible] اور وہ استقلال نہین پایا جاتا جو اس جدید مذہب کے حملے سے اوسکو محفوظ رکھ سکے اس وقت [illegible] جرمنی کے چہرے پر اگرچہ ترقی کے خط و خال نظر آ رہے ہین لیکن وہ سب سے پہلے اشتراکیت کا شکار ہوگی کیونکہ اوسکے تمام اطراف مین سوشیالسٹون کو کامیابیان حاصل ہو رہی ہین [illegible] یہ اشتراکیت جرمنی کو تباہ کر دیگی عنقریب اوسکا ظہور ایک علمی لباس مین ہوگا، مگر یہ لباس صرف اوس خیالی پلاؤ پکانے والی قوم کے لیئے موزون ہو سکتا ہے جو نورستان مین زندگی بسر نہین کر سکتی لیکن اخیر مین جو حقیقی نتیجہ پیدا ہوگا، وہ گذشتہ تاریخ سے زیادہ [illegible] ہوگا [illegible] تمام قومون سے زیادہ اشتراکیت کے قبول کرنے کی استعداد رکھتی ہے کیونکہ استقلال [illegible] نتائج کا مادہ اوس سے رخصت ہو چکا ہے اور اپنے اوپر حکومت کرنے کی عادت [illegible] کر چکی ہے، روس مین آج سے چند دنون پہلے وہ اشتراکی نظام [illegible] عام طور پر رائج ہے، اور اشتراکیت کی مکمل صورت اسی نظام [illegible] آج بھی اگرچہ وہ [illegible] سے آزاد نہین ہے لیکن اب وہ اوس تنزل پذیر [illegible]

؎ جرمنی کے مشہور [illegible]

نہین کرسکتا، اسلیئے اوسکا مستقبل تمام قومون سے مختلف ہوگا کیونکہ اقتصادی لڑائیون کے بعد اشتراکیت وحشی قومون کے لیئے راستہ صاف کردیگی، اور وہ ٹوٹ ٹوٹ کر یورپین قومون پر گرینگی اور ان کے تمدن کو نگل جائینگی،

لیکن یہ زمانہ ابتک نہین آیا ہے، اور ابھی اوسکے آنے مین کسی قدر دیر ہے،

اسکے علاوہ اشتراکیت مین جو ظالمانہ بے اعتدالی پائی جاتی ہے، وہ اوسکو قائم نہین رہنے دیگی اور اوسوقت لوگون کو نیرو اور کالیگولا کے زمانہ پر رحم آئیگا ہمکو تعجب ہے کہ رومانیون نے کیونکر ان ظالمون کے مظالم برداشت کیئے لیکن یہ تعجب اوس وقت زائل ہوجاتا ہے جب ہمکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اون پر خانہ جنگیون کے متعدد دور گذر چکے تھے، اور جلاوطنی نے اون کو اسقدر ذلیل کر دیا تھا کہ اونکی اخلاقی طاقت سلب ہوچکی تھی، اسلیئے اونھون نے انہی ظالمون کو اپنی نجات کا وسیلہ بنایا اور اونکے تمام مظالم برداشت کیئے کیونکہ اون کو یہ معلوم ہی نہین کہ وہ اپنی ذات کے سوا اونکو کیا معاوضہ دیسکتے ہین؟ اور درحقیقت شامت جانے کے بعد رومانیون کو اونکا بدل بھی نہین ملسکا بلکہ بربری کا سیلاب اونکو اور اونکے ساتھ اونکے تمدن کو بھی بہالے گیا، الغرض رومن سلطنت کا یہ افسوسناک انجام ہوا، اور اس زمانے مین بھی تاریخ کا یہ دور عود کرنے والا ہے،

ل نیرو ایک نہایت ظالم اور شہوت پرست بادشاہ [illegible] بالآخر رعایا نے تنگ آکر اوسکو قتل کر ڈالا،

دوسری فصل

خلاصہ عامہ

ہم نے اس کتاب کے مقدمہ مین بتا دیا ہی، کہ قومون کی تمدنی تاریخ پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے کتاب اوسکا خلاصہ ہی، اس لحاظ سے اسکی ہر فصل کسی گذشتہ تصنیف کا مختصر [illegible] س خلاصہ کا خلاصہ کرنا نہایت مشکل ہی تاہم ناظرین کے [illegible] بھی اپنے سر لیتے ہین اور اس کتاب کے اساسی فلسفیانہ اصول [illegible] ن اون کے سامنے پیش کرتے ہین چنانچہ [illegible] تفصیل حسب ذیل [illegible]

(۱) خواص جسمانی کی طرح ہر قوم چند نفسی خواص بھی [illegible] دیہ کی طرح پشتون [illegible] کے بعد [illegible]

(۲) ان نفسی [illegible] خواص کے مقابل [illegible] ہر قوم [illegible] ہین جو [illegible] کے [illegible] غیر مو[illegible] [illegible]

(۳) خواص نفسیہ کے مجموعہ [illegible] اور گذشتہ [illegible] قومون کی [illegible] املان [illegible] اور [illegible] ترقی [illegible] ہیں

(۴) نوعی امتیازات کے ساتھ قومین [illegible] باہم [illegible] ہوتی ہیں

اور ان اوصاف اور نوعی امتیازات مین باہم تلازم ہوتا ہے لیکن اگر دو قومون سے متوسط طبقے کے افراد لیئے جائین، تو ان مین یہ فرق کم اور اعلیٰ طبقے کے افراد مین زیادہ نظر آئیگا، اور اس موازنہ سے ثابت ہوگا کہ متمدن اور غیر متمدن قومون مین صرف یہ فرق ہے کہ متمدن قوم بہت سے روشن دماغ اور صاحب عقل افراد پر مشتمل ہوتی ہے اور غیر متمدن قومون مین ان افراد کا وجود نہین پایا جاتا،

(۵) غیر متمدن قومون کے افراد مین نہایت واضح طور پر مساوات پائی جاتی ہے، لیکن قوم جس قدر تمدنی حیثیت سے ترقی کرتی جاتی ہے اوسیقدر اوس مین باہم فرق و امتیاز پیدا ہوتا جاتا ہے اسلیئے تمدن کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اقوام و افراد مین باہم امتیاز پیدا کر دیتا ہے، اس طرح وہ مساوات کے بجائے فرق مراتب قائم کرتا ہے،

(۶) قومی زندگی، اور تمدن کے تمام مظاہر قومی روح کا آئینہ ہوتے ہین، جو اگرچہ ایک نادیدہ مخفی شے کے عکس کو نمایان کرتا ہے تاہم اوس کے وجود مین کسی قسم کا شبہہ نہین ہو سکتا اسلیئے واقعات، ایک مخفی قوت فاعلی کا پرتو ہوتے ہین،

(۷) قومی زندگی کی بنیاد صرف اتفاق وقت، خارجی حالات، اور نظام حکومت پر قائم نہین ہوتی، بلکہ ہر قوم کے نظام اخلاق پر ہوتی ہے،

(۸) چونکہ ہر قوم کے تمدنی عناصر اوسکے مزاج عقلی کی دلیل ہوتے ہین یعنی اون کے ذریعہ قوم کے احساس و شعور کی مخصوص کیفیت ظاہر ہوتی ہے، اسلیئے جب تک کسی دوسری قوم مین کوئی تغیر نہ پیدا ہو جائے، ان عناصر کو اُس مین منتقل نہین کیا جا سکتا البتہ انکی سطحی اور ظاہری صورت کو منتقل کر سکتے ہین، لیکن وہ درحقیقت کوئی قابل اعتدا چیز نہین،

(۹) مزاج عقلی کے اختلاف کی بنا پر ہر قوم حقائق اشیا کا تصور مختلف صورتون مین کرتی ہے

سلیے ہر قوم جس عقل اور عمل میں دوسرے سے مختلف ہوتی ہے، اور جب ان میں باہم کشمکش ہوتی ہے، تو تمام مسائل کے متعلق ایک عام نزاع قائم ہو جاتی ہے اور یہی نزاع تمام تاریخی لڑائیوں کا سبب بن جاتی ہے، اس لحاظ سے درحقیقت فاتحانہ لڑائیاں، مذہبی لڑائیاں، اور خاندان شاہی کی لڑائیاں، کل کی کل قومی لڑائیاں ہیں،

(۱۰) مختلف النسل افراد کے مجموعے سے کوئی مستقل قوم نہیں بن سکتی یعنی ان میں کوئی مشترک قومی روح نہیں پیدا ہو سکتی، البتہ ایک زمانہ دراز کے بعد جب انکی نسل میں اختلاط ہوتا ہے، ایک ہی آب و ہوا میں انکو متحدہ طرز معاشرت کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوتا ہے، اور ان کے احساسات، فوائد اور عقائد متحد ہو جاتے ہیں، تو اس قسم کی روح پیدا ہو جاتی ہے،

(۱۱) متمدن قوموں میں اصلی (یعنی فطرتی) قومیت کا وجود نہیں پایا جاتا، بلکہ ان کی قومیت بالکل مصنوعی ہوتی ہے، جو تاریخی حالات سے پیدا ہو جاتی ہے۔

(۱۲) آب و ہوا، اور گرد و پیش کے حالات کا اثر صرف جدید قوموں پر پڑتا ہے [illegible] صرف وہ قومیں متاثر ہوتی ہیں جن کا موروثی نظام اخلاق مختلف قوموں [illegible] باہمی توالد و تناسل سے درہم برہم ہو جاتا ہے، اسلیے وراثت [illegible] لیکن کسی قوم کا نظام اخلاق [illegible] آب و ہوا کے تغیرات کا اثر [illegible] قدیم قومیں [illegible]

(۱۳) ہر قوم [illegible]

[illegible]

آجاتا ہے اور اس [illegible]

داخل ہوتا ہے۔

(۱۴) انواع نفسیہ، انواع مادیہ کی طرح زمانے کے اثر سے متاثر ہو کر بوڑھی ہوتی ہین اور پھر مرجاتی ہین، اونکی تولید مین اگرچہ ایک طویل زمانہ صرف ہوتا ہی لیکن اون کے زوال کے لئے ایک نہایت مختصر اور محدود مدت درکار ہوتی ہی، کیونکہ زوال کے لئے قوم کے اعضا و ارکان کا عملی اضطراب، کافی ہی، بلکہ اسکا ظہور کبھی کبھی فوری تباہی کی صورت مین ہوجاتا ہی۔ اس لئے ہر قوم مزاج عقلی کے استحکام کے لئے طویل زمانے کی محتاج ہوتی ہی، لیکن اوسکو نہایت قلیل مدت مین کھو دیتی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تمدنی ترقی کی منزل نہایت دور، اور اوس کے زوال کا راستہ نہایت قریب ہی،

(۱۵) اخلاق کے بعد تمدن پر سب سے زیادہ گہرا اثر اصول تمدن کا پڑتا ہے، لیکن انکا اثر بتدریج شروع ہوتا ہی یعنی وہ پہلے اساس بنتے ہین، پھر نظام اخلاق کے اجزا مین شامل ہوتے ہین، اور اخیر مین معلومات عامہ مین داخل ہوکر دائرہ بحث و تنقید سے نکل جاتے ہین، ان مراحل کے طے کرنے کے بعد انکا نظام عمل مکمل ہوجاتا ہی، ہر تمدن کا سنگ بنیاد یہی مسلم الثبوت اصول ہوتے ہین، اور اون پر مدتون مین زوال آتا ہی،

ان اصول مین بھی اختلاف مدارج ہی، چنانچہ تمام اصولون سے زیادہ تمدن پر مذہبی اصول اثر پڑتا ہی، اور تاریخ کے تمام عظیم الشان واقعات اختلاف مذاہب ہی کا نتیجہ ہین، اس لحاظ سے انسانی تاریخ کا سلسلہ معبودون کے تاریخی سلسلہ سے ملا ہوا ہی، ان معبودون کو اگرچہ ہمارے ہی دماغ نے پیدا کیا ہی، تاہم ہماری زندگی پر انکا بڑا اثر ہی، یہانتک کہ صرف ان کے نام کے بدل دینے سے نظام عالم بدل جاتا ہی، ہر نئے معبود کا ظہور ہمیشہ نئے تمدن کا پیش خیمہ اور اون کا پردۂ غیب مین چھپ جانا ہمیشہ قدیم تمدن کے زوال کا مقدمۃ الجیش ثابت ہوا ہے، ...

مولانا فیض الحسن سہارنپوری کا عربی کلام صفحہ [illegible] عہ

مولانا سید سلیمان ندوی

ارض القرآن جلد دوم، اقوام قرآن میں سے مدین

اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس،
اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ اور
عرب کی تجارت زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث
[illegible] صفحے قیمت [illegible]

سیرۃ عائشہ [illegible] ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حالات [illegible]
[illegible]

[illegible] جدید [illegible]

[illegible]

رسائل [illegible]

خلافت [illegible]

[illegible]

حیات امام مالک [illegible]

ان کی موطائے حدیث پر تبصرہ ، عہ

بہادر خواتین اسلام یعنی خواتین اسلام کی جنگی اور
بہادرانہ اخلاقی خدمات ، عہ

مولانا عبد السلام ندوی

اسوۂ صحابہ جلد اول [illegible]
اور اخلاقی [illegible]
[illegible]
اسوۂ صحابہ جلد [illegible]
[illegible]

مولوی عبد الباری ندوی

[illegible]

Marfat.com

مولوی عبدالماجد بی اے

تاریخ اخلاق یورپ، لیکی کی مارل ہسٹری آف یورپ کا ترجمہ جسمین فلسفۂ اخلاق پر ضمنی مباحث کے علاوہ یورپ کی تدریجی اخلاقی رفتار کی تشریح کی ہے جلد اول ؏ جلد دوم ؏

مکالمات برکلے، برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قسم اول ؏

ایضاً قسم دوم ؏

مولوی محمد یونس فرنگی محلی

روح الاجتماع، موسیو لیبان کی کتاب اجتماعہائے انسانی کے اصول نفسیہ کا اردو ترجمہ یہ کتاب پنجاب اردو آنرس کورس مین داخل کی گئی ہے ۲۳۲ صفحے ؏

متفرق کتابین

الاستدلال، اس مین علم منطق کے اصول نہایت خوبی وعمدگی کے ساتھ سلیس بان اور سہل طریقہ سے بیان کیے گیے ہین، ۱۰۰ صفحات، ۸؍

الانسان، اس مین انسان کے تمام قوائے نفسانی و جسمانی او خصوصیات طبعی کی علمی تشریح کی گئی ہے ۲۱۲ صفحات قیمت ؏

بیگمات بھوپال. مصور مجلد ؏

گیارہ قصے. اخلاقی، معاشرتی و مذہبی ۸؍

نعت پیمبر، عربی، فارسی، اردو کی چند نعتیہ نظمون کا مجموعہ، قیمت ۸؍

رموز فطرت، طبعیات، طبقات، ارض، ہیئت اور جغرافیہ طبعی کے ابتدائی مسائل عام فہم اور سلیس عبارت مین. قیمت ؏

انسان، علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل سلیس و عام فہم زبان مین قیمت ۸؍

حقائق اسلام، اسلامی مسائل کی فلسفیانہ عقلی تشریح قیمت ؏

تذکرۃ الحبیب یعنی رسول اللہ صلعم کے اخلاق کا مفصل بیان، قیمت ۸؍

معارج الدین، جدید علم کلام پر ایک مستقل تصنیف اور فلسفۂ جدید اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ، قیمت ؏

تاریخ صحف سماوی. توراۃ انجیل اور قرآن مجید کی جمع و ترتیب کی تاریخ کا باہمی موازنہ اور مخالفین اسلام کے اعتراضات دربارہ جمع قرآن کا جواب
قسم اول ؏ قسم دوم ؏

شمع سخن، پروفیسر نواب علی کی اخلاقی، قومی اور فلسفیانہ نظمون کا مجموعہ قیمت ۱۰؍

حکمت عملی، قدیم و جدید فن اخلاق پر ایک پر معلومات تصنیف، قیمت ؏

منیجر

Marfat.com

سلسلۂ آصفیہ

تصوف اسلام

اسلامی تصوف کا عطر، اور قدماء صوفیہ کی تصانیف پر تبصرہ،

طبع ثانی بعد اضافہ و نظر ثانی؛

مؤلفہ

عبد الماجد

مرتب ملفوظات مولانائے روم و مدیر سچ

باہتمام مولوی مسعود علی ندوی

در مطبع معارف اعظم گڈھ چھپ

سنہ [illegible] ... دار المصنفین [illegible] ... قیمت [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین

			صفحہ
دیباچہ، طبعِ ثانی			۱
دیباچہ، طبعِ اوّل			۱
باب (۱)	کتاب اللمع،	(شیخ ابونصر سراج رح)	۷
باب (۲)	کشف المحجوب	(شیخ علی بن عثمان ہجویری)	۲۸
باب (۳)	رسالۂ قشیریہ	(استاد ابوالقاسم قشیریؒ)	۵۹
باب (۴)	فتوح الغیب	(شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی)	۷۶
باب (۵)	عوارف المعارف	(شیخ شہاب الدین سہروردیؒ)	۸۹
باب (۶)	فوائد الفواد	(خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی)	۱۰۵
باب (۷)	منطق الطیر	(شیخ فریدالدین عطارؒ)	۱۲۷
باب (۸)	لوائح	(مولانا جامیؒ)	۱۴۵
ضمیمہ (۱)	فقرِ محمدی		
ضمیمہ (۲)	مرشد کی تلاش		۱۰۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ طبع ثانی

پورے پانچ سال ہونے کو آئے جب تصوف و اسلام اول بار شائع ہوئی تھی رب کریم کے الطافِ بے کراں کا شکریہ کس زبان سے ادا کیا جائے [illegible] نے اپنے اس [illegible] بندہ کی قلمی کوشش کو مقبول بنایا اور [illegible] کو ختم کرا دیا ۱۹۲۳ء کی آخری سہ ماہی [illegible] طبع اول [illegible] ۱۹۲۷ء کی آخری سہ ماہی [illegible]

من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

[illegible]

اضافہ کیے گئے ہیں، اور ایک فاضل دوست کے حسب مشورہ ایک پورا باب (باب ۷) سرے سے بالکل نیا شامل کر دیا گیا ہے، ان کے علاوہ آخر میں دو مضامین، اپنے ہفتہ وار سچ سے نقل کر کے بطور ضمیمہ بڑھا دیئے گئے ہیں، ممکن ہے، ان کے مطالعہ سے کسی طالب کو کچھ نفع پہونچ جائے، مضامین دونوں مقالات کا بھی وہی ہے، جو ان اوراق کا ہے، یعنی صحیح اسلامی تصوف کی توضیح و تشریح، ان سب تغیرات سے قدرۃً حجم میں خاصہ اضافہ ہوگیا ہے، ظاہری ضخامت کے اضافہ کے ساتھ خدا کرے کچھ معنوی خوبیاں بھی پیدا ہو گئی ہوں،

پچھلے سال، اللہ کے فضل و کرم سے، صاحب مثنوی حضرت مولانا ے رومیؒ کے ملفوظات طیبات کی بھی، جو اب تک غیر مطبوع اور شاید نامعلوم بھی تھے، بہ اضافۂ مقدمہ و تبصرہ و حواشی، طبع و اشاعت کی توفیق نصیب ہوگئی، جو حضرات فارسی کی استعداد اوسط درجہ کی رکھتے ہیں، اور تصوف کی تشریح، اس مشہور و معروف عارف کامل کی زبان سے نثر میں سننا چاہتے ہیں، وہ شاید فیہ ما فیہ (کہ یہی اس ملفوظ کا نام ہے) کا مطالعہ اپنے لئے بے لطف و بے نفع نہ پائیں، و آخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ رب العالمین،

دریاباد۔ بارہ بنکی

ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ

عبد الماجد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ طبع اوّل (۱۹۲۴ء)

اسلام خدا کی طرف سے بندوں کے حق میں کامل ترین و جامع ترین پیام رحمت ہے۔ انسان کی ذہنی و عقلی، اخلاقی و معاشرتی، سماجی و روحانی، انفرادی و اجتماعی تمام ضرورتوں کا کفیل اور ہر شعبۂ حیات میں ترقیوں کا ضامن۔ خدا رسی و خدا شناسی کی تعلیم اس کا اصل مقصود تھی، اس لئے اُس نے خاص طور سے زور دیا، اور اس کے ذرائع [illegible] بیان کئے کہ ان میں کسی قسم کے تغیر و ترمیم، تخفیف و اضافہ کی گنجائش نہ چھوڑی۔

مسلمانوں میں ابتدا سے ایک گروہ ایسا [illegible] تمام مقاصد [illegible] سے قطع نظر کرکے، اپنا نصب العین [illegible] کے مختلف طریقوں پر عامل رہا۔

شروع شروع [illegible] بعد رفتہ رفتہ اس کے مسلک کا نام [illegible]

اصطلاح تصوف [illegible] استغراق [illegible]

اس گروہ [illegible] مسلک کی حیثیت [illegible]

کہتے تھے، وہ اپنے اسلام کو اپنے تصوف پر مقدم رکھتے تھے، اور تصوف کو محض اس لئے عزیز ومحبوب رکھتے تھے کہ وہ ان کی نظر میں اسلام کی خالص ترین وپاکیزہ ترین تعبیر تھی،

صفحات آئندہ میں بعض قدیم اکابر صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی اصل تصانیف کی مدد سے یہ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے، کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کا مفہوم محض اس قدر تھا، کہ اتباع کتاب وسنت میں انتہائی سعی کیجائے، اسوۂ رسولؐ وصحابہؓ کو دلیل راہ رکھا جائے، اوامر ونواہی کی تعمیل کیجائے، طاعات وعبادات کو مقصود حیات سمجھا جائے، قلب کو محبت وتعلق ماسوا سے الگ کیا جائے، نفس کو خشیت الٰہی سے مغلوب کیا جائے، اور صفائے معاملات وتزکیہ باطن میں جدوجہد کی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ ہونے پائے،

حضرت شیخ جیلانیؒ بلکہ ان کے مرید باختصاص اور بانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک کی تصانیف میں یہ اسلامی عنصر قائم اور یہی رنگ غالب ہے، اس زمانہ کے بعد شیخ ابن عربیؒ[1] کے اثر سے نظام تصوف میں فلسفیانہ عنصر کو غلبہ ہونے لگا، وحدت وجود وغیرہ کے مسائل پیدا ہونے لگے، اور فارسی شاعری کے اثر سے ان تخیلات کو اور تقویت ہوتی گئی، چنانچہ ملا جامیؒ کی لوائح (جیسا کہ آگے چل کر اسی کے تبصرہ کے ذیل میں ظاہر ہوگا) ایک اچھی خاصی فلسفیانہ تصنیف کی حیثیت رکھتی ہے، تاہم نویں صدی کا یہ تصوف بھی اگرچہ ابتدائی صدیوں کے تصوف سے بہت کچھ منحرف ہوچکا تھا، ان رسم پرستیوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا جن پر آج اکثر خانقاہوں اور درگاہوں میں تصوف کا اطلاق ہوتا ہے،

تصوف کی موجودہ مسخ شدہ شکل یونانی اوہام، ایرانی تخیلات، ہندی مراسم، اور دیگر غیر اسلامی عناصر کا ایک معجون مرکب ہے جس کے صرف بعض اجزاء اسلامی کہے جا سکتے ہیں، اور وہ

[1] شیخ ابن عربیؒ شیخ سہروردیؒ کے ہمعصر تھے۔

Marfat.com

بھی بڑی تلاش و دیدہ ریزی کے بعد نظر آتے ہیں، عاشا تم حاشا یہ اسلامی تصوف نہیں! اسلامی تصوف وہ تھا جو خود حضرت سرور کائنات صلعم کا تھا، جو ابوبکر صدیق رضؓ و علی مرتضیٰ رضؓ کا تھا جو سلمان رضؓ و ابوذر رضؓ کا تھا جس کی تعلیم جنید بغدادیؒ، ورابعہ بصریؒ نے دی ہے جس کی ہدایت شیخ جیلانیؒ و شیخ سہروردیؒ خواجہ اجمیریؒ، و محبوبؒ دہلوی خواجہ نقشبندیؒ و مجدد سرہندیؒ کرتے رہے اور جس کی دعوت دائمی آخر میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی زبان قلم دیتی رہی۔

خواجہ معین الدین اجمیریؒ سلسلۂ چشتیہ کے مسلم مقتدائے بزرگ گزرے ہیں، ملفوظات مبارکہ کا مجموعہ دلیل العارفین کے نام سے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا فراہم کیا ہوا شائع ہو چکا ہے شروع ملفوظ اول سے آخر تک نماز و عبادات کی تاکید اور اتباع سنت رسول کے فضائل سے لبریز ہے وضو وغیرہ کے بعض معمولی سنن کی پابندی پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ آج اکثر وں کو ان کا نصف اہتمام بھی نصیب نہیں اور اس باب میں اس سے بھی زیادہ قابل ذکر بانی سلسلہ عالیہ قادریہ محبوب سبحانی حضرت شیخ جیلانیؒ کی کتاب غنیۃ الطالبین ہے جو شروع سے آخر تک کسی درویش و صوفی کے ایک ٹھیٹھ فقیہ اور عالم متشرع کی تالیف نظر آتی ہے۔

سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے ایک اور گوہر درخشاں خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ [illegible] ہیں کے ملفوظات میں سب سے زیادہ معتبر رسالہ فوائد الفواد ہے [illegible] سوانح میں رسالہ سیر الاولیا از میر خورد دہلوی موجود ہیں [illegible] ملاحظہ ہوں:۔

"[illegible]

فوائد الفواد [illegible]

[illegible]"

متحیر ماندہ مگر آنکہ وقت نماز در می آمد ایشان نماز می گذاردند و باز ہمچنان متحیر می ماندند خواجہ

ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ آرے انبیا معصوم اند و اولیا محفوظ ہمچنین باشد کہ گفتی، اگرچہ شب و روز

متحیر باشند اما نماز ایشان فوت نشود،، (صفحہ ۱۲ ایضا)

،، چون عزیز سلطان المشائخ بہ ہشتاد کشید پنج وقت نماز بجہت جماعت از بالاے بام جماعتخانہ

در خانہ رے کہ بس رفیع است فرود آمدے و با درویشان و عزیزان کہ درآن جمع ملکوت سا متر

بہ شدند نماز گذاردے،، (سیر الاولیاء صفحہ ۱۲۲)

اکابر چشتیہ کی ساری زندگیاں، صحیح اسلامی تصوف کا نمونہ تھیں تفصیل کسی مناسب موقع

پر بیان ہوگی،

عہد نبوت سے تقریباً ایک ہزار سال گزرنے پر شیخ احمد سرہندی پیدا ہوئے جنھوں نے :

صرف سلسلہ نقشبندیہ بلکہ تمام سلاسل تصوف مین تجدید و اصلاح کا صور اس بلند آہنگی کے

ساتھ پھونکا، کہ اس کی صداے بازگشت آج تک دنیاے اسلام کے در و دیوار سے آرہی ہے،

شیخ مجدد کے مکتوبات کے ضخیم دفتر ملک مین شائع ہوچکے ہین، ان مین شروع سے آخر تک

تمام مضامین طولون اور پیرایون مین صرف ایک ہی دعوی کی تکرار، صرف ایک دعوت کا اعادہ

ہے وہ یہ ہے کہ صوفیہ کو عقائد و اعمال ہر شے مین کتاب و سنت ہی کو اپنا دلیل راہ بنانا چاہیے

اور اس کے خلاف جس کسی کے بھی اقوال ہون انھین مرد و د سمجھنا چاہیے، چند اقتباسات

ملاحظہ ہون :۔

،، بدانکہ از جملہ ضروریات طریق سلوک اعتقاد صحیح است کہ علماء اہل سنت آن را از کتاب و

سنت و آثار سلف استنباط فرمودہ اند...... و اگر بالفرض خلاف آن معانی مفہومہ کشفی و الہام

امرے ظاہر شود. آن را اعتبار نباید کرد و از آن استعاذہ باید نمود،، (مکتوبات مجددی حصہ ششم مطبوعہ امرتسر)

در شریعت را صورتے ہست و حقیقتے [illegible] آن ست کہ علمائے ظواہر بہ بیان آن متکفل اند و حقیقتش آن کہ صوفیہ [illegible] [illegible] (حصہ ۳ صفحہ ۵۶)

" بچہ بر ما فقیران لازم ست [illegible] و افتقار و انکسار و تضرع و التجا داد او و ظائف عبودیت [illegible] حدود شرعیہ [illegible] سنت سنیۃ (حصہ سوم [illegible])

" ولایت [illegible] درجات اند بعضہا فوق بعض زیراکہ بر قدم ہر نبی ولایتے ست مخصوص [illegible] و اقصاے درجات آن ہمان درجہ ایست کہ بر قدم پیغمبر ما ست ...... و از ین مقام [illegible] نصیب کامل [illegible] و افر حاصل ست مگر تا بعان آن سرور [illegible] لازم گیرید متابعت آنحضرت را صلعم اگر شما یان [illegible] دولت قصوی [illegible]

(حصہ اول [illegible])

" محمد رسول اللہ محبوب رب العالمین است ہر چیز کہ خوب و مرغوب ست از براے محبوب محبوب ست اللہ [illegible] در کلام مجید خود می فرماید انک لعلی خلق عظیم و نیز می فرماید تعالی [illegible] لعلی خلق عظیم [illegible]

[illegible]

و ما صوت [illegible] ...... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

مکتوبات [illegible]

Marfat.com

دورِ آخر میں یہی دعوت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی مختلف تصانیف وصایا، القول الجمیل، حجۃ اللہ البالغہ، فوز الکبیر، وغیرہ کے ذریعہ سے پیش کی، نیز ان کے صاحبزادے شاہ عبد العزیزؒ نے اپنی ملفوظات، فتاویٰ، و اجزائے تفسیر کے اوراق میں اور آج بھی یہی پیام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ (تھانہ بھون) کے درودیوار سے مل رہا ہے۔

اس رسالہ کو، افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے بہت مختصر رکھنا پڑا، طبع دوم کی نوبت اگر آئی تو انشاء اللہ چند مزید ابواب کا اضافہ کر دیا جائے گا، خدائے پاک دبرتر اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے، اور دورِ حاضر کے مسلمانوں کو صحیح اسلامی تصوف کے سمجھنے اور اس کے اختیار کرنے کی توفیق نصیب کرے۔

عبد الماجد

دریاباد، بارہ بنکی،
۱۲ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ

باب (۱)

کتاب اللمع

(شیخ ابو النصر سراج)

سلسلہ کی پہلی قسط میں کتاب اللمع کو پیش کیا جاتا ہے جو عربی زبان میں تصوف کے [illegible] معلوم مستند ذخیرہ میں غالباً سب سے قدیم کتاب ہے۔ مصنف کا نام شیخ ابو النصر سراج [illegible] سال وفات [illegible] ہے [illegible] کتاب [illegible] خصوصیات دریافت کرنے سے قبل [illegible] کی شخصیت سے [illegible] روشناس کر لینا [illegible]

(۱) مصنف

[illegible]

لقب طاؤس الفقراء [illegible]

[illegible]

قال السلمی کان ابو النصر [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

وھو فقیہ مشائخہم الیوم[1]

شیخ فرید الدین عطار لکھتے ہیں، "درفنون علم کامل بود۔"

اساتذہ میں جعفر الخلدیؒ، ابوبکر محمد بن داؤد الدقیؒ، و احمد بن محمد سایحؒ کے نام قابلِ ذکر ہیں بیعت ابو محمد مرتعش سے تھی[2] مولانا جامیؒ وغیرہ متعدد تذکرہ نویسوں نے سری سقطیؒ و سہل تستریؒ سے ملاقات کا حال بیان کیا ہے لیکن پروفیسر نکلسن کی تحقیق میں یہ روایت قطعاً غلط ہے[3]،

تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں[4] لیکن آج بجز کتاب اللمع کے اور کوئی موجود نہیں، بلکہ اُن کے نام تک بھی مٹ گئے ہیں،

تصوف میں جو بلند مرتبہ رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ جیسے مسلم شیخ الشیوخ ان کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں[5]، "آن عالم عارف، آن حاکم خالف، آن امین زمرہ کبرا، آن نگین حلقہ فقرا، آن زبدۂ مشائخ، شیخ وقت ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ، امامے برحق بود ویگانہ مطلق و متعین و متمکن، و او را طاؤس الفقرا گفتندے، و صفت و نعت او چندان است کہ در قلم و بیان آید و یا در عبارت و زبان گنجد، و در فنون علم کامل بود، و در ریاضت و معاملات شانے عظیم داشت، و در حال و قال و شرح دادن بہ کلمات مشائخ آیتے بود"

اس قسم کے الفاظ مختصراً مولانا جامیؒ وغیرہ نے بھی استعمال کئے ہیں ان کے چند ارشادات جو تذکروں میں محفوظ رہ گئے ہیں، ان سے بھی اہل ذوق مرتبہ کمال کا اندازہ کر سکتے ہیں،

---

[1] یہ پوری عبارت پروفیسر نکلسن کے مقدمہ کتاب اللمع سے منقول ہے، [2] نفحات جامی، نکلسن کے نزدیک روایت مشتبہ ہے، [3] مقدمہ کتاب اللمع، [4] نفحات الانس جامی و سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ صفحہ ۱۵۰ (نولکشور)

[5] تذکرۃ الاولیاء عطار صفحہ ۱۸۲ جلد ۲ (مطبوعہ یورپ)

Marfat.com

فرماتے تھے، عشق اس آگ کا نام ہے جو عاشقون کے دل اور سینہ مین جلتی رہتی ہے اور خدا کے سوا جو کچھ ہے اسے جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۵"

یہ بھی ارشاد تھا، کہ بلحاظ ادب انسانون کے تین طبقے ہین، ایک طبقہ اہل دنیا کا ہے، ان کے نزدیک ادب نام ہے فصاحت، بلاغت، تحفظ علوم و فنون و اسمائے ملوک و اشعار عرب کا، دوسرا طبقہ اہل دین کا ہے جس کے نزدیک ادب سے مراد [illegible] جوارح و حفاظت حدود و ترک شہوات و ریاضت نفس ہے، تیسرا طبقہ اہل خصوص کا ہے، ان کے ہان ادب سے مفہوم طہارت دل، مراعات سر، وفائے عہد، نگہداشت وقت، نیکو کرداری، وقت حضور و مقام قرب ہے۔

ایک تیسرا ارشاد ہے جس کے الفاظ کی نزاکت اردو ترجمہ کی متحمل نہ ہو سکے گی، اسے اصل فارسی مین سننا چاہیے:

"زینت بندہ است در خدمت و برائے خدا است، و آن تی کہ در نماز افتد زینت افتد و اگرچہ بسیار بود آن را موازنہ نتوان کرد، با یکے کہ خدا را بود و بندے بود۔۔"

ایک بار ماہ رمضان مین بغداد مین وارد ہوئے [illegible] ہوئے اور درویشون نے متفق ہو کر نماز مین [illegible] ختم کیا روزانہ افطار کے وقت خادم ایک روٹی [illegible] مین [illegible] رہ گئے، خادم نے تعجب مین [illegible] تو پوری روٹیان ہون [illegible]

ایک مرتبہ [illegible] مین [illegible] قریب [illegible]

[illegible]

[illegible]

۵ [illegible]

دوسرے روز آئے تو دیکھا کہ شیخ کے چہرہ پر جلنے کا خفیف داغ تک بھی نہین، بلکہ چہرہ چاند کی طرح چمک
رہا ہے، عرض کیا "حضور والا یہ کیا ماجرا ہے ہم تو سمجھ رہے تھے کہ سارا چہرہ جل گیا ہوگا،، ارشاد
جس نے درگاہ الٰہی پر اپنی آبرو دیدی اس کے چہرہ کو آگ نہین جلا سکتی[1]،،

ایک روایت مشہور کے مطابق وفات سے قبل فرمایا، کہ جس میت کو میرے مزار کے سا
سے لیکر نکلیں گے، اس کی مغفرت ہوجائیگی، چنانچہ طوس مین ابتک یہ دستور چلا آتا ہے، کہ مرجن
بیشتر آپ کے مزار پر لاتے ہین[2]،

(۲) تصنیف

آج سے چند سال قبل دنیا کتاب اللمع کے صرف نام سے آشنا تھی، ۱۹۰۹ء مین انگلست
کے نامور مستشرق ڈاکٹر نکلسن نے جو کیمبرج مین فارسی زبان کے پروفیسر ہین، اور کتب تصوف
نہین بلکہ عشق رکھتے ہین اس کے دو قلمی نسخہ دریافت کئے، ایک نسخہ ایک انگریز مسٹر ایلز
نکلا اور دوسرا انگلستان کے مشہور و معروف کتبخانہ برٹش میوزیم کو کہین سے ہاتھ لگ گیا تھا،
۲۹۰ ورق کی ضخامت رکھتا ہے اور صاف خوشنما خط مین احمد بن محمد الطاہری کے ہاتھ کا لکھ
ختم کتابت کی تاریخ ۱۰ ربیع الثانی ۵۴۸ھ (مطابق ۲۶ جون ۱۱۵۳ء) درج ہے، جس نسخہ سے یہ ن
کیا گیا ہے اس کی تاریخ اس نسخہ پر ۱۳ شعبان ۵۲۶ھ (مطابق ۵ اپریل ۱۱۳۲ء) درج ہے، مختلف
حواشی بھی اس نسخہ پر موجود ہین، یہ نسخہ کسی قدر کرم خوردہ ہے، جس سے جا بجا حواشی اڑ گئے
اور ایک جگہ مسلسل دس پندرہ ورق غائب ہو گئے ہین، جس کے باعث ستم پانچ ابواب
باب کے ابتدائی حصے دنیا محروم ہو گئی ہے، دوسرا نسخہ مملوکہ برٹش میوزیم بہت بدخط، کرم
اور ناقص ہے تاہم اس کا زمانہ کتابت بہ مقابلہ نسخہ اول کے زمانہ مصنف سے قریب تر

---

[1] تذکرۃ الاولیاء، نفحات الانس، سفینۃ الاولیاء [2] ایضاً،

[illegible] انہ کتابت جمادی الثانی ۵۴۲ھ (مطابق اگست و ستمبر ۱۱۵۳ء) درج ہے،

پانچ برس کی جان فشانی و دیدہ ریزی کے بعد پروفیسر نکلسن نے ان دونوں نسخوں کے مقابلہ کے بعد اصل کتاب کو غایت صحت و اہتمام کے ساتھ ۱۹۱۵ء میں شائع کر دیا، اور اس پر حسب ذیل کا اضافہ کیا،

(۱) شروع میں نہایت مفصل فہرست مضامین دی،

(۲) آخر میں نہایت مبسوط فہرست رجال و نسا، اماکن و قبائل، و کتب وغیرہ مندرجہ کورہ متن شامل کی،

(۳) فٹ نوٹ (حواشی ذیلی) بہ کثرت دیے ہیں، دونوں نسخوں میں جو اختلاف پائے جاتے ہیں، ان کے جزئیات تک کو ان حواشی میں درج کر دیا ہے،

(۴) ساری کتاب کا مختصر ترجمہ انگریزی میں کر کے شامل کیا

(۵) مصنف نے جو غریب نامانوس الفاظ استعمال کیے ہیں، ان کی مفصل فرہنگ دی [illegible] انگریزی میں ان کے [illegible] داخل کیا،

(۶) فہرست مضامین انگریزی [illegible] بھی دی،

(۷) جن [illegible] و علامات محقق و لی [illegible] کتاب [illegible] انگریزی [illegible] ہیں ان کی بھی مفصل فہرست انگریزی میں شامل کی،

(۸) انگریزی مقدمہ میں مصنف [illegible] تصنیف [illegible]

(۹) ان [illegible] صوفیا [illegible] فہرست [illegible]

[illegible] انگریزی میں [illegible]

(۱۰) [illegible]

آیا ہے۔ یا تا ورآیا ہے اس قسم سے ایک سو میں صوفیہ کرام کی فہرست مع ان کے حالات
تک معلوم ہو سکے انگریزی میں درج کی،

ان کے علاوہ اور بھی متعدد اضافے کئے ان خصوصیات معنوی کے پہلو بہ پہلو نہایت
کاغذ اور حسنِ طباعت کے جملہ لوازم کے ساتھ یہ کتاب شائقین کے ہاتھوں تک پہونچ رہی
کتاب کا پورا نام کتاب اللُّمع فی التصوف ہے، ملا جامی کی نفحات الانس میں اس کتاب
کتاب اللمعہ درج ہے لیکن اور ہر کتاب میں اس کا املا بجائے اللُّمعہ کے اللُّمع ملتا ہے اور نکلسن
بھی اسی کو قائم رکھا ہے۔

متن کتاب کی ضخامت ۴۳۲ صفحہ کی ہے۔ مقدمۂ مصنف یا لیس صفحہ کا ہے جو
کے مباحث پر شامل ہے۔ باب البیان عن علم التصوف، باب فی ...
الکشف عن اسم الصوفیہ، باب اثبات علم الباطن، باب التصوف ماہو، باب صفۃ الصوفیہ ومن
وصفۃ الموصد، اس کے بعد منطقی ترتیب کی پابندی کے ساتھ کتاب حسب ذیل حصوں میں تقسیم ہے۔

(۱) کتاب الاحوال والمقامات۔ (صلـــ) اس کے ماتحت، مقامات، احوال اور ان کے
ہر حصے پر الگ الگ ایک ایک باب میں بحث کی گئی ہے مثلاً باب مقام التوبہ،
باب مقام الزہد، باب مقام الصبر، باب مقام التوکل، باب حال الخوف، باب حال المحبۃ،
حال الشوق، باب حال المشاہدہ، باب حال الیقین وقس علیٰ ہذا،

(۲) ان اصطلاحات صوفیہ کی تشریح کے بعد آغاز کلام کتاب اللہ سے کیا ہے اور اس
کتاب اہل الصفوۃ فی الفہم والاتباع لکتاب اللہ رکھا ہے، (صـــ ۹۲) اس کے تحت میں
کے ابواب ہیں،

باب الموافقہ لکتاب اللہ، باب ذکر تفاوت المستمعین خطاب اللہ تعالیٰ و درجاتہم

Marfat.com

…صف ارباب القلوب فی فہم القرآن، باب ذکر السابقین والمقربین والابرار من طریق الفہم والاستنباط وغیرہ،

(۴) [illegible] کتاب اللہ کے بعد ہی قدرۃً سنت [illegible] کا ذکر آنا چاہئے چنانچہ یہ حصہ کتاب الاسوۃ برسول اللہ صلعم سے موسوم ہے (ص [illegible]) اس کے تحتانی ابواب [illegible] … باب وصف اہل الصفوۃ فی الفہم [illegible] … باب [illegible] … اخلاقہ وافعالہ واحوالہ التی اختارہا اللہ تعالیٰ، باب [illegible] ذکر عن المشایخ فی اتباعہم رسول اللہ [illegible] … فی ذلک۔

(۵) [illegible] کتاب [illegible] … [illegible] اتباع قرآن وحدیث کے بعد ترتیباً [illegible] احکام [illegible] … [illegible] مستنبط ہوتے ہیں چنانچہ یہیں اس نقطے کی ترتیب [illegible] … [illegible] ہر قسم کے مباحث مذکور ہیں۔ باب اہل الصفوۃ فی المستنبطات الصحیح فی فہم القرآن [illegible] … باب فی [illegible] الاختلاف فی مستنبطات [illegible] … [illegible] باب فی مستنبطاتہم فی معانی اخبار [illegible] … [illegible] … وغیرہ۔

(۵) [illegible] کتاب [illegible] … [illegible] اللہ علیہم [illegible] … [illegible]

[illegible]

[illegible] باب [illegible] …

[illegible] …

[illegible] کتاب [illegible] …

[illegible] … [illegible]

Marfat.com

باب فی ذکر الصوم وآدابہم فیہ، باب ذکر آدابہم فی الحج، باب فی ذکر آداب الفقراء بعضہم مع بعض

باب ذکر آدابہم فی الصحبۃ، باب ذکر آدابہم عند مجاراۃ العلم، باب ما ذکر من آدابہم فی وقت الطعام

باب فی ذکر آدابہم فی وقت السماع والوجود، باب فی ذکر آدابہم فی اللباس، باب فی ذکر آدابہم

(۷) کتاب المسائل واختلافات اقاویلہم فی الاجوبۃ (ص۲۱۱-۲۴۳) اس حصہ مین صوفیہ کرام کی

سے ان سوالات کے جوابات دیئے ہین، جنکا حل کرنا فقہا وعلمائے ظاہر کے لئے دشوار ہے. مثلاً

التفرقہ، مسئلہ فنا وبقا، مسئلہ صدق، مسئلہ اخلاص، مسئلہ ذکر، مسئلہ روح، وغیرہ اس حصہ کو مختلف ابواب

مین تقسیم نہین کیا ہے،

(۸) کتاب المکاتبات والصدور والاشعار والدعوات والرسائل (ص۲۴۴-۲۶۶) اس حصہ مین

جیسا کہ اس کے عنوان سے ظاہر ہوتا ہے حضرات صوفیہ کے مکتوبات، رسائل، اشعار، دعوات

کا ذکر کیا ہے، اور ہر ایک کو ایک علٰحدہ باب مین لکھا ہے،

(۱۰) کتاب السماع (ص۲۶۷-۲۹۵) صوفیہ وعلمائے ظاہر کے درمیان اور خود صوفیہ مین باہم

اہم اختلافی موضوع مسئلہ سماع ہے، یہ حصہ اس مسئلہ کی توضیح وتشریح کے لئے وقف ہے،

ماتحت چند ابواب کے عنوانات یہ ہین، باب فی حسن الصوت والسماع وتفاوت المستمعین

فی وصف سماع العامۃ واباحۃ ذلک، باب فی وصف سماع الخاصۃ وتفاضلہم فی ذلک

فی ذکر طبقات المستمعین، باب فی وصف سماع المریدین والمبتدئین، باب فی وصف خصوص

واہل الکمال فی السماع،

(۱۰) کتاب الوجد (ص۲۹۶-۳۰۴) اس حصہ کے مباحث کا اندازہ ابواب تحتانی کے

سے ہوگا، باب فی ذکر اختلافہم فی ماہیۃ الوجد، باب فی صفات الواجدین، باب فی ذکر تواجد

الصادقین، باب فی الواجد الساکن والواجد المتحرک وقس علی ہذا،

Marfat.com

(۱۱) کتاب اثبات الآیات والکرامات، (ص ۳۱۵-۳۳۲) کراماتِ اولیاء کا مفہوم صحیح،
[illegible] کے اثبات کے دلائل، معجزاتِ انبیاء سے ان کا فرق، یہ سب مباحث بھی ضروری تھے، جو اس
[illegible] میں آگئے ہیں، عنواناتِ ابواب کا نمونہ یہ ہے، باب فی معانی الآیات والکرامات، باب فی
الدلالۃ علی اثبات الکرامات للاولیاء، باب فی ذکر مقامات اہل الخصوص فی الکرامات،

(۱۲) کتاب البیان عن المشکلات، (ص ۳۳۳-۳۶۳) اس حصہ [illegible] دو باب ہیں، پہلے
باب میں ان الفاظ کو جمع کر دیا ہے، جو صوفیہ کی زبان میں مخصوص اصطلاحی معنی رکھتے ہیں، مثلاً
مقام، مکان، وقت، مشاہدہ، سیر، کشف، فنا، بقا، توحید، تجرید وغیرہ اور باب دوم میں ان
اصطلاحات کی تشریح کی ہے،

(۱۳) کتاب تفسیر الشطحیات والکلمات التی ظاہرہا مستشنع و باطنہا صحیح مستقیم (ص [illegible])
یہ کتاب کا آخری حصہ ہے، جو پوری تفصیل سے لکھا گیا ہے، اس میں شطحیاتِ صوفیہ کی توجیہ و توضیح
[illegible] نیز ان غلط فہمیوں کی اصلاح جنہیں اکثر علماء [illegible] صوفیہ [illegible] مبتلا [illegible] ابواب کے
عنوانات یہ ہیں، باب فی معنی الشطح، باب تفسیر العلوم و بیان الدلیل علی فہم العلماء من علوم [illegible]
صحیح ذلک بالحجۃ، باب فی کلمات شطحیات حکی عن ابی یزید، باب فی ذکر ابی الحسین النوری، باب
ذکر من غلط [illegible] باب فی ذکر من
غلط فی الاحوال، باب فی ذکر من غلط فی [illegible]، باب فی ذکر من غلط [illegible]
باب فی ذکر من غلط فی الانوار، باب فی ذکر من غلط فی [illegible] وغیرہ،

ان عنوانات سے [illegible]
[illegible]
[illegible]

سلاست وسادگی ہے، اس لئے جو اشخاص (راقم سطور کی طرح) عربی زبان سے بہت ہی سرسری واقفیت رکھتے ہیں وہ بھی مستفید ہو سکتے ہیں، ذیل میں کتاب کے مختلف مقامات سے اقتباسات دیئے جاتے ہیں، جن سے نوعیت و مرتبہ تصنیف کا پورا اندازہ ہو سکے گا،

ایک غیر صوفی کے دل میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تصوف ہے کیا شے؟ اور آیا خود اسلام نے صوفیہ کو کوئی مرتبہ دیا ہے؟ حضرت مصنف اس کے جواب میں کہتے ہیں، کہ خداوند تعالیٰ نے قرآن مجید (سورۂ آل عمران، آیت ۹) میں شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ فرما کر

ثم ذكر الله تعالى افضل المومنين عنده
درجة واعلاهم في الدين رتبة فذكرهم
بعد ملئكته وشهد على شهادتهم له
بالوحدانية بعد ما بدأ بنفسه وثنى
بملائكته فقال عز وجل شهد الله انه
لا اله الا هو والملئكة واولو العلم
قائمًا بالقسط وروى عن النبي صلعم
انه قال العلماء ورثة الانبياء وعندي
والله اعلم ان اولى العلم القائمين
بالقسط الذين هم ورثة الانبياء هم
المعتصمون بكتاب الله تعالى المجتهدون
في متابعة رسول الله صلعم المقتدون

تمام مومنین سے بلند و برتر مرتبہ ان کا رکھا ہے جو اولو العلم
اور قائم بالقسط ہیں، اور ملائکہ کے بعد انھیں کا ذکر کیا
اور اپنی توحید پر خود اپنی اور اپنے ملائکہ کے بعد انھیں کی
شہادت پیش کی ہے، اور حضور سرور کائنات صلعم
بھی علماء کو جانشین انبیاء ارشاد فرمایا ہے، سو یہ القاب
میرے خیال میں ان لوگوں کے حق میں وارد ہیں جو
کتاب اللہ کا رشتہ مضبوط تھامنے والے اور رسول
کریم کی متابعت کے پورے کوشان اور صحابہ و تابعین
کے نقش قدم پر چلنے والے اور خدا کے اولیاء متقین
راہ اختیار کرنے والے ہیں، ایسے اشخاص کو طبقات
سہ گانہ میں رکھا جا سکتا ہے،
ایک طبقہ ارباب حدیث کا ہے، دوسرا فقہا کا، تیسرا

بالصحابة والتابعين السالكون سبيل اولیاء المتقین وعبادہ الصالحین هم ثلثة اصناف اصحاب الحدیث والفقهاء والصوفیة فهؤلاء الثلثة الاصناف من اولی العلم القائمین بالقسط

[illegible]

تیسرا طبقہ صوفیاء کرام کا ہے [illegible] طبقات ثلثہ اولوالعلم، قائمین بالقسط اور وارثین انبیاء کے جانے کے مستحق ہیں،

بہت سے امور صوفیہ اور اصحاب حدیث و فقہا کے درمیان مشترک ہیں مثلاً جو معتقدات ان کے ہیں وہی ان کے بھی ہیں، اتباع کتاب اللہ وسنت نبوی وہ اور یہ دونوں اپنے لئے واجب سمجھتے ہیں علوم وفنون سے جس طرح وہ کام لیتے ہیں یہ بھی کام لیتے ہیں،

ثم انهم من بعد ذلك ارتقوا الی درجات عالیة وتعلقوا باحوال شریفة بمنازل رفیعة من انواع العبادات وحقائق الطاعات والاخلاق الجمیلة ولهم فی معانی ذلك تخصیص لیس لغیرهم من العلماء

[illegible]

لیکن اس اشتراک کے بعد صوفیہ نوافل عبادات وحقائق طاعات و اخلاق جمیلہ [illegible] درجات عالیہ و منازل رفیعہ [illegible] علماء فقہاء و اصحاب [illegible]

صوفیہ کے امتیازی خصوصیات جن میں دوسرے طبقات ان کے ساتھ شریک نہیں [illegible] ہیں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ان کی توحید بالکل خالص ہوتی ہے، [illegible] میں بھی دل کو نہیں اٹکاتے، ان کی نظر صرف اللہ سے لگی رہتی ہے.

فاول شئ من التخصیصات للصوفیة . . . ترك ما لا یعنیهم وقطع كل علاقة تحول بینهم وبین مطلوبهم ومقصودهم اذ لیس لهم مطلوب ولا مقصود غیر الله تعالی .

صوفیہ کی [illegible] ہیں ان کا مقصد [illegible] سوائے اللہ [illegible] نہیں ہے.

اس کا لازمی اثر ان کی زندگی پر یہ پڑتا ہے کہ . . .

فمن ذلك القناعة بقليل الدنيا عن كثيرها
والاكتفاء بالقوت الذي لا بد منه والاقتصار
على ما لا بد منه من متعة الدنيا من الملبس
والمفرش والمأكول وغير ذلك واختيار الفقر
على الغنى ومعانقة القلة ومجانبة الكثرة وايثار
الجوع على الشبع والقليل على الكثير وترك
العلو والترفع وبذل الجاه والشفقة على
... الخلق لله والاخلاص في المسابقة
الى الطاعات والمسارعة الى جميع الخيرات والتوجه
الى الله تعالى والانقطاع اليه والعكوف
على بابه والرضا عن قضائه والصبر على
دوام المجاهدة ومخالفة الهوى ومجانبة
حظوظ النفس والمخالفة لها اذ وصفها
الله تعالى امارة بالسوء والنظر اليها انها
اشد اعدائك التي بين جنبيك كما روي
عن رسول الله صلعم ۔

(رسالہ ۳)

وہ قناعت کو اپنا شیوہ بنا لیتے ہیں، قلیل کو کثیر پر
ترجیح دیتے ہیں، غذا، لباس اور ہر قسم کے سامان دنیوی
سے صرف ما یحتاج کو اختیار کرتے ہیں، اور دنیا کے
تونگری کے تنگدستی، بجائے ... کے گرسنگی
بجائے افراد کے قلت، بجائے ... و تزئین کے تواضع
وانکسار اپنے ... کے ... کو ... پسند کرتے ہیں،
خدا سے حسن ظن رکھتے ہیں، تمام بھلائی ... سبقت
و نصر کرتے ہیں، ... رکھتے ہیں
اور طاعتوں کی جانب خلوص ... سے
و تیز روی کرتے رہتے ہیں، ... پر ... اور
قضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں، مجاہدہ ... و مخالفت
خواہش نفس میں مشغول رہتے ہیں ...
رکھتے ہیں کہ کلام پاک میں نفس کو امارہ بالسوء سے
تعبیر کیا گیا ہے، اور حدیث ... ارشاد ہے
کہ انسان کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے دو
پہلوؤں کے درمیان ہے۔

قرآن ... کے تمام ... اخلاق سنت نبوی و آثار صحابہ کرام ...
... ...

منکرین تصوف کا ایک گروہ کہتا ہے کہ قرآن و حدیث میں نہ کہیں صوفیہ کا ذکر آیا ہے، نہ تصوف کا، اس لئے اس مسلک کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا، لیکن حضرت مصنف جس حد تک کے قائل ہیں کلام مجید اس کے ذکر سے بھرا پڑا ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ قرآن مجید میں بکثرت ایسے الفاظ و عبارات موجود ہیں جن سے اہل تصوف ہی مراد ہیں، مثلاً صادقین، صادقات، قانتین، قانتات، تائبین، موقنین، مخلصین، محسنین، خائفین، وجلین، عابدین، صابرین، راضین، متوکلین، مخبتین، اولیاء، مصطفین، مجتبین، ابرار، مقربین، سابقین، مقتصدین، مسارعین الی الخیرات، نیز مشاہدین (مثلاً) او القی السمع وھو شھید) اور مطمئنین (مثلاً) الا بذکر اللہ تطمئن القلوب، اسی طرح متعدد احادیث میں بھی اسی طائفہ عالیہ کی جانب اشارات ہیں، مثلاً

یہ حدیث کہ ان من امتی مکلمون و محدثون وان عمر منھم

یا یہ کہ:

یدخل بشفاعۃ رجل من امتی الجنۃ مثل ربیعۃ و مضر یقال لہ اویس قرنی

یا پھر یہ کہ:

یدخل من امتی الجنۃ سبعون الفا بلا حساب قیل من ھم یا رسول اللہ

قال ھم الذین لا یکتوون ولا یسترقون وعلی ربھم یتوکلون۔

معترضین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ عہد رسالت میں کوئی شخص صوفی کے لقب سے یاد نہیں کیا جاتا تھا، یہ اصطلاح بہت بعد کو پیدا ہوئی ہے اس لئے اسے کوئی مذہبی وقعت نہیں دی جا سکتی۔

مصنف نے اس کا نہایت معقول و عجیب جواب دیا ہے:

فنقول وباللہ التوفیق الصحبۃ مع رسول اللہ

صلعم لھا حرمۃ وتخصیص من شملہ ذالک

فلا یجوز ان یعلق علیہ اسم علی انہ اشرف من الصحبۃ وذلک لشرف رسول اللہ صلعم وحرمتہ الا تری انہم ایمۃ الزھاد والعباد والمتوکلین والفقراء والراضین والصابرین والمخبتین وغیر ذلک وما نالوا جمیع ما نالوا الا ببرکۃ الصحبۃ مع رسول اللہ صلعم فلما نسبوا الی الصحبۃ التی ھی اجل الاحوال استحال ان یفضلوا بفضیلۃ غیرہ الصحبۃ

تھے سب سے اشرف واعظم ان کی فضیلت صحابیت تھی کہ صحبت رسولؐ تمام بزرگیوں اور فضیلتوں سے بڑھکر ہے، ان کا زہد، فقر، توکل، عبادات، صبر و رضا غرض جو کچھ بھی ان کے فضائل تھے، ان سب پر ان کا شرف صحابیت غالب تھا، پس جب کسی شخص کو لفظ صحابی سے ملقب کر دیا گیا، تو اس کے فضائل کی انتہا ہو گئی اور کوئی محل ہی نہیں باقی رہا، کہ اسے صوفی یا کسی دوسرے تعظیمی لفظ سے یاد کیا جائے۔

باقی رہا یہ کہنا، کہ یہ اصطلاح بغدادیوں کی رائج کردہ، اور متاخرین کی اختراع ہے، مصنف کی تحقیق میں یہ قول بالکل غلط ہے، اس لئے کہ:-

واما قول القائل انہ اسم محدث احدثہ البغدادیون فمحال لان فی وقت الحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ کان یعرف ھذا الاسم وکان الحسن قد ادرک جماعۃ من اصحاب رسول اللہ

یہ لفظ حسن بصری کے زمانہ میں رائج تھا، درآنحالیکہ حسن بصری کا زمانہ بعض صحابیوں کی معاصرت کا تھا، چنانچہ ان کے اور سفیان ثوری کے اقوال میں یہ لفظ صوفی استعمال ہوا ہے،

بلکہ کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے موجب یہ لفظ عہدِ اسلام سے پیشتر بھی رائج تھا، اور عابد و برگزیدہ اشخاص کے لیے مستعمل ہوتا تھا، ص۲۲

زمانۂ حال کے جو مشائخِ طریقت قیودِ شریعت سے آزاد رہنا اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں، انھیں یہ سنکر حیرت و مایوسی ہوگی، کہ قدمائے صوفیہ کے نزدیک طریقت شریعت میں مطلق تخالف نہ تھا، بلکہ شریعت ہی کی تکمیل کا نام طریقت تھا، حضرت مؤلف فرماتے ہیں، کہ علم کی دو قسمیں ہیں، ظاہری اور باطنی

جب تک اس کا تعلق زبان و اعضا سے ہے، اسے علم ظاہری سے تعبیر کرین گے، اسی کا نام علم شریعت ہے، مثلاً عبادات مین طہارت، نماز زکوٰۃ، حج وغیرہ یا احکام مین طلاق، فرائض، قصص وغیرہ، جب اس کا اثر ظاہر سے گذر کر قلب باطن تک محیط ہو جاتا ہے، تو اسی کو علم باطن و طریقت سے موسوم کرتے ہین، اور یہان عبادات و احکام کے بجاے مقامات و احوال کی اصطلاحین رائج ہین، مثلاً تصدیق، ایمان، اخلاص، صبر، تقویٰ، توکل، محبت، شوق، وغیرہ خود کلام مجید مین نعمتون کی ظاہری و باطنی دو قسمین قرار دی گئی ہین،

وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (لقمان آیت ۲۰)

دنیا مین ہر شے کا ایک ظاہری پہلو ہے، اور ایک باطنی، قرآن کا ایک ظاہر ہے، ایک باطن، حدیث کا ایک ظاہر ہے ایک باطن، کتاب اللہ و سنت رسولؐ کے اسی باطنی پہلو کا نام طریقت ہے، طریقت کتاب اللہ و سنت رسولؐ سے الگ کوئی شے نہین، بلکہ انھین کے مغز و باطن کا نام ہے،

لفظ "تصوف" اور "صوفی" کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ اس کے جواب مین مؤلف علام نے مختلف اقوال نقل کر دیئے ہین، ایک قول یہ ہے کہ صوفی دراصل صفوی تھا، یہ لفظ ذرا ثقیل تھا، کثرت استعمال سے زبانون پر صوفی رہگیا، ابو الحسن قنادؒ کا خیال تھا کہ صوفی، صفا سے مشتق ہے، اور اس کا اطلاق اہل صفا پر ہوتا ہے، ایک اور بزرگ کا مقولہ ہے، جو لوگ کدورت بشریت سے پاک و صاف کر دیے گئے، وہ صوفی کہلانے لگے، ایک اور بزرگ کی راے مین ان لوگون کا لباس انبیاء علیہم السلام کی تقلید مین صوف (پشمینہ) کا ہوتا تھا، اس لئے یہ صوفیہ کہلانے لگے، ایک اور گروہ [illegible] کہ اصحاب صفہ کے باقیات صالحات صوفی کے لقب سے موسوم ہوئے، [illegible]

نزدیک خود اتباع احکام قرآنی کے بعد سب زیادہ [illegible]

جنید ذات تھے کہ [illegible]

Marfat.com

الفاظ مین حکم آیا ہے، وان تطیعوہ تھتدوا (نور آیت ۵۴) ابو عثمان سعید الحیری کا مقولہ تھا کہ جو شخص سنتِ نبوی کو قولاً و فعلاً اپنے اوپر حاکم بنالے اس کی بات ہمیشہ حکمت سے لبریز نکلے گی حضرت بایزید بسطامیؒ نے خدا سے دعا کرنا چاہی، کہ گرسنگی و شہوت کی آفت سے ہمیشہ محفوظ رہین، کہ معاً انہین یہ خیال آگیا کہ جب رسول اللہ صلعم نے اپنے لئے ایسی دعا نہین کی تو مین کیونکر کر سکتا ہون، یہ خیال کرکے وہ اس دعا سے باز رہے، اس احترام مرتبۂ رسالت کا صلہ انھین یہ ملا کہ عورت کی خواہش کل ہی ان کے دل سے جاتی رہی، ذو النون مصری کا مقولہ تھا کہ خدا کو مین نے خدا ہی کے ذریعے سے پہچانا اور باقی سب کو رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے، سہل بن عبد اللہ تستریؒ فرماتے تھے، کہ جس وجد کی شہادت کتاب اللہ و سنتِ رسول صلعم نہ دین وہ باطل ہے، اور اسی کے قریب قریب قول ابو عثمانی دارانی کا ہے، حضرت شبلیؒ مرض الموت مین مبتلا تھے، نزع کا وقت تھا، گویائی کی طاقت جواب دے چکی تھی، ایک خادم وضو کرا رہا تھا، ڈاڑھی مین خلال کرانا بھول گیا، شبلیؒ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ مین لیکر ڈاڑھی مین خلال کرائی، کہ سنتِ رسول کا کوئی جزو فروگذاشت نہ ہونے پائے، (صفحہ ۱۰۴ تا ۱۰۷)

مسائلِ تصوف تمامتر کتاب اللہ و سنتِ رسول صلعم سے مستنبط ہین، اس استنباط کا طریقہ اور اس کی کیفیت جو حضرت مؤلف نے بیان کی ہے، وہ اس قابل ہے، کہ یہان اسے حرف بحرف نقل کر دیا جائے،

المستنبطات ما استنبط اهل الفهم من المتحققين بالموافقة لكتاب الله عز وجل ظاهراً وباطناً والمتابعة لرسول الله صلعم ظاهراً وباطناً والعمل بهما بظواهرهم وبواطنهم فلما عملوا بما علموا من ذلك ورثهم الله تعالى علم مالم يعلموا وهو علم الاشارة وعلم مواريث الاعمال التى يكشف الله تعالى لقلوب اصفيائه من المعانى المذخورة واللطائف والاسرار المخزونة وغرائب العلوم

وطرائف الحكم في معاني القرآن ومعاني اخبار رسول الله صلعم من حيث احوالهم واوقاتهم

وصفاء اذكارهم قال الله تعالى أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا وقال النبي صلعم

من عمل بما علم ورثه الله تعالى علم ما لم يعلم وهو الذي ليس لغيرهم ذلك [illegible] العلم و[illegible]

القلوب ما يقع على القلوب من الصدأ لكثرة الذنوب [illegible] الهوى [illegible]

الغفلة [illegible] وحب الراحة [illegible]

والزلات [illegible]

والعذر على [illegible]

عن [illegible]

وان [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ لطیف استدلال کرتے ہین، کہ حقائق دین جاننے والے اولی الامر یا اہل علم ہین اور ان کے طبقہ مین اہل استنباط کو ایک امتیازی خصوصیت حاصل ہے،

اسوۂ رسول صلعم کے بعد حضرات صوفیہ کے نزدیک سب سے مہتم بالشان اسوۂ صحابہؓ ہے، کتاب اللمع کی کتاب الصحابہؓ ان کے اسی اعتقاد کی تفسیر ہے۔ صحابہؓ کی عام مدح و تکریم کے بعد اس باب کی پہلی فصل کا آغاز حضرت صدیقؓ کی ذات سے ہوتا ہے، جو "اعظم الخوف و اعظم الرجا" تھے، یعنی خدا سے ڈرتے بھی بیحد تھے، اور اس کی رحمت کے امیدوار بھی بے حد تھے، چنانچہ خود فرماتے تھے، کہ اگر آسمان سے یہ ندا آئے، کہ:-

لو نادی منادٍ من السماء انہ لن یلج الجنۃ	جنت مین بجز ایک شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا تو مجھے
الا رجل واحد لرجوان اکون انا ھو	رحمتِ باری سے اس قدر امید ہے کہ مین سمجھونگا وہ شخص [illegible]
ولو نادی منادٍ من السماء انہ لا یدخل	مین ہی ہون، اسی طرح اگر آسمان سے یہ ندا آئے کہ [illegible]
النار الا رجل واحد لخفت ان اکون	ایک شخص کے کوئی دوزخ مین نہ ڈالا جائے گا تو مین غضب
انا ھو۔ (صلا)	الٰہی سے اس قدر ڈرتا ہون کہ وہ شخص بھی اپنے ہی تئین سمجھوںؓ

ابوالعباس بن عطاؒ سے جب آیہ شریفہ کونوا ربانیین کے معنی دریافت کئے گئے، تو انھون نے کہا، کہ ابوبکر صدیقؓ کے مانند ہوجاؤ، حضرت صدیقؓ ہی وہ شخص تھے، جھون نے اپنا سارا مال و اسباب لاکر رسول اللہ صلعم کی خدمت مبارک مین حاضر کر دیا، اور جب آپؐ نے دریافت فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ تو برجستہ جواب دیا کہ "خدا اور رسول کو"، حضرت مؤلف لکھتے ہین کہ یہ فقرہ توحید کے رنگ مین ڈوبا ہوا تھا، اور سب سے پہلا صوفیانہ ارشاد تھا، جو انسانی زبان سے ادا ہوا،

حضرت صدیقؓ کی سب سے بڑی خصوصیات، الہام و فراست تھین، اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کی نمایان خصوصیات ترکِ شہوات، اجتناب شبہات، اور تمسک بالحق تھین، حضرت عثمانؓ

Marfat.com

کے اہم خصوصیات تمکین، ثبات، و استقامت یقین، جناب امیرؓ اکثر سلاسل تصوف کے شیخ الشیوخ ہین، آپ علم لدنی کے سب سے بڑے حصہ وار تھے، یہ وہی علم لدنی ہے، جو خضر علیہ السلام کو عطا ہوا تھا، وعلمناہ من لدنا علماً اور جس کی بنا پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیمبر سے کہدیا تھا، کہ آپ صبر کے ساتھ میری رفاقت نہ کرسکین گے۔ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (اور یہین سے بعض لوگون نے غلطی سے ولایت کو نبوت سے افضل قرار دیا ہے) جناب امیرؓ مراتب توحید، معرفت، ایمان، علم مین کامل ترین تھے، اور ان اصحاب اربعہؓ کے آثار قدم صوفیہ کے لئے دلیل راہ ہین،

خلفاے اربعہؓ کے بعد قدرۃً اصحاب صفہ کا ذکر آتا ہے جن کی زندگی کا ایک ایک جزئیہ طالبان طریقت کے لئے درس ہدایت رکھتا ہے، یہ وہ مقدس گروہ تھا جو معاش دنیوی سے قطعاً بے پروا ہو شب و روز شمع نبوتؐ کے گرد پروانہ وار نثار رہا کرتا تھا جس کے پاس نہ کھانے کا سامان رہتا تھا نہ پہننے کا، نہ اوڑھنے کا، اور جس کی زندگی تمامتر فقر و فاقہ، توکل و صبر، عشق و محبت کا ایک نقشہ تھا، اس جماعت کی مدح مین متعدد آیات قرآنی نازل ہوئی ہین، مثلاً للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ۔ (بقرہ آیت ۲۷۳) ولا تطرد الذین یدعون ربھم (انعام آیت ۵۲) [illegible] حصہ کی آخری فصل مین تمام صحابہؓ کی زندگی پر تصوفانہ حیثیت سے نظر کی گئی ہے، [illegible] اقوال و آثار کو صوفیہ کے لئے ثبت ہدایت کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اصحاب ذیل [illegible] خصوصیت کے ساتھ قابل توجہ ہین، طلحہ بن عبید اللہ، معاذ بن جبل، [illegible] ابوذر، ابوعبیدہ بن الجراح، عبد اللہ بن مسعود، [illegible] انس بن مالک، عبد اللہ بن [illegible] مصعب بن عمیر، عبد الرحمن بن عوف، [illegible]

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر صوفیہ کے آداب و معمولات بیان کر کے ضرورت مرشد پر بہت زور دیا ہے اور اس ضمن میں بعض بہت گہرے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

بہت سے مبتدیوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ مخالفتِ نفس حصولِ مقصد کے لئے کافی ہے چنانچہ وہ اپنی ذاتی رائے سے طرح طرح کے مجاہدات اپنے لئے اختیار کر لیتے ہیں۔ غذا بہت گھٹا دیتے ہیں لذیذ غذائیں بالکل ترک کر دیتے ہیں، پانی پینا چھوڑ دیتے ہیں، آبادی سے نکل کر صحرا میں رہنے لگتے ہیں وقس علیٰ ہذا حضرت مؤلف کا ارشاد ہے کہ جب تک مرشد یا شیخ اس قسم کے احکام نہ دے ان چیزوں کو اختیار کر لینا قطعاً غیر مفید رہے گا بلکہ مضرت کا اندیشہ ہے، مثلاً ترکِ غذا کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انسان وظائف یومیہ، نماز پنجگانہ وغیرہ پوری طرح نہ ادا کر سکے گا نفس امارہ کو زیر کرنا اتنا آسان نہیں کہ بغیر استاد کامل کی توجہ کے انسان تن تنہا یہ ہفتخوان طے کر سکے، خود درائی کی تمام صورتیں اس راہ میں خطرہ و ہلاکت کیطرف لیجانے والی ہیں۔ (صفحہ ۔۔۔)

ان سب اعمال و مجاہدات کے لئے مخصوص آداب و شرائط ہیں، بغیر ان کے قدم اٹھانا سخت نادانی ہے۔

سماع کی بحث گروہ صوفیہ میں بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ طریقت کے اس استادِ قدیم نے اس پر پوری تفصیل کے ساتھ اظہار خیال کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انھوں نے سب سے پہلے حسن صوت کو لیا ہے اور اس کی مدح و توصیف میں متعدد احادیث نبوی نقل کی ہیں، مثلاً

(۱) ما بعث اللہ نبیاً الا حسن الصوت

(۲) زینوا القرآن باصواتکم

(۳) ما اذن اللہ تعالیٰ لشئ کاذنہ لنبی حسن الصوت۔

(۴) لقد اعطی ابو موسیٰ مزماراً من مزامیر آل داؤد وما اعطی من حسن الصوت

Marfat.com

اس کے بعد سماع کے مختلف معانی، سماع شعر وغیرہ کا ذکر کیا ہے، اور قدماء صوفیہ مین جو حضرات سماع کے شیدائیون مین ہوئے ہین، مثلاً جنید بغدادی، ابو الحسن نوری، حصری وغیرہم، ان کے اقوال نقل کئے ہین، آگے چل کر اباحت سماع عامہ کے عنوانات سے جو باب قائم کیا ہے، اس مین عید کے دن سرورِ کائنات صلعم کے دف کے ساتھ گانا سننے کا حوالہ دیا ہے، اور حضرت ابوبکرؓ حضرت عائشہؓ حضرت بلالؓ و دیگر صحابہ کرامؓ کے اشعار پڑھنے کا ذکر کیا ہے، حضرت مالک بن انسؓ، عبد اللہ بن جعفرؓ، عبد اللہ بن عمرؓ اور امام شافعیؒ نے شعر کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کو جائز رکھا ہے، اور ان سب کی سند جواز سے فائدہ اٹھایا گیا ہے، سماع خاصہ کے ضمن مین سامعین کے تین طبقے کئے ہین، (۱) مبتدئین و مریدین (۲) متوسطین و صدیقین، (۳) عارفین واہل استقامت، اس کے بعد محقق مؤلف نے مسئلہ سماع کے مختلف پہلوؤن کو لیا ہے، اور متعدد ابواب مین ہر پہلو پر تفصیلی نظر کی ہے، جواز کے جو آداب و شرائط و قیود ہین، ان سے کسی حال مین اغماض نہین برتا ہے، آخری باب مین ان حضرات کے خیالات کی ترجمانی کی ہے جو جواز سماع کے منکر ہین یا اس کی کراہت کے قائل ہین، ان چند ابواب کا مطالعہ موجودہ مشائخ کے لئے خاص طور پر سبق آموز ہو سکتا ہے،

ان اقتباسات و تصریحات سے نوعیت کتاب کا اندازہ ہو گیا ہوگا، اور متاخرین کے کتب ملفوظات و مناقب سے اس کا مقابلہ کرنے سے صاف نظر آ جائیگا کہ قدیم صوفیانہ تصوف اور موجودہ صوفیت مین کسی قدر عظیم الشان فرق ہے،

باب (۲)

کشف المحجوب

(شیخ علی بن عثمان ہجویریؒ)

عربی مین تصوف کی قدیم ترین معلوم کتاب کا نام کتاب اللمع ہے جس سے ہم پچھلی صحبت مین روشناس ہو چکے، فارسی مین تصوف کی قدیم ترین موجود کشف المحجوب ہے، کتاب اللمع آج سے چند سال قبل دنیا کے لئے معدوم تھی، اور اب بھی مشرق کے لئے اس کا عدم، اس کے وجود سے کچھ ہی بہتر ہے، خوش قسمتی سے کشف المحجوب اس حجاب گمنامی مین نہین، داتا گنج بخش لاہوریؒ کا نام اکثرون کی زبان پر ہے، صوبۂ پنجاب کے بکثرت گھرانے ان کی عقیدت کے مسکن ہین۔ لاہور مین مدت ہوئی اصل فارسی نسخہ طبع ہو چکا ہے، اور ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے، چند سال ہوئے سینٹ پیٹرس برگ یونیورسٹی (روس) کے پروفیسر ژوکوفسکی کے زیر اہتمام اصل کتاب کے یورپ مین چھپنے کی اطلاع آئی تھی، یہ سب کچھ ہے، تاہم استفادہ کرنے والون کا حلقہ اب بھی محدود ہے، اور تصنیف و مصنف دونون سے تعارف کرانے کی ضرورت باقی ہے۔

Marfat.com

(۱) مصنّف

مصنف علیہ الرحمہ کا پورا اسم گرامی ابوالحسن علی بن عثمان بن علی الغزنوی الجلابی اللاہوری ہے ہندوستان میں عرف عام داتا گنج بخش مشہور ہے وطن غزنین تھا مضافات غزنین میں ہجویر و جلاب دو قریہ ہیں، دونوں میں قیام رہا، آخر عمر میں لاہور میں سکونت اختیار فرمائی تھی، یہیں انتقال کیا اور یہیں مدفون ہوئے، اس ساری نقل و حرکت کے اظہار کے لئے نام کے ساتھ "غزنوی جلابی ہجویری لاہوری" کا ضمیمہ لگا ہوا ہے،

سید حسنی تھے شجرۂ نسب بعض تذکروں میں یوں دیا ہے، علی بن سید عثمان بن سید علی بن عبدالرحمن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن علی بن حسن اصغر بن سید زید شہید بن امام حسن بن علی مرتضیٰ رض

بیعت شیخ ابوالفضل بن حسن ختلی سے تھی جو شیخ ابوالحسن حُصری کے مرید تھے۔ شجرۂ طریقت سید الطائفہ جنید بغدادی تک [illegible] مشائخ کبار سے [illegible] کشف المحجوب میں جا بجا ان حضرات کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے [illegible] جاتے ہیں، مثلاً امام ابوالعباس احمد اشقانی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں،

[illegible] شیخ [illegible] شفقت [illegible]

(کشف المحجوب مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۲۱)

شیخ ابوالقاسم گرگانی [illegible] اپنے تعلقات کے تذکرہ میں [illegible]

[illegible] شیخ نشستہ بودم [illegible]

[illegible] خود [illegible] وقت [illegible]

[illegible]

ومرا خوتِ کودکی وآتشِ جوانی بر گفتار آن حریص می کرد و خاطرے صورت می لبست کہ مگر این پیر را در ابتدا در این کوے گزرے نہ بودہ است کہ چندین خضوع میکند، اندر حقِ من، و نیاز می نماید اندر باطنِ من، آن بدید و گفت اے دوست پدر (؟) بدانکہ این خضوع من نہ ترا و یا حال تراست کہ محولِ احوال بر محل محال آید (؟) بلکہ این خضوع من محولِ احوال را می کنم و این عام باشد مر ہمہ طلاب را نہ خاص ترا، چون این بشنیدم، از دست بیفتادم، و وے اندر من بدید و گفت اے پسر آدمی را بہ این طریقت نسبت بیش ازان نبود کہ چون وے را بہ طریقت باز بندند، پندار یافت آن بگردانند، چون ازآن معزول کنندش بہ عبارت پندارش برسد، پس نفی و اثبات، فقد و وجود وے ہر دو پندار باشد، و آدمی ہرگز از بند پندار نہ رہد، وے را باید کہ درگاہ بندگی گیرد، و جملہ نسبتہا را از خود دفع کند، بجز نسبت مردمی و فرمان برداری، و از بعد آن مرا با وے اسرار بسیار بود، اگر بہ اظہار آیات وے مشغول گردم از مقصود بازمانم

(ایضاً، صـــ۱۴۳)

ایک جگہ خواجہ ابو احمد مظفر سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے، وہ بھی ارباب ذوق کے لئے اسی قدر دلچسپ ہے:-

"روزے من اندر گرمائے گرم نہ نزدیک وے اندر آمدم با جامہ راہ و ژولیدہ موئے، مرا گفت یا ابا الحسن ارادت حالی مر اگوئے تا چیست گفتم مرا سماع می باید، اندر حال کسے فرستاد تا قوالی بیاوردند و جماعتے را از اہل عشرت، و آتش کودکی و قوت ارادت و حرکت ابتدا مرا اندر سماع کما مضطرب کرد، چون زمانہ برآمد و سلطان و غلیان آن آفت اندر من کمتر شد، مرا گفت چگونہ بود؛

(بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل) سمجھ میں پوری طور پر نہیں آسکے، انھیں بجنسہ نقل کرکے اور انھیں زیر خط کرکے آگے قوسین میں علامت استفہام بنادی گئی ہے اس طرح (؟) جہاں کہیں فقرہ کا فقرہ نہیں چل سکا ہے وہاں پورے فقرہ کو زیر خط کرکے اس کے آگے اسی قسم کی علامت بنادی ہے۔

Marfat.com

مرترا با این سماع گفتم ایہا الشیخ سخت خوش بودم گفت دستے بباید کہ این و بانگ کلاغ ہر دو مر ترا یکسان شود، قوت سماع تا آنگاہ بود کہ مشاہدہ نہ باشد چون مشاہدہ حاصل آید ولایت سماع ناچیز شود، وگرد (۹) تا این را عادت نکنی تا طبیعت نشود و باز بدان بانی،" (ایضاً)

اسی طرح سلطان ابوسعید ابوالخیر، شیخ ابوالقاسم قشیری، وغیرہ دیگر مشاہیر صوفیہ سے اپنی ملاقات کے تذکرے لکھے ہیں،

حنفی المذہب تھے، امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام وہ امام [illegible] شرف فقہا و عز علماء" کی حیثیت سے لیا ہے، اور ان کے کمالات کا بیان تفصیل [illegible] اس ضمن میں اپنا ایک خواب بھی تحریر فرماتے ہیں جس کا اقتباس [illegible] فرماتے ہیں کہ:۔

"میں ملک شام میں تھا، ایک مرتبہ حضرت بلالؓ مؤذن کے مزار کے [illegible] خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ میں حاضر ہوں اور پیغمبر خدا صلعم باب بنی شیبہ سے اندر داخل ہو رہے [illegible] جس طرح کوئی کسی بچہ کو گود میں لئے ہو ایک سن شخص کو گود میں لئے ہوئے ہیں، میں [illegible] میں پہونچا پائے قدس کو بوسہ دیا اور دل میں سوچنے لگا کہ یہ [illegible] کون ہیں [illegible] میرے [illegible] پر اطلاع ہو گئی ارشاد ہوا کہ یہ شخص [illegible] اس خواب سے مجھے [illegible] یہ بھی ممکن ہے کہ امام ابوحنیفہ لوگوں میں [illegible] انکا [illegible] کے لئے باقی ہیں [illegible] ہم نے دیکھنا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی [illegible] امکان ہے لیکن چونکہ انھیں حضرت رسول اللہ صلعم [illegible] گود میں [illegible]

ذاتی فنا ہوچکا ہے، اور اب جو ان کا وجود قائم ہے، وہ رسول خدا صلعم کے وجود سے قائم ہے، اور چونکہ خود رسول خدا صلعم کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہین اس لئے جس کا وجود ان مین فانی ہوچکا ہے، وہ بھی امکانِ خطا سے پاک ہے،، (الیضاً ۲۶۸ و ۲۶۹)

سفر و سیاحت مین اکثر رہا کرتے تھے، شام سے لیکر ترکستان اور ساحلِ سندھ سے لیکر بحر قزوین تک یعنی اپنے زمانہ کی تقریباً ساری اسلامی عملداری کی سیاحی کا ذکر کیا ہے، آذر بائیجان، بسطام، دمشق، رملہ، بیت الجن، طوس، مہنہ، اور جبل السلام کے نام اپنے سفرنامون کے ذیل مین تصریح کے ساتھ لئے ہین، ایک مرتبہ دورانِ قیام عراق مین معلوم ہوتا ہے، کہ دولت بہت جمع ہوگئی تھی اور اسراف سے قرضداری کی نوبت آگئی تھی، فرماتے ہین:۔

،،وقتے من اندر دیار عراق اندر طلب دنیا و فنا کردن آن تا باک میکردم (ی) وام بسیار برآمده بود و حشو یہ ہر کسے را کہ بایستے بودے (ی) روئے بہ من آورده بودند، و من در رنج حصول برائے شان مانده بودم،، (الیضاً ۲۶۷)

عرصہ تک پریشانی رہی، بالآخر ایک درویش کی موعظت کے اثر سے فراغت نصیب ہوئی،

قیدِ ازدواج سے ہمیشہ آزادی رہی، البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یون بیان کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ایک مرتبہ کسی کے خدنگِ نظر سے بسمل ہوگئے تھے، اور ایک سال تک اس زخم کی تڑپ نے بیتاب رکھا، لیکن بالآخر فضلِ ایزدی نے زخم کا مرہم بھی پیدا کردیا، عبارت اس قدر مبہم ہے کہ تفصیلات کا پتہ بالکل نہین چلتا،

،،من کہ علی بن عثمان الجلابی ام از پس آنکہ مرا حق تعالی یازده سال از آفتِ تزویج نگاه داشتہ بود، ہم تقدیر کرد تا بفتنہ اندر افتادم و ظاہر و باطنم اسیر صفتے باشد کہ با من کرده بودند (ی) بے آنکہ

رویت بودہ، ویکسال مستغرق آن بودم چنانچہ نزدیک بود کہ دین بر من تباہ شود تا حق تعالیٰ بکمال لطف و تمام فضل خود عصمت را بہ استقبال دل بیچارہ من فرستاد، و بہ رحمت خلاصی ارزانی داشت۔ (ص ۲۸۵)

استعداد علمی کی تفصیل کسی تذکرہ مین درج نہین لیکن کشف المحجوب کی تصنیف خود اس امر کا واضح ثبوت ہے، کہ اس کا مصنف علوم ظاہری پر وسیع نظر رکھتا ہے، بعض تذکرون مین اجمالاً صرف اس قدر ہے،، جامع بود بیان علوم ظاہر و باطن،، اور یہ یقیناً صحیح ہے،

بعض تذکرون مین ہے کہ لاہور اپنے پیر مرشد کے حکم سے آئے اور حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے ایک ملفوظ مین تو ورود لاہور کی تفصیل بھی ملتی ہے، فوائد الفواد مین ہے کہ علی ہجویریؒ اور شیخ حسین زنجانیؒ دونون ایک ہی مرشد سے بیعت رکھتے تھے، شیخ حسن زنجانی عرصہ سے لاہور مین سکونت رکھتے تھے، ایک روز شیخ علی ہجویری کو مرشد کا حکم ملا کہ لاہور مین سکونت اختیار کرو، عرض کیا کہ وہان تو شیخ حسین پیشتر سے موجود ہین، مگر ارشاد ہوا کہ تم جاؤ، تعمیل کی، شب مین لاہور پہونچے، اسی شب مین شیخ حسین نے انتقال فرمایا، اور صبح ان کا جنازہ اٹھایا گیا، ان روایات سے معلوم ہوتا ہے، کہ لاہور کو مرشد کے حکم سے اپنا مسکن بنایا تھا، لیکن خود کشف المحجوب کی عبارت سے کچھ ایسا مترشح ہوتا ہے کہ لاہور کا قیام مرضی کے خلاف کسی مجبوری سے تھا، فرماتے ہین کہ:۔

کتب من بحضرت غزنین ماندہ بود و من اندر
دیار ہند از بلدہ لاہور کہ از مضافات ملتان
درمیان ناجنسان گرفتار شدہ بود (ص ۹۵)

ان کا کوئی پتہ نہین ...

عام لقب جو گنج بخش مشہور ہے، اس کی بابت یہ روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے آپ کے مزار پر آکر چلہ کیا، اور اکتسابِ فیوض و برکات کے بعد جب رخصت ہونے لگے تو مزار کے رخ کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا ؎

گنج بخش ہر دو عالم مظہرِ نورِ خدا
کاملان را پیرِ کامل ناقصان را رہنما

اسی وقت سے گنج بخش کا لفظ عام زبانوں پر چڑھ گیا[1]

سنہ وفات کے متعلق اختلاف ہے، صاحب نفحات الانس خاموش ہیں، صاحب سفینۃ الاولیا نے دو روایتیں دی ہیں ایک ۴۵۶ھ اور دوسری ۴۶۴ھ کی بابت[2]، آزاد بلگرامی نے ایک ضمنی موقع پر ۴۶۵ھ درج کیا ہے[3]، نکلسن کا قیاس ہے، کہ ۴۵۶ھ و ۴۶۴ھ کے درمیان وفات ہوئی[4]، مزار پر جو قطعِ تاریخ کندہ ہے، اس سے بھی ۴۶۵ھ نکلتا ہے، راقم سطور کے نزدیک اسی کو ترجیح ہے، مزار شہر لاہور کے باہر سمت غرب میں واقع ہے، ہر جمعرات و جمعہ کو زائرون اور حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے، عام عقیدہ یہ ہے، کہ چالیس روز متصل یا چالیس شبہائے جمعہ کو طوافِ مزار کرنے سے ہر مشکل آسان اور ہر حاجت روا ہو جاتی ہے[5]

اس قدر یقینی ہے، کہ تصوف پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، لیکن آج ان تصانیف کا وجود تو الگ رہا، ان کے نام تک کسی تذکرہ میں محفوظ نہیں، صاحب سفینۃ الاولیا اس سے زائد نہ لکھ سکے کہ "حضرت پیر علی ہجویریؒ را تصانیف بسیار است" البتہ خود کشف المحجوب میں مصنف نے جا بجا اپنی دوسری تصانیف کے حوالے دیے ہیں، ان عبارتوں کے یکجا کرنے سے تصانیف

---

[1] خزینۃ الاصفیا، غلام سرور لاہوری، جلد دوم ص۲۳۳، [2] سفینۃ الاولیا ص۱۶۴، [3] مآثر الکرام (نسخہ شائع کردہ عبداللہ خان، حیدرآباد دکن)

[4] مقدمہ ترجمہ انگریزی کشف المحجوب، [5] سفینۃ الاولیا ص۱۶۵،

Marfat.com

ذیل کا پتہ چلتا ہے، ممکن ہے کہ ان کے علاوہ کچھ اور بھی ہوں، اس قدر تو بہر حال قطعی یقینی ہیں،

	نام کتاب	عبارت کشف المحجوب
۱	"دیوان"	یکے آنکہ دیوان شعرم کسے بخواست (ص۱)
۲	"منہاج الدین"	دیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف نام آن منہاج الدین (ص۱) نیز پیش ازین کتابے ساختہ ام مر آن را منہاج الدین نام کردہ اندر وے مناقب اہل صفہ یک یک بتفصیل آوردہ [illegible] اندر کتابے کہ کردہ ام بجز این منہاج نام (ص۱۱۱) [illegible]
۳	"کتاب الفناء والبقاء"	ما را ازین جنس سخن [illegible] کتابے فنا و بقا، (ص[illegible])
۴	"اسرار الخرق والمؤنات"	مرا اندرین باب کتابے است مفرد کہ نام آن اسرار الخرق والمؤنات است (ص[illegible])
۵	"کتاب البیان لاہل العیان"	[illegible] اندر [illegible] بیت کتابے ساختہ ام آن را کتاب البیان لاہل العیان نام کردہ شد (ص[illegible])
۶	[illegible] القلوب	[illegible] القلوب اندر باب [illegible] تصوف [illegible]
۷	[illegible] حقوق اللہ	[illegible] کتاب [illegible] حقوق اللہ نام کردہ (ص[illegible])

ذیل کی [illegible] میں [illegible] سے [illegible] اور [illegible]

[illegible] تصانیف [illegible] خیال ہے [illegible] تصانیف [illegible]

[illegible] کا [illegible] بتایا ہے۔

[illegible] کتابے ساختہ [illegible]

Marfat.com

۹ من اندر بیان این (ایمان) کتابے کردہ جداگانہ (ص۲۱۵)

آج یہ سب کتابیں عنقا ہیں۔

مخدوم موصوف علیہ الرحمہ کے مرتبۂ کمال کا اعتراف سب کو رہا ہے۔ خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ اور شیخ المشائخ حضرت بابا فرید گنج شکر جیسے مسلّم اکابر نے آپ کے مزار پر چلے کھینچے ہیں، اور فیوض و برکات حاصل کئے ہیں، چنانچہ دونوں حضرات کے مکاناتِ چلہ کشی اب تک موجود و محفوظ ہیں۔ ملا جامیؒ ان الفاظ میں تصنیف و مصنف کی جلالتِ قدر کا اعتراف کرتے ہیں:۔

"عالم و عارف بود .... وصحبت بسیارے از مشائخ دیگر رسیدہ است، کتاب کشف المحجوب است، کہ از کتب معتبرہ مشہورہ درین فن است و لطائف و حقائق بسیار در آن کتاب جمع کردہ است[۱]۔"

شاہزادہ دارا شکوہ کے نزدیک فارسی زبان میں تصوف پر کوئی کتاب کشف المحجوب کے ٹکر کی نہیں:۔

"خانوادۂ ایشان خانوادۂ زہد و تقویٰ بودہ، حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است، اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچکس را بران سخن نیست و مرشدے است کامل۔ در کتب تصوف بہ خوبی آن در زبان فارسی تصنیف نہ شدہ و خوارق و کرامات زیادہ از حد و نہایت دارند، بقدم تجرید و توکل سفر کردہ اند[۲]۔"

سب سے بڑھکر قابلِ استناد، قابلِ افتخار قول حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کا ہے۔ آپ کا ارشاد تھا، کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو، اس کو کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مل جائیگا۔

[۱] نفحات الانس، جامی ص۳۵ (مطبوعہ کلکتہ) [۲] سفینۃ الاولیا، دارا شکوہ، ص۱۶۴۔

Marfat.com

آپ کے ایک غیر مطبوع ملفوظ دُرر نظامی مین ہے،

"وی فرمودند کشف المحجوب از تصنیف شیخ علی ہجویری است، قدس اللہ روحہ العزیز، اگر کسے را پیرے نہ باشد، چون این کتاب را مطالعہ کند او را (؟) پیدا شود...... من این کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام[۱]"

مخدوم موصوف کی اس کرامت کا ذکر متعدد تذکرون مین ہے، کہ لاہور مین آپ نے جو مسجد تعمیر کرائی تھی، اس کی محراب مین بمقابلہ دوسری مساجد کے سمت جنوب مین ذرا کجی تھی علما وقت نے اعتراض کیا کہ سمت قبلہ قائم نہین رہی آپ نے ایک روز سب کو جمع کرکے نماز پڑھائی، اس کے بعد حاضرین سے کہا کہ خود دیکھ لو کعبہ کدھر ہے، حجابات اُٹھ گئے سب نے دیکھا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے۔

(۲) تصنیف

کشف المحجوب تصوف کی قدیم ترین کتابون مین ہے، اور فارسی زبان مین [illegible] قدیم تر کسی کتاب تصوف کا راقم سطور کو علم نہین، مصنف رحمۃ اللہ علیہ اس مین [illegible] کتابون اور اپنی [illegible] لاہور کا ذکر کرتے ہین جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ [illegible] آخر عمر مین فرمائی ہے یعنی پانچوین صدی ہجری کے وسط مین اس کتاب کے [illegible] امام ابو القاسم قشیری کی [illegible] رسالہ قشیریہ ہے، موضوع ان کا بھی تصوف ہی [illegible] کے طرز تصنیف مین فرق یہ ہے کہ امام موصوف نے زیادہ تر متقدمین کے [illegible] کے نقل کر دینے پر اکتفا کی ہے، بخلاف اس کے [illegible] اپنے ذاتی تجربات [illegible] واردات [illegible] مکاشفات و [illegible]

[۱] دُرر نظامی [illegible]

مباحثِ سلوک پر رد و قدح کرنے مین بھی تامل نہین کرتے ان کی کتاب کی حیثیت محض ایک مجموعۂ حکایات و روایات کی نہین بلکہ ایک مستند محققانہ تصنیف کی ہے۔

صورتِ تصنیف یہ ہے، کہ کوئی صاحب ابو سعید نامی فرضی یا واقعی سائل ہین، انھون نے حضرت مخدوم کی خدمت مین عرض کی ہے، کہ:۔

"بیان کن مرا اندر تحقیق طریقت تصوف و کیفیت مقاماتِ ایشان و بیان مذاہب و مقالاتِ آن اظہار کن مرا رموز و اشارات ایشان و چگونگی محبت خدائے عزوجل و کیفیت اظہار آن بر دلہا و سبب حجاب عقول از کنہ ماہیت آن و نفرت نفس از حقیقت آن و آرام روح با صفوت آن، و آنچہ بدین تعلق دارد از معاملات آن" (ص ۷)

ساری کتاب اسی سوال کے جواب، اور انھین کے مراتب کی تفصیل مین ہے۔

مضامین و تصانیف کے سرقہ سے پتا معلوم ہوتا ہے، اس وقت کے لوگ بہت جری ہوتے تھے مصنف کو دو باران لوگون کے ہاتھون تلخ تجربات اٹھانے پڑے، ایک مرتبہ کسی صاحب نے مسودۂ دیوان مصنف سے مستعار لیا اور واپس کرنے کے بجائے اپنے نام و تخلص کے ساتھ اس کی اشاعت شروع کر دی۔ دوسری بار یہ اتفاق ہوا کہ ان کی ایک تصنیف فن سلوک مین منہاج الدین کے نام سے تھی، اسے کوئی شخص اڑا لے گیا، ان کا نام کاٹ کر عنوان پر اپنا نام لکھ دیا، اور اس کی تصنیف کو اپنی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا، کشف المحجوب کی تصنیف ان تجربات کے بعد کی ہے، اس کے آغاز مین اسم مصنف کی تصریح ضروری تھی، ان حالات کا ذکر ابتدا مین مصنف نے خود ہی فرمایا ہے:

"آنچہ اندر ابتدائے کتاب نام خود ثبت کردم مراد اندر آن دو چیز بود یکے نصیب خاص و دیگر نصیب عامہ، و آنچہ نصیب عام بود آن است کہ چون جاہلان این علم کتابے بینند نو کہ مصنف

آن بجمله جای ثبت نباشد نسبت آن کتاب بخود کنند و مقصود مصنف از آن بر نیاید که مراد از جمع و تالیف و تصنیف کردن بجز آن نباشد که نام مصنف بدان کتاب زنده باشد و خوانندگان و متعلمان وی را دعای نیکو کنند، که مرا ازین حادثه افتاد دو بار، یکی آنکه دیوان شعرم کسے بخواست و باز گرفت و اصل نسخه جز آن نبود آن جمله را بگردانید و نام من از سر آن بیفگند و رنج من ضایع گردانید تاب الله علیه و دیگر کتابے تالیف کردم اندر طریق تصوف عمره الله نام آن منهاج الدین یکے از مدعیان رکیک که کرای وی گفتار نام وی گفتند نام من از سر آن پاک کرد و نزد عوام چنان نمود که آن وے کرده است ... بر آن قول وے خندیدند تا خداوند تعالیٰ بے برکتی آن بدو رسانید نامش از دیوان طالبان حضرت خود پاک گردانید۔ (۲۱)

اس مرتبہ سے اس قدر ثابت ہے کہ آپ نے ایک جگہ پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ درمیان کتاب میں بار بار اپنے پورے نام کی تصریح فرماتے گئے ہیں۔

لاہور کا جو مطبوعہ نسخہ پیش نظر ہے اس کا یہ حال ہے کہ اغلاط طبع کی کثرت سے لبریز ہے بعض مقامات پر عبارت بے معنی ہو گئی ہے، بعض مقامات پر حضرت مصنف کے بالکل خلاف منشا معنی نکلتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر ستم یہ ہے کہ اکثر مقامات پر اشخاص و مقامات کے نام بالکل مسخ ہو گئے ہیں جن کی تصحیح کی کوئی صورت نہیں۔ دوسرا نقص [illegible] اس نسخہ میں یہ ہے کہ کسی قسم کی فہرست عنوانات وغیرہ [illegible] کتاب متعدد ابواب و فصول میں منقسم ہے ہر باب و فصل کے الگ الگ [illegible] بسم اللہ سے لیکر تا ختم کتاب ۳۰۰ صفحوں کی [illegible] گیا ہے [illegible] اگر [illegible] تو [illegible] ایک باب و فصل [illegible] اندازہ ہو سکتا ہے۔ راقم سطور نے بطور خود ایک فہرست [illegible] اور بعض دوسری فہرستیں مرتب

کی ہین جن کی مدد سے ناظرین کے ہمراہ کتاب پر ایک سرسری نظر کرنا ہے،

شروع کے چھ صفحہ (ف ۲-۷) بطور مقدمہ یا تمہید کے ہین جس مین سبب تالیف

موضوعِ سخن وغیرہ کی تصریح کی ہے، اس کے بعد ترتیبِ مضامین حسب ذیل ہے،

(۱) باب اول فی اثبات العلم (ف ۷-۱۴) اس مین علم کی ماہیت اس کے فضائل اور اس کے

اقسام کا بیان ہے، مشہور صوفی حاتم اصمؒ کا قول نقل کیا ہے، کہ :-

حاتم الاصم گفت رضی اللہ عنہ کہ چہار علم اختیار کردم واز ہمہ علمہاے عالم برستم ...... یکے آنکہ بدانستم کہ مرا رزقے است مقسوم کہ زیادت وکم نہ شود واز طلب زیادت برآسودم، دوم آنکہ بدانستم کہ خدائے را بر من حقے ہست اجز من کسے دیگر نہ تواند گزارد وبہ اداے آن مشغول گشتم دیگر آنکہ دانستم کہ مرا طالبے ست یعنی مرگ کہ ازو نہ توانم گریخت آن را بشناختم (؟) وچہارم آنکہ دانستم کہ مرا خداوندے ست مطلع بر من ازوے شرم داشتم واز ناکردنی دست باز داشتم،، (ف ۱۰)

تمام علوم عالم مین سے مین نے چار چیزون کا علم حاصل کرلیا اور باقی علوم سے بے نیاز ہوگیا .... اوّل یہ کہ رزق کی ایک مقدار مقسوم ہے جس مین کمی بیشی نہین ہوسکتی، اس لئے اس مین اضافہ کی طلب سے نجات پاگیا ہون، دوسرے یہ کہ خدا کی جانب سے میرے اوپر جو حقوق عائد ہین ان کی بجاآوری میرے ہی ذمہ فرض ہے، اس لئے ان کی ادائگی مین مشغول رہتا ہون، تیسرے یہ کہ میرے تعاقب مین موت لگی ہوئی ہے جس سے کسی طرح گریز ممکن نہین، اس لئے اس سے ملنے کی تیاری کرتا رہتا ہون، چوتھے یہ علم ہے کہ خدا میرے حال کو دیکھتا رہتا ہے اس سے شرم کرتا رہتا ہون، اور ممنوعات سے بچتا رہتا ہون،

علم [illegible] کے لئے علم ظاہر [illegible] شم [illegible] ایک کو

وجود طالب کے لئے مضر ہوگا،

ظاہر ورزش معاملت و باطنش تصحیح نیت، و قیامِ ہر یک ازین بے دیگرے محال باشد ظاہر بے حقیقت باطن نفاق بود و باطن بے ظاہر زندقہ و ظاہر شریعت بے باطن نقص بود و باطن بے ظاہر ہوس پس علم حقیقت را سہ رکن است یکے علم بذات خداوند تعالیٰ و وحدانیت وی و نفی تشبیہ از وے، و دیگر علم بہ صفات خداوند تعالیٰ و احکام آن و سہ دیگر علم بہ افعال و حکمت وے، و علم شریعت را نیز سہ رکن است، یکے کتاب، و دیگر سنت و سہ دیگر اجماع امت،، صفحہ

ظاہر بغیر امتزاج باطن کے نفاق ہؤا اور باطن بغیر امتزاج ظاہر کے زندقہ، شریعت بلا حقیقت نقص اور حقیقت بلا شریعت ہوس، علم حقیقت کے تین ارکان ہین، علم ذات و توحید و نفی تشبیہ خداوندی، علم صفات و احکام خداوندی، اور علم افعال و حکمت افعال خداوندی، علم شریعت کے بھی یہ تین رکن ہین، قرآن، سنت رسول و اجماع امت،

علم ذات خداوندی کی تعلیم اس قسم کی آیاتِ قرآنی مین بہ کثرت ملتی ہے، فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ، واعلموا ان اللہ ھو مولٰکم، الم تر الی ربک کیف مد الظل، افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت، لیس کمثلہ شئ وھو السمیع البصیر، نیز اس قسم کی احادیث نبوی مین کہ من علم ان اللہ تعالیٰ ربہ وانی نبیہ حرم اللہ تعالیٰ لحمہ ودمہ علی النار،

علم صفات خداوندی کی بابت بہیری اس قسم کی آیات قرآنی ہین، انہ علیم بذات الصدور، واللہ علی کل شئ قدیر، وھو السمیع البصیر، فعال لما یرید

هی الحی لا الٰہ الا ھو، وقس علی ھذا

علم الہٰی ال بغدادی کی اہمیت اس قسم کی آیات قرآنی مین اشارہ ہے "واللّٰہ خلقکم و ما تعملون اللّٰہ خالق کل شئ وقس علی ھذا"

علم شریعت کے رکن اول، کتاب اللہ سے اعتصام کی دلیل یہ ارشاد حق تعالیٰ ہے "فیہ آیات محکمات ھن ام الکتاب" رکن دوم سنت نبوی کی شاہد عادل یہ فرمان ربانی ہے "ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا" رکن سوم اجماع امت کی تائید اس ارشاد حضرت رسالت ہے "لا یجتمع امتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم"

علم (یعنی علم شریعت) کی اہمیت پر جتنا زور دیا ہے، اس کا مزید اندازہ اقتباس ذیل سے ہوگا

محمد بن فضل البلخی گوید رحمۃ اللہ علیہ	محمد بن فضل لجیؒ کہتے ہین، کہ علم کی تین قسمین ہین. علم
العلوم ثلثۃ علم من اللّٰہ وعلم مع	من اللہ، علم مع اللہ، علم باللہ، علم معرفت
اللّٰہ وعلم باللّٰہ ، علم باللہ علم	ہے، کہ انبیاء و اولیاء نے اسی ذریعہ سے معرفت باری
معرفت بود کہ ہمہ انبیاء و اولیاء بدو دانستہ	حاصل کی ہے، اور بغیر اس کے انھیں معرفت حاصل
اند و تا تعریف و تعرف وے نبود ایشان ویرا	نہ ہو سکی، (یہ علم اکتساب سے نہین آتا) علم من اللہ
ندانستند علم من اللہ علم شریعت بود کہ آن	علم شریعت ہے یعنی احکام الہٰی و فرائض عبدیت
از وے با فرمان و تکلیف است و علم مع اللہ	کا علم، علم مع اللہ علم مقامات طریقت و درجات
علم مقامات و طریق حق و بیان درجات	اولیاء کا نام ہے، معرفت بغیر علم شریعت کے قبول
اولیاست پس معرفت بے پذیرفت	کے درست نہین ہو سکتی. و شریعت بغیر عمل بغیر مقامات ...

شریعت درست نیاید و ورزش شریعت بے اظہار — کہ ممکن نہیں جس کو علم شریعت نہیں ان کے قلب پر

مقامات راست نیاید .... — جہل کی موت طاری ہے اور جسے علم شریعت نہیں

ہر کرا علم معرفت نیست دلش بجہل مردہ است — اس کا قلب مرض نادانی میں گرفتار ہے۔

وہر کرا علم شریعت نیست دلش بہ نادانی

بیمار است۔ (ص۱۲)

اسی تعلیم کی تائید میں بایزید بسطامیؒ کا قول ہے، کہ میں نے تیس سال تک مسلسل مجاہدات کئے لیکن کسی مجاہدہ کو علم و تحصیل علم سے صعب تر نہیں پایا، (علمت فی المجاهدة ثلثین سنة فما وجدت شیئاً اشد علی من العلم ومتابعته)

اور خود مرشد ہجویریؒ کا بیان ہے، کہ طبع انسانی کے لئے آگ پر چلنا بہ علم پر چلنے سے آسان تر ہے، اور ایک جاہل کے لئے پل صراط پر ہزار بار گذرنا اس سے آسان ہے کہ وہ ایک مسئلہ حل کرے۔ (ص۱۱)

آج جبکہ خوش فہمی سے بعض گروہ صوفیہ میں ہر قسم کے علم [illegible] گیا ہے، علم شریعت کے فضائل مذکورہ بالا یقیناً حیرت و تعجب کے [illegible]

(۲) الباب الثانی فی الفقر (ص۲۳) اس باب میں فضائل فقر [illegible]

[illegible] میں متعدد آیات قرآنی وارد ہیں مثلاً للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ [illegible]

ضرباً فی الارض یحسبهم الجاهل اغنیاء من التعفف [illegible]

یا [illegible] تتجافی جنوبهم عن المضاجع یدعون ربهم خوفاً [illegible]

احادیث نبوی میں بھی بکثرت فضائل فقر وارد ہوئے ہیں [illegible]

[illegible]

اور حشر میں زمرۂ مساکین میں اٹھا۔ ایک اور حدیث میں آتا ہے، کہ قیامت کے روز ارشاد
باری تعالیٰ ہوگا، کہ میرے دوستوں کو حاضر کرو، فرشتہ عرض کرینگے کہ بار الٰہا تیرے دوست
کون ہیں؟ جواب ملے گا کہ "فقرا و مساکین" (او تواُمنی احبای فیقول الملئکۃ من احبابک
فیقول اللہ الفقراء والمساکین) عہد رسالت میں فقرا مہاجرین تھے،
جو مسجد نبوی میں تمام اسباب دنیوی سے قطع نظر کرکے محض عبادت الٰہی کے لئے بیٹھ جاتے
تھے، اور اپنی روزی کے لئے محض مسبب الاسباب پر تکیہ و توکل رکھتے تھے، اُن کی خبرگیری
اور ان کی رفاقت کے لئے خود رسول اللہ صلعم کو بارگاہِ رب العزت سے تاکید ہوتی تھی،
چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے، ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی
یریدون وجھہ اور ایک دوسرے مقام پر فرمان ملتا ہے، ولا تعد عیناک عنھم
ترید زینۃ الحیوۃ الدنیا ان تاکیدی احکام نے ان فقرا و مہاجرین کو اس د
پر پہونچا دیا تھا کہ سرورِ کونینؐ جہاں کہیں انھیں دیکھ لیتے تو ارشاد فرماتے "میرے ماں باپ
تم پر فدا ہوں کہ خدا نے تمھارے حق میں مجھ پر عتاب کیا" (ص ۱۷-۵)

صفحاتِ مابعد میں فقر کی حقیقت و آداب پر بحث کی ہے، اور غنا کے مقابلہ میں اس کی
افضلیت بہ دلائل ثابت کی ہے،

(۳) الباب الثالث فی التصوف (ص ۲۲-۳۱) تیسرا باب ماہیت تصوف پر ہے حضرت
مصنف حسب عادت اس باب کا بھی آغاز قولِ خدا و قولِ رسولؐ سے کرتے ہیں، چنانچہ
کلام الٰہی میں انھیں اس باب کے تناسب یہ آیت ملتی ہے، وعباد الرحمٰن الذین یمشون
علی الارض ھوناً و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاماً۔ اور "احادیث"
میں سے اس کو پیش کرتے ہیں، جو بجائے حدیثِ رسول صلعم کے کسی بزرگِ امت کا مقولہ ہو

Marfat.com

ہوتا ہے، من سمع صوت اهل التصوف فلا یؤمن علی دعائهم کتب عند اللہ من الغافلین۔ اس کے آگے مصنف کتاب اللمع کی طرح انھوں نے بھی تفصیلی بحث لفظ صوفی، اور اس کے اشتقاق پر کی ہے، لفظ صوفی کی تحقیق مین مختلف مذاہب ہین، ایک گروہ

مردمان اندر تحقیق این اسم بسیار سخن گفته اند وکتب ساخته وگروہے ازان گفته اند که صوفی را برائے آن صوفی خوانند که جامهٔ صوف دارد، وگروہے گفته اند که صوفی را ازبرائے آن صوفی خوانند که از صف اول باشد وگروہے گفته اند که بدان صوفی گویند که تولّی به اصحاب صفه رضی الله عنهم کرده اند وگروہے گفته اند که این اسم از صفا مشتق ست وہر کسے را اندرین معنی اندر تحقیق این طریقت لطائف بسیار است اما به مقتضاے لغت ازین معنی بعید می باشد، (ص ۲۲)

کے نزدیک چونکہ یہ لوگ جامۂ صوف مین ملبوس رہتے تھے اس لئے صوفی کہلائے، بعض کا خیال ہے کہ لفظ صوفی کا ماخذ صفِ اول ہے یعنی یہ حضرات چونکہ صفِ اول مین رہتے تھے اس لئے لقب صوفی سے موسوم ہوئے، ایک گروہ کا مسلک ہے کہ چونکہ ان لوگون کو اصحابِ صفہ سے خاص محبت تھی اس لئے صوفی کہلائے ایک اور جماعت اس لفظ کا اشتقاق لفظ صفا سے بتاتی ہے اور ہر گروہ اپنی تائید مین دلائل وشواہد لاتا ہے، لیکن لغت سے کسی قول کی بھی تائید نہین ہوتی۔

شیخ کے نزدیک صوفی وہ ہے جس کا قلب "صفا" سے لبریز ہو اور "کدر" گندگی سے خالی ہو، اور اس مرتبہ تک کاملانِ ولایت ہی پہونچ سکتے ہین،

صفا صفت کدر بود، کدر صفت بشر بود، و حقیقت صوفی بود ... بود، صوفی نام ست که مر کاملانِ ولایت را محققان را بدین نام خوانند و خوانده اند، (ص ۲۵)

چنانچہ متقدمین مشائخ طریقت مین سے ایک بزرگ کا قول ہے، کہ:۔

Marfat.com

من صفا ہ الحبیب فصو صاف ومن صفا ہ الحبیب فھو صوفی۔ (۲۵)

جس کو محبت صاف کر دے اس پر صاف کا اطلاق ہوگا اور جسے محبوب اپنے لئے صاف کرے اسے صوفی سے موسوم کرینگے۔

اہل تصوف کے تین درجے ہیں، صوفی، متصوف، اور مستصوف، تینوں کی تعریف شیخ ہی کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے:۔

والصوفی آن بود کہ از خود فانی بود وبحق باقی و از قبضۂ طبائع رستہ و بحقیقت پیوستہ و متصوف آنکہ بمجاہدہ این درجہ راہمی طلبد واندر طلب خود را بر معاملت ایشان درست ہمی کند و مستصوف آنکہ از برائے مال و منال و جاہ و حظ دنیا خود را مانند ایشان کردہ، و ازین ہر دو چیز ہیچ خبر ندارد تا حدے کہ گفتہ اند، المستصوف عند الصوفیۃ کالذباب وعند غیرھم کالذیاب۔ مستصوف بنزدیک صوفی از حقیرے چون مگس بود آنچہ کند نزدیک وے ہوس بود و نزدیک دیگران چون گرگ بے اختیار بود کہ ہمتش ہمہ مردار بود۔ (ص۲۵)

صوفی صاحب وصول ہوتا ہے کہ اسے وصل مقصود حاصل ہو چکتا ہے، متصوف صاحب اصول ہوتا ہے کہ اصل پر قائم رہکر حصول طریقت میں مشغول رہتا ہے، مستصوف صاحب فضول ہوتا ہے جس کی قسمت میں حقیقت سے محرومی اور معانی سے محرومی ہے۔ (ص۲۵و۲۶)

اجلہ صوفیہ متقدمین سے صوفی و تصوف کی جو تعریفات بیان کی ہیں، شیخ نے بعض بھی سند اپیش کیا ہے، (ص ۳۶ تا ۴۴)

(۱) الصوفی اذا نطق بان نطقہ عن الحقائق وان سکت نطقت عنہ الجوارح بقطع العلائق

حضرت ذوالنون مصری کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہے کہ جب گفتار میں آتا ہے تو اس کی زبان اس کی حقیقت کی ترجمان ہوتی ہے، اور جب خاموش ہوتا ہے تو ...

(ذوالنون مصری)	[illegible] قطع کر دیتا ہے
(۲) التصوف نعت اقیم العبد فیہ قیل	[illegible]
نعت للعبد ام للحق فقال نعت الحق	[illegible]
حقیقۃ ونعت العبد رسماً۔	[illegible]
(جنید بغدادی)	[illegible]
(۳) التصوف ترک کل حظ للنفس	[illegible]
(ابوالحسن نوری)	[illegible]
(۴) الصوفیۃ هم الذین صفت ارواحهم	[illegible] صوفی وہ لوگ ہیں
فصاروا فی الصف الاول بین یدی	[illegible]
الحق۔ (ایضاً)	[illegible] حاضر ہیں
(۵) الصوفی الذی لایملک ولا	[illegible] صوفی وہ ہے جو نہ
یملک (ایضاً)	خود کسی کی ملکیت ہو نہ کسی کا مالک ہو۔
(۶) التصوف رؤیۃ الکون بعین	[illegible]
النقص بل غض الطرف عن الکون	[illegible]
(ابومحمد دمشقی)	[illegible]
(۷) التصوف شرک لانہ صیانۃ	[illegible]
القلب عن رؤیۃ الغیر ولا غیر	[illegible]
(شبلی)	[illegible]
(۸) التصوف صفاء السر من کدورۃ	[illegible]

Marfat.com

المخالفة	(حصری)	مخالفتِ حق کی کدورت سے پاک رکھنے کا۔
(۹) الصوفی لا یری فی الدارین مع اللہ غیر اللہ۔	(شبلیؒ)	شبلیؒ سے یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صوفی دونوں جہان مین بجز خدا کے کسی کو نہین دیکھتا،
(۱۰) التصوف اسقاط الرؤیۃ للحق ظاهراً و باطنا	(علی بن بندار نیشاپوری)	شیخ علی بن بندار نیشاپوری کا ارشاد ہے کہ تصوف یہ ہے کہ صوفی کو اپنا ظاہر و باطن نظر نہ آئے، سب حق ہی حق نظر آئے،

اسی باب مین اہلِ تصوف کے مزید خصوصیات اُن کے معاملات، اور انبیا علیہم السلام کی پیروی مین ان کی کوششون کو بیان کیا ہے،

(۴) الباب الاربعہ فی لبس المرقعات، (ص۳۰، ص۳۹) چوتھے باب مین مرقع پوشی (یعنی پیوند کار لبادون) کے فضائل کا ذکر ہے، اور اس دستور کو سنتِ رسول و آثارِ صحابہؓ سے ثابت کیا ہے،

(۵) باب فی ذکر اختلافہم فی الفقر والصفوۃ (ص۳۹، ص۴۲) اس باب مین اس مسئلہ پر بحث ہے کہ فقر و صفا دونون مین افضل کون ہے؟ بعض صوفیہ نے فقر کو ترجیح دی ہے، اور بعض نے صفا کو، شیخ نے محاکمہ کرنا چاہا ہے، پھر بھی بحث تشنہ رہ گئی،

(۶) باب الملامت، (ص۴۲، ص۴۴) اس باب مین اس آیت قرآن کی تفسیر مین ولا تخافون لومۃ لائم ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ طریقۂ ملامتیہ کی ستائش کی ہے، اور یہ دکھایا ہے کہ اہل حق راہ حق مین کسی ملامت کی پروا نہین کرتے، بلکہ خلق کی نظر مین رسوا و مطعون ہو کر اپنی للّٰہیت و حق پرستی کا عملی ثبوت بہم پہونچاتے ہین، اس طریقہ کی نشر و اشاعت کا سہرا شیخ ابو حمدون قصارؒ کے سر ہے،

Marfat.com

حصولِ ملامت کی تین صورتیں ہیں: ایک صورت "در راست رفتن" یعنی معمولی طور پر راست روی کی ہے، لوگ اس میں خواہ مخواہ مطعون کرنے لگتے ہیں، دوسری صورت "در قصد کردن" کی ہے یعنی بالقصد ایسے فعل کا ارتکاب کرنا جس سے نفس کی حبِ جاہ کو صدمہ پہونچے، اور لوگ زبانِ طعن دراز کریں، یہ دونوں صورتیں محمود ہیں، تیسری صورت "ترک کردن" کی ہے یعنی کوئی فعل خلافِ شریعت اختیار کرنا یہ طریقہ سرتاسر نامحمود اور نتیجۂ کفر و ضلالت طبعی ہے۔ زمانۂ حال کے جو رنگین لباس اپنے تئیں سلسلۂ ملامتیہ میں منسلک بتاتے ہیں، عموماً اسی آخری طریقہ پر عمل کرتے رہتے ہیں یعنی فرائض شرعی کا ترک اور منہیاتِ شرعی کا ارتکاب، اور اپنی اس گمراہی کا نام فقر و تصوف رکھتے ہیں، اس طبقہ کو پیشِ نظر رکھکر شیخ کے الفاظ ذیل کا مطالعہ عبرت و دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

اما آنکہ طریقش ترک باشد و خلافِ شریعت	جو شخص طریقِ ترک کو اختیار کرتا ہے اور خلافِ شریعت
چیزے بر دست گیرد و گوید کہ این طریقِ ملامت	کسی فعل کا ارتکاب کرکے کہتا ہے کہ میں صوفیٔ ملامتیہ
ی ورزم، آن ضلالت واضح باشد و آفت	کی پیروی کر رہا ہوں اس کا یہ فعل ضلالت و نتیجہ [illegible]
ظاہر و ہوس صادق چنانچہ اندرین زمانہ	روشن و [illegible] صریح ہے چنانچہ آج کل بہت ایسے
بسیارے مستند کہ مقصود شان از رد خلق قبول	لوگ پیدا ہو گئے ہیں جن کا مقصد طریق [illegible]
ایشان بود۔ (ص ۶۲)	پردہ میں خود دنیا کی [illegible] ہے نہ کہ اس کا ترک۔

اس کے آگے اپنا ایک ذاتی تجربہ بیان کیا ہے کہ ان کا ایک مرتبہ [illegible]

ایک [illegible] واقعہ ہو گیا [illegible] ایک [illegible] کی [illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com

کیون گذرا انھیں تو اور خوش ہونا چاہئے تھا، کہ مقصد ملامت حاصل ہو رہا ہے، یہ شیخ کا یہ فقرہ آجکل کے شریعت شکن مدعیان فقر و کرامت کے لئے خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہے،

ہر کہ خلق را دعوت کنند بامرے از حق مرآن	جو شخص خلق کے سامنے دعوت حق سے کرانے کا
را برہانے باید برہان آن حفظ سنت باشد	مدعی ہوتا ہے، اسے اپنے دعوی کے ثبوت مین
چون از تو ترک فریضہ بیم و تو خلق را بدان	کوئی دلیل بھی لانا چاہئے، اور یہ دلیل پابندی سنت
دعوت ہمکنی این کار از دائرہ اسلام می باشد	رسول صلعم ہے اگر دعوت حق کے مدعی ہو، مگر جب
(ص۳۴)	تم نے صریحاً ترک فریضہ کیا تو یہ فعل دائرہ اسلام خارج ہے

(۷) باب فی ذکر ائمتھم من الصحابہؓ (ص۲۵-۱۵) اس باب مین خلفا اربعہؓ کا ذکر ہے جو تمام صوفیون کے سرگروہ و پیشوا ہوئے ہین، اور اس مین قدرۃً سب سے زیادہ اہمیت حضرت صدیقؓ و حضرت امیرؓ کو دی گئی ہے، حضرت صدیقؓ کا تذکرہ ان الفاظ مین شروع ہوا

"شیخ الاسلام و بعد از انبیا خیر الانام خلیفہ و امام، و سید اہل تجرید و شہنشاہ ارباب تفرید، و از آفات انسانی بعید، امیر المومنین ابوبکر عبد اللہ الصدیقؓ کہ ویرا کرامات مشہور است و آیات و دلائل ظاہر........ و مشایخ ویرا مقدم ارباب مشاہدت نہند"

علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ کا ذکر ان الفاظ مین ہے۔

"برادر مصطفےٰ و غریق بحر بلا و حریق نار ولا و مقتداے جملہ اولیا و اصفیا ابو الحسن علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور اندرین طریقت شانے و درجہ رفیع بود........ تا حدے کہ جنید گوید رحمۃ اللہ علیہ شیخنا فی الاصول و البلا علی المرتضیٰ شیخ ما اندر اصول و اندر بلا کشیدن علی مرتضیٰ است یعنی امام ما اندر علم طریقت و معاملات آن علی مرتضیٰ است،...... اہل این طریقت کنند بہ او اندر حقائق عبارات و دقائق اشارات و تجرید از معلوم دنیا و آخرت و نظارہ اندر تقدیر

حق و لطائف کلام وے بیشتر از آن ست کہ بہ عدد اند آید،" (ص۵۱)

حضرت عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کے مبارک تذکرے بھی تقریباً ایسے ہی شاندار الفاظ مین ہین،

(۸) باب فی ذکر ائمتہم من اہل البیت (ص۵۱ تا ص۵۵) یہ باب مناقب اہل بیت خصوصاً امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام ابوجعفر بن باقرؒ، امام جعفر صادقؒ کے کمالات عالیہ پر مشتمل ہے،

(۹) باب فی ذکر اہل الصفہ (ص۵۵، ص۶۰) اصحاب صفہ کے حالات مین مصنف نے اپنی ایک مستقل تصنیف منہاج الدین کا حوالہ دیا ہے اس باب مین صرف ان کے اسماء گرامی کو شمار کر دیا ہے،

(۱۰) باب فی ذکر ائمتہم من التابعین (ص۶۰، ص۶۳) یہ باب اویس قرنی، ہرم بن حیان، خواجہ حسن بصری، اور سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہم کے تذکرون پر مشتمل ہے، گویا تابعین مین صوفیون کے سردار و پیشوا یہ حضرات ہوئے ہین،

(۱۱) باب فی ذکر ائمتہم من تبع التابعین (ص۶۳ ص۱۱۶) اس باب کے تحتانی عنوانات ہین اور ہر عنوان ایک ایک بزرگ کے تذکرے کے لئے وقف ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، مالک بن دینار، احمد حنبلؒ، حبیب عجمیؒ، ذوالنون مصریؒ، داؤد طائیؒ، معروف کرخیؒ، ابراہیم ادہمؒ [illegible] فضیل بن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ، ابوبکر شبلیؒ، منصور حلاجؒ، ان چند پر سارے عنوانات [illegible] گویا طبقہ تبع تابعین مین اکابر صوفیہ کی فہرست ابوحنیفہ، شافعی و احمد حنبل رحمۃ اللہ [illegible] شروع ہوتی ہے،

(۱۲) باب فی ذکر ائمتہم من المتأخرین (ص۱۱۶ ص۱۲۳) متأخرین صوفیہ مین دس بزرگون کے حالات [illegible]

Marfat.com

درج کیے ہیں جنمین ابوالحسن خرقانی، وامام ابوالقاسم قشیری، کے نام خاص طور پر قابل لحاظ ہین

(۱۳) باب فی ذکر الرجال الصوفیہ من المتاخرین علی الاختصار من اہل البلدان، (ق ۱۲۳-۱۲۶)

اسے باب ماقبل کا تکملہ سمجھنا چاہئے، اس مین معاصرین صوفیہ کا تذکرہ ہے، اوران کے طبقات کو ان کی وطنیت کی بناپر تقسیم کیا ہے، مثلاً صوفیہ شام وعراق صوفیہ پارس صوفیہ قہستان، آذربائجان وطبرستان صوفیہ کرمان صوفیہ خراسان صوفیہ ماوراءالنہر صوفیہ غزنین،

(۱۴) باب فی فرق فرقہم فی مذاہبہم (ق ۱۲۶-۲۰۰) کتاب کا سب سے طویل وضخیم باب یہی ہے، اس مین صوفیہ کے مختلف سلاسل، ان کے اصول اور باہمی فروق کا ذکر ہے، اپنے استقصا مین اس وقت تک صوفیہ کے کل بارہ سلسلے تھے جنمین سے دس مقبول اور اہل حق تھے، اور باقی دو مردود اور اہل ضلالت تھے، دس مقبول سلسلون کے نام مع اون کے بانیون کے حسب ذیل ہین:-

	نام سلسلہ	نام بانی سلسلہ
(۱)	محاسبیہ	عبداللہ بن حارث محاسبی
(۲)	قصاریہ	ابوحمدون قصارؒ
(۳)	طیفوریہ	بایزید بسطامیؒ
(۴)	جنیدیہ	جنید بغدادیؒ
(۵)	نوریہ	ابوالحسن نوریؒ
(۶)	سہلیہ	سہل تستریؒ
(۷)	حکیمیہ	حکیم ترمذیؒ
(۸)	خرازیہ	ابوسعید خرازؒ

Marfat.com

	نام سلسلہ	نام بانی سلسلہ
(۹)	خفیفیہ	ابو عبداللہ خفیفؒ
(۱۰)	سیّاریہ	ابوالعباس سیاریؒ،

گیارھویں سلسلہ کا نام جو مردود دین و اہل ضلالت کا ہے، سلسلۂ حلولیہ ہے، جس کا بانی ابو حلمان دمشقی ہوا ہے، بارھویں سلسلہ کا نام کہ وہ بھی مردود ہے، درج کتاب نہیں، اس کا انتساب فارسؒ[1] کی جانب کیا جاتا ہے۔ (ص۱۹۵) اس باب میں ضمناً اکثر مہماتِ مسائلِ تصوف پر بحث آ گئی ہے، چند تحتانی ابواب کے عنوانات سے نوعیتِ مضامین کا اندازہ ہو سکے گا، حقیقتِ رضا، فرق بین الحال والمقال، الکلام فی السکر والصحو، الکلام فی حقیقۃ النفس ومعنی الھوی، الکلام فی مجاہدۃ النفس، الکلام فی حقیقۃ الھویٰ، الکلام فی اثبات الولایت، الکلام فی اثبات الکرامت، الکلام فی البقاء والفناء، الکلام فی الغیبۃ والحضور، الکلام فی الجمع والتفرقہ، تفصیل الانبیاء والاولیاء علی الملائکہ وقس علی ہذا،

باب چہاردہم تک گویا تاریخی و تنقیدی حصہ تھا، اس کے بعد سے کشف المحجوب میں مستقلاً مسائلِ سلوک کی تشریح شروع ہوتی ہے، اور حجابات کا کشف ہونے لگتا ہے، مصنف نے گیارہ حجابات قرار دیئے ہیں اور ترتیب وہ ہر باب میں ایک ایک حجاب کو اٹھایا ہے، ہر باب متعدد فصول پر منقسم ہے، عنواناتِ ابواب پر نظر کرنا کافی ہو گا،

(۱۵) کشف الحجاب الاول فی معرفۃ اللہ، ص۲۰۰ تا ص۲۰۸،

(۱۶) کشف الحجاب الثانی فی التوحید، ص۲۰۸ تا ص۲۱۵۔

(۱۷) کشف الحجاب الثالث فی الایمان، ص۲۱۵ تا ص۲۱۹۔

---

[1] ملا جامی نے ان کا پورا نام فارس بن عیسیٰ بغدادی درج کیا ہے، (نفحات الانس ص۲۸۰ مطبوعہ کلکتہ)

Marfat.com

(۱۸) کشف الحجاب الرابع فی الطہارۃ (ص ۲۱۹ تا ص ۲۲۶) اس مین ایک تحتانی باب فی التوبۃ و ما یتعلق بہا ہے

(۱۹) کشف الحجاب الخامس فی الصلوٰۃ ص ۲۲۶ تا ۲۳۹، اسمین ایک تحتانی باب فی المحبۃ و ما یتعلق بہا ہے،

(۲۰) کشف الحجاب السادس فی الزکوٰۃ، ص ۲۳۹ تا ۲۴۴، اس مین ایک تحتانی باب جود و سخا پر ہے

(۲۱) کشف الحجاب السابع فی الصوم ص ۲۴۴، ۲۵۰ اس مین ایک تحتانی باب جوع پر ہے،

(۲۲) کشف الحجاب الثامن فی الحج ص ۲۵۰ تا ۲۵۷، اسمین ایک تحتانی باب مشاہدہ پر ہے،

(۲۳) کشف الحجاب التاسع فی الصحبۃ، ص ۲۵۷ تا ۲۸۶، صحبت کو سلوک و طریقت مین جو مرتبۂ اہمیت حاصل ہے، اس کے لحاظ سے یہ بالکل قدرتی ہے، کہ یہ باب اس قدر مبسوط و مفصل ہے، آداب و احکام صحبت کی تفصیل مین یہ باب بجائے خود تحتانی ابواب پر منقسم ہے، جن کے عنوانات حسب ذیل مین:۔

باب الصحبۃ و ما یتعلق بہا، باب آدابہم فی الصحبۃ، باب آداب الصحبۃ فی الاقامۃ، باب آدابہم فی السفر، باب آدابہم فی الاکل، باب آدابہم فی المشی، باب آداب نومہم فی السفر و الحضر، باب آدابہم فی الکلام والسکوت، باب آدابہم فی السوال، باب آدابہم فی التزویج و التجرید.

(۲۴) کشف الحجاب العاشر فی بیان منطقہم و حدود الفاظہم و حقائق معانیہم (ص ۲۸۶-۳۰۶) اس مین پہلے کسی قدر تفصیل کے ساتھ ان اہم مصطلحات کے معانی اور ان کے باہمی فروق کی توضیح کی ہے جنھین ارباب سلوک و طریقت استعمال کرتے رہتے ہین، مثلاً حال و وقت، مقام و تمکین، محاضرات و مکاشفات قبض و بسط، انس و ہیبت، قہر و لطف، نفی و اثبات مسامرہ و محادثہ، علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین، علم معرفت، شریعت و حقیقت وغیرہ، نوعیت مباحث کا اندازہ اقتباس ذیل سے ہوگا جس مین شریعت و حقیقت کے تعلق باہمی کو بیان کیا ہے:۔

"شریعت فعل بندہ بود، و حقیقت داشت خداوند و حفظ و عصمت وے پس اقامت شریعت بے وجود حقیقت محال باشد و اقامت حقیقت بے حفظ شریعت ہم محال، و مثال این چون شخصے

باشد زندہ بجان، و چون جان از وے جدا شود، آن شخص مردارے باشد، و جان چون باد وے کہ قیمت شان از مقارنت یکدیگر است، ہمچنین شریعت بے حقیقت ریائے بود، و حقیقت بے شریعت نفاق، و خداوند گفت والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا، مجاہدت شریعت آمد و ہدایت حقیقت، آن یکے حفظ بندہ باشد امر احکام ظاہر را بر خود، و آن دیگر حفظ حق بود مر احوالِ باطن را بر بندہ، پس شریعت از مکاسب بود و حقیقت از مواہب،، ص ۳۰۰،

اس کے بعد مختصراً اور بہت سے مصطلحاتِ صوفیہ کے معانی درج کیے ہیں مثلاً حق، حقیقت، ذات، صفت، جوہر،

(۲۵) کشف الحجاب الحادی عشر فی السماع، ص ۳۰۶-۳۲۸۔ یہ آخری باب جو سماع سے متعلق ہے، بجائے خود دس حصوں میں منقسم ہے جن کے عنوانات یہ ہیں: باب سماع القرآن، باب سماع الشعر، باب سماع الاصوات والالحان، باب فی احکام السماع، باب اختلافھم فی السماع، باب مراتبھم فی السماع، باب فی الوجد والتواجد، باب فی الرقص، باب فی التخرق، باب فی آداب السماع،

شیخ کے نزدیک سماع کی بہترین صورت سماعِ آیاتِ قرآنی ہے۔ فرماتے ہیں،

«اولیٰ ترین سماع مسموعات مر دل را بہ فوائد، و سر را بہ زوائد، و گوش را بہ لذات، کلام خداوند عزاسمہ است، و مامورند ہمہ مومنان و مکلف اند ہمہ کافران از آدمی و پری شنیدن کلام ایزد تعالیٰ» (ص ۳۰۰)

سماعِ قرآن کی فضیلت و استحسان سے تو کسی مسلمان کو اختلاف نہیں ہو سکتا، البتہ شے سماعِ مروجہ یعنی سماعِ غنا ہے۔ شیخ خود سماع سنتے تھے اور اس کو سند اپنے عمل کی تائید میں لکھتے تھے، ص ۱۷۳-۲ چنانچہ ابو عبد الرحمن سلمی کی کتاب السماع کا حوالہ بھی دیتے ہیں جس میں مصنف نے جواز سماع کی تائید میں احادیث رسول صلعم و آثار صحابہ کو پیش کیا

Marfat.com

ہے (ص ۳۱۶) تاہم فرماتے ہیں کہ:-

مراد مشائخ متصوفہ ازین طلبیدن بجز اباحت
از آنچہ اعمال فوائد باید، اباحت طلبیدن کار عوام
باشد و بر محل مباح ستور اند بندگان مکلف
را باید تا از کردار فائدہ طلبند، (ص ۳۱۶)

مشائخ صوفیہ اباحت سماع کے متلاشی نہیں رہتے
اس لئے کہ کسی عمل کو اس کی اباحت کی بنا پر نہیں فوائد
کی بنا پر اختیار کرنا چاہئے۔ تلاش اباحت میں صرف
عوام رہتے ہیں، سند جواز چارپایوں کے لئے کافی
ہو سکتی ہے، انسان جس کے لئے تکالیف شرعی رکھی
گئی ہیں، اسے چاہئے کہ اعمال کو فوائد روحانی
کی بنا پر اختیار کرے،

اس کے آگے ایک اپنا ذاتی واقعہ تحریر فرماتے ہیں، جو اس مسئلہ پر قول فیصل کا حکم رکھتا
ہے، کہتے ہیں کہ:-

وقتے من بہ مرو بودم یکے از ائمہ اہل حدیث
کہ معروف ترین ایشان بود مرا گفت کہ من اندر
اباحت سماع کتابے کردہ ام، گفتم بزرگ مصیبتی
کہ اندر دین پدید آمد کہ خواجہ امام لہوے
را کہ اصل ہمہ فسقہا است حلال کرد، مرا گفت
پس اگر حلال نمی دانی تو چرا میکنی گفتم حکم
این بر وجوہ است بریک چیز قطع نتوان
کرد، اگر تاثیر اندر دل حلال بود سماع حلال
بود۔ واگر حرام بود حرام و اگر مباح بود مباح

ایک زمانہ میں میں مرو میں تھا، ایک روز وہاں کے
مشہور ترین امام اہل حدیث نے مجھ سے کہا کہ میں نے
جواز سماع پر ایک کتاب تصنیف کی ہے، میں نے
کہا کہ یہ تو بڑا غضب ہوا کہ حضرت امام نے ایک
ایسے لہو کو حلال کر دیا جو ہر فسق کی جڑ ہے، انھوں
نے کہا کہ اگر تم اسے حلال نہیں سمجھتے ہو، تو خود کیوں سنتے
ہو؟ میں نے جواب دیا کہ اس کا حکم مختلف حالات پر
منحصر ہے، کوئی ایک حکم قطعی طور پر نہیں لگایا
جا سکتا، اگر سماع سے دل میں تاثیر حلال پیدا

Marfat.com

چیزے راکہ حکمِ ظاہرش فسق است و اندر باطن عاشق روشن بر وجود است، اطلاق آن بر یک چیز محال باشد۔ (ف ۳۱۶)	ہوتی ہے تو سماع حلال ہے، اگر حرام پیدا ہوتی ہے تو حرام ہے، اگر مباح پیدا ہوتی ہے تو مباح ہے۔ جس شے پر کہ ظاہر پر حکم فسق کا ہے، اور جس کا باطن مختلف احوال کا حامل ہے اس پر کوئی ایک قطعی حکم لگا دینا محال ہے

کتاب کے سب سے آخری باب میں جو آداب السماع کے عنوان سے ہے، شیخ نے حسب ذیل شرائطِ سماع تحریر کیے ہیں:-

(۱) خواہ مخواہ ارادۃً [illegible] سننے [illegible] طبیعت کو جب از خود رغبت ہو اس وقت سنے

(۲) بہت کثرت سے سماع بھی نہ سنے کہ طبیعت اس کی خوگر ہو جائے بلکہ کبھی کبھی سنے تاکہ عظمتِ سماع دل پر قائم رہے

(۳) محفلِ سماع میں ایک مرشد یا پیر صاحبِ نسبت موجود رہے۔

(۴) محفل میں عوام شریک نہ ہوں۔

(۵) قوال [illegible] فاسق نہ ہو۔

(۶) قلب کدورتِ دنیاوی سے خالی ہو۔

(۷) طبیعت لہو و لعب کی جانب آمادہ نہ ہو۔

(۸) کسی قسم کا تکلف نہ کیا جائے۔

تاثیر [illegible] [illegible]

میں نفس انسانی [illegible]

اندرین زمانہ گروہے گرفتہ دل [illegible] [illegible]

حاضر شوند [illegible] [illegible]

از آنکہ ایشان مر ایشان را اندر ان موافقت کنند بر سماع کردن و بہ فسق و فجور حریص تر شوند تا خود و ایشان ہلاک شوند، (ص ۳۲۱)

حق کے لئے سننے مین، فاسقون کا فسق و فجور اس سے اور بڑھتا ہے، یہان تک کہ یہ اور وہ دونون برباد ہو جاتے ہین،

یہ حال جب آج سے نو سو سال قبل کا تھا، تو پھر موجودہ مشائخ، پیرزادون، اور سجادہ نشینون کی عام محافلِ سماع کس حکم مین داخل ہون گی ؟

باب (۳)

رسالۂ قشیریہ

(امام ابو القاسم قشیریؒ)

استاد ابو القاسم قشیری شیخ ہجویری صاحب کشف المحجوب کے بزرگ اور ہم عصر تھے، شیخ ہجویری نے پانچویں صدی کے وسط میں اپنی تالیف فارسی میں کی. استاد قشیری چند سال قبل اپنا رسالہ عربی میں مرتب کر چکے تھے. تصوف کے موجودہ قدیم ذخیرہ میں شہرت و استناد کا جو مرتبہ امتیاز رسالہ کو حاصل ہے، کم تر کسی اور کے نصیب میں آیا. کتاب اللمع کا پتہ لگنے سے پیشتر دنیا میں تصوف کی قدیم ترین کتاب یہی رسالہ خیال کیا جاتا تھا،

(۱) مصنف

تذکروں میں حالات بہت مختصر ملتے ہیں، نام گرامی ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری، لقب زین الاسلام[1]، وطن خراسان . . . مسکن نیشاپور[2]. تاریخ ولادت بقول شیخ [illegible] ذکریا شارح رسالہ، ربیع الاول ۳۷۶ھ[3]. تاریخ وفات سب کے نزدیک ۴۶۵ھ [illegible] اس حساب سے ۸۹ سال کی عمر ہوتی ہے [illegible]

[1] مفتاح العلوم [illegible] [2] سفینۃ الاولیاء [illegible] [3] [illegible]

تعلیم ابوالقاسم یمانی سے حاصل کی، جو عربی زبان و ادب کے نامور استاد تھے، خدارسی کے شوق میں شیخ وقت ابو علی دقاق کی خدمت میں حاضر ہوئے، ارشاد ہوا کہ "پہلے علوم دینی میں کمال حاصل کرو" اس حکم کی تعمیل میں تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، شعر وغیرہ جملہ علوم متداولہ میں تبحر حاصل کیا، چنانچہ جن حضرات سے استفادہ کیا، وہ اس زمانہ کے بہترین ماہرین فنون تھے، مثلاً ابو الحسن بن بشران، ابونعیم اسفراینی، ابوبکر طوسی، ابوبکر بن فورک، ابو اسحٰق اسفراینی وغیرہم[۱]

علوم ظاہری میں فراغت کے بعد ابو علی دقاق کی خانقاہ تصوف و فقر میں قدم رکھا، اور انھیں کی صاحبزادی سے عقد بھی کیا، ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالرحمٰن سلمی (صاحب طبقات الصوفیہ) سے مستفید ہوتے رہے، بیعت شیخ دقاق ہی سے تھی[۲]، رسالہ میں ان کا ذکر خاص عقیدت کے ساتھ کیا ہے، اور ان کے نام کے ساتھ لقب استاد کا اضافہ کرتے گئے ہیں۔

تصانیف ہر فن پر کثرت سے چھوڑیں، اور محققانہ، شیخ ہجویری فرماتے ہیں:-

"اندر ہر فن او را لطائف بسیار است، و تصانیف نفیس جملہ با تحقیق" (کشف المحجوب ص ۱۲۳)

شاہ عبدالعزیز دہلوی نے تصانیف ذیل کا ذکر کیا ہے[۳]:-

(۱) رسالہ قشیری،

(۲) ایک عظیم الشان و بے مثل تفسیر قرآن[۴] "تفسیرے است نہایت کلاں و آں بہترین تفاسیر است[۵]"

(۳) نحو القلوب،

---

۱ یہ سارے معلومات بستان المحدثین، [illegible] (مطبوعہ لاہور) ۲ ایضاً ۳ نفحات الانس ص ۳۵۷ (کلکتہ) ۴ بستان المحدثین ۵ صاحب مدینۃ العلوم نے اس کا نام تفسیر کبیر لکھا ہے، ھو من اجل التفاسیر و اوضحہا ۶ بستان المحدثین، علمائے عصر میں قرآن کے بہترین [illegible] مولانا حمید الدین [illegible] کی زبان سے بھی یہی تعریف سنی گئی

(۴) لطائف الاشارات،

(۵) کتاب الجواہر،

(۶) کتاب احکام السماع،

(۷) کتاب آداب الصوفیہ،

(۸) کتاب عیون الاجوبہ،

(۹) کتاب المناجات،

(۱۰) کتاب المنتہی،[1]

عبادت میں جو شغف و اہتمام تھا، اس کا اندازہ اس سے ہوگا، کہ مرض الموت میں نوافل تک ترک نہ ہونے پائیں، اور نمازیں برابر کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔

فقر و تصوف میں جو پایہ رکھتے تھے، اس کی کیفیت شیخ ہجویری کے الفاظ ذیل سے معلوم ہوگی۔

و استاد و امام و زین الاسلام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری اندر زمانہ خود بدیع بود و قدرش رفیع و منزلتش بزرگ و علوم [illegible] اہل زمانہ روزگارش و از ہر نوع فضائلش اندر ہر فن [illegible] ورا لطائف بسیار است و تصانیف نفیس ہمہ با تحقیق و خداوند تعالیٰ حال و زبان وے را از حشو محفوظ گردانیدہ بود۔ (کشف المحجوب ص [illegible])

[illegible] کی عبارت ذیل سے معلوم ہوتا ہے، کہ وہ فاضل ہمہ داں اور جملہ علوم و فنون کے جامع تھے۔

فان جامعاً بین [illegible] اصولیاً محققاً [illegible]

[illegible]

[1] [illegible]

منصور حلاج سے متعلق صوفیہ کے ایک بڑے گروہ کو تردد و تذبذب رہا ہے، استاد قشیری کا یہ مقولہ، جو متعدد تذکروں میں منقول ہے، اس باب میں قول فیصل سمجھا جاتا ہے :۔

"چنانکہ استاد ابوالقاسم قشیری گفت در حقِ او کہ اگر مقبول بود بہ رد خلق مردود نہ گردد و اگر مردود بود بہ قبول خلق مقبول نہ گردد"[1]

شیخ ابوالحسن خرقانی کی عظمت سے قلب بہت زیادہ متاثر تھا، صاحبِ کشف المحجوب لکھتے ہیں :۔

"از استاد ابوالقاسم قشیری شنیدم کہ چوں من بولایت خرقان اندر آمدم فصاحتم برسید و عبارتم نماند از حشمت آں پیر، و پنداشتم کہ از ولایت خود معزول شدم" (ص ۱۱۹)

یعنی استاد قشیری مجھ سے فرماتے تھے کہ جب میں خرقان پہونچا تو اس بزرگ کی ہیبت اس درجہ طاری ہوئی کہ گویائی جاتی رہی، اور تابِ گفتگو نہ رہی، یہ خیال پیدا ہوا کہ ولایت سے معزول کر دیا گیا ہوں۔

یہ قول شیخ فریدالدین عطار نے بھی نقل کیا ہے، (تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۲)

صاحبِ کشف المحجوب نے امام قشیری کے متعدد صوفیانہ اقوال اپنے یہاں نقل کئے ہیں، ان میں سے ایک آدھ درج کئے جاتے ہیں،

مرداں اندر فقر و غنا سخن گفتہ اند و خود را اختیار کردہ، و من آں اختیار کنم کہ حق مرا اختیار کند مرا اندر آں نگاہ دارد، اگر توانگر دارد م غافل نباشم، و گر درویش خواہدم حریص و معترض نباشم (ص ۱۸)	لوگوں کے اقوال فقر و توانگری سے متعلق مختلف ہیں، اور کسی نے ایک کو اپنے لئے اختیار کیا ہے، کسی نے دوسرے کو، لیکن میں اسی شے کو اختیار کرتا ہوں جو خدا میرے لئے اختیار کرے اور جسمیں مجھے رکھے، اگر توانگر بنا کر رکھے تو غافل نہ ہونگا، اگر فقیر بنا کر رکھے

[1] تذکرۃ الاولیاء شیخ فریدالدین عطار جلد ۲ ص ۱۳۵،

تو حریص و نافرمان ہو کر نہ رہونگا،

مثل الصوفی کعلۃ البرسام اولہ ہذیان واٰخرہٗ سکوت فاذا تمکنت خرست — صوفی کی مثال مرض برسام کی سی ہے، جس کے ابتدا میں ہذیان ہوتا ہے اور انتہا میں سکوت یعنی جب تم کمال کو پہونچ جاتے ہو تو زبان گنگ ہو جاتی ہے

شیخ فرید الدین عطارؒ کی روایت ہے کہ امام قشیری سماع کے قائل نہ تھے:۔

"نقل است کہ استاد ابوالقاسم سماع را معتقد نہ بود" (جلد ۲، ص ۳۳۲)

لیکن خود رسالۂ قشیریہ میں سماع سے انکار صریح نہیں پایا جاتا، بہر حال حسب ذیل روایت کی ذمہ داری حضرت عطارؒ پر ہے،

جس صبح کو حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر میہنہ سے نیشاپور وارد ہونے والے تھے، اُس کی شب میں استاد ابوالقاسم قشیریؒ اور اُن کے تیس مریدوں نے خواب دیکھا، کہ آفتاب زمین پر اتر آیا ہے، شیخ کے شہر میں شیخؒ کے ورود کا غلغلہ ہوا، استاد موصوفؒ نے اپنے حلقہ نشینوں کو شیخؒ کے پاس جانے سے منع کر دیا، لیکن جن جن شاگردوں نے وہ خواب دیکھا تھا، سب حاضر خدمت ہوئے، استاد کو اس سے ملال ہوا، اور وہ خود شیخؒ سے ملنے نہ آئے، ایک روز سر منبر استاد نے بیان فرمایا کہ مجھ میں اور ابوسعیدؒ میں یہ فرق ہے کہ ابوسعیدؒ خدا کو دوست رکھتا ہے، اور خدا مجھ کو، اس میں اور میرے وہ نسبت ہے جو ذرہ کو کوہ سے ہوتی ہے۔

کسی نے یہ مقولہ شیخؒ کے سامنے نقل کیا، ارشاد ہوا کہ نہیں، تو کچھ بھی نہیں ہوں، سب کچھ وہی ہے، استاد نے یہ خبر سنی، تو اور زیادہ اشتعال پیدا ہوا، اور ... کی مجلس میں جائیگا وہ بد نصیب یا مردود ہے، لیکن اسی شب کو خواب ... کی زیارت ہوئی، اس صورت کے ساتھ کہ حضورؐ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں ... عرض کیا کہ قصد ...

کہاں کا ہے؟ ارشاد ہوا کہ مجلس ابوسعید کا کہ جو شخص وہاں حاضر نہ ہوگا، مردود یا بدنصیب ہے،" استاد گھبرا کر بیدار ہوئے اور وضو کرکے شیخ کی مجلس میں حاضر ہوئے، یہاں پہونچکر شیخ کی ظاہری شان و شوکت دیکھکر پھر ایکبار بدگمانی پیدا ہوئی اور دل میں خطرہ گذرا کہ شیخ علم و فضل میں مجھ سے زائد نہیں، مرتبہ روحانی میں ہم وہ برابر ہیں، پھر اسے یہ اعزاز و اکرام کہاں سے حاصل ہے، شیخ کو از روئے کشف استاد کے اس خطرہ پر اطلاع ہوگئی اور شب کے واقعات کا پتہ دینا شروع کیا، استاد کے تمام شکوک دور ہوگئے، اور طبیعت بالکل صاف ہوگئی، شیخ جب منبر سے اترے تو دونوں صاحب بغلگیر ہوئے، استاد ابوالقاسم اپنے خیالات سے تائب ہوئے، ربط باہمی اتنا بڑھا کہ ایک روز اپنے قول کی تردید کلی میں، سر منبر یہ فرمایا کہ:-

"جو شخص ابوسعید کی مجلس میں حاضر نہ ہو مہجور یا مطرود ہے"[1] حضرت عطار ہی اس روایت کے بھی ناقل ہیں کہ استاد ابوالقاسم سماع کے منکر تھے، ایک روز شیخ ابوسعید کی خانقاہ کے سامنے سے گذرے، اس وقت محفل سماع گرم تھی، استاد نے اپنے دل میں کہا کہ یہ لوگ جو اس قدر برہنہ سر و برہنہ پا مارے مارے پھرتے ہیں، شریعت میں انکا ثقہ ہونا مستند نہیں اور ان کی گواہی کا اعتبار نہیں، شیخ نے اسی وقت ایک شخص کو دوڑایا کہ استاد سے پوچھو کہ ہم کو کب تم نے بحیثیت گواہ دیکھا تھا، کہ گواہی کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا سوال پیدا ہوا،

(۲) تصنیف

کتاب کا پورا نام رسالۃ القشیریہ فی علم التصوف ہے، سالِ تالیف حسب تصریح حضرت مؤلف ۴۳۷ھ ہے[2]، رسالہ کے مخاطب اصلی ممالک اسلامیہ کی معاصر جماعت صوفیہ ہے

---

[1] تذکرۃ الاولیا جلد ۲ ص ۲۳۲-۲۳۳ پوری حکایت دطویل ہے، یہاں مختصراً درج کی گئی ہے [2] رسالہ قشیریہ ص ۲ مطبوعہ مصر سنہ ایضاً

جس کے ارکان کے نام یہ رسالہ گویا (بہ اصطلاح موجودہ) بطور کھلے خط کے شایع کیا گیا ہے چنانچہ مخاطبین سے اکثر صیغۂ جمع حاضر میں خطاب ہے۔ غرض تمہید یہ بیان کی ہے کہ صوفیہ متقدمین دنیا سے رخصت ہو چکے، ان کے طریقے بھی ان کے ساتھ ناپید ہو گئے، اب بجائے اُن کے جو لوگ ان کی نیابت کے مدعی ہیں، ان پر حرص و ہوا غالب ہے، وہ مجاہدات و عبادات کے تارک ہیں، اور غفلت و شہوت میں مبتلا،

اعلموا رحمکم اللہ ان المحققین من ھذہ الطائفۃ انقرض اکثرھم ولم یبق فی زماننا من ھذہ الطائفۃ الا اثرھم ۔ ۔ ۔ حصلت الفترۃ فی ھذہ الطریقۃ لا بل اندرست الطریقۃ بالحقیقۃ مضی الشیوخ الذین کان بھم اھتداء وقل الشباب الذین کان لھم بسیرتھم وسنتھم اقتداء وزال الورع وطوی بساطہ واشتد الطمع وقوی رباطہ وارتحل عن القلوب حرمۃ الشریعۃ فعدوا قلۃ المبالاۃ بالدین اوثق ذریعۃ ورفضوا التمییز بین الحلال والحرام ودانوا بترک الاحترام وطرح الاحتشام واستخفوا باداء العبادات واستھانوا بالصوم والصلاۃ ورکضوا فی میدان الغفلات ورکنوا الی اتباع الشھوات

[illegible]

[illegible]

فعلقت هذه الرسالة اليكم اكرمكم الله وذكرت فيها بعض سير الشيوخ
هذه الطريقة فى آدابهم واخلاقهم ومعاملاتهم وعقائدهم بقلوبهم وما اشاروا
اليه من مواجيدهم وكيفية ترقيهم من بدايتهم الى نهايتهم لتكون
لمريدى هذه الطريقة قوة۔

یہ حال پانچویں صدی ہجری کے آغاز میں حضرات صوفیہ کا تھا۔ اس معیار سے اگر دور موجودہ کے اکثر مدعیانِ فقر و تصوف کے اعمال و افعال پر نظر کیجائے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کن الفاظ میں اظہار رائے کرنا پڑیگا!

مطبوعہ رسالہ چھوٹی تقطیع اور باریک ٹائپ کے ۲۰۶ صفحہ پر آیا ہے۔

ابتدا کے چند صفحات (۲-۷) اصولِ توحید و مسائلِ توحید کے بارے میں متقدمین کے اقوال منقولہ کی نذر ہیں۔

باب اول کا عنوان فی ذکر المشائخ هذه الطریقة وما یدل من سیرهم و اقوالهم علی تعظیم الشریعة ہے۔ اس کے ذیل میں کچھ اوپر اسی بزرگوں کا تذکرہ ہے جن میں ہر ایک اپنے ملک اور زمانہ میں تصوف کا رکن رکین ہوا ہے، مثلاً ابراہیم ادہم، فضیل عیاض، ذوالنون مصری، معروف کرخی، سہل تستری، سری سقطی، بایزید بسطامی، یحییٰ معاذ رازی، شفیق بلخی، جنید بغدادی وغیرہم رحمہم اللہ۔ کتاب کا یہ طویل ترین باب ہے جو ص ۷ سے لے کر ص [illegible] تک آیا ہے۔

آغاز باب میں لفظ تصوف و طریقۂ تصوف کی تاریخ چند لفظوں میں بیان کی ہے۔

ان المسلمین بعد رسول اللہ صلعم لم	رسول اللہ صلعم کے زمانہ کے معاصر مسلمان کے لئے
یتسم افاضلهم فی عصرهم بتسمیة علم	زیادہ سے زیادہ فخر و فضل لقب صحابی کا ہو سکتا تھا، چنا

سوی صحبة رسول الله صلعم اذ لا
فضيلة فوقها فقيل لهم الصحابة ولما
ادركهم اهل العصر الثانی سمی من صحب
الصحابة التابعين وراوا ذلك اشرف
سمة ثم قيل لمن بعدهم اتباع التابعين
ثم اختلف الناس وتباينت المراتب
فقيل لخواص الناس ممن لهم شدة
عناية بامر الدين الزهاد والعباد ثم
ظهر البدع وحصل التداعی بين الفرق
فكل فريق ادعوا ان فيهم زهادا فانفرد
خواص اهل السنة المراعون انفاسهم مع
الله تعالى الحافظون قلوبهم عن طوارق الغفلة باسم
التصوف واشتهر هذا الاسم لهؤلاء الاكابر قبل

اسی لقب سے اس وقت کے افاضل موسوم ہوئے۔ اس کے
بعد جب دوسری نسل پیدا ہوئی تو ان صحابیین صحابہ
کے لئے تابعین کی اصطلاح چلی اور ان کی آنکھیں دیکھنے
والے تبع تابعین کہلائے۔ اس کے بعد جب قوم زیادہ
پھیلی اور طرح طرح کے لوگ پیدا ہونے لگے تو جن
لوگوں کو امور دین میں زیادہ غلو و انہماک ہوا انہیں
زہاد و عباد کہا جانے لگا لیکن جب بدعتوں کا ظہور
ہوا اور فرقہ فرقہ الگ ہوگئے تو ہر فرقہ اس کا مدعی تھا
کہ زہاد و عباد اسی میں ہیں اس وقت اہل سنت کے
طبقہ خاص نے جو ذکر الٰہی میں مشغول و منغمس تھے
اور [illegible] رہتا تھا اپنے لئے اہل تصوف کی اصطلاح
قائم کی۔ اور ہجرت کو بھی دو صدیاں نہیں ہوئی تھیں
کہ یہ لقب اس طبقہ خواص کے اکابر سے مخصوص ہو گیا

ذیل میں اکابر طریقت کی چند حکایات و اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے اندازہ ہوگا
کہ ان حضرات کے نزدیک تصوف کی ماہیت کیا تھی اور اسے موجودہ مشائخ و پیرزادوں کی
رسوم پرستی سے کچھ بھی علاقہ نہ تھا۔

حضرت [illegible] کے بارے میں [illegible] طریقت کے [illegible] میں [illegible]

واقعہ درج ہے:

قال رأيت النبی صلعم فی المنام فقلت [illegible] حضرت [illegible] بیان [illegible] حضرت [illegible]

یا بشر تدری لم رفعک اللہ من بین اقرانک قلت لا یا رسول اللہ قال باتباعک سنتی وخدمتک للصالحین ونصیحتک لاخوانک ومحبتک لاصحابی واھل بیتی، ھو الذی بلغک منازل الابرار، (ص۱۱)

کی دولت زیارت نصیب ہوئی، ارشاد ہوا اے بشر تجھے معلوم ہے کہ خدا نے تیرے معاصرین میں تیری اس قدر عزت افزائی کس بنا پر فرمائی، عرض کیا کہ نہیں معلوم، ارشاد ہوا کہ میری سنت کی اتباع، صالحین کی خدمتگزاری اپنے بھائیوں کی خیر اندیشی، اور میرے اصحاب واہل بیت کے ساتھ محبت کی بنا پر یہی چیزیں ہیں جنھوں نے تجھے ابرار کے مرتبہ پر فائز کرایا،

حضرت بایزید بسطامیؒ سے دریافت کیا گیا کہ آپ اس مرتبہ تک کیونکر پہونچے، ارشاد ہوا بھوکے پیٹ اور ننگے بدن کے ذریعہ سے[1]، انھیں بایزید کو، باوجود شورش وسرمستی، اتباع سنت میں اس قدر غلو تھا، کہ خود فرماتے ہیں، کہ ایک بار میں نے خدا سے دعا کرنا چاہی، کہ میرے لئے خواہش طعام وخواہش نسار کو مردہ کر دے، مگر معًا یہ خیال آیا کہ جس شئے کو حضرت رسول خدا صلعم نے اپنے لئے نہیں طلب کیا، میں اسے کیونکر طلب کروں، اور اس دعا سے باز رہا، اس احترام سنت نبوی کا صلہ یہ ملا کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے از خود خواہش نسار کو میرے لئے اس قدر مردہ کر دیا ہے کہ میرے نزدیک عورت و دیوار دونوں برابر ہیں[2]،

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ ہر صبح شیطان مجھ سے سوال کرتا ہے، کہ تیرا کھانا کیا ہے، لباس کیا ہے، اور سکونت کہاں ہے، میں جواب دیتا ہوں کہ "میری غذا موت ہے، میرا لباس کفن ہے اور میرا مسکن قبر ہے[3]"، انھیں بزرگ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو خواہشات نہیں پیدا ہوتیں، جواب دیا کہ میری سب سے بڑی خواہش یہ رہتی ہے کہ رات تک دن خیریت سے گذر جائے

---

[1] رسالہ قشیری مطبوعہ مصر ص ۱۴، [2] ایضاً، [3] ایضاً ص ۱۷،

لوگوں نے کہا، کہ دن تو خیریت سے گذرتے ہی رہتے ہیں، ارشاد ہوا کہ میں خیریت اسے کہتا ہوں کہ اس روز معاصی الٰہی کا ارتکاب نہ ہو۔[1]

شیخ ابوالحسن احمد حواریؒ سے منقول ہے کہ اتباعِ سنت نبوی سے باہر ہو کر کوئی سا بھی عمل کیا جائے، باطل ہوگا۔[2]

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے اقوالِ ذیل، دورِ حاضرہ میں خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجہ و مستحقِ غور ہیں:-

(۱) ہم نے تصوف کو قیل و قال کے ذریعہ سے حاصل نہیں کیا، بلکہ گرسنگی ترکِ دنیا، اور مرغوب و خوشگوار اشیاء کے ترک سے حاصل کیا ہے۔[3]

(۲) خلق پر تمام راستے مسدود کر دیے گئے ہیں، بجز اس کے کہ سنت نبوی کے نقشِ قدم پر چلا جائے۔ ہمارا سارا طریقہ کتابِ الٰہی و سنتِ رسول کا پابند ہے۔[4]

(۳) جو شخص حافظ کلامِ الٰہی و عالم احادیث رسول نہیں، اس کی تقلید در بارہ طریقت درست نہیں، اس لئے کہ ہمارے اس سارے علم (سلوک) کا ماخذ قرآن و حدیث ہیں۔[5]

شیخ داؤد رقیؒ کا قول تھا کہ دنیا میں سب سے [illegible] وہ شخص ہے جو اپنی شہوات کے ضبط پر [illegible] رکھتا ہو اور سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جو ان پر قدرت رکھتا ہو [illegible] رکھنے کی علامت یہ ہے کہ اس کے طاعات کا [illegible] کیا جائے [illegible] کیا جائے۔[6]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

پر مشتمل ہے "

(۲) باب دوم (ط ۱۳ تا ۱۵) کا عنوان "فی تفسیر الفاظ تدور بین ہذہ الطائفۃ و بیان ما یشکل منہا" ہے۔ اس میں مصطلحاتِ تصوف کی توضیح و تشریح کی ہے، مثلاً، وقت، مقام، حال، قبض و بسط، ہیبت و انس، تواجد و جد و وجود، جمع و فرق، فنا و بقا، غیبت و حضور، صحو و سکر، ذوق و شرب، محو و اثبات، محاضرہ و مکاشفہ، قرب و بعد، شریعت و طریقت و حقیقت، نفس و نفس، علم الیقین، عین الیقین و حق الیقین، وارد و شاہد، روح و سر وغیرہ،

نمونہ دکھانے کے لئے دو ایک تعریفات کے اقتباسات یہاں درج کئے جاتے ہیں:۔

المحو رفع اوصاف العادۃ والاثبات اقامۃ احکام العبادۃ، فمن نفی عن احوالہ الخصال الذمیمۃ واتی بدلہا بالافعال والاحوال الحمیدۃ فہو صاحب محو و اثبات

(ص ۳۹)

صفات عادی کے دور ہو جانے کا نام محو اور احکام عبادت کے قائم ہو جانے کا نام اثبات ہے پس جس نے اپنے احوال سے صفات بد کو دور کر دیا ان کے بجائے افعال و احوال حمیدہ پر قائم ہو گیا وہ صاحب محو و اثبات ہے،

التلوین صفۃ ارباب الاحوال والتمکین صفۃ اہل الحقائق، فما دام العبد فی الطریق فہو صاحب تلوین لانہ یرتقی من حال الی حال وینتقل من وصف الی وصف ویخرج من مرحل ویحصل فی مربع فاذا وصل تمکن،

(ص ۴۱)

تلوین اہل حال کی صفت ہے، اور تمکین اہل حقیقت کی۔ بندہ جب تک اثنائے راہ میں ہے برابر ایک حال سے دوسرے حال میں ترقی اور ایک وصف سے دوسرے وصف میں انتقال کرتا رہتا ہے، اور اس لئے صاحب تلوین کہلاتا ہے، جب راہ سے نکل کر منزل وصل تک پہونچ جاتا ہے تو اسے تمکین حاصل ہو جاتی ہے،

Marfat.com

الشریعۃ امر بالتزام العبودیۃ والحقیقۃ مشاھدۃ الربوبیۃ فکل شریعۃ غیر موئدۃ بالحقیقۃ فغیر مقبول وکل حقیقۃ غیر مقیدۃ بالشریعۃ فغیر محصول (ص۴۳)	شریعت نام ہے التزام حکم عبودیت کا، اور حقیقت نام ہے مشاہدۂ ربوبیت کا، پس جس شریعت کو حقیقت کی تائید نہیں حاصل، وہ غیر مقبول ہے، اور جو حقیقت شریعت کی پابند نہیں، وہ بے حاصل ہے،

اسکے بعد احوال، مقامات و مسائلِ تصوف سے متعلق جتنے مہمات عنوانات ہو سکتے ہیں، سب کے متعلق الگ الگ ایک باب باندھا ہے، اور اس پر کلام الٰہی، احادیث رسول صلعم اور اقوال [illegible] کی روشنی میں گفتگو کی ہے،

ان ابواب کی فہرست عنوانات حسب ذیل ہے، (ص۴۵-۱۵۰)

باب التوبہ، باب المجاہدہ، باب الخلوۃ والعزلۃ، باب التقوی، باب الور[illegible]، باب [illegible] باب الصحبت، باب الخوف، باب الرجا، باب الحزن، باب الجوع ترک الشہوہ، باب [illegible] التواضع، باب مخالفۃ النفس، باب الحسد، باب الغیبۃ، باب القناعۃ، باب التوکل، [illegible] باب الیقین، باب الصبر، باب [illegible]، باب الرضا، باب العبودیۃ، باب الارادۃ، باب [illegible] باب الاخلاص، باب الصدق، باب الحیا، باب [illegible]، باب [illegible]، باب الفتوۃ، باب [illegible] باب الخلق، باب الجود والسخی، باب الغیرۃ، باب الولایۃ، باب [illegible]، باب [illegible] باب الادب، باب [illegible]، باب الصحبۃ، باب التوحید، باب [illegible] باب [illegible]، باب [illegible]، باب [illegible]، باب حفظ قلوب مشایخ، باب [illegible]

یہ تمام ابواب [illegible] تصوف کے وصف [illegible]

[illegible] قرآن [illegible] آیت سے [illegible]

[illegible]

باب الحزن، قال اللہ عزوجل وقالوا الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن،

باب التقوی، قال اللہ تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم

باب الیقین، قال اللہ تعالیٰ والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون

باب الصبر، قال اللہ تعالیٰ واصبر وما صبرک الا باللہ

باب الفتوۃ، قال اللہ تعالیٰ انھم فتیۃ امنوا بربھم وزدنھم ھدی

باب الحیا، قال اللہ تعالیٰ الم یعلم بان اللہ یری،

آیات قرآنی کے بعد احادیث نبوی کو رکھا ہے، اور جن ابواب سے متعلق آیات قرآنی درج نہیں کی ہیں، انھیں احادیث سے شروع کیا ہے اور یہ اشارہ ہے اس امر کی جانب کہ کلام خدا کے بعد تصوف کا دوسرا ماخذ کلام رسول ص ہے، کتاب کے اکیاون ابواب یہاں ختم ہو جاتے ہیں

(۵۲) باب اثبات کرامات الاولیاء (ص ۱۵۰ تا ۱۵۶) یہ باب متعدد فصول میں منقسم ہے جن میں وقوع کرامت کے امکان، شرائط وغیرہ پر بحث وگفتگو ہے،

(۵۳) باب رؤیا القوم (ص ۱۵۶ تا ۱۶۰) اس میں ماہیت نوم، رویا صالحہ، پریشان خوابی و مسائل متعلقہ پر تفصیلی بحث ہے،

(۵۴) باب وصیۃ للمریدین، (ص ۱۶۰ تا ۱۶۲) کتاب کا سب سے آخری باب ہے، اور اس لحاظ سے اہم بھی ہے، کہ بخلاف ابواب سابقہ کے جن میں مصنف علیہ الرحمہ نے عموماً صرف نقل اقوال پر اکتفا کی ہے، اس باب میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر مریدین وطالبین کے لئے کچھ لکھا ہدایتیں تحریر کی ہیں جنھیں کتب تصوف کا دستور العمل کہنا چاہئے،

یہ باب متعدد چھوٹی چھوٹی فصلوں پر تقسیم ہے، اور ہر فصل میں کسی اہم حقیقت یا نصیحت

Marfat.com

کو مختصر الفاظ میں قلمبند کر دیا ہے چند نمونہ ملاحظہ ہوں۔

(**الف**) تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پابندی رہے حرام و مشتبہ چیزوں سے دستکشی کی جائے، ناجائز اوہام و خیالات سے حواس کو آلودہ نہ ہونے دیا جائے اور غفلتوں سے بچ کر خدائے تعالیٰ کی یاد میں وقت گزاری کیجائے۔

وبناء ھذا الامر وملاکہ علی حفظ آداب الشریعۃ وصون الید عن الحرام والشبہ وحفظ الحواس عن المحظورات وعد الانفاس مع اللہ تعالیٰ عن الغفلات ص۱۸۵

(**ب**) مرید کو ترک شہوات کے مجاہدہ میں دوام مشغول رہنا چاہیے خواہشوں کی پابندی اور پاکیزگی روح کا ساتھ ہو نہیں سکتا اور مرید کے لئے اس سے بدتر پستی کوئی نہیں سکتی کہ جس خواہش کو خدا کے لئے چھوڑ چکا ہے اس کی جانب پھر رجوع کرے۔

ومن شان المرید دوام المجاھدۃ فی ترک الشہوات فان من وافق شہوتہ عدم صفوتہ واقبح الخصال للمرید رجوعہ الی شہوۃ ترکہا للہ تعالیٰ (ایضاً)

(**ج**) طالب کو اس کی بڑی حفاظت چاہیے کہ ایک مرتبہ جس بات کا اللہ تعالیٰ سے عہد کرلے اسے نہ توڑے طریقت میں نقض عہد کا وہی درجہ ہے جو شریعت میں ارتداد عن الدین کا ہے۔

ومن شان المرید حفظ عہدہ مع اللہ تعالیٰ فان نقض العہد فی طریق الارادۃ کالردۃ عن الدین لاھل الظاھر (ایضاً)

(**د**) طالب کو لازم ہے کہ دامان آرزو بہت سمیٹے اور وقت سے سروکار رکھنا چاہیے مستقبل کے متعلق یہ کہنا کہ یوں ہو جائے گا موزوں نہیں۔

ومن شان المرید قصر الامل فان الفقیر ابن وقتہ فاذا کان لہ تدبیر فی المستقبل
وتطلع لغیر ما ھو فیہ من الوقت وامل فیما یستانفہ لایجی منہ شئی (ص۱۹۶)

(ط) طالب کو یہ نہ چاہیے کہ مشایخ کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھے۔ البتہ ان سے حسن ظن رکھنا واجب ہے۔

ولا ینبغی للمرید ان یعتقد فی المشائخ العصمۃ بل الواجب ان یذرھم واحوالھم فیحسن بھم الظن ویراعی مع اللہ تعالی حدہ فیما یتوجہ علیہ من الامر والعلم کافیہ فی التفرقۃ بین ما ھو محمود وما ھو معلول (ص۱۹۸)

(و) اہل دنیا کی صحبت سے طالب کو ہر طرح بچنا چاہیے۔ اور اسے اپنے حق میں زہر قاتل سمجھنا چاہیے۔ زاہد تقرب الہی کے لئے مال کو اپنے پاس سے دور کرتے رہتے ہیں۔ اور صوفی تعلق اللہ کی غرض سے خلائق سے اپنے قلب کو خالی کرتے رہتے ہیں۔

ومن شان المرید التباعد عن ابناء الدنیا فان صحبتھم سم مجرب لانھم ینتفعون بہ وھو ینتقص بھم قال اللہ تعالی ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا وان الزھاد یخرجون المال عن الکیس تقربا الی اللہ تعالی واھل الصفاء یخرجون الخلق والمعارف من القلب تحققا باللہ تعالی (ص۱۹۶)

(ز) اسی سلسلہ میں حضرت مصنفؒ ایک اور سخت ترین خطرۂ راہ (اصعب الآفات فی ہذہ الطریقۃ) سے بھی متنبہ کرتے ہیں جس کی تبلیغ دور موجودہ میں ہر صاحب سجادہ کے آستانہ پر ہر خانقاہ نشین کے دروازے پر ضروری ہے۔ لیکن اسے اردو میں نقل کرنا شاید اکثروں کی آنکھیں نیچی ہو جانے، اور چہرہ پر ندامت کی سرخی دوڑنے کا باعث ہو، بہتر ہو گا کہ اصل مضمون کا مطالعہ متن کتاب میں کیا جائے، یہاں صرف آغا

Marfat.com

کی دو سطریں درج کیجاتی ہیں :-

ومن اصعب الآفات فی ہذہ الطریقۃ صحبۃ الاحداث ومن ابتلاہ اللہ تعالی بشیء من ذلک فباجماع الشیوخ ذلک عبد اہانہ اللہ عز وجل وخذلہ بل عن نفسہ شغلہ ولو بالف الف کرامۃ اہلہ وہب انہ بلغ رتبۃ الشہداء الخ (ص۲۳۲)

باب (۴)

فتوح الغیب

(شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی)

اگر یہ سوال کیا جائے کہ صوفیہ کرام کے مختلف سلاسل و طبقات میں شہرت و مقبولیت سب سے زیادہ کس بزرگ کے حصہ میں آئی ہے تو اس کے جواب میں جو نام نامی متفقہ طور پر سب کی زبانوں پر آئیگا وہ [illegible] حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کا ہوگا۔ دوسرے اکابر کی شہرت عموماً اپنے اپنے حلقوں تک محدود ہے۔ حضرت شیخ جیلانیؒ کا اسم گرامی حدود سلسلہ قادریہ سے متجاوز ہو کر ہر حلقہ، ہر سلسلہ، ہر طبقہ کے عوام و خواص کی زبان پر مختلف اسماء و القاب کے ساتھ جاری ہے۔ آپ کا زمانہ دور قدیم کا آخر زمانہ تھا اس لئے بھی آپ کے ارشادات خصوصیت کے ساتھ مستحق توجہ و غور ہیں۔

(۱) مصنف[1]

نام [illegible] عبدالقادر تھا، ابو محمد کنیت تھی، محی الدین لقب تھا، متاخرین نے فرط

[1] حضرت [illegible] کے حالات و مناقب کثیر التعداد تذکروں اور تالیفات میں [illegible] ہیں لیکن اکثر مکررات ہیں یعنی ایک دوسرے سے ماخوذ و منقول ہیں۔ میرے پیش نظر اس وقت ماخذ ذیل ہیں: (۱) نفحات الانس جامی، (۲) سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ، (۳) لشرائح من الخالص فی نفعل مشایخ الصوفیہ امام عبداللہ یافعی، (۴) اخبار الاخیار شیخ عبدالحق محدث دہلوی، (۵) قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادرؒ محمد بن یحییٰ مصری جس کا اردو ترجمہ حیات جاودانی کے نام سے لاہور میں چھپ چکا ہے، (۶) طبقات الکبریٰ شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ جس کا ترجمہ لمعات عظمیٰ کے نام سے آگرہ میں چھپ چکا ہے۔

Marfat.com

عقیدت سے متعدد القاب کا اضافہ کر دیا، محبوبِ سبحانی، غوثِ اعظم، قطبِ ربانی، وغیرہ۔ سلسلۂ نسب جدی امام حسن رضی اللہ عنہ تک پہونچتا ہے، اور سلسلۂ مادری امام حسین رضی اللہ عنہ تک، اس لئے نام کے ساتھ سید حسنی و حسینی لکھا جاتا ہے۔ سایۂ پدری بچپن ہی میں سر سے اٹھ گیا۔

ولادت باختلافِ روایات ۴۷۰ھ یا ۴۷۱ھ میں ہوئی۔ مولد جیلان ہے، جو نواحِ طبرستان میں ایک قصبہ کا نام ہے۔ اور جس کے دوسرے نام گیل، جیل، وگیلان بھی ہیں۔ سالِ وفات بالاتفاق ۵۶۱ھ ہے، عمر شریف نوّے ۹۰ سال کی ہوئی۔ ماہ ربیع الثانی بھی سب کو مسلم ہے۔ تاریخ میں البتہ سخت اختلاف ہے۔ ۸، ۱۰، ۱۱، و ۱۳، و ۱۷ مختلف روایات منقول ہیں۔ دار شکوہ کی تحقیق میں قول صحیح ۹ ربیع الثانی ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد تشریف لائے، عمر کا بیشتر حصہ یہیں گذرا، یہیں وصال فرمایا، یہیں مدفون ہوئے۔

سلسلۂ تعلیم میں سب سے پہلے قرآن کو حفظ کیا، پھر ادب، فقہ، و حدیث کی باضابطہ تحصیل اور اپنے زمانہ کے ماہر اساتذہ سے کی۔ وسعتِ نظر و تبحر علمی کی شاہد خود آپ کی تصانیف غنیۃ الطالبین و فتوح الغیب ہیں۔ مسائل فقہیہ میں مذہب حنبلی رکھتے تھے۔ تدریس [illegible] و وعظ کے مشاغل سالہا سال تک جاری رہے اور ایک بڑے گروہ نے علوم ظاہری میں تلمذ حاصل کیا۔ استفتا دور دور سے آتے، آپ برجستہ جوابات تحریر کرتے۔

طریقۂ باطنی کی تعلیم شیخ حماد دباس و قاضی ابو سعید مبارک مخزومی اور شیخ ابو یعقوب یوسف ہمدانی سے پائی۔ پیر خرقہ قاضی ابو سعید مخزومی تھے۔ پیر صحبت شیخ حماد تھے۔ نسبت [illegible] راست سرورِ عالم صلعم سے تھی۔ [illegible] فیوض کا نزول [illegible] راست [illegible]

تذکروں میں کرامت و خرقِ عادت کے واقعات اس [illegible] سے منقول ہیں [illegible] کسی دوسرے بزرگ کے [illegible] شیخ معروف [illegible]

سے افزوں ہے اکثر پایۂ تواتر کو پہونچی، یا تقریباً پہونچی ہوئی ہیں، دار اشکوہ کے الفاظ میں۔

"اگر آنچہ از آنحضرت در ایام حیات بظہور رسیدہ و آنچہ الحال نیز مشاہدہ نمودہ می شود جمع کنم اکتابے کلانے می شد"

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ایک معاصر بزرگ شیخ علی بن ہیتی کی شہادت نقل کرتے ہیں:۔

"ندیدم ہیچ یکے از اہل زمان خود را اکثر الکرامات از شیخ عبدالقادر، ہر وقت ہر کہ از ما خواہد کہ از وے کراماتے مشاہدہ کند میکند، و خوارق ظاہر گردد، گاہے از وے اگاہے دروے و گاہے بوے"

والدۂ ماجدہ کا بیان ہے کہ تولد ہوتے ہی احکام شریعت کا یہ احترام تھا، کہ رمضان بھر دن میں دودھ نہیں پیتے تھے، ایک مرتبہ ۲۹ شعبان کو ابر کے باعث چاند نہ دکھائی دیا، دوسرے روز صبح ولی مادر زاد نے دودھ نہیں پیا، بالآخر تحقیق کے بعد معلوم ہوا، کہ اس روز یکم رمضان تھی،

بچپن کا زمانہ تھا، آبادی کے باہر کھیل رہے تھے ایک گائے کی دم پکڑ کر کھینچی اس نے پلٹ کر یہ کلام کیا، کہ "اے عبدالقادر! اس غرض سے دنیا میں نہیں بھیجے گئے ہو، معاً سے چھوڑ دیا، دل پر ہیبت طاری ہوئی، مکان آکر بالاخانہ سے دیکھا تو میدانِ عرفات میں حاجیوں کی قطاریں نظر آئیں، والدہ ماجدہ سے آکر عرض کی، کہ راہِ خدا طے کرنے کی اجازت دیجئے، بغداد جاکر تحصیل علم کروں، انھوں نے سبب پوچھا، کل واقعہ ان سے بیان کیا، ان نیک خاتون پر رقت طاری ہوئی، اٹھ کر گئیں، ایک تھیلی لاکر فرزند نامدار کے ہاتھ میں دیدی، اور فرمایا کہ:۔

"بیٹا تمھارے والد مرحوم کل اسی دینار چھوڑ گئے تھے، چالیس کی امانت تمھارے بھائی

Marfat.com

کے لئے محفوظ ہے، یہ چالیس تمہارے حوالہ، میری نصیحت و وصیت جو کچھ سمجھواتی ہے کہ راستی کو کسی حالت میں کبھی نہ چھوڑنا، جاؤ تمہیں خدا کو سونپا، اب قیامت کے دن دیکھنے کو ملو گے"

راستہ میں ڈاکوؤں نے قافلہ پر حملہ کیا، ہر شخص مال چھپانے اور جان بچانے کی فکر میں ہوا مگر اس سعادت مند فرزند اور خدا کے برگزیدہ بندہ نے صاف صاف اپنے پاس کی مالیت کو بیان کر دیا، قزاق راستبازی کی اس معجز نما مثال سے حیران ہو گئے، بالآخر اپنے پیشہ سے تائب ہو کر داخلِ بیعت ہوئے۔

منزلِ صدق میں اسی قیام و استقامت کا یہ نتیجہ تھا کہ آگے چل کر وہ مرتبۂ اعظم حاصل ہوا جو مقام صدیقیت کے لئے مخصوص ہے، اور جو رہرووں کے لئے تو کیا بڑے اچھے رہبروں اور بڑے بڑے رہنماؤں تک کے لئے باعث رشک ہو، فرماتے تھے کہ جب تک پہننے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں پہنتا ہوں، جب تک کھانے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں کھاتا ہوں، جب تک بولنے کا حکم نہیں ملتا ہے نہیں بولتا ہوں۔

تصانیف متعدد چھوڑیں جنہیں مندرجہ ذیل یا خود موجود ہیں یا ان کے نام دوسری کتابوں میں محفوظ ہیں۔

(۱) غنیۃ الطالبین فقہ کی مشہور کتاب ہے ہندوستان و مصر میں چھپ چکی ہے۔

(۲) فتوح الغیب فن سلوک پر۔

(۳) الفتح الربانی معروف بہ ستین مجالس مجموعہ مواعظ۔

(۴) جلاء الخاطر	یہ سب نام [illegible]
(۵) یواقیت الحکم	[illegible]
(۶) فیوضات الربانیہ فی الاوراد القادریہ	[illegible] کے تحت میں [illegible]

Marfat.com

(۷) حزب البشایر الخیرات } کئے ہیں،
المواہب الرحمانیہ والفتوح الربانیہ

یہ تمام تصانیف، بہ قول مارگولیتھ کے مصنف کے فضل و کمال تفقہ فی الدین، و تبحر شریعت پر شاہد عادل ہیں،

بادشاہوں سے ہدیہ نہیں قبول فرماتے تھے، ان کے علاوہ اگر کوئی شخص تحفہ لاتا، قبول فرما لیتے، اور اسی وقت حاضرین میں تقسیم کر دیتے، ایک روز خلیفۂ وقت مستنجد باللہ نے حاضر ہو کر اشرفیوں کے دس توڑے پیش کیے، حسب معمول انکار فرمایا، اُدھر سے اصرار شدید ہوا، حضرت نے ایک توڑا اپنے داہنے ہاتھ اور ایک بائیں ہاتھ میں اٹھا کر دونوں کو رگڑا، تو اشرفیوں سے خون بہنے لگا، خلیفہ سے ارشاد ہوا، کہ "اللہ سے شرم نہیں آتی، کہ انسان کا خون کھاتے ہو، اور اسے جمع کر کے میرے پاس لاتے ہو" خلیفہ پر اتنا اثر پڑا کہ غشی کی نوبت آگئی،

عادت مبارک خلیفۂ وقت یا کسی صاحب ثروت کے ہاں جانے کی نہ تھی، اور نہ کبھی امرا کی تعظیم فرماتے، جب خلیفہ کی آمد سنتے، اٹھ کر مکان کے اندر چلے جاتے، اور پھر باہر نکل کر آتے تاکہ خلیفہ کی تعظیم کے لئے اٹھنا نہ پڑے، جب خلیفہ کے نام نامۂ مبارک کی ضرورت پیش آتی، تو یوں تحریر فرمایا جاتا، کہ "یہ عبد القادر کا تجھ سے ارشاد ہے، اور اس کا ارشاد تیرے اوپر نافذ ہے، خلیفہ ان تحریروں کو سر اور آنکھوں پر جگہ دیتا،

صحیفۂ زندگی کی ایک ایک سطر احکام شرعیہ کے مطابق تھی، مکتوبات و مواعظ کا ایک ایک لفظ آیاتِ کلام مجید سے مستند و مستنبط ہوتا تھا، تعلیمات میں سب سے زیادہ زور پابندیِ شریعت و اتباعِ سنت پر تھا، وصال سے ذرا پہلے اکابر مشایخ عصر کا مجمع تھا، بڑے صاحبزادے شیخ سیف الدین عبد الوہاب نے عرض کی، کہ حضرت کچھ وصیت فرمائیے، جواب میں ارشاد ہوا۔

Marfat.com

عليك بتقوى الله وطاعته ولا تخف أحداً ولا ترج وكل الحوائج الى الله واطلبها منه ولا تثق باحد سوى الله خذ التوحيد التوحيد اجماع الكل،

خدا کے تقویٰ اور طاعت کو اپنے اوپر لازم رکھو، بجز خدا کے کسی سے خوف یا امید نہ رکھو، تمام حاجات کو خدا ہی کو سونپ دو، اور اسی سے طلب کرتے رہو، بجز خدا کے کسی پر اعتماد نہ رکھو، لازم رکھو اپنے اوپر توحید کو، توحید کو، توحید کو کہ اسی پر سب کا اجماع ہے۔

کثرت عبادات وریاضات کا اندازہ ان روایات سے کیا جا سکتا ہے کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی، پندرہ سال تک یہ معمول رہا کہ بعد عشاء پورا کلام مجید ختم فرماتے تھے، پچیس سال تک صحراؤں میں اس تنہائی کے ساتھ بسر کی کہ انسان کی شکل بھی نہ دیکھی۔

سالہا سال کی عبادتوں، ریاضتوں اور مجاہدوں کے بعد خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار مجھے بہت بڑا نور نظر آیا، جو دیکھتے دیکھتے سارے افق پر چھا گیا، اور اس میں سے آواز آئی کہ اے عبدالقادر میں تمہارا پروردگار ہوں، میں نے تمہارے لئے حرام چیزوں کو حلال کردیا، میں نے لاحول ولاقوۃ پڑھ کر کہا کہ دور ہو ملعون، پس وہ نور تاریکی میں بدل گیا، اور اس میں سے آواز آئی کہ عبدالقادر تم اپنے علم کی قوت سے مجھ سے بچ گئے، ورنہ میں تمہارے مثل ستر آدمیوں کو گمراہ کر چکا ہوں" میں نے کہا کہ ملعون تو اب بھی مجھے گمراہ کرنے میں لگا ہوا ہے، کہتا ہے کہ تم اپنے علم کی قوت سے بچ گئے، حالانکہ مجھے بچانے والی میری کوئی قوت نہیں، محض اللہ کا فضل و کرم ہے۔

(۳) [illegible]

آج سے تین ساڑھے تین سو سال [illegible] شیخ سیف الدین [illegible] محدث دہلوی [illegible] ارادہ کرنے لگے، تو مکہ معظمہ [illegible]

میں شیخ عبدالوہاب متقی قادری کے ہاں ایک نسخہ اس کتاب کا ان کی نظر سے گذرا ہندوستان واپس آئے تو ایک دوسرا نسخہ یہاں بھی نظر آیا، اس کا انھوں نے فارسی میں ترجمہ کیا، اور مفتاح الفتوح کے نام سے شرح لکھی، فتوح الغیب کا موجودہ مطبوعہ نسخہ شیخ عبدالحق ہی کی تہذیب و ترتیب دیئے ہوئے نسخہ کی نقل ہے جو ان کی شرح کے ساتھ لاہور و لکھنؤ میں شائع ہوا ہے،

کتاب حمد و نعت کے علاوہ اٹھتر مختصر مقالات میں تقسیم ہے، آخر میں چند اوراق مصنف علیہ الرحمہ کے حالات مرض الموت و وفات وغیرہ سے متعلق مرتب نے اضافہ کئے ہیں،

(۱) مقالۂ اول تعمیل اوامر، اجتناب نواہی، اور رضا بالقضاء پر ہے، (ص ۱۱) فرماتے ہیں کہ:-

لابد لکل مومن فی سائر احوالہ من ثلثۃ اشیاء امر یمتثلہ ونھی یجتنبہ وقدر یرضی بہ فاقل حالۃ لا یخلو المومن فیہا من احد ھذہ الاشیاء الثلثۃ الخ	ہر مومن کے لئے ہر حال میں یہ تین چیزیں ضروری ہیں ایک یہ کہ اوامر الٰہی کی تعمیل کرتا رہے، دوسرے یہ کہ منہیات سے بچتا رہے، تیسرے قضا و قدر الٰہی پر راضی رہے، پس مومن کے لئے کم سے کم مرتبہ یہ ہے کہ کسی حالت میں وہ ان تینوں چیزوں سے خالی نہ ہو،

(۲) مقالہ دوم، اتباعِ سنت و ترکِ بدعت (ص ۱۴) پر ہے، اس کا یوں آغاز فرماتے ہیں:-

اتبعوا ولا تبتدعوا طیعوا ولا تمرقوا و وحدوا ولا تشرکوا ویفعل اللہ ما یشاء	پیروی سنت کرتے رہو، اور راہ بدعت نہ نکالو، اطاعت کرو، اور دائرۂ اطاعت سے باہر نہ

ويحكم ما يريد وتزهوا الحق ولا تتهموه او صدقوا ولا تشكوا واصبروا ولا تجزعوا واجتمعوا على الطاعة ولا تفرقوا ،

آؤ، توحید خداوندی کو مانو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کہ وہی جو کچھ چاہتا ہے اپنی مشیت و ارادہ سے کرتا ہے، خداوند تعالیٰ کو ہر نقص و عیب سے پاک سمجھو اور اس پر تہمت نہ لگاؤ، اس پر اعتماد رکھو اور شک و گمان میں نہ پڑو، صبر سے کام لیتے رہو، اور آہ و زاری نہ کرو، طاعت حق پر جمع ہو اور جماعت میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس مقالہ میں یہ تعلیم بھی ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے اور غفلت کے دور کرنے میں تاخیر نہ کرو، اور شب و روز استغفار تقصیرات و رجوع الی اللہ کرنے کو اپنے اوپر لازم سمجھو۔

(۳) مقالۂ سوم اس عنوان سے متعلق ہے کہ بلاؤں و مصائب سے بندہ ... کیا مقصود ہوتا ہے، (مقالہ ۳) اس میں نہایت خوبی و نفاست سے سلوک الی اللہ کی کیفیت کی تشریح کی ہے، فرماتے ہیں کہ انسان پر جب کسی قسم کا کوئی درد دکھ وارد ہوتا ہے تو سب سے پیشتر اپنی ذاتی قوت و تدبیر سے اس کے دفع کی کوشش کرتا ہے جب اس میں کامیاب نہیں ہوتی تو خلق کی جانب رجوع کرتا ہے مثلاً سلاطین، امراء، اہل ثروت وغیرہ، یا اگر بیمار ہے تو اطباء کی جانب، جب ان میں بھی ناکام ہو چکتا ہے، تو پروردگار عالم کی درگاہ میں دعا و تضرع کے ذریعہ ملتجی ہوتا ہے، انسان کی فطرت ہی اس طرح واقع ہوئی ہے ... ہے، خلق سے بے نیاز رہتا ہے جب ... دراز کرتا ہے، جب ادھر سے بھی ... نہیں رہتا ... اور نہایت ... ناامید ...

میں مشغول ہو جاتا ہے جب خدا اس کو اس میں بھی ناکام رکھتا ہے اور اس کی دعائیں قبول کرنا تو رفتہ رفتہ اس کی نظر میں تمام اسباب بے حقیقت ہو جاتے ہیں اور اسے انقطاع الی اللہ حاصل ہو جاتا ہے اس وقت بندہ تمام تعلقات سے آزاد روح مجرد رہ جاتا ہے اور اوصاف بشریت ہوا و ہوس و خواہش و آرزو وغیرہ اس سے رخصت ہو جاتے ہیں اس وقت اتنی صفائی باطن نورانیت قلب حاصل ہو جاتی ہے کہ اسے ہر فعل کی فاعل ذات خالق ہی نظر آتی ہے اور یہ یقین شہودی حاصل ہو جاتا ہے کہ تمام موجودات میں فاعل حقیقی صرف خدائے تعالیٰ ہے اور ہر راحت و سکون ہر خیر و شر، ہر سود و زیاں، ہر عطا و بخل، ہر کشائش و تنگی، ہر موت و حیات، ہر عزت و ذلت، ہر تونگری و افلاس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ قادر مطلق ہی کی قدرت کا ایک ظہور ہے۔

تا آنکہ یہ سلسلہ معرفت کامل ہو جاکر ختم ہو جاتا ہے یعنی بندہ کو ہر شے کا مرجع و مبدا خداوند ہی محسوس ہونے لگتی ہے اور اسرار قدرت اس پر منکشف ہونے لگتے ہیں، وہ خالق ہی کے کان سے سنتا ہے اسی کی حمد و ثنا شکر و دعا میں لگ جاتا ہے۔

مقالات ذیل کی نوعیت مباحث کا اندازہ جس میں سے ہر ایک بجائے خود نہایت دلچسپ و بصیرت افزا ہے ان کے عنوانات سے ہوگا۔

(۴) المقالۃ الرابع فی مراتب الموت عن الخلق والارادۃ (ص۱۸-۲۵)

(۵) المقالۃ الخامس فی تشبیہ حال الدنیا و اشتغال اہلہا بہا (ص۲۵-۲۶)

(۶) المقالۃ السادس فی الفناء من الخلق والہوی (ص۲۶-۳۴)

(۹) المقالۃ التاسع فی بیان الکشف والمشاہدہ (ص۴۰-۴۴)

(۱۰) المقالۃ العاشر فی بیان المخالفۃ النفس (۴۴-۴۰)

Marfat.com

(١٣) المقالة الثالثة عشر فی التسلیم علی قضاء اللہ وقدرہ (ص ٨١-٨٩)

(١٦) المقالة السادسة عشر فی المنع من الاعتماد علی الخلق والاسباب (ص ٩٤-...)

(١٧) المقالة السابعة عشر فی معنی الوصول الی اللہ سبحانہ (ص ١٠١)

(١٨) المقالة الثامنة عشر فی بیان معنی الرضا (ص ١٠١-١١٥)

(٢٣) المقالة الثالثة والعشرون فی بیان القناعة (ص ١٥٥-١٢٩)

(٢٧) المقالة السابعة والعشرون فی بیان الخیر والشر (ص ١٥٥-١٦٩)

(٣٨) المقالة الثامنة والثلثون فی بیان الصدق والاخلاص فی ...

(ص ٢٢٤-٢٢٨)

(٤٨) المقالة الثامنة والاربعون فی حماقة من اشتغل بالنوافل ...

(ص ٢٦٣-٢٦٥)

(٥٠) المقالة الخمسون فی الزہد (ص ٢٨٣-...)

(٦١) المقالة الحادی والستون فی بیان الورع والتقوی (ص ٣٢١-٣٢٥)

(٦٣) المقالة الثالثة والستون فی بیان الاخلاص والریا (ص ٣٢٧-٣٢٩)

(٧١) المقالة الحادی والسبعون فی الصبر علی البلاء (ص ٣٧٩-٣٨٤)

(٧٨) المقالة الثامنة والسبعون فی بیان الخصال العشرة لارباب المجاهدة

(ص ٤١٢-٤١٨)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوگی کہ اس وصیت نامہ میں ان کے مروجہ اشغال و مراسم کا کہیں ذکر نہیں، بلکہ تمامتر پابندی شریعت، ضبطِ نفس، و مجاہدہ کی تعلیم ہے، ارشاد ہوتا ہے:۔

اوصیک بتقوی اللہ وطاعتہ ولزوم ظاہر الشرع وسلامۃ الصدر وسخاء النفس وبشاشۃ الوجہ وبذل الندی وکف الاذی وحمل الاذی والفقر وحفظ حرمات المشائخ وحسن العشرۃ مع الاخوان والنصیحۃ للاصاغر وترک الخصومۃ فی الاصحاب وملازمۃ الایثار ومجانبۃ الادخار۔

ص ۲۹۵-۲۹۶

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ خدا کا تقویٰ و طاعت اختیار کرو، اور شریعت ظاہری کی پابندی لازمی رکھو، اور سینہ کو (خواہشات و خباثتِ نفس سے) محفوظ رکھو، اور نفس میں جوانمردی رکھو، اور کشادہ رو رہو، اور جو شے عطا کرنے کے قابل ہو اسے عطا کرتے رہو، اور ایذا دہی سے باز رہو، اور آزارِ خلق و آدابِ درویشی کا تحمل کرتے رہو، اور حرمتِ مشائخ نگاہ رکھو، اور برابر والوں سے حسنِ معاشرت رکھو، اور خردوں کو نصیحت کرتے رہو، اور اپنے رفیقوں سے جنگ نہ کرو، اور ایثار کو اپنے اوپر لازم کر لو، اور ذخیرہ مال فراہم کرنے سے بچو۔

فقر کی حقیقت دو لفظوں میں بیان فرما دی ہے،

وحقیقۃ الفقر ان لا تفتقر الی من ھو مثلک (......)

فقر کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی جیسی کسی ہستی کا محتاج نہ رہ (یعنی صرف خدا سے وابستہ رہے، اور مخلوق سے مطلق نہ رہے)

تصوف کی تحصیل کس طریقہ سے انسان کے لئے ممکن ہے؟ قیل و قال بحث و مباحثہ

والتصوف ما اخذ من القیل والقال

کے ذریعہ سے نہیں، بلکہ گرسنگی سے اور دنیا کی خوشگوار

Marfat.com

ولکن اخذ عن الجوع وقطع المعروفات والمستحسنات — وغیوب اشیاء کے ترک سے ،

تصوف کی بنیاد کاران آٹھ خصلتوں پر ہے جنہیں سے ہر ایک کا مظہر ایک ایک نبی اولوالعزم ہوا ہے ، ان کے آثار قدم کی پیروی طالب تصوف کے لئے ناگزیر ہے ۔

التصوف مبنی علی ثمان خصال السخا لابراهیم والرضاء لاسحاق والصبر لایوب والاشارة لزکریا والغربة لیحیی ولبس الصوف لموسی والسیاحة لعیسی [illegible]

تصوف مبنی ہے آٹھ خصلتوں پر ، سخاوت ابراہیمؑ پر ، رضائے اسحٰقؑ پر ، صبر ایوبؑ پر ، مناجات زکریاؑ پر ، غربت یحییٰؑ پر ، خرقہ پوشی موسیٰؑ پر ، سیاحت (یا تجرد) عیسیٰؑ پر ، اور فقر محمد صلعم پر ،

ایک پیر مرد نے خواب میں آپ سے دریافت کیا کہ خدا سے بندہ کو قریب کرنے والی کیا شے ہے ، آپ نے جواب دیا کہ جو شے تقرب باری پیدا کرتی ہے اس کی ایک ابتدا ہے اور ایک انتہا ہے ، ابتدا اس کی ورع ہے اور انتہا اس کی رضا و تسلیم و توکل ہے (۲۸۳)

آج بہت سے اہل غفلت کا یہ حال ہے ، کہ پابندی فرائض و تعمیل نصوص قطعیہ کی جانب سے غافل و سست ہیں اور ادائے نوافل و اوراد و وظائف میں مستعد اور خاص اہتمام رکھنے والے ، اس طبقہ کی بابت ارشاد ہوتا ہے :-

ینبغی للمومن ان یشتغل اولا بالفرائض فاذا فرغ منها اشتغل بالسنن ثم یشتغل بالنوافل والفضائل فمن لم یفرغ من الفرائض فالاشتغال بالسنن حمق ورعونة فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین (۲۸۴)

مومن کو چاہئے کہ سب سے پہلے فرائض پر توجہ کرے جب ادا کر چکے تب سنتوں کو اختیار کرے اس کے بعد نوافل پر توجہ ہو لیکن جو شخص ابھی فرائض سے فارغ نہیں ہوا ، اس کے لئے سنتوں میں مشغول ہونا [illegible] ہے اگر [illegible] سنن و نوافل میں قبول [illegible] شخص [illegible] ہوگا ،

فرائض کو چھوڑ کر سنن و نوافل میں مشغول ہونے والے کی مثال اس شخص کی

فمثاله كمثل رجل يدعوه الملك الى خدمته فلا يأتي اليه ويقف بخدمة الامير الذي هو غلام الملك وخادمه وتحت يديه (ص ۲۷۵)

سی ہو کہ اسے بادشاہ اپنی خدمت کے لئے بلا رہا ہو اور وہ بادشاہ کے حضور میں تو نہ جائے اور ایک امیر کی خدمت میں لگا رہے جو خود اس بادشاہ کا زیر دست خادم اور غلام ہے۔

نمازی جب تک فرائض نہ ادا کرے، اس کے نوافل غیر مقبول رہتے ہیں، (ص ۲۷۶) اسی طرح اس نمازی کے نوافل بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل ادا کر رہا ہے۔ (ایضاً)

شرک محض اصنام پرستی کا نام نہیں، بلکہ خواہشِ نفس کی پیروی کرنا یا خدا کے علاوہ غیر خدا کی طلب کرنا، یہ سب شرک ہے۔ (ص ۴۲، ۴۳)

اس اجمالی مطالعہ کے بعد ارشاد ہو کہ آج قادری خانقاہوں اور درگاہوں میں جس شئے کو فقر و تصوف کہہ کر پکارا جا رہا ہے انھیں حضرت شیخ جیلانیؒ کے تعلیم کیے ہوئے فقر و تصوف سے دور کی بھی کوئی مناسبت ہے؟

Marfat.com

باب (۵)

عوارف المعارف

(شیخ شہاب الدین سہروردی)

حضرت شیخ شہاب الدین [illegible]

ہیں بلکہ ایک مستقل سلسلہ [illegible]

کتاب عوارف المعارف [illegible]

چکی ہے۔ فارسی میں ایک [illegible]

کے سلوک کے عملی حصہ کا [illegible]

(۱) مصنف

پورا نام ابوحفص شہاب الدین عمر بن محمد البکری سہروردی [illegible] نام [illegible] شیخ الشیوخ

تھا۔ عامہ صوفیہ دور دور سے دریافت مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے [illegible]

ولادت ماہ رجب ۵۳۹ھ میں ہوئی [illegible] انتقال [illegible]

مزار بغداد میں ہے۔ [illegible]

۱ نفحات الانس صفحہ [illegible]

والد ماجد کا نام شیخ محمد قریشی تھا[1]، سلسلۂ نسب بارہ پشتوں سے حضرت صدیق اکبر تک منتہی
ہوتا ہے[2]،

ابتداءً اپنے حقیقی چچا شیخ ابو النجیب سہروردی کے مرید ہوئے اور پرورش بھی انھیں کے سایۂ عاطفت میں پائی لیکن طبیعت کا رجحان علم کلام کی جانب تھا، متعدد کتابیں اس فن پر ازبر کر لی تھیں، چچا اکثر اس فن سے مانع ہوا کرتے تھے لیکن اثر نہ ہوتا تھا، ایک روز حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کو بھی ہمراہ لیا اور ان سے فرمایا کہ دیکھو ایک ایسے بزرگ کی خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں جن کا قلب خدا تعالیٰ کی خبر دیتا ہے، ان کے دیدار کی برکات حاصل کرنا، حضرت شیخ جیلانی کی خدمت مبارک میں پہنچ کر انھوں نے عرض کی کہ "حضرت یہ میرا بھتیجا علم کلام میں مشغول رہا کرتا ہے، ہر چند منع کرتا ہوں، باز نہیں آتا، حضرت نے ان سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ عمر کون کون کتابیں پڑھی ہیں؟ انھوں نے نام ... حضرت نے سنکر اپنا دست مبارک ان کے سینہ پر پھیرا، ان کا بیان ہے کہ :-

"ہاتھ کا پھیرنا تھا کہ بخدا ایک لفظ بھی مجھے ان کتابوں کا یاد نہ رہا، خدا نے سارے مسائل کلامیہ میرے دل سے محو کر دیئے، اور قلب کو علم لدنی سے مملو کر دیا"[3]

علوم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، ذہبی کے الفاظ ہیں، کان فقیہا فاضلا صوفیا ورعا زاهداً عارفاً شيخ وقته في علم الحقيقة واليه المنتهى في تربية المريدين (مرآۃ الجنان

شیخ کے مریدین بہ کثرت تھے، اور مشہور فاضلین و کاملین جو بجائے خود صاحب سلسلہ ہوئے ہیں، مثلاً شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی، شیخ حمید الدین ناگوری، شیخ نجیب الدین علی برغش وغیرہم[4]،

۱؎ خزینۃ الاصفیاء جلد ۲ ص ۱۳، ۲؎ ایضاً ص ۱۳، ۳؎ سفینۃ الاولیاء ص ۱۱۰، ۴؎ ایضاً۔

Marfat.com

تصانیف کثیر چھوڑیں، چند کے نام معلوم ہیں، رشف النصائح، اعلام الہدیٰ فی عقیدۃ ارباب التقی، بہجۃ الاسرار (در مناقب غوث الاعظمؒ) سب سے زیادہ مشہور عوارف المعارف ہے۔ اسکا سالِ تصنیف [illegible]ھ ہے۔

(۲) تصنیف

کل کتاب دو حصوں میں ہے اور ۶۳ بابوں پر شامل ہے۔ ۳۰ باب حصہ اول میں ہیں اور ۳۳ حصہ دوم میں۔

خطبۂ کتاب میں حمد و نعت کے بعد ہی سببِ تالیفِ کتاب یہ بیان کرتے ہیں کہ گروہ صوفیہ میں اختلاط پیدا ہو چلا ہے۔ ان کے رسائل [illegible] [illegible] بہت پیدا ہو گئے ہیں [illegible] کتاب و سنت کا سر رشتہ ہاتھوں سے چھوٹ گیا [illegible] حقیقتِ تصوف کی جانب سخت بدگمانی ہو چلی ہے۔

اس کے بعد ابوابِ کتاب کی فہرست درج کرتے ہیں جو [illegible] کے لیے ایک نادر شے ہے۔ اس کے خاتمہ پر جنید بغدادیؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں [illegible]

"[illegible] عالمِ طریقت کی [illegible] [illegible]

اب ان کے ساتھ یہ گفتگو [illegible] [illegible]

بدا هذا العقول مسدفی وقدمع [illegible] [illegible]

العہد بہماء السلف وصالحی الماضین [illegible]

فکیف بالح لبعد العہد وقدمه العہد [illegible]

الزاهدین العارفین بحقائق [illegible] [illegible]

لہ [illegible]

انحطاط التصوف کی یہ صورت [illegible]ھ میں تھی، فرزندانِ حال کو اس پر قیاس کرنا چاہئے کہ تقریباً آٹھ سو برس اور گذرنے کے بعد آج یہ پستی کس حد تک پہنچ گئی ہوگی؟

مطالبِ کتاب کا ایک سرسری و اجمالی اندازہ عنوانات و ابواب سے ہوگا،

(۱) فی ذکر منشاء علوم الصوفیہ، اس میں علم تصوف و علوم متعلقہ کی ابتدائی تاریخ اور ان کا مبدء و منشاء بیان کیا ہے، (ص ۱۰)

(۲) فی ذکر تخصیص الصوفیہ بحسن الاستماع، اس میں کلام خدا اور کلام رسولؐ کے حسنِ استماع اور اس کی برکات کا ذکر ہے، (ص ۱۱-۱۶)

(۳) فی بیان فضیلۃ علوم الصوفیہ والاشارۃ الی انموذج منہا، (ص ۱۷-۲۵)

(۴) فی شرح حال الصوفیہ واختلاف طرقہم (ص ۲۶-۲۷)

(۵) پانچواں باب [illegible]

(۶) چھٹا باب تصوف کی [illegible]

(۷ تا ۹) ساتویں سے نویں تک [illegible] اہل تصوف سے متعلق ہیں، (ص [illegible])

(۱۰) دسویں باب میں [illegible]

(۱۱) فی شرح حال الخادم ومن تشبہ بہ، (ص [illegible])

(۱۲) بارھواں باب خرقۂ مشائخ (ص ۵۱-۵۵) سے متعلق ہے

(۱۳ تا ۱۵) یہ تین باب اہل خانقاہ و اہل صفہ کی باہمی نسبت و تعلقات کے بیان میں ہیں (ص ۵۵-۶۲)

(۱۶) تا (۱۸) یہ تین باب صوفیہ کے آدابِ سفر و قیام اور ان کے متعلقات پر ہیں (ص ۶۳-[illegible])

Marfat.com

(۱۹) فی حال الصوفی المتسبب (ص ۷۷-۸۱)

(۲۰) فی ذکر من یاکل من الفتوح (ص ۸۱-۸۶)

(۲۱) صوفیہ متجردہ ومتاہل کے احوال ومقاصد میں۔ (ص ۸۶-۹۱)

(۲۲) تا (۲۵) یہ چار ابواب سماع اور اس کے متعلقات وشرائط کی نذر ہیں (ص ۹۱-۱۰۹)

(۲۶) تا (۲۸) ان ابواب ثلثہ کا موضوع صوفیہ کی چلہ کشی اور اس کے آداب وشرائط ہیں (ص ۱۰۹-۱۲۰)

(۲۹) تا (۳۰) اخلاق صوفیہ کا بیان۔ (ص ۱۲۰-۱۴۵)

(۳۱) فی ذکر الادب ومکانہ من التصوف۔ (ص ۱۴۵-۱۴۷)

(۳۲) فی آداب الحضرۃ الالہیۃ لاہل القرب۔ (ص ۱۴۷-۱۵۱)

جلد اوّل باب سی ودوم پر ختم ہوتی ہے، باب سی وسوم سے جلد ثانی کا آغاز ہوتا ہے۔

(۳۳) تا (۳۵) مقدمات طہارت، وضو اور اسرار وضو کا بیان (ص ۱-۸)

(۳۶) تا (۳۹) نماز اور اس کے فضائل آداب و اسرار کا بیان (ص ۸-۲۲)

(۴۰) تا (۴۲) روزہ اور اس کے فضائل و اسرار کا بیان (ص ۲۲-۲۸)

(۴۳) و (۴۴) حج اور اس کے مفاسد ومصالح اور آداب کا بیان (ص ۲۸-۳۳)

(۴۵) آداب ولباس پر (ص ۳۳-۳۴)

(۴۶) فضائل شب بیداری پر (ص ۳۴-۳۹)

(۴۷) ان اسباب وحالات کے بیان میں جو شب بیداری میں معین ہوتے ہیں (ص ۳۹-۴۰)

(۴۸) فی ادب الانتباہ من النوم والعمل باللیل (ص ۴۰-۴۵)

Marfat.com

(۴۸) عبادات شب کی تقسیم میں، (ص ۴۵-۴۷)

(۴۹) فی استقبال النهار والادب فیه والعمل (ص ۴۷-۵۲)

(۵۰) عبادات روزہ کی تقسیم میں، (ص ۵۲-۵۹)

(۵۱) فرائض و آداب مرید میں، (ص ۵۹-۶۵)

(۵۲) فرائض و آداب شیخ میں (ص ۶۵-۷۶)

(۵۳) تا (۵۵) ماہیت صحبت اور اس کے حقوق و آداب میں (ص ۷۶-۸۰)

(۵۶) معرفت نفس و مکاشفہ صوفیہ کے بیان میں (ص ۸۰-۸۸)

(۵۷) فی معرفة الخواطر وتفصیلها، (ص ۸۸-۹۲)

(۵۸) حال و مقام کی تشریح، اور ان کا فرق، (ص ۹۲-۹۵)

(۵۹) مقامات کا اجمالی بیان، (ص ۹۵-۱۰۱)

(۶۰) مقامات کی تفصیل، اور اس ضمن میں توبہ، ورع، صبر، فقر، شکر، خوف، رجا، توکل و رضا کا بیان، (ص ۱۰۱-۱۱۰)

(۶۱) احوال کی تشریح، (ص ۱۱۰-۱۲۱)

(۶۲) بعض احوال مصطلحہ صوفیہ کی تفصیل، مثلاً جمع و تفرقہ، تجلی و استتار، مسامرة، غیبت و شہود، وغیرہ کا بیان۔ (ص ۱۲۱-۱۲۶)

(۶۳) فی ذکر شئی من البدایات والنهایات وصحتها، (ص ۱۲۶-۱۳۳)

مثل دیگر قدما صوفیہ کے شیخ سہروردیؒ بھی کتاب اللہ و کتاب رسولؐ پر پورا پورا عبور رکھتے تھے علوم قرآن کے عالم متبحر اور فن حدیث کے پورے ماہر تھے۔ جو کچھ لکھتے ہیں اس کی ایک ایک سطر پر کتاب اللہ و اقوال رسولؐ خدا سے استناد کرتے جاتے ہیں یہاں تک

کہ جو ابواب اصولی و تعلیمی حیثیت رکھتے ہیں تقریباً ان سب کا آغاز بجائے زید عمر بکر کے اقوال کے ارشادِ خدا یا ارشادِ رسول ہی سے کرتے ہیں، چند مثالیں قابلِ ملاحظہ ہیں،

باب (۴۸) تقسیم قیام اللیل پر ہے اس کا عنوان اس آیہ کریمہ کو بنایا ہے، والذین یبیتون لربھم سجداً وقیاماً،

باب (۴) شرح حال صوفیہ پر ہے اس کا آغاز اس ارشادِ نبوی سے ہوتا ہے، قال انس بن مالک قال لی رسول اللہ صلعم یا بنی ان قدرت ان تصبح وتمسی ولیس فی قلبک غش لاحد فافعل ثم قال یا بنی وذلک من سنتی ومن احیا سنتی فقد احیانی و من احیانی کان معی فی الجنۃ،

باب (۵۴) ادائے حقوق صحبت و اخوت پر ہے آیاتِ ذیل اس عنوان کو زینت دے رہی ہیں، وتعاونوا علی البر والتقوی، وتواصوا بالحق وتواصوا بالمرحمۃ، اشداء علی الکفار رحماء بینھم.

باب (۲۰) مقاماتِ مشائخ پر ہے اس میں عنوانات ورع، خوف، رجا کا آغاز حسن الترتیب احادیث ذیل سے کرتے ہیں، ملاک دینکم الورع، راس الحکمۃ مخافۃ اللہ قال رسول اللہ صلعم یقول اللہ عزوجل اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان ثم یقول وعزتی وجلالی لا اجعل من امن بی ساعۃ من لیل او نہار من لا یومن بی

باب (۳۳) مقامات و آدابِ طہارت پر ہے اس باب کا عنوان آیۃ ذیل کو بناتے ہیں، فیہ رجال یحبون ان یتطہروا واللہ یحب المطہرین

آج ایک معمولی یہ عیب ہے کہ تصوف [illegible]
مذہبی کا نام ہے [illegible]

فضلا مستشرقین سب کچھ پڑھ چکنے اور جان لینے کے بعد بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا نظر آتے ہیں، انکا بیان ہے کہ تصوف، ہندوستان، یونان، مصر، ایران کے روحانی اثرات کے مجموعہ کا نام ہے جسمیں بعد کو اسلامیت کے عناصر بھی مخلوط کر دیئے گئے، یہ خیال تمامتر غلط ہے، جیسا کہ اس رسالہ کے دیگر ابواب میں کتاب اللمع، کشف المحجوب، رسالہ قشیریہ، فتوح الغیب وغیرہ کے اقتباسات سے دکھایا جا چکا ہے، اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تصوف اپنی اصلی، خالص، سادہ صورت میں اسلام کی کامل ترین صورت کے مرادف ہے، بیرونی عناصر کا امتزاج صرف اس وقت شروع ہوا جب تصوف دور انحطاط میں آ چکا تھا۔

شیخ سہروردیؒ بھی اس باب میں دیگر اکابر طریقت کے بالکل ہم زبان ہیں، ان کے نزدیک تصفیہ قلوب و تزکیہ نفس کی براہ راست تعلیمات مصطفویؐ کا ثمرہ ہے، اور جو شخص اس سرچشمۂ ہدایت و رشد سے جتنا زیادہ سیراب ہوا، اسی مناسبت سے صفائے قلب و تزکیہ نفس میں بھی اس نے زیادہ ممتاز مرتبہ حاصل کیا[1]، تفسیر، اصول تفسیر، حدیث، معانی حدیث، فقہ، اصول فقہ، علم الفرائض و علم الکلام، معانی، بیان، لغت و نحو، غرض وہ تمام علوم جو فہم شریعت میں کام آتے ہیں، سب کے سب ضمنی تصوف نہیں، بلکہ مقدمات تصوف و مبادی طریقت ہیں[2]، خلقت کی ابتدا ذات رسالت مآب صلعم سے ہے، ساری کائنات اسی کے طفیل میں ہے، اور اسی ذات اقدس سے دنیا میں علم و ہدایت لیکر آئی، پس جو شخص اپنی پاکیزہ طینتی کے لحاظ سے جتنا زیادہ اس جوہر گرامی سے قرب و مناسبت رکھتا ہے اسی قدر وہ علم و ہدایت سے زیادہ بہرہ ور ہوتا اور دوسروں کے لئے باعث ہدایت بنتا ہے، یہی گروہ گروہ صوفیہ اور بہ اصطلاح قرآن گروہ مقربین کہلاتا ہے[3]،

کلام الٰہی میں ارشاد ہوتا ہے کہ:-

---

[1] عوارف صفحہ ۹ (مطبوعہ مصر) [2] ایضاً ص ۸ [3] ایضاً ص ۱۰۱۔

فبشر عبادی الذین یستمعون القول فیتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب

(زمر ع ۲)

اے پیغمبر! ہمارے ان بندوں کو مژدہ پہونچا دو، جو ہمارے کلام کو حسنِ استماع کے ساتھ سنتے اور اس کی اچھی باتوں پر چلتے ہیں، یہی لوگ ہیں جنھیں خدا نے ہدایت دی ہے، اور جو صاحبِ عقلِ سلیم ہیں۔

گویا ہدایت کا اصل راز حسنِ استماع ہے، پھر صوفیہ کا عقیدہ ہے کہ آیۂ بالا میں جس شے کو "لُب" یا دانش سے تعبیر کیا ہے اس کے کل سو حصے ہیں جنھیں سے ننانوے ۹۹ حضرت رسالت پناہ صلعم کے حصہ میں آگئے، باقی ایک حصہ تمام کائنات کے مومنین پر تقسیم ہوا ہے۔ یہ جزو بھی خود اکیس ۲۱ اجزا پر مشتمل ہے، ایک جزو سب مومنین میں برابر مشترک ہے یعنی کلمۂ شہادت، باقی بیس حصوں میں مومنین بہ لحاظ اپنی قوت ایمانی کے ایک دوسرے سے برتر و فروتر ہیں۔ آیۂ بالا میں "احسن القول" جس شے سے عبارت ہے وہ رسول اللہ صلعم پر نازل ہوا ہے، جو شخص اس کے اتباع اور اس کے حسنِ استماع میں جتنا غلو رکھے گا، اسی قدر وہ صفتِ تقرب سے زیادہ موصوف ہوگا، اور اسی صفت رکھنے والے کا نام صوفی ہے[۱]۔

اور یہ جو کلام مجید میں ارشاد ہوا ہے کہ اے ایمان والو!

یاایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

(انفال ع ۳)

خدا اور رسول کی اس دعوت کو بگوش ہوش قبول کرو جب رسول تم کو دعوت دیتے ہیں [illegible]

سو شیخ واسطی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ زندگی سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے

---

۱ عوارف صفحہ ۱۰۳ [illegible]

تئیں تمام علائق سے قولاً و عملاً ہر طرح آزاد کرے، اور بعض صوفیہ اس کی تفسیر میں کہتے ہیں، کہ خدا کی دعوت قبول کرو،

استجیبوا للہ بسرائرکم وللرسول بظواھرکم فحیاۃ النفوس بمتابعۃ الرسول صلعم وحیاۃ القلوب بمشاھدۃ الغیوب وھو الحیاء من اللہ تعالی برؤیۃ التقصیر[1]

اپنی اندرونی کیفیات سے، اور رسول کی دعوت قبول کرو اپنے ظاہری اعمال سے، اس لئے کہ حیاتِ نفس عبارت ہو متابعتِ رسول صلعم سے، اور حیاتِ قلب مشاہدۂ غیب سے جس کے معنی یہ ہیں کہ گناہ کی موجودگی میں حق تعالیٰ سے شرم کیجائے

ان مقدمات سے صرف ایک ہی نتیجہ نکل سکتا تھا اور وہی شیخؒ نے نکالا ہی یعنی کہ تصوف نام ہی خود بخود حاصل ہر حیثیت سے اتباعِ رسول صلعم کا، اور اسی پر مداومت رکھنے سے جب اہل تصوف کے نفوس مقدس ہو جاتے ہیں حجابات اٹھ جاتے ہیں، اور پھر ہر شے میں اتباعِ رسولؐ ہونے لگتا ہی، تو اس صورت میں انکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت لازم آجاتی ہو اس لئے کہ وعدۂ الٰہی موجود ہو، کہ اے پیغمبر کہہ دو، ۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ،

کہ اگر خدا کو دوست رکھوگے، تو میری متابعت کرو، خدا تم سے محبت کرنے لگے گا،

متابعتِ رسول صلعم عین محبت الٰہی کی علامت ہے، اور اتباعِ رسول صلعم کا صلہ ہی محبت الٰہی قرار دیا گیا ہی، پس جو شخص جتنا زائد متبعِ رسول صلعم ہے، اسی قدر

فاوفر الناس حظا من متابعۃ الرسول اوفرھم حظا من محبۃ اللہ تعالی وانا نبصر فیہ من بین طوائف الاسلام مظفرا بحسن متابعۃ[2]

زیادہ وہ محبت الٰہی کا بھی حصہ دار ہے، اور تمامی اسلامی گروہوں میں صوفیہ ہی نے سب سے زیادہ اتباع رسول صلعم کیا ہی[3]

---

[1] عوارف صفحہ ۳، [2] ایضاً صفحہ ۱۴، [3] ایضاً،

اعمالِ نبوی میں بہ لحاظ کثرتِ عبادات و قیامِ تہجد و نوافل صوم و صلوٰۃ اور اخلاق و اقوالِ نبوی میں بہ لحاظ عفو و حلم، رأفت و رحمت، حیا و تواضع، عدالت و نصیحت اور احوالِ نبوی میں بلحاظ زہد و توکل، صبر و رضا، خشیت و ہیبت سب سے زیادہ گروہِ صوفیہ ہی نے حقِ اتباعِ سنتِ نبوی ادا کیا ہے، گویا گروہِ صوفیہ نام ہے اسی گروہ کا جس نے

فاستوفوا جمیع اقسام المتابعات و احیوا سنۃ باقصی الغایات ۔ ہر قسم کی متابعت کا حق ادا کر دیا اور سنتِ نبوی کو انتہائی درجہ تک زندہ کر دیا۔

پس یہی گروہِ صوفیہ صافیہ درحقیقت اس بشارتِ عظمیٰ کا بھی اہل ہے، جو حدیثِ نبوی میں وارد ہوئی ہے کہ،

من احیا سنتی احیانی ومن احیانی کان معی فی الجنۃ ۔ جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے گویا مجھے زندہ کیا، وہ میرے ہمراہ جنت میں ہوگا۔

صوفیہ قدیم کے ایک مسلّم سرخیل شیخ عبدالواحد بن زید سے لوگوں نے صوفی کی تعریف دریافت کی، تو انھوں نے کہا کہ صوفی وہ لوگ ہوتے ہیں جو

قال القائمون بعقلھم علی فھم السنۃ والعاکفون علیھا بقلوبھم والمعتصمون بسیدھم من شر نفوسھم ھم الصوفیۃ ۔ جو اپنی عقل کو سنتِ رسول پر صرف کرتے ہیں اور اپنے قلوب کو اس پر متوجہ رکھتے ہیں اور اپنے نفس کی خباثتوں سے اپنے سردار (رسول اللہ) کے دامن میں پناہ لیتے ہیں ان لوگوں [illegible] اطلاق ہوتا ہے۔

شیخ [illegible] درویش اس تعریف کو نقش کرنے کے بعد [illegible]

[illegible]

Marfat.com

هذا وصف تام وصفهم به[1] — یہ ان کی بہترین تعریف ہے جو کی گئی،

آج سوال صرف اتنا ہے کہ مشایخ وصوفیۂ حال کی اکثریت پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے؟ اور جو مدعیانِ فقر وطریقت، اتباعِ سنت وشریعت کو اپنے مرتبہ سے فروتر قرار دیتے ہیں ان پر لفظ "صوفیہ" کا اطلاق کسی حد تک بھی درست ہو سکتا ہے؟

آج کسی انسان کے پیر ومرشد بننے کے لئے صرف یہ وصف کافی سمجھا جاتا ہے کہ وہ کسی بزرگ کی درگاہ کا "صاحب سجادہ" یا "پیرزادہ" یعنی کسی بزرگ کی اولاد ہو۔ لیکن قدما ان اصطلاحات اور اُن کے مفہوم سے یکسر بیگانہ تھے۔ ان حضرات کے نزدیک مرتبۂ مشیخت طریقِ تصوف میں اعلیٰ ترین

ومرتبة المشيخة من اعلى الرتب في طريق الصوفية ونيابة النبوة في الدعاء الى الله[2] — مراتب سے ہے، اور شیخ دعوت الی اللہ میں گویا نیابتِ نبوت کے منصب پر فائز ہوتا ہے۔

استحقاق کا معیار بجائے نسبتی ونسبی قرابت کے پیروی راہِ حق واتباعِ مسلکِ خیر تھا۔

شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردیؒ اکثر ارشاد فرماتے تھے کہ:-

وكثيرا كان شيخنا شيخ الاسلام ابو النجيب يقول ولدي من سلك طريقي واهتدى بهدي[3] — میرا فرزند وہی ہے جو میرے طریقہ پر چلا اور جس نے میری راہِ ہدایت اختیار کی۔

شیخ کے مرتبۂ کمال کا معیار بھی وہی اتباع واقتدائے رسولؐ ہے، اگر شیخ کی یہ نسبتِ اقتدا واتباع درست ہے، تو حسب نصِ قرآنی، وہ خدا کی نظر میں محبوب ہوگا۔[4]

موجودہ صوفیہ میں بعض بزرگوار اپنے تئیں طریقۂ ملامتی، وقلندری کا متبع بتاتے ہیں لیکن تکالیفِ شرعی کو اپنے سے ساقط سمجھتے ہیں، اور علانیہ اپنے وضع ولباس، اکل وشرب، ترکِ فرائض

۱؎ عوارف ص ۲۰، (مطبوعہ مصر) ۲؎ ایضاً ص ۵۴ ۳؎ ایضاً ۴؎ ایضاً،

Marfat.com

وارتکاب منہیات سے احکام شریعت کا استخفاف کرتے رہتے ہیں، اور اسے فخر کے ساتھ اپنے کمالِ روحانیت کی دلیل سمجھتے ہیں،

ملامتیہ و قلندریہ کا وجود شیخ کے زمانہ میں بھی تھا۔ وہ نفس طریق ملامتی کی عظمت کے پوری طرح قائل ہیں، اور بجائے خود طریق ملامتی کو فقر و تصوف۔ صدق و اخلاص۔ کے بلند مرتبہ پر رکھتے اور اس کو متمسک بہ آثار و سنن قرار دیتے ہیں، انتحال شرایف و مقام عزیز و تمسک بالسنن والآثار و تحقق بالاخلاص (ص) ان کے نقطۂ خیال کی پوری توضیح ملا جامیؒ نے نفحات الانس میں کی ہے، فرماتے ہیں[1]:۔

”و ملامتیہ جماعتے باشند کہ در رعایت معنی اخلاص و محافظت قاعدۂ صدق و اختصاص غایت جہد مبذول دارند، و در اخفای طاعات و کتم خیرات از نظر خلق مبالغت واجب دانند با آنکہ ہیچ وظیفہ از صوالح اعمال مہمل نہ گذارند و تمسک بہ جمیع فرائض و نوافل از لوازم شمرند، و مشرب ایشاں در کل اوقات تحقیق معنی اخلاص بود، و لذت شاں در نظر حق بہ اعمال و احوال ایشاں، و ہمچناں کہ عاصی از ظہور معصیت پرہیز بود ایشاں از ظہور طاعت کہ مظنۂ ریا باشد حذر کنند تا قاعدۂ اخلاص خلل نہ پذیرد۔“

یہ ان لوگوں کی کیفیت ہوتی ہے۔ جو فی الواقع مسلک ملامتیہ کے سالک ہوتے ہیں بہت سے ریاکاروں کا ایک گروہ آج سے نہیں شیخ ہی کے زمانے سے موجود رہا ہے جس کو تصوف فقر اور روحانیت سے کوئی واسطہ نہیں۔ یا ایں ہمہ

فمن ذلک قوم یسمون نفوسہم — وہ بھی اپنے تئیں ملامتیہ کہہ

قلندریۃ تارۃ وملامتیۃ اخری (ص) — مشہور کرتے ہیں

[1] نفحات الانس۔ جامی صفحہ ۔۔ و ۔ مطبوعہ کلکتہ

اس کے بعد ملامتیہ و قلندریہ و صوفیہ کے درمیان اصولی فرق بیان کرکے شیخ اس ریاکار گروہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ گمراہوں کے ایک گروہ نے اپنے تئیں،

وقوم من المفتونين سموا انفسهم ملامتية ولبسوا لبسة الصوفية لينتسبوا بها الى الصوفية وما هم من الصوفية بشيء بل هم في غرور وغلط يتسترون بلبسة الصوفية توقيا تارة ودعوى اخرى وينتحون مناهج اهل الاباحة ويزعمون ان ضمائرهم خلصت الى الله تعالى ويقولون هذا هو الظفر بالمراد والارتسام بمراسم الشريعة رتبة العوام والقاصرين الافهام المنحصرين في المضيق الاقتداء التقليد وهذا هو عين الالحاد والزندقة والابعاد وجهل هؤلاء المغرورون ان الشريعة حق العبودية والحقيقة هي حقيقة العبودية ومن صار من اهل الحقيقة تقيد بحقوق العبودية وحقيقة العبودية،

ملامتیہ مشہور کر رکھا ہے اور لباس صوفیہ پہن رکھا ہے تاکہ اس کا شمار صوفیہ میں ہو حالانکہ انھیں صوفیہ سے کوئی لگاؤ نہیں، بلکہ یہ لوگ دھوکے اور گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں، اور صوفیہ کا لباس کبھی اپنے بچاؤ کے لئے اور کبھی کسی اور دعوی کے ساتھ پہنتے ہیں اور اہل اباحت کی راہ چلتے ہیں، اس زعم کے ساتھ کہ ان کے ضمائر خدا کی جانب خالص و راجع ہو گئے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہی کامیابی مقصد ہے اور یہ کہ شریعت کی پابندی عوام کے لئے ہے جنکی عقلیں قاصر ہیں، اور جو تقلید و اقتدا کے شکنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں، یہ عین الحاد، زندقہ و ابعاد و جہالت ہے، یہ فریب خوردہ گروہ اس حقیقت سے جاہل ہے کہ شریعت نام ہے حق عبودیت کا اور حقیقت عبودیت ہے، اور جو شخص اہل حقیقت سے ہوگا، وہ حق عبودیت اور حقیقت عبودیت میں مقید ہوگا۔

(۱) عوارف المعارف ص ۱۴۹

Marfat.com

اسی لیے ہی لوگوں کے بابت حضرت عمر فاروقؓ کا یہ قول فیصل موجود ہے کہ:-

ان اناسًا کانوا یؤخذون بالوحی علی عہد رسول اللہ صلعم وان الوحی قد انقطع وانما نأخذکم الآن بما ظہر من اعمالکم فمن اظہر لنا خیرًا امناہ وقربناہ ولیس الینا من سریرتہ شئ اللہ تعالیٰ یحاسبہ فی سریرتہ ومن اظہر لنا سوی ذلک لم نامنہ وان قال سریرتی حسنۃ

عہدِ رسالت پناہ میں لوگوں سے بربنائے احکام وحی مواخذہ کیا جاتا تھا سلسلہ وحی موقوف ہو گیا اب ہم تم سے مواخذہ تمہارے اعمال کی بنا پر کریں گے پس جس کے اعمال نیک ہم پر ظاہر ہوں گے ہم اسے قبول کریں گے اور اس سے قربت کریں گے ہم کو اس کے باطن سے کچھ غرض نہیں اس کے باطن کا محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے البتہ اگر برے اعمال دوسری صورت (یعنی صورت مذموم) میں ہمارے سامنے ظاہر ہوئے تو ہم اسے قبول نہیں کریں گے خواہ وہ کہتا رہے کہ میرا باطن آراستہ ہے۔

فاروق اعظمؓ کا ایک دوسرا ارشاد بھی ہماری رہبری کے لئے موجود ہے۔

فاذا رأینا متہاونا بحدود والشرع مہملا للصلوٰۃ المفروضات۔ لایعتد بجلوۃ التلاوۃ والصوم والصلوٰۃ ویدخل فی المداخل المکروھۃ المحرمۃ زدلۃ ولا نقبلہ ولا نقبل دعویہ ان لہ سریرۃ صالحۃ۔

جب ہم ایسے شخص کو دیکھیں گے جو حدود شرع کا استخفاف کرتا ہو نماز فرض کو چھوڑتے ہوئے [illegible] کو [illegible] اور روزہ نماز تلاوت نہیں [illegible] حرام و مکروہ مقامات میں [illegible] تو ہم [illegible] نہیں [illegible] قبول [illegible]

[illegible]

[illegible]

معرفتِ الٰہی پر گفتگو فرما رہے تھے، ایک شخص نے پوچھا کہ "اہل معرفت ترکِ اعمال صالحہ کے مقام تک بھی پہونچ جاتے ہیں" حضرت جنیدؒ اس قول کو سنکر جس قدر برہم ہوئے، اس کا اندازہ ان کے مندرجۂ ذیل جواب سے ہو سکتا ہے:۔

ان ھذا قول قوم تکلموا باسقاط	یہ قول اس گروہ کا ہے جو ترکِ اعمال کا قائل ہے
الاعمال وھذا عندی عظیمۃ و	یہ میرے نزدیک بہت بڑی بات (بیباکی کی) ہے،
الذی یسرق ویزنی احسن حالاً	اور جو چوری کرتا، اور زنا کرتا ہے، اس کا بھی حال ایسے
من الذی یقول ھذا وان العارفین	قول اختیار کرنے والے سے بہتر ہے، عارفین باللہ
باللہ اخذوا الاعمال عن اللہ والیہ	نے اپنے اعمال خدا سے حاصل کئے ہیں اور انھیں اعمال
یرجعون فیہا ولو بقیت الف عام	کے ساتھ وہ اس کی جانب واپس ہوں گے۔ میری عمر
لم انقص من اعمال البر ذرۃ الا	اگر ایک ہزار سال کی ہو تو میں ان اعمالِ خیر سے ایک
ان تحال بی دونھا، وانھا الاکد فی	ذرہ کم نہ کروں، بجز اس کے کہ میرا کوئی حائل ہو جائے
معرفتی واقوی لحالی	اور یہ اعمال تو میری معرفت کے لئے موکد اور میرے
	حال کے لئے موجبِ تقویت ہیں،

سالکانِ طریقت کے لئے اگر حضرت فاروق اعظمؓ حضرت جنیدؒ اور حضرت شیخ سہروردیؒ کے اقوال سے زیادہ مستند و قوی کسی اور کا قول ہو سکتا ہے، تو دنیا کو ہنوز اس کا علم نہیں۔

Marfat.com

باب (۶)

فوائد الفواد

(خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ)

ہندوستان کی دنیائے تصوف میں ایک خاص شہرت و امتیاز سلسلہ عالیہ چشتیہ کو حاصل ہے۔ خواجگان چشت رح نے خود کوئی مستقل تصنیفات نہیں چھوڑیں بلکہ ان کی تعلیمات و ہدایات کو ان کے مریدین مخلصین ملفوظات میں جمع کرتے رہے۔ خواجہ عثمان ہارونیؒ، خواجہ معین الدین اجمیریؒ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ اور خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات اسی طرح علی الترتیب انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین اور راحت القلوب کے نام سے محفوظ ہیں۔ حضرت محبوب الٰہیؒ سلسلہ خواجگان چشت کے خاتم تھے۔ آپ کا زمانہ ساتویں صدی کا اور آٹھویں صدی کی ابتدا کا ہے۔ آپ کے ملفوظات متعدد ہیں ان میں سب سے زیادہ مشہور فوائد الفواد ہے جو ان کے مرید باختصاص میر حسن علا سنجری نے مرتب کیا ہوا ہے۔ پچھلے صفحات میں حضرت کی تصنیف کو روشناس کیا گیا نیز [illegible] جن کا ذکر آ گیا ہے ہجویریؒ ہندوستان سے باہر کے تھے اور شیخ [illegible] ہندوستان میں اسلام کے قدم جمنے سے قبل کا تھا۔ اس باب میں ایسے بزرگ کے درس ہدایت کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے جن کی

ولادت، نشوونما، وفات، سب ہندوستان ہی کے اندر ہوئی، اور جنھوں نے زمانہ وہ پایا جب مسلمان ہندوؤں سے خوب اچھی طرح مل چکے تھے اور "اسلامیت" "ہندیت" سے پوری طرح متاثر ہو چکی تھی،

(۱) مصنف[۱]

چھٹی صدی ہجری میں بخارا کے دو سید زادے سید علی اور سید عرب، ہندوستان وارد ہوئے، پہلے قیام لاہور میں کیا، پھر صوبہ متحدہ کے شہر بدایوں میں آکر جو اس وقت مجمع صلحا و علما کے لحاظ سے قبۃ الاسلام کہا جاتا تھا، مستقل سکونت اختیار کر لی، یہیں ایک کے صاحبزادہ سید احمد کا عقد دوسرے کی صاحبزادی بی بی زلیخا سے ہوا، اس عقد کا ثمرہ اس وجود کے قالب میں ظاہر ہوا جس پر نہ صرف بدایوں نہ صرف دہلی، بلکہ سارے ہندوستان کو فخر و ناز ہے، ولادت مبارک ۲۷ صفر ۶۳۶ھ کو ہوئی، ماں باپ نے نام فخر کائنات کے اسم مبارک پر محمدؐ رکھا، شہرت عام کی زبان نے نظام الدین اولیا کہکر پکارا، اولیاے معاصرین کی زبانیں نظام الاولیا، نظام الحق والدین، سلطان المشائخ اور محبوب الٰہی کے القاب پڑھیں،

شجرۂ نسب پدری و مادری دونوں سلسلوں سے بواسطہ سیدنا امام حسینؓ حضرت علیؓ تک پہونچتا ہے، عمر کے پانچویں سال سے ابھی قدم باہر نہیں نکلا تھا کہ سایہ پدری سر سے اٹھ گیا، اور عرب کے یتیم کی امت کا یہ گوہر بے بہا بھی یتیم رہ گیا، والد ماجد حضرت سید احمد ایک مقدس و متقی بزرگ تھے، جنکا مزار مبارک بدایوں میں اس وقت تک زیارت گاہ خلق ہے

[۱] حضرت محبوب الٰہی کے سوانح و حالات کا سب سے بڑا اور مستند ماخذ میر خورد دہلوی کی سیر الاولیا ہے، جو اگرچہ چھپ چکی ہے لیکن اب بازار میں نایاب ہے، بعض حالات ملفوظات حضرت بابا فرید، راحت القلوب، مرتبہ حضرت محبوب الٰہیؒ اور بعض حالات خود حضرت محبوب الٰہی کے متعدد ملفوظات فوائد الفواد، راحۃ المحبین، افضل الفوائد و درر نظامی (غیر مطبوعہ) میں مل آتے ہیں، ان کے علاوہ عام ماخذ تاریخ فیروز شاہی، تاریخ فرشتہ، نفحات الانس، اخبار الاخیار، خزینۃ الاصفیا وغیرہ ہیں، اردو میں سیرت نظامی کے نام سے ایک مستقل کتاب بنی ہے،

ان کی وفات کے بعد تربیت والدہ ماجدہ بی بی زلیخا نے دی، جو اپنے زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے زمانہ کی رابعہ بصریہ تھیں، اور جنکا مزار نواحِ دہلی میں اب بھی عقیدتمندوں کا مرجع ہے، مستجاب الدعوات تھیں، ہر دعا کا تیر ہدفِ مراد پر پہونچ کر رہتا تھا، آیندہ کے واقعات کشوف ہو جایا کرتے تھے، مرض الموت میں مبتلا ہوئیں، تو کھانا پانی سب چھوڑ دیا، ہر وقت گریہ طاری رہتا تھا، جمادی الاولیٰ کی آخری تاریخ کی شام تھی، نیا چاند دیکھکر حضرت نظام الدین حسب دستور سلام کے لئے والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، فرمایا کہ "بیٹا! آیندہ مہینہ میں کس کے سلام کرنے کو آؤ گے، اور کون دعائیں دیگا؟" لختِ جگر کو معلوم ہو گیا، کہ سر سے یہ سایہ بھی اٹھا جاتا ہے، رو کر عرض کی، کہ "اماں جان! ہم کو کس پر چھوڑے جاتی ہو،" فرمایا کہ "اس کا جواب صبح کو ملے گا، اس وقت جا کر شیخ نجیب الدین متوکل کے ہاں سو رہو،" رات میں نیند کسے آتی، صبح سویرے گھر کی خادمہ دوڑی ہوئی پہونچی کہ فوراً بلایا ہے، دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ حاضرِ خدمت ہوئے، ماں نے پوچھا کہ "بیٹا رات کو خوش رہے"؟ رو کر اور قدموں پر گر کر عرض کیا، کہ "میری خوشی تو اماں جان آپ کی سلامتی کے ساتھ ہے"، فرمایا اب وقت ہے کہ کل کی بات کا جواب دیکر داہنا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا، اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہا، "پروردگار! اس دکھیارے بیکس کو تیرے سپرد کرتی ہوں"، یہ کہا اور روحِ قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

اس پایہ و مرتبہ کی ماں کی آغوشِ تربیت میں جس بچہ کا نشو و نما ہوگا، اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ خود کس پایہ و مرتبہ کا نکلے گا، ذہانت، ذکاوت، حافظہ، شوقِ علم، خدمتِ [illegible] بچپن سے موجود تھیں، بدایوں اس زمانہ میں مرجعِ علما و مرکزِ کاملین فن [illegible] کے بعد متعدد اساتذۂ وقت کی خدمت میں تلمذ حاصل کیا، اور اکثر علوم متداولہ میں پوری دستگاہ بہم پہونچا لی، اس کے بعد ذوقِ علم ہی کی کشش دہلی کھینچ لائی، اور یہاں [illegible]

ہوگئی، دستار بندی بدایوں ہی میں ہو چکی تھی، دلی میں آکر فنِ حدیث وغیرہ کی باضابطہ سند واجازت بھی حاصل ہوئی، علوم میں گفتگو و بحث کا بڑھا ہوا شوق دیکھکر طلبہ و علما کے طبقہ میں آپ کا نام نظام الدین بحاث پڑ گیا،

ادھر علوم ظاہری میں یہ غلو و انہماک جاری تھا، اُدھر فطرت مسکرا مسکرا کر ایک دوسری زندگی کے لئے تیار کر رہی تھی، ہنوز قیام بدایوں ہی میں تھا، اور عمر بارہ سال سے زائد نہ تھی، کہ ایک قوال کی زبان سے حضرت بابا فرید گنج شکر کے کمالات سنکر دل میں غائبانہ عقیدت پیدا ہو گئی تھی یہاں تک کہ ہر نماز کے بعد یا فرید کا وظیفہ شروع کر دیا تھا، دہلی آتے ہوئے راستہ میں حضرت موصوف کے بعض اور تذکرے سنے جن سے عقیدت کو مزید تقویت پہونچی، دہلی میں قیام شیخ نجیب الدین متوکل کے ہمسایہ میں ہوا، جو حضرت کے خلیفہ اور عزیز خاص تھے، ان کے ذریعہ سے حضرت بابا صاحب کے حالات و کمالات سن سن کر آتش شوق اور تیز ہوتی رہی، یہاں تک کہ ایک روز جامع مسجد دہلی میں ایک خوش لحن قاری کی زبان سے یہ آیہ کریمہ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ آمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ، دل بے چین ہو گیا اور ترکِ تعلقات کرکے مرید ہو جانے کی تڑپ پیدا ہو گئی، لوگوں نے شیخ نجیب الدین سے بیعت کر لینے کا مشورہ دیا مگر خود شیخ نے فرمایا کہ "مرید ہونا ہے تو اس وقت کے ان دو بزرگوں میں سے کسی سے بیعت ہو جاؤ، ایک حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی، دوسرے حضرت بابا فرید اجودھنی" دوسرے ہی روز آپ دہلی سے چل کھڑے ہوئے، تاہم یہ تشویش دل میں باقی رہی کہ ملتان و اجودھن میں سے کہاں کا قصد اختیار کرنا چاہئے، آخر ایک شب میں سرورِ کائنات ﷺ کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی، اور حکم ملا کہ "اجودھن کا راستہ اختیار کرو" عمر کے بیسویں سال، ۱۵ رجب ۶۵۵ھ کو سفر کی آخری منزل ختم ہوئی، بعد ظہر حضرت بابا صاحب کی خدمت میں حضوری ہوئی، اُدھر سے

Marfat.com

بھی جذبۂ اشتیاق زوروں پر تھا، سلام میں خود ہی سبقت فرمائی گئی، اور نظر پڑتے ہی یہ شعر زبانِ مبارک پر آیا،

اے آتشِ فراقت دلہا کباب کردہ
سیلابِ اشتیاقت جانہا خراب کردہ

بیعت کے ساتھ خلعتِ خلافت بھی مرحمت ہوئی، اور ارشاد ہوا کہ "نظام الدینؒ میں تو ولایت ہندوستان کسی اور کو دینا چاہتا تھا، کہ غیب سے ندا آئی کہ انتظار کرو، نظام بدایونی آرہا ہے اور وہی اس ولایت کے لائق ہے"

ایک عرصہ تک مرشد کی خدمت میں سرگرم رہنے کے بعد حسب الحکم، دہلی واپس آئے اور مجاہدات وریاضات میں مصروف ہو گئے۔ اخفائے حال کا اس قدر اہتمام تھا کہ جہاں ایک جگہ قیام فرمانے کے بعد لوگوں کو بزرگی کا کچھ پتہ چلنے لگتا، مکان تبدیل فرما دیتے، اور کسی دوسرے محلہ میں اٹھ جاتے، بالآخر جب خلقت کا ہجوم زیادہ رہنے لگا تو اشارۂ غیب پاکر شہر سے باہر غیاث پور میں سکونت اختیار فرمائی اور وہیں مدۃ العمر قیام رہا، ابتدائی زمانہ پیرومرشد کی سنت پر بڑی تنگی وتنگدستی میں گزرا، شروع میں کئی سال تک یہ حال رہا کہ مسلسل کئی کئی دن تک کوئی آمدنی کہیں سے نہ ہوتی اور فقر وفاقہ کی نوبت آتی رہتی، چند سال کے بعد مرشد کی دعا، یا کسی مجذوب کی توجہ (حسب اختلاف روایات) کی برکت سے اس کے برعکس وہ فارغ البالی پیدا ہوئی کہ اچھے اچھے دنیا داروں کو بھی رشک آنے لگا، باورچی خانہ ہر وقت گرم رہتا تھا، لنگر ہر وقت جاری تھا، مہمان خانہ ہمیشہ مہمانوں سے بھرا رہتا تھا، مہمانداری کا خرچ کئی ہزار ماہوار کا تھا۔ اس امارت وریاست کے ساتھ، محبوب الٰہیؒ کی خود اپنی یہ حالت تھی کہ سال کے سال برابر روزے رکھا کرتے تھے، روزہ افطار …

Marfat.com

سحر کے وقت، موٹے قسم کی غذا، وہ بھی بہت قلیل مقدار میں نوش فرمائی جاتی تھی، یہ خوش خوری جتنی تھی، سب دوسروں کے لئے تھی، اپنی ذات کے لئے اصلا نہیں، خدام پر تاکید یہ رہتی تھی کہ جو کچھ آتا رہے، روزانہ سب نکلتا بھی رہے، اور جمع مطلق نہ ہونے پائے، جمعہ کے روز اس کا اہتمام اور زیادہ ہو جاتا تھا، اور جب تک توشہ خانہ مال ونذر سے بالکل صاف نہ کرا دیا جاتا، نمازِ جمعہ کے لئے تشریف نہ لیجاتے!

عمر بھر نکاح نہیں کیا، ساری زندگی تجرد میں گزار دی، اس لئے اولاد کا کوئی سلسلہ نہیں چلا، ایک بہن تھیں، ان کی اولاد کا سلسلہ بحمد للہ جاری ہے اور خاندان کا سلسلہ نسل اسی سے قائم ہے،

خلق کا رجوع اس کثرت سے ہوا کہ حدِ حساب وبیان سے خارج ہے، درویشوں اور عوام سے لیکر امراء، وزراء، اور ارکانِ سلطنت تک سب ہی اسی شمع کے پروانہ تھے، لیکن استغناء کا یہ عالم ہے خود کبھی کسی امیر ووزیر کے ہاں تشریف نہیں لے گئے، بعض اوقات دربارِ شاہی تک شکایات پہونچیں، بادشاہ کا فرمان صادر ہوا کہ کبھی کبھی دربار سلطانی میں حاضری ہوتی رہے، مگر کبھی ایسے فرمان کی تعمیل نہیں کی گئی، بارہا اس طریقِ عمل سے عتاب سلطانی کی نوبت آگئی، اور سخت سے سخت خطرات پیش آرہتے لیکن جو گردن رب الارباب کے آگے جھک چکی تھی وہ کسی ایک موقع پر بھی کسی گردن کش سلطان وفرماں روا اور وزیر وامیر کے آگے نہ جھکی، دہلی کے تخت پر جب قطب الدین مبارک شاہ بیٹھا، تو دراندازوں اور حاسدوں کے کہنے سننے میں آکر حضرت شیخ سے خاص عناد رکھنے لگا، پہلے او متعدد سختیاں کیں، اس کے بعد اس پر اصرار کیا کہ اگر ہر ہفتہ نہیں تو کم از کم ہر مہینہ کی چاندرات کو تو شیخ ضرور سلام کے لئے دیوانِ شاہی میں حاضر ہوا کریں، معتقدوں اور مریدوں نے معاملہ کی نزاکت اور غضب سلطانی

Marfat.com

کا اندازہ کرکے شیخؒ سے بمنت و الحاح عرض کی کہ کم از کم ایک مرتبہ تو بادشاہ کی خوشی پوری کردی جائے، یہاں تک کہ شوال کا مہینہ ختم ہوا اور ذی قعدہ کی چاند رات آگئی لیکن عین اسی شب میں بادشاہ ہی کے محبوب غلام خسرو خاں نے اپنے خنجر سے بادشاہ کا کام تمام کردیا۔

ہجوم خلائق کے باوجود اذکار و اشغال میں ایک لمحہ کا فرق نہیں پڑنے پاتا تھا، ساری ساری رات ریاضتوں اور مجاہدوں کی نذر ہوجاتی، صبح جب حجرہ کا دروازہ کھلتا تو دیکھنے والوں کی نظر اس نورانی و روحانی ہستی پر پڑتی جو ساری شب پلک نہ جھپکنے سے پیدا ہوگئی ہوتی، امیر خسروؒ نے ایک ایسے ہی موقع پر حاضری کے وقت مستی جمال سے بیخود ہوکر یہ شعر کہا تھا،

تو شبانہ می نمائی بہ بر کہ بودی امشب

کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد!

عمر شریف اسّی سال سے گذر چکی تھی، اس کبر سنی و ضعف میں بھی دوام صوم کے معمول میں فرق نہیں آیا، شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کے موثر الفاظ ملاحظہ ہوں:-

حق تعالیٰ او را قبولے تام داد و خاص و عام
را بوے رجوع شد و ابواب فتوح بروے
مفتوح گشت و عالمے از عوائد احسان و انعام
او بہرہ برگرفتند، و او خود بر ریاضت و مجاہدہ
می بود، گویند کہ در آخر عمر کہ سن شریفش
از ہشتاد متجاوز شدہ بود بہ غایت مجاہدہ پیش
گرفتہ بود و صوم دوام داشتی و بوقت افطار
اندک چیزے چشیدے و ہمچنیں وقت سحر

حق تعالیٰ نے آپ کو نہایت مقبول بنادیا اور خاص
و عام سب کا رجوع آپ کی طرف ہوگیا آپ پر دروازے
فتوحات کھل گئے، اور ایک عالم آپ کی مہمان نوازیوں
اور عنایتوں سے سیراب ہونے لگا، لیکن آپ
خود برابر ریاضت و مجاہدہ میں لگے رہتے [illegible]
آخر عمر میں جب سن شریف [illegible]
آپ انتہائی مجاہدوں میں مشغول رہتے تھے، اور صوم
دوام رکھتے تھے، افطار کے وقت

بودے اکثر چناں بودے کہ بخوردے، خادم
عرضداشت کردے کہ مخدوم وقت افطار طعام کمتر
می خورند، اگر از طعام سحر اندک تناول نہ کنند
حال چہ شود، وضعف قوت گیرد، دریں محل
بگریستی، و گفتے کہ چندیں مسکینان و درویشاں
در کنجہاے مساجد و دوکانہا گرسنہ و فاقہ زدہ
افتادہ اند، ایں طعام در حلق من چگونہ فرو رود
و ہمچناں طعام از پیش بر می داشتند،

بہت قلیل غذا ہوتی، اور سحری اکثر ایسا ہوتا کہ نہ
کھاتے، خادم عرض کرتے، کہ افطار ہی کے وقت کیا غذا ہوتی ہے
اگر سحری بھی چھوٹ گئی، تو ضعف و نقاہت سے کیا حال ہوگا
یہ سنکر وہ مخدوم رونے لگتے، اور فرماتے کہ "اتنے فقیر اور محتاج
مسجدوں اور دوکانوں میں بھوکے پڑے ہیں، میرے
حلق سے نوالہ کیونکر اتر سکتا ہے"، یہ فرماتے اور
کھانا سامنے سے ہٹا دیتے،

نماز و عبادت کی حالت یہ تھی کہ ساری ساری رات اسی کے نذر ہو جاتی تھی، نماز جماعت کا یہ اہتمام تھا کہ پچاسی نوے سال کی عمر میں ضعف و نقاہت کے باوجود، بالاخانہ سے نیچے شریک جماعت ہونے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے، کثرت صوم کا یہ عالم تھا کہ ساری عمر گویا روزہ ہی میں گذاری، یعنی سال کے وہ پانچ دن چھوڑ کر جنہیں روزہ رکھنا ممنوع ہے، باقی پورے سال کے سال روزہ ہی رکھتے تھے، عمر کی زیادتی کے ساتھ ساتھ غذا میں کمی فرماتے گئے، یہاں تک کہ ضعیفی میں خدام جب کھانا پیش کرتے تو آپ ایک روٹی یا آدھی روٹی یا کوئی بدمزہ ترکاری مثل کریلا وغیرہ کے نوش فرما لیتے، باقی سب لذیذ و نفیس غذائیں دسترخوان پر بیٹھنے والوں کی نذر رہتی تھیں، اصرار کر کرکے انھیں کھلاتے، گرسنگی اور سیری، اور خواب و بیداری کی تقریباً ایک حالت ہو گئی تھی،

عموماً معمول یہ رہتا تھا کہ دن بھر کے روزہ کے بعد بعد مغرب بالاخانہ پر تشریف لیجاتے وہیں مریدوں اور مہمانوں کا مجمع ہو جاتا، دسترخوان پر رنگ رنگ کی غذائیں، میوے

Marfat.com

اور شیرینیاں ہوتیں وہ سب دوسروں کی نذر ہوتیں، عشاء کے لئے نماز جماعت ادا کرنے کو نیچے تشریف لاتے اس کے بعد پھر اوپر تشریف لیجاتے، اس وقت صرف مخصوص مریدوں کو باریابی کی اجازت تھی، اکثر امیر خسروؒ حکایات و لطائف سناتے رہتے، اور حضرت تسبیح خوانی میں مصروف رہتے، کچھ دیر کے بعد یہ تخلیہ کی مجلس بھی برخاست ہوتی، خادم خاص خواجہ اقبالؒ چند لوٹوں میں پانی بھر کر رکھدیتے، کہ صبح تک کئی بار وضو کی ضرورت ہوگی حضرت اندر سے دروازہ بند کرکے نماز، اوراد، اذکار میں مشغول ہوجاتے، سحری کے وقت ایک دوسرے خادم عبدالرحیمؒ ناشتہ لیکر حاضر ہوتے، آپ دروازہ کھول کر کھانا اکثر واپس فرمادیتے، کبھی برائے نام کچھ نوش فرمالیتے، گریہ کثرت سے طاری رہا کرتا، خدام نے دن اور رات کے دوسرے وقتوں کے علاوہ سحری کے وقت بھی گریہ کرتے ہوئے پایا، بعض خدام نے دسترخوان پر ادھ چبے نوالے پائے، دریافت سے پتہ چلا کہ جو لقمہ لذیذ معلوم ہوتا ہے اسے دہان مبارک سے واپس نکال کر رکھدیا جاتا۔

وفات سے چالیس روز قبل غذا بالکل ترک فرمادی تھی، کسی لذیذ کی طرف [illegible] گریہ زاری بہت بڑھ گئی تھی، نفل نمازوں میں سجدے بہت کثرت سے [illegible] لگتے [illegible] نماز سے فراغت کے بعد دریافت فرماتے، کہ نماز میں نے پڑھ لی ہے؟ اور جب جواب [illegible] پڑھ لی ہے تو یہ کہتے کہ پڑھ لوں، خبر نہیں پھر بھی پڑھونگا یا نہیں، پھر پڑھ لیتے [illegible] وقت ہونے کا وقت بہت قریب آگیا تو اقبالؒ خادم کی طرف اشارہ کر کے سب لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس نے کوئی چیز گھر میں باقی رکھی تو قیامت میں اس کی [illegible] کے اوپر ہے، خادم نے تھوڑی دیر کے بعد عرض کیا کہ [illegible] غلہ رکھ لیا ہے، باقی اور سب کچھ تقسیم کردیا ہے [illegible] اور [illegible]

Marfat.com

۱۸ ربیع الثانی ۷۲۵ھ کو بعمر ۹۰ سال طلوعِ آفتاب کے بعد ہوئی، مقبرہ کی عالیشان عمارت زندگی ہی میں بادشاہِ وقت یا کسی امیر نے (بہ اختلافِ روایت) بنوادی تھی، مگر اس میں دفن ہونا پسند نہ فرمایا، اس عمارت کو حسبِ وصیت مسجد بنا دیا گیا، اور اس کے ضمن میں تدفین ہوئی، مشہور ہے کہ شروع میں تربت خام اور قبر نمایاں تھی، پختہ مزار اول بار تیمور کے حکم سے بنا، موجودہ عمارت مختصر ہونے کیساتھ ہی نہایت دلکش و دلکشا ہے، اور بعض اہلِ کشف کے قول کے مطابق، ایک غیر معمولی کشش اور جاذبیت اپنے اندر رکھتی ہے،

مشہور مریدوں میں مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ، امیر خسروؒ، میر حسن علا سنجریؒ، شیخ مبارک گوپاموئیؒ، مولانا فخر الدین زرادیؒ، مولانا شمس الدین یحییٰؒ، ہوئے ہیں، ایک ضعیف روایت میں ہے کہ مخدوم شرف الدین بو علی قلندر پانی پتیؒ بھی آپ کے مرید تھے۔ خلافت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو ملی،

(۲) تصنیف

خواجگانِ چشت کے "پنجتن پاک" نے اپنی تعلیمات و ہدایات کی کوئی یادگار کسی مستقل تصنیف کی شکل میں نہیں بلکہ اپنے ملفوظات کے قالب میں چھوڑی تھی، مختلف مجلسوں میں جو کلماتِ طیبات زبانوں سے نکلتے تھے، مریدانِ باصفا انھیں قلمبند کر لیتے تھے، اور مرتب کرکے انکا نام ملفوظات رکھ دیتے تھے، مرشدوں کی ان ارشادات کو جمع اور مرتب کرنے والے وہ بزرگ رہے ہیں جو خود آگے چلکر خود امعلوم تعلق کے مرشد ثابت ہوئے ہیں، چنانچہ حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ کے ملفوظات خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے اور ان کے ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے اور ان کے ملفوظات بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے، اور ان کے ملفوظات شیخ بدر الدین اسحاقؒ اور خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے جمع فرمائے، یہ چراغ سے چراغ اسی طرح جلتا رہا، اور انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، اور اسرار الاولیاء

Marfat.com

وراحت القلوب کے نام سے سلسلۂ چشتیہ کے اکابر اربعہ کے ملفوظات گرامی کا ذخیرہ جمع ہو گیا، اکابر خواجگانِ چشت کے سلسلہ کے خاتم حضرت سلطان المشایخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ تھے آپ کے ملفوظات کے جمع کرنے کی سعادت ایک سے زائد مریدانِ با اخلاص کے حصہ میں آئی، چنانچہ امیر خسروؒ نے دو جداگانہ ملفوظات، راحت المحبین، اور افضل الفوائد کے نام سے جمع کئے اور ایک ملفوظ شیخ علی محمود جاندارؒ نے درر نظامی کے نام سے مرتب کیا جو ابتک غیر مطبوع ہےلہ،

لیکن تمام ملفوظات نظام الاولیاء میں سب سے بہتر اور سب سے زیادہ مستند وہ ملفوظ قرار پایا، جسے مرید با اختصاص، میر حسن علا سجزیؒ نے فوائد الفواد کے نام سے جمع و تالیف کیا، اہلِ دل کے نزدیک یہ کتاب گویا چشتیہ نظامِ تصوف کا ایک مکمل دستور العمل ہے، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس کا تذکرہ کر کے لکھتے ہیں:-

آن کتاب درمیان خلفاء و مریدان شیخ نظام الدین دستور است۔۔ (اخبار الاخیار ص۹۵ مطبع محمدی دہلی)

اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ فرماتے ہیں:-

۔۔فوائد الفواد دستور العمل سلوک است در غایت خوب۔ ہرچند خسرو ہم ملفوظ جمع کردہ لیکن آن قدر مقبول نیست۔۔ (ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلویؒ ص۲۳ مطبع مجتبائی میرٹھ)

۔۔کتاب فوائد الفواد نہایت معتبر است و آن وقت دستور العمل بود و دیگر ملفوظات مشتہر است غالب کہ نہ باشد۔۔ (ایضاً ص۸۰)

اور یہ اعترافات تو صدیوں بعد کے ہیں، اس زمانہ کے ایک عارف کا

لہ میں نے قلمی نسخہ جو اغلاط کتابت سے مملو ہے آستانۂ نظامیہ کے ایک خادم [illegible] صاحب نظامی کے پاس دیکھا ہے، اور ان کی عنایت سے اس سے مستفید ہوا ہوں۔

Marfat.com

"امروز آں فوائد الفواد مقبول اہل دلان عالم شدہ است و دستور عاشقاں گشتہ و شرق و غرب عالم گرفتہ" (سیر الاولیاء میر خورد دہلوی ص ۳۰۸ مطبوعہ دہلی)

خود امیر خسروؒ کی بابت منقول ہے، کہ وہ رشک سے ٹھنڈے سانس کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ کاش میری تمام تصانیف حسنؒ کے نام سے ہوتیں اور ان کی یہ ایک کتاب میرے نام سے[1] یہ بھی روایات میں آیا ہے کہ حسنؒ نے اس ملفوظ کو مرتب کر کے مرشد کی خدمت میں پیش کیا اور وہاں سے پروانۂ قبول و سند پسندیدگی حاصل ہوئی[2]

پیش نظر نسخہ مطبع نولکشور کا مطبوعہ متوسط تقطیع پر دو سو ساٹھ صفحہ کی ضخامت کا ہے، اور پانچ حصوں میں تقسیم ہے، پہلا حصہ ص ۱ تا ۴۱ ہے اس میں شعبان ۷۰۷ھ سے لیکر ذی الحجہ ۷۰۸ھ ۳۴ مجلسوں کا ذکر ہے حصہ دوم (ص ۴۱ تا ۹۰) میں شوال ۷۰۹ھ سے شوال ۷۱۲ھ تک ۳۸ مجلسوں کے تذکرے ہیں حصہ سوم (ص ۹۰ تا ۱۳۰) میں ذی قعدہ ۷۱۲ھ سے ذی الحجہ ۷۱۳ھ تک ۱۸ مجلسوں کا بیان ہے حصہ چہارم (ص ۱۳۰ تا ۲۱۷) میں محرم ۷۱۴ھ سے رجب ۷۱۹ھ تک ۱۵ مجلسوں کے تذکرے ہیں حصہ پنجم (ص ۲۱۸ تا ۲۶۰) میں شعبان ۷۱۹ھ سے رجب ۷۲۲ھ تک ۸۳ مجلسوں کے ارشادات جمع ہیں اس طرح کل ۱۸۸ مجلسوں اور صحبتوں کی گفتگوئیں درج ہیں اور زمانہ کے لحاظ سے یہ مدت پندرہ سال تک پھیلی ہوئی ہے گو درمیان میں وقفہ کبھی خاصہ طویل ہو گیا اور یہ مدت مسلسل نہیں حضرت شیخؒ کا زمانۂ وفات ربیع الثانی ۷۲۵ھ ہے، گویا ان ملفوظات کا سلسلہ وقت وفات سے دو ڈھائی سال قبل تک کا ہے،

ظاہر ہے کہ کتاب محض مجموعۂ ملفوظات ہے، یعنی جو ارشادات شیخؒ کی زبان مبارک سے

---

[1] اخبار الاخیار ص ۹۹ و سیر الاولیاء ص ۳۰۸ ۔

[2] خزینۃ الاصفیاء غلام سرور لاہوری، جلد اول ص ۳۳۳ نولکشوری ۔

Marfat.com

مختلف صحبتوں اور مجلسوں میں نکلے، انھیں قلمبند کر کے یکجا کر دیا گیا ہے، اس لیے جو انداز بیان اور اسلوب ترتیب ایک تصنیف کا ہوتا ہے، اس کی تلاش ہی یہیں عبث ہے، انداز و اسلوب سے قطع نظر کر کے مغز و مطالب کے لحاظ سے بھی ظاہر ہے کہ گفتگوئیں کسی عام جلسہ میں نہیں منبر وعظ پر نہیں بلکہ محض مریدوں اور حلقہ بگوشوں کے مختصر حلقہ کے سامنے ہوتی تھیں، اس لیے اندر قدرۃً اس کے موقع بہت زائد تھے، کہ اگر تصوف، شریعت اسلامی کے مخالف کسی شے کا نام ہوتا تو اس کے مخصوص عقائد و ارکان و اعمال کی تبلیغ اپنے مخصوص معتقدین کے سامنے بے خوف و خطر اور بے دھڑک کی جاتی، پھر آفتاب رسالت صلعم کو بھی غروب ہوئے سات سو سال کی مدت گزر چکی تھی، ہر قسم کی بدعات زور و شور کے ساتھ پھیل چکی تھیں، اور دین اچھی طرح رنگ آمیزیوں کا مجموعہ بن چکا تھا، ان حالات میں توقع تو یہی قائم ہو سکتی ہے کہ اس ملفوظ میں شریعت سے ہٹ کر کسی جدید طریقہ کی تلقین کی گئی ہوگی، اور ارکان دین سے بے پروائی برت کر تصوف و فقر کے نئے نئے اصول و ارکان سکھائے گئے ہوں گے!

ان توقعات کے ساتھ کتاب کھولیے، تو چند ہی سطروں کے بعد نظر اس عبارت پر پڑتی ہے، اور پڑتے ہی جم جاتی ہے، کہ:۔

لیکن سخن در تزکیہ افتاد و بر لفظ مبارک راند کہ	ایک روز تزکیۂ نفس کی گفتگو تھی [illegible]
کمال مرد در چہار چیز می شود، قلۃ الطعام	ان چار چیزوں سے پیدا ہوتا ہے [illegible]
وقلۃ الکلام وقلۃ الصحبۃ مع الانام وقلۃ المنام	[illegible] کم ملنا جلنا [illegible]

یہ نہیں ارشاد ہوا کہ خوب [illegible] سے پرہیز کرنا [illegible]

[illegible] ان پر خوب [illegible]

[illegible] سے شریعتوں کو [illegible] کمال حاصل ہوتا ہے [illegible]

Marfat.com

کی راہیں ٹھیک وہی بتائیں جو دنیا کے سب سے بڑے معلم اور مرشد صلعم اور اسکے شاگردوں اور مریدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) کی راہیں تھیں یعنی کم خوری، کم سخنی، کم آمیزی اور کم خوابی۔ کیا سرورِ کائنات صلعم اور صحابۂ کرامؓ میں کسی کا طریقہ (نعوذ باللہ) اس کے برعکس بہت زیادہ کھانے، بہت زیادہ باتیں کرنے، بہت زیادہ اور بے ضرورت میل جول، اور بہت زیادہ سونے کا تھا،

جامعِ ملفوظات، کتاب کے شروع میں، ہر مجلس میں جب جب اپنی حاضری کا ذکر کرتے ہیں تو وقتِ حاضری قبل نماز یا بعد نماز ہی بتاتے ہیں، گویا نظامِ اوقات کا محور یا مرکز نماز ہی تھی بعد کی مجالس میں اس تصریح کا التزام غالباً غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ دیا، مجالس میں کبھی کبھی اور اتفاق سے نہیں، بلکہ بہ کثرت اور بار بار جن چیزوں کا ذکر ملتا ہے، وہ نماز اور روزہ ہیں، نوافل وسنن ہیں اور قرآن وتراویح ہیں، اور احترامِ شریعت واتباعِ سنت کی تاکیدیں ہیں،

فقر وتصوف، آپ کی نظر میں صرف وجد وحال کا نام نہ تھا، بلکہ ظاہر وباطن دونوں کی آراستگی، کا نام تھا، فرماتے تھے، کہ :-

خلق بر چہار نوع است، بعضے آں چناں اند کہ ظاہرِ ایشاں آراستہ وباطن خراب وبعضے آنچناں اند کہ ظاہر ایشاں خراب وباطن آراستہ وبعضے را ظاہر وباطن خراب باشد وبعضے را ظاہر وباطن آراستہ طائفہ کہ ظاہرِ ایشاں آراستہ باشد وباطن خراب آں قوم متعبداں اند کہ طاعت بسیار کنند ودلِ ایشاں مشغول دنیا باشد وطائفہ کہ باطنِ ایشاں آراستہ باشد	لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکا ظاہر آراستہ اور باطن خراب ہوتا ہے، دوسرے وہ جنکا ظاہر خراب اور باطن آراستہ تیسرے وہ جن کا ظاہر وباطن دونوں خراب، چوتھے وہ جنکا ظاہر وباطن دونوں آراستہ، اب جن کا ظاہر آراستہ اور باطن خراب، وہ لوگ متعبد کہلاتے ہیں کہ گو طاعت بہت کرتے رہتے ہیں لیکن ان کا دل دنیا میں مشغول رہتا ہے، اور دوسرے

Marfat.com

و ظاہر خراب آں مجانین اند کہ درونِ ایشاں	جن کا باطن آراستہ اور ظاہر خراب ہے، وہ مجانین
باحق مقبول باشد و در ظاہر سر و سامان نباشد	(مجاذیب) ہوتے ہیں، کہ ان کا دل حق سے لگا
و طایفہ کہ ظاہر و باطنِ ایشاں خراب باشد	ہوتا ہے لیکن عمل ظاہری نہیں رکھتے اور جن کے
آں عوام اند و طایفہ کہ ہم ظاہرِ ایشاں آراستہ	ظاہر و باطن دونوں خراب، وہ عوام ہیں اور جنکے
باشد و ہم باطن آں مشایخ اند (ص۱۳۳)	ظاہر و باطن دونوں آراستہ ہیں، وہی مشایخ (فقراء) ہیں

صوفی و مشایخ ہی ہیں کہ عموماً احکامِ شریعت کے پورے پابند ہیں، بلکہ فرائض کسی وقت بھی ان سے ترک نہیں ہوتے۔ استغراق و تحیر کا مقام ایسا ہے کہ اسی مقام کے لئے اگر تکلیفات شرعیہ کے ساقط ہو جانے کا دعویٰ کیا جائے، تو شاید بہ آسانی چل جائے لیکن حضرت نظام الاولیا کی غیرتِ ایمانی کو اس قدر رعایت بھی گوارا نہیں۔ ایک مرتبہ مجلس میں ان متحیروں کا ذکر ہو رہا تھا، جو دنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر رہتے ہیں۔ ایک صاحب نے بنا شاید عرض کیا کہ میں نے فلاں مقام پر چند متحیروں کو دیکھا جو آسمان کی طرف ٹکٹکی لگائے شب و روز عالمِ حیرت میں رہا کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آتا تھا تو فوراً نماز پڑھ لیتے تھے اور اس کے بعد پھر اپنے اسی عالمِ تحیر میں واپس پہنچ جاتے تھے [illegible] حضرت نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔

ہمچنیں باشد کہ گفتی گرچہ شب و روز متحیر باشند	[illegible]
اما نماز ایشاں فوت نشود از برکت ایں	[illegible]
پس حکایت شیخ الاسلام حضرت قطب العالم	[illegible]
خواجہ قطب الدین بختیار اوشی فرمود	[illegible]
قدس اللہ سرہ کہ و ہمچنیں دیار شبانہ	[illegible]

روز تحیر بود در وقت نقل (ص ۱۲۳)	روز ان پر تحیر طاری رہا،

خواجہ قطب الدین بختیار رحؒ کے وصال کی حکایت عام طور پر مشہور ہے یعنی محفل سماع برپا تھی، قوال جب غزل کے اس شعر پر پہونچا، ؎

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را   ہر زماں از غیب جانے دیگرست

تو قطب عالم کی حالت متغیر ہونا شروع ہوئی جب خانقاہ سے گھر لائے گئے تو،

چوں ازاں مقام بہ خانہ آمد مدہوش و متحیر بود،	اس وقت مدہوش و متحیر تھے، اور کہے جاتے تھے کہ
می فرمود کہ ہمیں بیت بگویند ہمیں بیت پیش	اسی شعر کی تکرار کئے جاؤ تو تکرار ہو رہی تھی، اور وہ
او می گفتند و او ہمچناں متحیر می بود چوں وقت نماز	اسی طرح مدہوش تھے جب نماز کا وقت آتا نماز
در می آمد نماز می گذارد و باز ہمیں بیت بگویانید	پڑھ لیتے تھے، اور پھر اسی شعر کی تکرار کراتے تھے
حالتے و حیرتے پیدا می آمد چہار شبانہ روز	تھے اور حال و حیرت کا عالم ان پر طاری ہو جاتا تھا
ہم بریں حال بود شب پنجم رحلت نمود (ایضاً)	شب و روز برابر یہ حالت رہی، پانچویں شب کا انتقال ہوا

احترام و اتباع شریعت کی یہ انتہائی مثال ہے کہ باوجود بے خبر اور بے ہوش ہونے کے نماز کے لئے ہوش اور باخبری بہر حال باقی رہتی ہے، ایک یہ سرتاج چشتیہ بہشتیہ کی مستی و تحیر ہی تھی کہ اپنے کھانے پینے، سونے جاگنے، پہننے اوڑھنے سے یکسر مدہوش و بیخبر لیکن اللہ کے باندھے ہوئے فرض کے لئے باہوش، باخبر! اور ایک آج کل کے مست و قلندر صوفی ہیں کہ اپنے ہر آرام و آسائش، ہر لطف و لذت کا ہوش، اور صرف اللہ کے باندھے ہوئے فرائض کے باب میں مدہوش و بیخبر!

جس وقت خاص شفقت و التفات فرماتے تھے، اس وقت بھی تاکید "طاعت" و "عبادت" ہی کی ہوتی تھی، جامع ملفوظات کہتے ہیں کہ ۵ر شعبان ۶۳۳ھ کو جب حضوری نصیب ہوئی تو

Marfat.com

بندہ را پیش طلبیدہ فرمود کہ باید کہ مشغول ہمیشہ
بہ طاعت و عبادت باشی بہ اوراد و ادعیہ
و اگرچہ ہم مطالعہ کتاب مشائخ باشد مشغول
باشی و بیکار نہ باشی،

(ص ۲۴)

بندہ کو اپنے پاس طلب فرمایا اور ارشاد کیا کہ
ہمیشہ طاعت و عبادت میں اوراد اور دعاؤں
کے ذریعہ سے مشغول رہنا چاہیے خواہ کتب مشائخ
ہی کا مطالعہ جاری رکھو لیکن بہر حال مشغول رہو
بیکار نہ رہو،

اسی طرح ۲۹ جمادی الآخر ۷۱۳ھ کی مجلس کے تحت میں مذکور ہے کہ سعادت قدم بوسی حاصل ہوئی نماز جماعت کے فضائل کا ذکر ہوا بندہ سے ارشاد ہوا کہ نماز جماعت سے پڑھنا چاہیئے بندہ نے عرض کیا کہ میرے مکان کے قریب مسجد ہے لیکن جس مکان میں [illegible] رہتے ہیں اگر وہاں سے ہم [illegible] چلے جائیں تو کاغذ و کتاب وغیرہ کی حفاظت [illegible] موجود نہیں رہتا [illegible] مکان ہی پر جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں [illegible] ضرور پڑھنا چاہیئے [illegible] مسجد میں پڑھی جائے [illegible] ہیں جن کے نزدیک [illegible] نماز ہی غیر ضروری ہے جماعت کی [illegible] بھلا کیا ذکر ہے،

آن سجادگی کے لئے [illegible] ہیں اگر [illegible] کے لئے [illegible] اور [illegible] معاش کی آمدنیوں سے [illegible] تقسیم ہوتے [illegible] اور [illegible] دنیا کا [illegible] گیا ہے، حضرت [illegible] تسبیح نماز [illegible] کی شان [illegible] دنیا ہے [illegible] وغیرہ سے اخیر گوشت [illegible] شوربہ تیار نہیں ہو سکتا [illegible] ترک حب دنیا

کے سارے اعمال بے نتیجہ ہیں لیکن گوشت اگر موجود ہے تو سب کچھ موجود ہے ۲۱ اسی طرح ترکِ دنیا اگر موجود ہے تو بجائے خود کافی ہے لیکن خود ترکِ دنیا کا کیا مفہوم ہے؟ کیا اس سے جوگیوں اور راہبوں کے طریقہ مراد ہیں؟ تصوفِ اسلام کا یہ امام اس کی وہی تشریح کرتا ہے جو اس کے آقا و مخدوم رسولِ اسلام علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمائی تھی :-

ترکِ دنیا آں نیست کہ کسے خود را برہنہ کند مثلاً لنگوٹہ بہ بندد و بنشیند، ترکِ دنیا آں است کہ لباس بہ پوشند و طعام بخورد، اما آنچہ میرسد روا بدارد، و بہ جمع او میل نہ کند و خاطر را متعلق چیزے ندارد ترکِ دنیا ست،	ترکِ دنیا کے معنی یہ نہیں کہ اپنا لباس اتار دیا جائے اور انسان لنگوٹہ باندھکر بیٹھ رہے، ترکِ دنیا کے معنی یہ ہیں کہ انسان لباس بھی پہنے اور کھانا بھی کھائے، البتہ جو کچھ کمانا ہے خرچ کرتا رہے جوڑ جوڑ کر نہ رکھے، اور دل کو کسی چیز میں اٹکا نہ رکھے۔ یہ ہے ترکِ دنیا،
(ص ۹)	

تصوفِ اسلام کے اوراق میں بار بار کہا جا چکا ہے کہ طریقت، شریعت سے جدا اور مخالف نہیں بلکہ شریعت ہی کے مغز یا عطر یا روح کا نام ہے، فقہا نے شریعت کے صرف ظاہری پہلو کو لے لیا، اور فقرا نے اپنی نظر باطنی پہلو پر رکھی، محبوبِ الٰہیؒ کے ملفوظ مبارک میں بار بار اسی خیال کی تکرار ملتی ہے ایک روز حضرت شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی حکایت بیان فرمائی کہ آپ سیاحی کرتے ہوئے بدایوں وارد ہوئے، اور یہاں قیام فرمایا ایک روز عالم شہر کے مکان پر جو قاضی رہتے تھے کو گئے، خدمت گاروں نے کہا کہ اس وقت قاضی صاحب نماز میں مشغول ہیں، شیخ نے تبسم کے ساتھ فرمایا قاضی صاحب نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں، ؟ دوسرے روز قاضی صاحب شیخ کے مکان پر آئے، اور کہا کہ کل آپ نے یہ کیسے فرمایا تھا کہ قاضی نماز پڑھنا جانتے بھی ہیں؟ میں تو مسائلِ نماز و احکام پر متعدد کتابیں تصنیف

کر چکا ہوں۔ شیخؒ نے کہا کہ "عالموں کی نماز دوسری ہوتی ہے اور فقیر دں کی دوسری" قاضی صاحب بولے کہ کیا فقیر کوئی اور قرآن پڑھتے ہیں، یا رکوع اور سجدہ کسی نئے طریقہ پر کرتے ہیں؟ شیخؒ نے فرمایا کہ "عالموں کی نماز بس اسی قدر ہے کہ کعبہ کو نظر میں کرلیا، یا اگر دور ہیں تو جہت کعبہ کو اور اگر یہ بھی نہ معلوم ہو سکا تو اندازے سے جہت کعبہ کو تصور کر کے نماز شروع کر دی، لیکن فقیروں کی نماز یوں نہیں ہوتی، وہ جب تک عرش الٰہی پر نظر نہیں جما لیتے نماز نہیں شروع کرتے" (ص ۲۳۶-۲۳۷) نماز میں حضورِ قلب کی اس سے زیادہ تاکید اور اس سے بہتر تفسیر کوئی کیا کر سکتا ہے؟

آج عبادت و ریاضت و ادائے فرائض و اتباعِ شریعت سے بچنے کے لئے ایک لفظ "عشق و محبت" گڑھ لیا گیا ہے، اور ہر نافرمانی کو اسی پردہ میں چھپا لیا جاتا ہے، لیکن صدق محبت کی تشریح ذرا عاشقوں کے اس سردار کی زبان سے ملاحظہ ہو:-

صدقِ محبت متابعت ست، چوں کسے	محبت کی سچائی متابعت سے ظاہر ہوتی ہے، جب
محبِ ایشاں شد ہر آئینہ متابعتِ ایشان کند و از	کوئی ان سے محبت کریگا، تو یقیناً ان کی متابعت بھی
ناشایستہ دور باشد، چوں ایں چنیں شود	کریگا، اور اعمال ناشایستہ سے دور رہے گا، اور
ہر آئینہ گناہ نہ نویسند۔ آں گاہ فرمود کہ تا	جب ایسا ہوگا تو لامحالہ اس کے گناہ بھی نہ لکھے
محبتِ حق در غلافِ قلب باشد امکانِ	جائیں گے، پھر ارشاد ہوا کہ محبت حق جب تک
معصیت ہست ... چوں محبت در سویدا	غلاف قلب میں ہے گناہ کا امکان باقی ہے
قلب در آید، امکانِ معصیت نہ باشد	لیکن جب محبت سویدا قلب ... ہو جاتی ہے
(ص ۲۰۹)	تو معصیت کا امکان نہیں باقی رہتا۔

آج کتنے مدعیانِ فقر و تصوف کے نزدیک طریقت، خصوصاً طریقت چشتیہ کا دارو مدار

قوالی کی محفلوں اور سارنگی اور ہارمونیم کی آواز دل پر رہ گیا ہے لیکن سلسلۂ چشتیہ کے ان آفتاب کے نزدیک سماع کا مزامیر کے ساتھ سننا قطعاً جائز ہی نہ تھا ایک روز حاضرین

یکے از حاضران گفت کہ ہمدریں روزہا شیخ
از درویشان آستانہ یار و بہ جمعے کہ بیگانہ بود
رباب و مزامیر بود رقص ہا کردند خواجہ فرمود
بانجر فرمود کہ نیکو نکردہ اند آنچہ نامشروع است
ناپسندیدہ است (ص ۲۲۶)

محفل میں سے ایک شخص نے کہا کہ ایک روز
آستانۂ مبارک کے حاضر باش بعض درویش ایسے
مجمع میں جہاں رباب و مزامیر تھے رقص کر رہے
تھے حضرت خواجہ نے فرمایا کہ "برا کیا جو شے نامشروع
ہے ناپسندیدہ ہے"

جب یہ درویش لوٹ کر آستانے تو ان سے دریافت کیا کہ اس مجلس میں مزامیر بھی تھے تم نے سماع کیسے سنا؟ انہوں نے جواب میں عرض کیا "ہم سماع میں اس قدر مستغرق تھے کہ مزامیر کے ہونے نہ ہونے کا پتہ ہی نہ چلا" حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا "یہ جواب کچھ نہیں وہ کل معصیت ہی میں لکھا جائے گا" (ص ۲۲۶) اسی طرح ایک دوسرے موقع پر جب کہ کسی شخص نے آکر خدمت اقدس میں عرض کی کہ فلاں مقام پر آپ کے بعض مرید مزامیر کے ساتھ رقص کر رہے تھے حضرت نے ناپسندیدگی کے ساتھ فرمایا کہ "انہوں نے برا کیا میں منع کر چکا ہوں کہ مزامیر نہ ہونی چاہیئے" اس کے بعد اس باب میں یہاں تک تاکید فرمائی اور انتہائی احتیاط کے لئے ارشاد فرمایا کہ "اگر نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی ہو اور جماعت میں عورتیں بھی شامل ہوں اور نماز میں امام کو سہو ہو تو مرد تو سبحان اللہ کہہ کر متنبہ کر سکتے ہیں لیکن عورت اگر لقمہ دینا چاہے تو آواز سے نہ کہے کیونکہ عورت کی آواز غیر مردوں کے کان تک نہ جانی چاہئے ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کرے لیکن ہتھیلی پر ہتھیلی نہ مارے کہ یہ تالی بجانے کی شکل ہے جو ممنوع ہے بلکہ ایک ہتھیلی کی پشت پر دوسری ہتھیلی

پُشت پر ماے جب ملا کرتے ہیں یہ احتیاط ہے کہ وقت تک کی اجازت نہیں تو مزامیر کیونکر جائز ہو سکتے ہیں۔ (ص ۱۵۱)

حضرت خواجہ سماع سنتے رہتے تھے لیکن آپ کے نزدیک سماع کن کن شرائط قیود کے ساتھ جائز تھا اور اسے بھی سن لیا جائے فرماتے تھے :-

گفت ہر گاہ کہ چند چیز جمع شود سماع آنگاہ — جب چند شرائط جمع ہو جائیں اس وقت سماع

شنود، وآن چیز چیست، مسمع و مسموع و مستمع — سنے اور چند چیزیں ہیں کیا [illegible]

و آلت سماع آنگاہ این تقسیم را فائدہ — آلۂ سماع، پھر اس تقسیم کی شرح یوں فرمائی

فرمود و گفت کہ مسمع گویندہ [illegible] باید — کہ مسمع [illegible]

مرد باشد و مرد تمام بود کودک نباشد و عورت — مرد بالغ ہونا چاہئے لڑکا [illegible]

[illegible]

دیگر تحریک قلب ست، اگر آن تحریک به یاد حق باشد مستحب است و اگر میل به فساد باشد حرام بود۔

(ص ۲۴۷)

کی کوئی وجہ نہیں، لیکن اسی کے ساتھ قلب کو بھی تحریک ہوتی ہے، اگر یہ تحریک یادِ حق کی ہے، تو مستحب ہے لیکن اگر مائل بہ فساد ہے تو حرام ہے،

یہ ہجرت نبوی سے سات سو سال بعد والا ہندی تصوف ہے، جس میں ہندی اور عجمی غیر اسلامی عنصروں کی آمیزش بہ کثرت ہو چکی تھی، آج کا تصوف، پہلی صدی ہجری کے مطابق نہ سہی، کاش آٹھویں صدی ہی کے معیار کے مطابق ہوتا!

Marfat.com

باب (۷)

منطق الطیر

شیخ فریدالدین عطار

اب تک جن تصانیف سے تعارف ہوا سب نثر کی تھیں، لیکن قدما ہی کے دور آخر میں معارفِ ربانی و حقائقِ روحانی کو نظم میں ادا کرنے کی بنیاد پڑ چکی تھی، جسے صوفی شعرا نے معراجِ کمال پر پہونچایا، سنائی، مغربی، عراقی، نظامی، سلطان ابوسعید، خسرو، جامی، یہ سب نثر سے کہیں زیادہ آزادی و بے تکلفی کے ساتھ نظم میں اسرار و معارف کو بیان کرتے ہیں، مولانا رومی نے تو زبانِ شعر کو الہامی بنا دیا، شیخ فریدالدین عطار بھی اسی جماعت کے ایک رکن رکین اور دورِ قدما کی آخری یادگار ہیں، دیکھنا یہ ہے کہ یہ ندرت جب میدانِ نثر میں قدم رکھتی ہے تو جبہ و دستار کا احترام کس حد تک ملحوظ رکھتی ہے،

(۱) مصنف

اسم مبارک محمد بن ابی بکر ابراہیم ہے، کنیت ابوحامد، ابوطالب، لقب فریدالدین، تخلص عطار، عام زبانوں پر اسم مشہور فریدالدین عطار ہے،

ولادت باسعادت نیشاپور میں ہوئی تھی، مزار بھی وہیں ہے۔ سنہ ولادت [illegible] ۵۱۳ھ
ہجری ہے۔ سال وفات میں بہت اختلافات ہیں۔ نفحات الانس کی روایت کے مطابق
۶۲۷ھ ہجری ہے۔ عمر کے بہت طویل ہونے پر سب تذکرے متفق ہیں۔ سبب وفات بھی سب کو
مسلم ہے یعنی تاتاریوں کے ہاتھ سے جام شہادت نوش فرمایا۔

ابتدا میں ایک بہت بڑے کارخانۂ ادویہ کے مالک تھے۔ ایک روز اپنے کاروبار میں
مصروف تھے کہ ایک فقیر نے آ کر صدا لگائی کہ خدا کے نام پر کچھ دلاؤ۔ یہ مخاطب نہ ہوئے [illegible]
کئی بار صدا لگائی۔ یہ اس قدر تنگ ہوئے [illegible] کی فرصت [illegible]
کہا مشغولیت کا یہ حال ہے جان کیسے دو گے؟ انھوں نے جھنجھلا کر کہا [illegible]
فقیر نے کہا [illegible] میری طرح؟ [illegible] سر کے نیچے [illegible] رکھ کر لیٹ [illegible]
[illegible] کلمہ پڑھا [illegible] اس واقعہ کا اثر [illegible]
کارخانہ لٹا دیا [illegible] درویشی اختیار کر لی۔

پہلے شیخ رکن الدین [illegible] کی خدمت میں کئی سال [illegible]
کرتے رہے اور بہت سے مشائخ کی خدمت میں رہے۔ بالآخر شیخ مجد الدین بغدادی [illegible] کے ہاتھ پر
بیعت کی اور [illegible] سلوک و عرفان کے وہ مراتب [illegible] کہ خود [illegible] مرشد کے
لیے باعث فخر ہو گئے۔

شہادت کا واقعہ تذکروں میں یوں درج ہے کہ تاتاریوں نے [illegible]
[illegible] شیخ کو اسیر کیا [illegible] ایک [illegible] نے کہا کہ اس پیر کو [illegible]
[illegible] ہزار [illegible] دیتا ہوں [illegible] شیخ [illegible] مجھے فروخت [illegible]

لے نفحات الانس ص [illegible] ، تذکرہ ہفت اقلیم امین رازی، وغیرہ۔

اس سے کہیں زیادہ قیمت رکھتا ہوں" آگے بڑھکر ایک اور شخص ملا اُس نے کہا کہ "اس پیر مرد کو مجھے دے ڈالو میں ایک گھٹا گھاس کا اس کے معاوضہ میں دیتا ہوں" شیخ نے کہا "ہاں دے ڈال کہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے" تاتاری سپاہی سمجھا کہ حضرت شیخ اس سے دل لگی کر رہے ہیں، غصہ میں آکر وہیں سر تن سے جدا کر دیا[1]۔

جلالتِ مرتبہ کے اندازہ کے لئے یہ حقیقت کافی سے زائد ہے کہ مولانا روم متعدد مقامات پر شیخ فریدالدینؒ کا نام بہ حیثیت اپنے مقتدا و پیشوا کے لیتے ہیں، اور ان کی عظمت کا بار بار اعتراف کرتے ہیں، ایک جگہ فرماتے ہیں :۔

گر عطار گشت مولانا
شربت از دست شمس بود نوش

ایک اور موقع پر ؎

عطار روح بود و سنائی دو چشم او
ما در پس سنائی و عطار آمدیم

ایک اور موقع پر اعترافِ کمال انتہائی عقیدت کے ساتھ ہے۔

ہفت شہرِ عشق را عطار گشت
ما ہنوز اندر خمِ یک کوچہ ایم

اسی تعظیم و احترام کے ساتھ مثنوی میں بھی جا بجا نام آیا ہے، اور ان کے [illegible] کلام میں ضم کیا ہے۔

جامیؒ مولانا رومیؒ کا یہ مقولہ بھی نقل کرتے ہیں کہ نور منصور نے [illegible] کے بعد شیخ عطار پر تجلی کی اور ان کا مربی رہا۔

جامیؒ خود اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار کرتے ہیں :۔

دروان قدر سر توحید و حقایق اذواق [illegible]

[1] تذکرہ دولت شاہ سمرقندی، مقتبس الفہرس [illegible]

یافتہ در سخنان ہیچ یک ازیں طائفہ ثابت نمی شود، جزاہ اللہ سبحانہ عن الطالبین المشتاقین خیر الجزاء[1]

تصانیفِ نظم و نثر بہت کثرت سے ہیں بعض روایات کے مطابق ان کی روایت سورِ قرآنی کے ہم عدد یعنی ۱۱۴ ہے، قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں یہی روایت اختیار کی ہے، جیسا کہ اشعار ذیل سے واضح ہوگا،

ہماں خریطہ کشِ داروے فنا عطار | کہ نظم اوست شفا بخشِ عاشقانِ حزیں
مقابلِ عددِ سورۂ کلام نوشت | سفینہائے عزیز دلکشا بہائے گزیں

اس روایت کی صحت کا علم تو عالم مطلق ہی کو ہے، زیادہ مشہور و معتبر کتابوں کے نام حسب ذیل ہیں:۔

(۱) تذکرۃ الاولیا (نثر میں قدمائے صوفیہ کا مفصل تذکرہ) (۲) منطق الطیر (۳) مصیبت نامہ (۴) اسرار نامہ (۵) بیسر نامہ، (۶) الٰہی نامہ (۷) دیوان، (۸) پند نامہ (۹) وصیت نامہ (۱۰) خسرو و گل، (۱۱) شرح القلب

بعض ایسی کتابیں بھی شیخ کی جانب منسوب کردی گئی ہیں، جو قطعاً جعلی ہیں، مثلاً لسان الغیب، جس کا نسخہ برٹش میوزیم (لندن) میں موجود ہے، اور جس کے بہت سے اشعار ایک شیعہ مقدمہ نویس نے مقدمہ تذکرۃ الاولیا (مطبوعہ یورپ) میں حضرت شیخؒ کی تشیّع کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، شیخ کی ذات گرامی اس سے کہیں ارفع ہے، کہ ان اتہامات کی تفصیلی تردید پر توجہ کیجائے،

مزاج میں خاکساری و فروتنی جس درجہ کی تھی اس کا ثبوت تذکرۃ الاولیا کے دیباچہ کی

[1] نفحات صفحہ ۶۹۰

ایک ایک سطر میں ملتا ہے، اپنے تئیں سب سے زیادہ حقیر اور ناچیز سمجھتے تھے، اور غالباً یہ خاکساری ہی کی مقبولیت کا ثمرہ ہے کہ آج ان کا نام سرآمد عارفان و سرتاجِ عاشقاں کی حیثیت سے زندہ و روشن ہے،

(۲) تصنیف

تذکرۃ الاولیاء کے بعد حضرت عطارؒ کی مقبول ترین تصنیف یہی منطق الطیر ہے۔ اس کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ مولانائے رومؒ کی مشہور و معروف مثنوی کا نقشِ اول یہی مثنوی ثابت ہوئی ہے، بعض تذکروں میں صراحت کے ساتھ یہ روایت درج ہے کہ شمس تبریز و صلاح الدین زرکوب کے انتقال کے بعد جب مولاناؒ کے التفاتِ خاص کے مورد حسام الدین چلپی ہوئے تو ایک بار انھوں نے مولانا سے عرض کیا کہ غزلیات کا مجموعہ بہت ہو چکا اب کچھ توجہ مثنوی پر دی جائے، شیخ عطارؒ کی منطق الطیر کی طرز پر کوئی مسلسل نظم ارشاد فرمائی جائے، مولانا نے دستار سے ایک کاغذ نکال کر چلپی کو دیا جس میں مثنوی کے تیرہ ابتدائی اشعار "بشنو از نے چون حکایت میکند" سے لیکر ع "درنیابد حال پختہ ہیچ خام" تک لکھے ہوئے تھے، اور ارشاد فرمایا کہ قبل اس کے کہ یہ فرمائش تمھاری زبان سے ادا ہو اس کی تعمیل ہو گئی،

مثنوی و منطق الطیر کا وزن ایک ہے، موضوع ایک ہے، اور افسانوں سے اخلاق و تصوف کے درس حاصل کرنے کا اسلوب ایک ہے، مولانا نے عطارؒ کے حق تقدم کو مثنوی میں جابجا تسلیم کیا ہے، اور ان کے متعدد اشعار کو اپنے کلام میں ضم کر کے پیش کیا ہے،

مضامینِ کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ حمد و نعت و منقبت خلفا [illegible] آغاز کیا ہے، اس میں افسانہ بجائے انسانوں کے پرندے فرض کیے ہیں، ہدہد، طوطی، مرغ، فاختہ، قمری، بلبل، باز وغیرہ، ایک روز یہ سب پرندے یکجا ہوتے ہیں اور باہم یک

بادشاہ منتخب کرنا چاہتے ہیں، ہدہد سیمرغ کا نام پیش کرتا ہے، اس پر دوسرے پرندے معترض ہوتے ہیں، ہدہد ایک ایک کا اعتراض سنتا اور الگ الگ سب کو جواب دیتا ہے، بالآخر اس پیامبر حق و عرفان (ہدہد) کی تفہیم و تبلیغ سے تمام طیور شاہ شاہان سیمرغ کے حلقۂ اطاعت و انقیاد میں آجاتے ہیں۔ سوالات وہی ہیں جو عموماً ہر طالب و سالک کے دل میں پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے جوابات جادۂ سلوک و عرفان کے مختلف مقامات ہیں۔ لفظ "منطق الطیر" کا ماخذ کلام اللہ کی آیہ کریمہ "وورث سلیمان داؤد وقال یا ایھا الناس علمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء" (نمل، ع ۲) ہے۔ ہدہد چونکہ طیور سلیمانی میں بلحاظ فہم و دانش مرتبہ بلند رکھتا تھا اس لئے شیخؒ نے طریقت کے حقائق و معارف اسی کی زبان سے ادا کرائے ہیں۔

کتاب بہت مفصل لکھی ہے سب سے زیادہ زور بندہ کی بیچارگی، بے علمی، درماندگی پر ہے۔

عقل و جان و دین و دل در باختیم — تا کمال ذرۂ بشناختیم
شب بدوز از عرش و ز کرسی بپرس — گرچہ یک ذرہ ہمی پرسی بپرس
عقل تو چون در سر موئے بسوخت — ہر دو لب باید ز پرسیدن بدوخت
کس ندانست یک ذرہ تمام — چند گویم کس ندانند والسلام

اسمائے حکیم و لطیف کی تجلیات حیرت انگیز طریقوں سے ظاہر ہوتی رہتی ہیں عقل بشری جو بیچاری فطرت کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے، انبیاء کرامؑ کے عجیب و غریب حالات بیان کیا گیا ہے۔ ؎

سوی کنہ خویش کس را راہ نیست — ذرہ از ذرہ آگاہ نیست
در نگر اول کہ با آدمؑ چہ رفت — عمرہا با او درین عالم چہ رفت
باز بنگر نوحؑ در غرقاب کار — تا چہ برد از کافران سال ہزار

Marfat.com

یعقوبؑ کی سرگردانی و گریہ و زاری، یوسفؑ کی غلامی و اسیری، ایوبؑ کی عمر کے ... مصائب، یہ چند نمونہ ہیں، باقی تقریباً تمام انبیاء کی زندگی طلسم سازِ قدرت کی انہیں کرشمہ سازیوں کا ایک مسلسل منظر ہے، اور تو اور حضرت سرورِ کائنات کی حیاتِ طیبہ اسی قسم کے خوارقِ فطرت سے لبریز ہے۔

عنکبوتے را بہ حکمت دام داد ✿ صدرِ عالم را در و آرام داد

معرفتِ باری کی صرف صورت یہ ہے کہ انسان اپنی خودی کو اس ہستیِ مطلق میں گم کر دے۔

تو مباش اصلاً کمال این است و بس ✿ تو در او گم شو وصال این است و بس

تو در او گم شو حلولے این بود ✿ ہر چہ این نبود فضولے این بود

اس تک پہنچنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اپنی بے بسی و عجز کا اعتراف کیا جائے، جہاں تک خدا سے ڈرنے کے خود اپنے سے خوف کیا جائے اور بارگاہِ ارحم الراحمین میں بعجز و نیاز مناجات کی جائے کہ وہ اپنے درد و محبت کا ایک ذرہ ہی عنایت کر دے۔

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود ✿ کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

. . . .

اے ز فضلت ناشدہ نومید کس ✿ حلقۂ ... ...

ہر کرا خوش نیست دل بر درد تو ✿ خوش مباد ... ...

فرد دردم ... درمان من ✿ ... ...

کفر کافر را و دین دیندار را ✿ ذرۂ دردت دل عطار را

نعت گوئی حضرت عطار کا خاص جوہر ہے۔ ملا جامی کی ان دو بھی ... ...

مالک ہیں خلوص و نیاز کا رنگ ایک ایک لفظ سے جھلک رہا ہے، ذوق و شیفتگی ایک ایک مصرعہ سے ٹپک رہی ہے، ؎

خواجۂ دنیا و دیں گنجِ وفا — صدرِ و بدرِ ہر دو عالم مصطفےٰ

آفتابِ شرع و دریائے یقیں — نورِ عالم رحمۃ للعالمیں

خواجۂ کونین سلطانِ ہمہ — آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ

پیشوائے ایں جہان و آں جہاں — مقتدائے آشکارا و نہاں

خواجۂ کز ہرچہ گویم بیش بود — در ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود

ہیچ چشمے آمد از بحرِ وجود — خلقِ عالم از طفیلش را وجود

آفرینش را جز او مقصود نیست — پاک دامن تر ازو موجود نیست

عقل را در خلوتش اوراہ نیست — علم نیز از وقت او آگاہ نیست

چوں بپرد سیمرغِ ذاتش آشکار — موسیٰ از وحشت پرد موسیچہ وار

رفت موسیٰ بر بساطِ آں جناب — خلع نعلین آمدش از حق خطاب

باز در معراج شمعِ ذوالجلال — می شنید آواز نعلینِ بلال

موسیٔ عمراں چوآں دولت بدید — پاکر او را چنیں قدرت بدید

گفت یارب امتِ او کن مرا — در طفیلِ ہمتِ او کن مرا

یہ تمام توصیف صیغہ غائب میں تھی، اب گویا حضوری نصیب ہوئی اب جو معروضات براہِ راست بارگاہِ سرورِ عالم صلعم میں پیش ہو رہے ہیں ان کا بھی نمونہ ملاحظہ ہو ؎

تا ابد شرعِ تو و احکام تست — ہمسرِ نامِ الٰہی نامِ تست

یا رسول اللہ بسے در ماندہ ام — باد بر کف خاک بر سر ماندہ ام

یکساں راکس تو نئی در ہر نفس | من ندارم در دو عالم جز تو کس
یک نظر سوے منِ غمخوارہ کُن | چارۂ کارِ منِ بیچارہ کُن
گرچہ ضایع کردہ ام عمر از گناہ | توبہ کردم عذرِ من از حق بخواہ
گر زِ لاتا من بود ترسے مرا | ہست از لا تا الیٰ سو ادرسے مرا
اے شفاعت خواہ مشتے تیرہ روز | لطف کُن شمعِ شفاعت برفروز
دیدۂ جاں را لقاے تو بس است[۲۱] | ہر دو عالم را رضاے تو بس است

آگے چل کر خلفاے اربعہؓ کے مناقب بیان کیے ہیں بعض حلقوں میں عطارؒ کو شیعہ مشہور کرنے کی جو عجیب کوشش کی گئی ہے اور اس کے ثبوت میں جو لغو اشعار ان کی جانب منسوب کیے گئے ہیں۔ ذرا ان کو پیشِ نظر رکھکر ذیل کی مدحِ چار یار سننا! ابتدا افضل البشر بعد از انبیا سے ہوتی ہے:-

خواجۂ اول کہ اول یار اوست | ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست
صدرِ دیں صدیق اعظم قطبِ حق | در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق
ہر چہ حق از بارگاہِ کبریا | ریخت در صدرِ شریف مصطفےٰ
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت | لاجرم تا بود از تحقیق ریخت

فاروق اعظمؓ کی جلالتِ قدر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا ہے:-

خواجۂ شرع آفتابِ شرعِ دیں | ظلِّ حق فاروق اعظمؓ شمعِ دیں
ختم کردہ عدل و انصاف بحق | تا فراست بردہ بر [illegible]
آنکہ دارد بر صراط اول گذر | ہست او از قولِ پیغمبر عمرؓ

ذو النورینؓ کی فضیلتِ مراتب پر روشنی ڈالنے کے لیے اشعارِ ذیل کافی ہیں:-

خواجۂ سنت کہ نورِ مطلق است | بل خداوند و نور بر حق است
آنکہ غرقِ قدسِ فرقان آمدست | صدرِ دیں عثمان عفان آمدست
ز و لقب کاں عرصۂ کونین یافت | از دلِ پر نور ذو النورین یافت
یوسفِ ثانی بہ قولِ مصطفےٰ | بحرِ تقویٰ و حیا کانِ وفا

اہل سنت کا عقیدہ صحیح نامکمل رہجائیگا اگر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی درگاہ پر بھی عقیدت کے پھول نہ چڑھائے گئے ؎

خواجۂ حق پیشوائے راستیں | کوہِ حلم و بحرِ علم و قطبِ دیں
ساقیٔ کوثر امام رہنما ئے | ابن عم مصطفےٰ شیرِ خدائے
مرتضیٰ و مجتبےٰ زوجِ بتول | خواجۂ معصوم داماد رسول
مقتدائے دیں بہ استحقاق اوست | مفتیٔ مطلق علی الاطلاق اوست

اس کے بعد نہایت تفصیل کے ساتھ کئی اوراق اس موضوع کی نذر کئے ہیں کہ جو لوگ خلفائے ثلثہ سے تعصب رکھتے ہیں، وہ خود جناب امیرؓ کی تعظیم کے بالکل خلاف بلکہ دشمن ہیں، اور اس قول کی تائید میں آپ کی سیرتِ مبارک سے چند واقعات نقل کئے ہیں۔ (ص ۲۵-۳۲)

ہدہد رہبرِ حق ہے جو تمام طیور کے جمع ہونے پر انھیں سلطان مطلق کے زیر انقیادت کی دعوت دیتا ہے، اور مرتبہ سلطانی کے لئے سیمرغ کا نام پیش کرتا ہے۔ وہ اس سیمرغ کے اوصاف بھی بیان کرتا ہے ان اوصاف پر نظر کرنے سے سمجھ میں آسکے گا کہ سیمرغ سے شمس حقیقت عالیہ کا کنایہ ہے اور افسانہ کے پردہ میں جن معارف کی تعلیم ہے وہی ہیں ؎

نام او سیمرغ سلطانِ طیور | او بما نزدیک و ما زو دور دور

Marfat.com

صد ہزاراں پردہ دارد بیشتر — ہم ز نور و ہم ز ظلمت بیشتر

در دو عالم نیست کس را زہرہ — کو تواند باخت از وی بہرہ

وایہ او بادشاہ مطلق است — در کمالِ عز خود مستغرق است

نے بدورہ نے شکیبائی از وست — صد ہزاراں خلق سودائی از وست

ہیچ دانائے کمالِ او ندید — ہیچ بینائے جمالِ او ندید

یعنی وہ سب کا بادشاہ ہم سے متصل ہے، اور ہم اس سے بیگانہ نہیں، کائنات میں کسی کی اتنی مجال نہیں کہ وہ اس سے ہمسری کا دعوی کر سکے، وہ سب کا ازلی و ابدی بادشاہ مطلق ہر وقت اپنے شانِ کمال میں غرق ہے، اس غم میں ہزاروں مخلوق پریشان ہے کہ نہ اس تک پہنچنے کی راہ ملتی ہے نہ تھک کر بیٹھا جاتا ہے، نہ کوئی عقل آج تک اس کے کمال کو پہنچ سکی ہے، نہ کوئی آنکھ اس کے جمال سے مشرف ہو سکی،

باقی ساری کتاب اسی حقیقت الحقائق اسی ذات علی الاطلاق اسی ... اور ... کی توصیف اس تک ... کی تدابیر اور منازل سفر کی تفصیل کی نذر ہے، چند مضامین و مطالب بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں، یہی انداز ساری کتاب کا ہے،

راہِ طلب و سلوک میں سب سے بڑا راہزن نفس کا شوق جاہ و ترفع ہے، انسان اپنے اوپر سخت سے سخت تکالیف اٹھا لیتا ہے، بڑی بڑی ریاضتیں گوارا کرتا ہے شدید مجاہدات اختیار کرتا ہے، لیکن عموماً مقصود یہ ہوتا ہے کہ خلق ... ہو، لوگ عزت و تکریم سے پیش آئیں ... دنیا اس کے تقدس کا چرچا کرے ... وہ ... بڑا ... ہو نہیں سکتا، شبلی ایک مرتبہ اپنے مقام

سے غائب ہو گئے۔ لوگوں نے بڑی تلاش کی۔ بالآخر مخنثوں (ہیجڑوں) کے ایک گروہ کے درمیان چشم تر و خشک لب بیٹھے ہوئے ملے۔ ایک شخص نے حیرت سے سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس طرح یہ گروہ نہ عورت ہے نہ مرد، اسی طرح میں راہِ دین میں نہ مرد ہوں نہ عورت بد اعمالیوں کی کثرت سے میری زندگی خود میرے لئے باعثِ شرم ہے۔ عارف کو اسی طرح اپنے تئیں ذلیل و خوار رکھنا چاہیئے۔ ؎

ہیچ مرداں ذلِ خود کن اختیار — کردہ بر استادگان عزت نثار
گر تو پیش آئی زہوی در نظر — خویشتن را از بتے سازی بتر
مدح و ذمت گر تفاوت میکند — بت گرے باشد کہ او بت میکند
گر تو حق را بندۂ بگذر مباش — در تو مردے از وی آزر مباش
نیست ممکن درمیانِ خاص و عام — از مقامِ بندگی برتر مقام
بندگی کن بیش ازیں دعویٰ مجو — مرد حق شو عزت از عزیٰ مجو
چوں ترا صد بت بود در زیر دلق — چوں نمائی خویش را صوفی بخلق
اے مخنث جامۂ مرداں مدار — خویش ازیں بیش سرگرداں مدار

ایک مرتبہ قاضی شہر کے پاس دو فریق اپنے مقدمہ کی تصفیہ کرانے کی غرض سے آئے اور دونوں اپنا اپنا دعویٰ پیش کر رہے تھے۔ قاضی نے انہیں تنہائی میں لیجا کر بڑی حیرت [illegible] ترک و تسلیم اور دونوں [illegible] [illegible] [illegible] شرم آتی ہے [illegible]

[illegible]

Marfat.com

دین و دنیا دونوں کو برباد کرنا ہے" ؎

در خصومت آمدند و در جفا ۔۔۔ دو مرقع پوش در دار القضا
قاضی ایشان را به کنجی برد باز ۔۔۔ گفت صوفی خوش نباشد جنگ ساز
جامهٔ تسلیم در بر کرده اید ۔۔۔ این خصومت از چه در سر کرده اید
گر شما هستید اهل جنگ و کین ۔۔۔ این لباس از تن بباید از یقین
ور شما این جامه را اهل آمدید ۔۔۔ در خصومت از سر جهل آمدید
منکه قاضی ام نه مرد معنوی ۔۔۔ زین مرقع شرم می دارم قوی
مرد را و فرق مقنع داشتن ۔۔۔ به بود زینسان مرقع داشتن
گر به دعوی عزم این میدان کنی ۔۔۔ سر دہی بر باد و ترک جان کنی[1]

تفاوت نفس کی کوئی حد نہیں انسان کی نفاست ہزار بار درد انگیز و [illegible] ناک
زمانہ گذرتے [illegible] پھر بھی اسے عبرت یا نصیحت نہیں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ایک محبت سے [illegible] ؎

[illegible]
[illegible]
گفت [illegible] حال ۔۔۔ کیں [illegible]
[illegible]

[1] صفحہ ۔۔۔ [2] صفحہ ۔۔۔

Marfat.com

سب سے زیادہ زور ترکِ علایق دنیوی پر دیا ہے حبِّ دنیا حجابات ایمانی کے حق میں سمِّ قاتل ہے ؎

حبِ دنیا زور قِ ایمانت ببرد ۔۔۔ آرزو ویش پرتو جانت ببرد

چیست دنیا آشنائے حرص و آز ۔۔۔ ماندہ از فرعون و از نمرود باز

کارِ دنیا چیست، بیکاری ہمہ ۔۔۔ چیست بیکاری، گرفتاری ہمہ

ہست دنیا آتشِ افروختہ ۔۔۔ ہر زماں خلقے دگر را سوختہ[1]

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر استراحت فرما رہے تھے، کہ سر کے نیچے ایک چھوٹی سی اینٹ کا تکیہ لگائے ہوئے تھے آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں، کہ ابلیس قریب ہی کھڑا ہے، فرمایا، ملعون تیرا یہاں کیا کام؟ اس نے جواب دیا کہ "یہ اینٹ جس کا آپ تکیہ لگائے ہوئے ہیں میری بازار ہے، ساری دنیا میری ہی ملک کا نام ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ اینٹ بھی اسی سامان دنیوی کا ایک جزو ہے آپ نے اس کو اپنے کام میں لاکر از خود مجھ سے تعلق پیدا کیا ہے" حضرت مسیح نے یہ سنتے ہی اینٹ پھینک دی، اور دوبارہ بغرض استراحت لیٹ گئے، اس وقت ابلیس بولا کہ "اب بیشک آپ آرام سے سوئیے اب میرا یہاں ٹھہرنے کا کوئی کام نہیں رہا"[2]

کوئی صاحب ایک مرتبہ بعد نماز دعا میں مصروف تھے کہ "اے کارساز عالم میرے حال پر رحم کر" ایک دیوانے نے اُن کی دعا کو سنکر کہا کہ "تم اور رحمت طلب کرتے ہو؟ ذرا اپنی تمھاری کیفیت یہ ہے کہ ہمہ وقت اپنی خود پرستیوں میں مست رہتے ہو، مکان ہی تمھارا ایسا ہے، در و دیوار ہیں تو زرنگار، کام کاج کے لیے غلاموں کی تعداد کثیر کے محتاج

---

[1] صفحہ ۱۰۰ [2] صفحہ ۱۰۸ و ۱۰۹

کنیزوں کی ضرورت مستزاد، خود پرستی ہیں یہ انہماک و اہتمام، اور اس پر نزول رحمت کی توقع و طلب! اگر واقعی رحمت باری کی تمنا ہے، تو پہلے اپنے کو اس کے غیر سے مستغنی و فارغ البال تو کرو، وتبتل الیہ تبتیلا ؎

تو ز نازِ خود نگنجی در جہاں — می خرامی از تکبر ہر زماں
منظرے سر بر فلک افراشتہ — چار دیوارش بزر انگاشتہ
دہ غلام و دہ کنیزک کردہ راست — رحمت آنجا کے بود برگوی راست
نیک بنگر تا تو با ایں جملہ کار — جائے رحمت داری آخر شرم دار
تا نگردانی ز ملک و مال رو — کی نفس ننمایدت آں لطف او
روے اکنوں سی بگرداں از ہمہ — تا شوی فارغ چو مرداں اے بلہ

مومن کو مایوس کبھی نہ ہونا چاہئے، خواہ معاصی و ذنوب فوق الحد ہی ہوں، یاس صرف کافروں کا حصہ ہے لیکن معصیت کی خواہ کتنی ہی کثرت ہو ارحم الراحمین کی رحمت اس سے وسیع تر ہے، مومن کو چاہئے کہ ہر حال میں اس پر نظر رکھے، اور اسی طرف سے توبہ میں مشغول رہے، اس مفہوم کو مولانا نے مختلف مقامات پر ادا کیا ہے، ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

تو یقیں می داں کہ صد عالم گناہ — از تفِ یک توبہ برخیزد ز راہ
بحرِ احساں چوں درآید موج زن — محو گرداند دمہ دود ازاں

ایک اور موقع پر ؎

گر نہ بودے مر ترا توبہ قبول — کے بدے ہرگز بیان او رسول

۱؎ صفحہ ۹۰، ۲؎ صفحہ ۸۰،

گر گنہ کردی ہر تو ہست باز   تو بکن نیکی ورنہ خواہد شد فراز

گر بصدق آئی دریں رہ یکدمے   صد فتوحت پیش آید ہر دمے

اصل شے خلوص و صدق نیت ہے، اعمال جو کچھ ہوں ان کی نیت درست رہنا چاہیے یہاں تک کہ اگر بت پرستی میں بھی صفائے نیت ہے تو عالم الغیب والشہادۃ کی بارگاہ میں اس کی بھی قدر ہوگی اور بالآخر بت پرست کو راہ ہدایت نصیب ہو کر رہیگی۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ایک شب کو جبرئیل اپنے مقام سدرۃ المنتہیٰ میں تھے کہ حضرت قدس سے لبیک کی آواز سنائی دی سمجھے کہ کوئی خاص مقبول بندہ اس وقت مصروف ذکر و دعا ہے اور اس کی پذیرائی ہو رہی ہے، دل میں شوق پیدا ہوا اس مقبول بارگاہ سے واقفیت پیدا کرنا چاہیے، چشم زدن میں ہفت افلاک کا گشت لگا ڈالا، اس کا پتہ نہ چلا، کرہ ارض کی جانب رخ کیا اور صحرا و کوہستان کا چپہ چپہ چھان ڈالا، پھر بھی پتہ نہ ملا، اپنے مقام پر واپس آ گئے دیکھا کہ حضرت قدس سے صدائے لبیک برابر جاری ہے پھر اس بار سفر جاری کیا، اور ساری کائنات کا ایک بار پھر جائزہ لیا، اب بھی ناکام رہے، اس وقت مناجات کر بارگاہ الٰہی میں التماس کی، حکم ہوا کہ ملک روم میں جا کر تلاش کرو، یہاں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شخص ایک بت کے روبرو اس کی عبادت کر رہا ہے، جبرئیل یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے، اور حضرت حق کی بارگاہ میں عرض گذار ہوئے، الٰہی یہ کیا راز ہے کہ ایک شخص صریحاً بت پرستی کر رہا ہے اور اس پر لبیک ہو رہی ہے، جواب ملے۔

حق تعالیٰ گفت ہست او دل سیاہ   زاں نمی داند غلط کردست راہ

سلوک ص ۹۹

از نیازمش خوش همی آید مرا | زیں نشاں دادن همی یابد مرا

گر ز عجلت در غلط کرد آں سقط | منکرش دانم نه گردم رد غلط

هم کنوں راهش دهم تا پیش گاه | لطف ما او خواهد شد او را عذر خواه

یعنی ہم تو اس کے خلوص قلب کو دیکھ رہے ہیں، وہ اس وقت گمراہ ہے تو کیا ہوا نیت تو اسکی خالص ہے، اور اس کا انعام ہم ابھی یہ دیتے ہیں کہ وہ راہ ہدایت پہ آیا جاتا ہے، چنانچہ ؎

ایں بگفت و راہ جانش بر گشاد | در خدا گفتن زبانش بر گشاد

معاً اس کا قلب روشن ہوگیا، چشم زدن میں مراتب کشف وکارطے ہوگئے، اور شرک وبت پرست بات کہتے کہتے خدا پرست ہوگیا،

شیخ کے نظام عمل میں سب سے بلند و مقدم درجہ اتباع احکام الٰہی کا ہے ایک مرغ (روح) کی زبان سے سوال ہوتا ہے کہ امتثال امر و فرمان الٰہی کی بابت کیا ارشاد ہے؟ مجھے اختیار و انکار سے سروکار نہیں، میں محض اتباع امر کرنا چاہتا ہوں، ؎

Marfat.com

کے مطابق ہوں ؎

گفت نیکو کردی اے مرغک سوال　　　مرد را زیں بیشتر نبود کمال

کے بری جاں گر تو آنجا جاں بری　　　جاں بری تو گر بجاں فرماں بری

ہر کہ فرماں برد از خذلاں برست　　　از ہمہ دشوارہا آساں برست

طاعتے با مر گریک ساعت است　　　بہتر از بے امر عمر طاعت شصت

انسان بندہ ہے اس کا کمال یہ ہے کہ بندگی میں کمال پیدا کر دکھائے ؎

بندگی ایں باشد و دیگر ہوس　　　بندگی افگندگی است و بس

تو خدائی می کنی نے بندگی　　　کے شود ممکن ترا افگندگی

مقبولیت درگاہ بندگی کا دعویٰ آسان ہے لیکن اس کا معیار یہی کمالِ عبودیت وافگندگی ہے ؎

بندہ آں نبود کہ از دست گزاف　　　می زند در بندگی بیہودہ لاف

بندہ وقت امتحاں آید پدید　　　امتحان حق تا لطفاں آید پدید

Marfat.com

باب (۸)

لوائح

(ملا نور الدین عبد الرحمٰن جامیؒ)

ملا جامی کا زمانہ وفات نویں صدی ہجری کے اختتام کا ہے۔ اس لیے انھیں ہم متوسطین کی آخری یادگار کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ تصوف ایک مستقل نظام کی حیثیت اختیار کر چکا تھا اور اسلام کی سادہ تعلیم میں فلسفہ و مذاہب غیر کی آمیزش اچھی طرح ہو چکی تھی۔ لوائح ان کی نہایت مشہور، مقبول و مستند تصنیف ہے۔ یہ گو قدما کی تصانیف کے فن سلوک کے علم و عمل پر کوئی جامع و مبسوط رسالہ نہیں بلکہ فلسفہ تصوف سے متعلق چند نکات و اشارات کا مجموعہ ہے، تاہم اس فلسفیانہ رسالہ پر بھی نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ مسئلہ توحید کی اہمیت ملا جامی کی نگاہ میں تمام فرعی مسائل سے کس قدر بڑھی ہوئی تھی۔ وحدت وجود وغیرہ کے مباحث اگرچہ پوری قوت کے ساتھ چھیڑ چکے تھے، تاہم یہ مسائل شریعت اسلام کے نگاہ

تھے اور [illegible]

Marfat.com

(۱) مصنف

اسم گرامی، عام تذکروں کی روایت کے مطابق، نور الدین عبد الرحمٰن ہے[۱] صاحب سفینۃ الاولیار کا بیان ہے، کہ اصل نام عماد الدین تھا، اسم مشہور نور الدین ہو گیا، والد کا نام ایک روایت کے بموجب احمدؒ بن محمدؒ دشتی[۲] اور دوسری کے مطابق نظام الدین احمد دشتی تھا[۳]، دشت اصفہان کے ایک محلہ کا نام ہے،

مولد قصبہ جام ہے، کچھ اس مناسبت سے اور کچھ اس لحاظ سے کہ شیخ الاسلام احمد جامؒ کی عقیدت کا جام نوش فرمایا، اپنا تخلص جامی قرار دیا چنانچہ خود فرماتے ہیں:-

مولدم جام و رشحہ قلمم ۔۔۔ جرعۂ جام شیخ اسلامی است

لاجرم در جریدۂ اشعار ۔۔۔ بدو معنی تخلصم جامی است

تخلص اس قدر مقبول ہوا کہ لوگ اصل نام کو بھول گئے، عام زبانوں پر صرف جامیؒ یا ملا جامیؒ رہ گیا،

تاریخِ ولادت بالاتفاق ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ (مطابق ۷ نومبر ۱۴۱۴ء) ہے اور تاریخِ وفات بروایت قوی ۱۸ محرم ۸۹۸ھ (۹ نومبر ۱۴۹۲ء) ہے[۳]، ایک ضعیف روایت ۹۰۱ھ کے متعلق بھی ہے[۴]، وفات شہر ہرات میں ہوئی،

بیعت سلسلۂ نقشبندیہ میں مولانا سعد الدین کاشغری سے تھی، زمانۂ طفولیت میں جب پورے پانچ کا بھی سن نہ تھا، خواجہ محمدؒ پارسا کی زیارت سے مشرف ہوئے،

[۱] سفینۃ الاولیا، ص ۹۲، [۲] مفتاح التواریخ، مرتبہ مسٹر بیل، ص ۱۳۴ (نولکشور، لکھنؤ)

[۳] سفینۃ الاولیا وغیرہ، [۴] مفتاح التواریخ،

Marfat.com

طریقِ روحانیت کی تخم ریزی اسی وقت سے قلب میں ہوگئی، پینسٹھ سال کی عمر میں جب نفحات الانس کی تالیف میں مشغول ہوئے ہیں، اس واقعہ کا تذکرہ اس انداز سے کرتے ہیں کہ قلم سے بجائے سیاہی کے عقیدت کے قطرات ٹپکتے ہیں، جمادی الآخر ۸۲۲ھ کے آغاز یا جمادی الاول کے آخر میں خواجہ موصوف جام سے گزر رہے تھے، خلقت انبوہ در انبوہ نذرِ اخلاص و عقیدت پیش کرنے حاضرِ خدمت ہو رہی تھی، مولانا جامی کے والد نے اس خرد سال بچہ کو خواجہ کی پالکی میں لا کر بٹھا دیا، خواجہ نے التفاتِ خاص فرمایا، اور ایک سیر مصری عنایت کی، اس واقعہ کو قلمبند کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"امروز آن شصت سال است کہ ہنوز صفائی طلعت منور ایشان در دلِ من دہمانا کہ رابطۂ اخلاص و اعتقاد و ارادت و محبتے کہ ایں فقیر را نسبت بہ خاندانِ خواجگان قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم واقع است ببرکتِ نظرِ ایشان بودہ باشد، و امید میدارم کہ بہ یمن ہمیں رابطہ در زمرۂ محبان و مخلصان ایشان محشور گردم[1]"

مگر سب سے زیادہ اختصاص و ارتباط شاید خواجہ عبید اللہ احرار کے ساتھ تھا جن کا تذکرہ نفحات اور اپنی دوسری تصانیف میں کمالِ عقیدت و تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

علومِ ظاہری کی تعلیم ہرات میں پائی، اساتذہ میں مولانا جنید، خواجہ علی سمرقندی و قاضی روم سمرقندی کے نام قابلِ ذکر ہیں، طالب علمی کے زمانہ میں آپ غیر معمولی ذکاوت، قوتِ حافظہ، وجودتِ ذہن کا اظہار ہوتا تھا، اس کے حیرت انگیز واقعات لبریز ہیں، مزاج میں ظرافت و شوخی بھی بہت تھی جس کا [illegible] سدا بہار نفحات میں ملتا ہے، بہ قول صاحب سفینۃ الاولیا

۱ نفحات الانس، ص ۴۴۴، ص ۵۵۹ مطبوعہ کلکتہ۔

"حضرت مولانا را فہم و طبعے کہ بود، بالا تر از آں نباشد، و بسیار خوش خلق و خوش تکلم و شگفتہ بودند، و مطایبہائے لطیف میفرمودند"

تصانیف کی تعداد ۴۴ ہے جو لفظ جام کے ہم عدد ہے، زیادہ مشہور تصانیف یوسف و زلیخا، تحفۃ الاحرار، سبحۃ الابرار، نفحات الانس، شواہد النبوۃ، لوائح، بہارستان و کلیات ہیں۔

مرید سلسلہ نقشبندیہ میں تھے تاہم طبیعت پر ذوق و وجد غالب تھا۔

"ہمیشہ در ذوق و وجد می بودہ اند" (سفینۃ الاولیاء)

غالباً اسی لیے سماع سے بھی محترز نہ تھے، نظم کی ہر صنف پر یکساں قادر تھے، مثنوی، غزل، قصیدہ، ہجو، تشبیب، معرفت، توحید، ہر صنعت اور ہر مضمون کے مالک تھے، سب سے بڑھ چڑھ کر رنگ نعت کا تھا، فارسی نعت گوئی میں آج تک ان کا جواب نہ پیدا ہو سکا۔

مرتبۂ کمال کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود ان کے مرشد فرمایا کرتے تھے کہ "شہباز ہمارے جنگل میں آکر پھنسا ہے" خواجہ عبید اللہ احرار از راہ تعظیم اپنے خطوط کو لفظ "عرض داشت" سے تعبیر کرتے تھے، اور اکثر فرماتے تھے، کہ "خراساں میں آفتاب موجود ہے، لوگ اسے چھوڑ کر ماوراء النہر کے چراغ (یعنی خود خواجہ موصوف) کے پاس کیوں آتے ہیں"، گویا ملا جامی اور اپنے درمیان آفتاب اور چراغ کی نسبت قرار دیتے تھے

اخفائے احوال و کرامات میں خاص اہتمام تھا، جہاں تک بس چلتا کسی پر اپنے مرتبۂ کمال کو نہ ظاہر ہونے دیتے، با ایں ہمہ مرجع خلائق تھے۔

لہ سفینۃ الاولیاء ۲ے ایضاً

"مقبولِ عالم و مقتدائے ماوراء النہر و خراسان و پیشوای زماں بودہ، نزد سلطان حسن بایقرا را کمال عقیدت و نیازمندی بخدمتِ ایشاں بود"، (سلاطین و امراء کی عقیدت مندیوں کے مرکز تھے)

"در عہدِ سلطان ابوسعید بہ خدا شناسی و خدا پرستی شہرت یافتہ مقبولِ خاص و عام گشت، و در عہد سلطان حسین بایقرا بیشتر از بیشتر قبول یافت، و امیر علی شیر غاشیۂ انقیاد او بر دوش جان می داشت"[1]

خانہ کعبہ کی زیارت کو گئے، تو آمد و رفت کے دونوں مواقع پر قبولِ عام نے قدم قدم پر استقبال کیا، ایک مرتبہ دمشق میں مقیم تھے، کہ سلطانِ روم کا قاصد پانچ ہزار اشرفیوں کی نذر کے ساتھ یہ درخواست لیکر پہونچا کہ قسطنطنیہ بھی شرف قدوم سے مشرف ہو جائے، مولانا یہ خبر قاصد کے ورود سے پیشتر پاکر تبریز میں کھڑے ہوئے تھے، وہاں حسن بیگ حاکم کردستان کی نیازمندیاں زنجیر پا ہونے لگیں، بہ دشواری تمام اجازت لیکر خراسان پہونچے، یہاں پہونچے تو تو یہاں بھی نذرانوں کے انبار نے خیر مقدم کیا،

(۲)

تصنیف

لائحہ کے لفظی معنی "شعاع درخشاں" کے ہیں (انجاز تخیل میں یا روشنائی) لوائح اس کی جمع ہے، لوائح جامی چند لائحوں کا مجموعہ ہے، جن میں تصوف

[1] نفحات التواریخ،

۴۴ ھ ہے، زمانۂ تالیف وہ ہے جب یونانی فلسفہ کو مسلمانوں میں رائج ہوئے کئی سو سال
ہو چکے ہیں، اشراقیت، مشائیت، وحدت وجود، تناسخ ارواح، عقل اول، ہیولیٰ
وغیرہ کے عقائد و مسائل خطبات یونان، مصر، ہندوستان و ایران کے اثر سے ممالک
اسلامیہ میں گھر گھر پھیل چکے ہیں، خود مسلمانوں میں فارابی، ابن سینا، ابن رشد جیسے
بیسیوں حکما اور فلاسفہ پیدا ہو چکے ہیں، اور ان کی تعلیمات سے مسلمانوں کا بچہ بچہ واقف
ہو چکا ہے،

اسلامی تصوف بھی اب خالص اسلامی تصوف نہیں رہا ہے، ذوالنون مصری رح و
جنید بغدادی رح کا تصوف صحابۂ کرام رض کی تقلید تھی، ان کے عقائد و اعمال، ابوبکر رض و عمر رض و علی رض
کے عقائد و اعمال تھے، اب شیخ محی الدین بن عربی رح اور ان کے تلامذہ کے اثر سے تصوف
بھی ایک فلسفہ بن چکا ہے، اور اکابر طریقت کی خانقاہیں، ایسے عقائد و اعمال کے
مسکن بن چکی ہیں، جن سے صحابۂ کرام رض کی مقدس زندگیاں یکسر نا آشنا تھیں،
ملا جامی رح اسی فضا میں آنکھیں کھولتے ہیں، اسی ہوا میں سانس لیتے ہیں، اور اسی
غذا سے نشو و نما حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد اپنے قلم کو گردش دیتے ہیں، وحدت الوجود
کے فلسفہ میں ڈوبے ہوئے ہیں، شیخ ابن عربی کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، باینہ

سلہ یہ تعداد نسخہ مطبوعہ نولکشور پریس کے مطابق درج کی گئی ہے، لندن میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی
کے زیر اہتمام جو نسخہ (ایک قدیم قلمی نسخہ کی مطابقت میں) شایع ہوا ہے، اس میں کل تعداد ۲۰ ہے، راقم
کے نزدیک لندنی نسخہ میں لائحوں پر نمبر لگانے اور ان کے شمار کرنے میں انگریزی مرتب و مترجم سے سہو ہوا
اصل تعداد لائحوں کی اس نسخہ میں ۴۲ ہوتی ہے، دو کا فرق بھی رہ جاتا ہے بعض اور اختلافات بھی لکھنوی اور
نسخوں کے درمیان ہیں، میں نے عموماً اول الذکر کا تتبع کیا ہے،

Marfat.com

جادۂ شریعت سے ایک انچ قدم باہر نہیں رکھتے، اور مسلک توحید پر اس شد و مد سے قائم ہیں کہ اثنائے سفر میں اس سے ایک ذرہ نہیں ہٹتے، توحید باری اور اس کے مسائل متعلقہ کو مختلف پیرایوں میں اور مختلف تفصیلات کے ذریعہ سے ادا کرتے ہیں انداز بیان، موضوع کے انتہا سے زائد دقیق و نازک ہونے کے باوجود اس درجہ موثر ہے کہ پڑھنے والے پر پڑھتے پڑھتے ایک ہنگامی کیفیت تو فنائیت کی طاری سی ہو جاتی ہے

آغازِ کلام میں زبانِ قلم یوں زمزمہ سنجِ حمد ہوتی ہے :-

"خداوندا سپاسِ تو بزبان نمی آریم، و ستایشِ تو بر تو نمی شماریم، ہر چہ از صحائفِ کائنات از جنسِ اثنیہ و محامد است ہمہ بہ جنابِ عظمت و کبریائی تو عاید است، از دست و زبانِ ما چہ آید کہ سپاس و ستایشِ ترا شاید، تو چنانی کہ خود گفتۂ و گوہر ثنائے تو آن ست کہ خود سفتۂ" ہے

آنجا کہ کمالِ کبریائی تو بود | عالم نمے از بحرِ عطائے تو بود
ما را چہ حد حمد و ثنائے تو بود | خود حمد و ثنائے تو سزائے تو بود

مناجات و طلبِ توفیق میں متعدد رباعیاں کہی ہیں :-

(۱) یارب دلِ پاک و جانِ آگاہم دہ | آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ
در راہِ خود اول زخودم بیخود کن | آنگہ بیخود زخود بخود راہم دہ

(۲) یارب ہمہ خلق را بہ من بدخو کن | وز جملہ جہانیاں مرا یکسو کن
روئے دلِ من صرف کن از ہر جہتے | وز عشق خودم یک جہت و یک رو کن

تمہید و مطالب و اغراضِ تالیف کے ذیل میں فرماتے ہیں :-

این رسالہ ایست مسمی بہ لوائح در | یہ رسالہ مسمی بہ لوائح ہے، اس میں ان معانی

بیان معارف و معانی کہ بر لوایح اسرار
واردات ارباب عرفان و اصحاب ذوق
و وجدان لائحہ گشتہ بہ عبارات لایقہ و
اشارات رایقہ متوقع کہ وجود مقصد
این بیان را در میان نہ بینند، و بر بساط
اعتراض و سحابہ اعتراض نہ نشینند چہ او را
در این گفتگو نصیبے جز منصب ترجمانی نے
و بہرۂ غیر از شنیدن و سخن رانی نے

ومعارف کا بیان ہے جو ارباب عرفان اور اصحاب
ذوق و وجدان کے قلوب واردات پر روشن
ہوئے، اور جنھیں یہاں الفاظ مناسب و اشارات
دلکش کے ساتھ قلمبند کیا گیا، امید ہے کہ پڑھنے والے
ان بیانات کے شارح (یعنی خود حضرت جامیؒ) کی
شخصیت کا خیال درمیان میں نہ لائیں گے، اور اعتراض
و نکتہ چینی سے محترز رہیں گے اس لئے کہ مصنف کا منصب اس کتاب
میں محض ترجمانی کا ہے، اسکی حیثیت ایک آلہ سے زائد مطلق نہیں

من ہیچم و کم ز ہیچ ہم بسیارے
میں ہیچ بلکہ ہیچ سے بھی کمتر ہوں

از ہیچ و کم از ہیچ نیاید کارے
ایسے ہیچ اور کمتر از ہیچ سے ہو ہی کیا سکتا ہے

ہر سِر کہ ز اسرار حقیقت گویم
یہ جو اسرار حقیقت میں بیان کر رہا ہوں

زانم نہ بود بہرہ بجز گفتارے
ان کا صرف ناقل و ترجمان ہی ہوں اس سے زائد کچھ نہیں

(۱) لائحہ اول اس بیان میں ہے، کہ عالم و ما فی العالم سے قطع نظر کرکے بہ کمال یکسوئی خدا ہی کی جانب متوجہ رہنا چاہیے:

ما جعل اللّٰہ لرجل من قلبین فی جوفہ حضرت بیچون کہ ذات مستی وا و جا است در درون تو جز یک دل ننہادہ است تا در محبت او یکرو باشی ... واز غیر او معرض و بر [illegible] نہ آنکہ یک دل را بصد پارہ کنی و ہر پارہ در پیئ مقصدے آوارہ [illegible]

[illegible] آنکہ بہ قیند بالہ دوستہ ترا | بر مغز جرا حجاب شد پوست ترا

دل در پئے این و آن نہ نیکوست ترا　　　　یک دل داری بس است یک دوست ترا

(۲) لائحہ دوم میں اس حقیقت کا بیان ہے، کہ مخلوقات سے دل لگانا ہی طبیعت میں پراگندگی و انتشار کا باعث ہوتا ہے، اگر صرف خالقِ واحد و یکتا سے لو لگی رہے، تو جمعیت و یکسوئیِ خاطر تمامتر میسر رہے،

"تفرقہ عبارت از آن ست کہ دل را بواسطۂ تعلق بامور متعددہ پراگندہ سازی وجمعیت آنکہ از ہمہ بہ مشاہدۂ واحد پردازی جمعے گمان بردند، کہ جمعیت در جمع اسباب است و در تفرقہ ابد ماندند، و فرقہ بہ یقین دانستند کہ جمع اسباب از اسباب تفرقہ است از ہمہ افشاندند۔ ؎

اے سالکِ رہ سخن ز ہر باب مگوے　　　　جز راہِ اصولِ رب ارباب مپوے
چوں علتِ تفرقہ است اسبابِ جہاں　　　　جمعیتِ دل ز جمعِ اسباب مجوے

(۳) لائحہ سوم کی تعلیم یہ ہے کہ خدا ہر جگہ موجود ہے، اور ظاہر و باطن ہر حال میں نگراں،

حضرت حق سبحانہ تعالیٰ ہمہ جا حاضر است ودر ہمہ حال بظاہر و باطن و ناظر است، خسارت کہ تو دیدہ از لقائے او بر داشتہ سوئے دیگری نگری و طریق رضائے او بگذاشتہ راہ دیگری سپری۔ ؎

پس کیسے افسوس کی بات ہے تو اس کے دیدار کو چھوڑ کر دوسروں کی جانب نظر رکھتا ہے اور اس کی خوشنودی کے رستے چھوڑ کر دوسرے کی راہ قطع کرتا ہے

با یار بگلزار شدم رہگذری　　　　میں اپنے محبوب کے ساتھ [illegible]
بر گل نظرے فگندم از بیخبری　　　　[illegible]

دلدار بہ طعنہ گفت شرمت یاد ا   اس نے چڑھ کر مجھ سے کہا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ یہاں تو
رخسار من اینجاست تو در گل نگری   ہوا اور میرے رخساروں کو چھوڑ کر تو پھول پر نگاہ ڈال رہا ہے

(۴) لائحہ چہارم کا خلاصہ یہ ہے کہ ماسوائے حق جو کچھ ہے زوال پذیر و فانی ہے
باقی صرف ذاتِ حق ہے اس کے سوا ساری امیدیں اور آرزوئیں لغو و موہوم ہیں

(۵) لائحہ پنجم، کائنات کی ساری جلوہ آرائیاں اسی جمیل مطلق الاطلاق کا پرتو ہیں، دنیا
میں اگر کوئی دانا ہے تو اس پر اسی کی دانائی کا پرتو ہے اگر کوئی بینا ہے، تو اسی کے عکس
یہ سارے شئون و مظاہر اسی کے ہیں جس نے اوجِ کلیت و اطلاق سے تنزل کرکے اپنی
تجلیات کو جزئیت و تقید میں رونما کیا ہے،

(۶) لائحہ ششم میں انسان کی حقیقت بیان کی ہے کہ اگرچہ

آدمی اگرچہ بہ سببِ جسمانیت در غایت   وہ بہ لحاظِ جسمانیت نہایت کثافت میں ہے لیکن
کثافت است اما بہ حسب روحانیت در نہایت   بہ اعتبار روحانیت انتہائے لطافت میں بھی ہے
لطافت بہر چہ روے آرد حکمِ آں گیرد و بہر چہ   وہ جس طرف توجہ اختیار کرے، وہی رنگ اس پر
توجہ کند رنگِ آں پذیرد پس می باید کہ بہ   چھا جائیگا .... پس اے طالب،
کوشی و خود را از نظرِ خود بپوشی و بر ذاتی   تجھے لازم ہے کہ اپنے تئیں خود اپنے سے مخفی کر
اقبال کنی بہ حقیقی اشتغال نمائی کہ در حیات   جو ہستی ذاتی و حقیقی ہے، اسی کی جانب متوجہ و مشغول
موجودات ہمہ مجالی جمال او بند و مراتب   ہو جا، اس لئے کہ موجودات کے جس قدر بھی
کائنات ہمہ مرائی کمال او و بریں نسبت   ہیں وہ سب اسی کے جمال کی تجلیات ہیں اور
چنداں مداومت نمای کہ با جان تو در   کے جس قدر بھی اجزا ہیں سب اسی کے کمال
آمیزد و ہستی تو از نظرِ تو برخیزد و اگر بہ خود   آئینہ اور پھر اس نسبت کی مشق دریا

برآوردہ باشی، و چوں از خود تعبیر کنی
تعبیر از وے کردہ باشی، مقید مطلق شود
و انا الحق ہو الحق،

اس درجہ تک پہونچا دے، کہ وہ ہستی حقیقی تجھ میں
مدغم ہو جائے، اور خود تیری ہستی تیری نظروں سے
غائب ہو جائے، یہاں تک کہ اگر تو اپنا خیال
کرے تو عین اسی کا خیال کرے، اگر تو اپنا ذکر کرے
تو عین اسی کا ذکر کرے، اور اسی طرح مقید مطلق
ہو جائے، اور انا الحق ہو الحق کے حکم میں داخل ہو جائے،

(۷) لائحہ ہفتم یہاں سے عملی طریقوں کی تعلیم شروع ہوتی ہے۔ اس لائحہ میں یہ تعلیم
ہے کہ ذکر الٰہی و نسبتِ حق سے کوئی حالت اور وقت کا کوئی لمحہ خالی نہ گذرنا چاہئے

"در ورزش ایں نسبت شریفہ می باید کرد بر وجہے کہ ہیچ وقتے از اوقات و ہیچ
حالتے از حالات از آں نسبت خالی نہ باشی، چہ در آمدن، و چہ در خوردن و خفتن، و
چہ در شنیدن و گفتن، و بالجملہ در جمیع حرکات و سکنات حاضر وقت می باید بود تا بہ
بطالت نہ گذرد"

(۸) لائحہ ہشتم جس طرح ذات کو تمام تر ذکر الٰہی میں مشغول رکھا جاتا ہے اسی
طرح کوشش بلیغ کر کے قلب کو بھی تعلقات دنیوی سے منقطع کر دینا چاہئے۔

(۹) لائحہ نہم فنا اور فناے فنا کی تعریف بیان کرتے ہیں۔

"فنا عبارت از آں است کہ بواسطہ استیلاے ظہور ہستی حق بر باطن، بما سواے
او شعور نماند، و فناے فنا آنکہ بآں بے شعوری ہم شعور نماند، و پوشیدہ نباشد کہ فناے فنا در فنا مندرج
است، زیرا کہ صاحب فنا را اگر بفناے خود شعور باشد صاحب فنا نباشد، بجہت آنکہ صفت فنا و موصوف آں از قبیل ماسواے
حق اند پس شعور بآں منافی فنا باشد"

(۱۰) لائحہ دہم، توحید کی تعریف بیان کی ہے، کہ وہ ماسوائے حق سے دل کے ہر قسم اور ہر نوعیت کے،

توحید یگانہ گردانیدن دل ست یعنی تخلیص   ترکِ تعلق وقطع وابستگی کا نام ہے جو طلب، وارادت

وتجرید از تعلق باسوائے حق ہم از روے   علم ومعرفت سب پر شامل ہے،

طلب وارادت وہم ازجہت علم ومعرفت

(۱۱) لائحہ یازدہم، جس وقت تک انسان پر خواہشات نفس غالب ہیں، اس نسبت کو ہر وقت ملحوظ رکھنا محال ہے، جوں جوں علایق کی بیڑیاں اس کے پیر سے کٹتی جائینگی مجاہدات دریاضات میں لطف آنے لگے گا،

(۱۲) لائحہ دوازدہم، جوں جوں مجاہدات میں لطف بڑھتا جائیگا انسان اس نسبت کی تقویت وتربیت میں قدرۃً زیادہ مصروف ہوتا جائیگا۔

(۱۳) لائحہ سیزدہم، حقیقت حق تعالیٰ میں ہے،

"حقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ جز ہستی نیست اوہستی اورا انحطاط وپستی نے مقدس است از سمت تغیر وتبدل و مبرا است از وصمت تکثر وتحول، از ہمہ نشانہا بے نشان نہ در علم گنجد ونہ در عیاں"

(۱۴) لائحہ چہار دہم، لفظ وجود کے معانی بیان کئے ہیں، ایک تحقق وحصول، ور اور یہ اصطلاح حکماء ومتکلمین میں ہے ادوسرے حقیقت قائم بالذات، یہ اصطلاح اہل عرفاں وصوفیہ، اور اسی معنی میں یہ لفظ ذات حق کے مرادف ہے،

(۱۵) لائحہ پانزدہم، صفات ایک معنی میں غیر ذات ہیں، اور ایک معنی میں عین ذات ؛۔

Marfat.com

"صفات غیر ذات اند من حیث المفہوم المعقول، و عین ذات اند من حیث التحقق والحصول، مثلاً عالم ذات ست بہ اعتبار صفت علم و قادر بہ اعتبار قدرت و مرید بہ اعتبار ارادت، و شک نیست کہ اینہا چنانکہ بہ حسب مفہوم با یکدیگر متغائر اند مر ذات را نیز متغائر اند اما بحسب تحقق و ہستی عین ذات اند کہ آنجا وجودات متعدد نیست بلکہ [illegible]

(۱۶) لائحہ شانزدہم، ذات من حیث ذات تمام اسماء و صفات [illegible] ہے لیکن اپنے ظہور و شہود میں ان سب سے متصف ہو جاتی ہے [illegible] جوں تجلیات میں کثرت پیدا ہوتی جاتی ہے یہ اتصاف بھی بڑھتا جاتا ہے۔

(۱۷) لائحہ ہفدہم، یہ لائحہ بہت مفصل ہے اس میں مراتب تعینات اور ذات حق کے غنائے مطلق پر دقیق پیرایہ میں گفتگو کی ہے، خاتمہ کے چند اشعار [illegible]

(۱) داماں غنائے عشق پاک آمد پاک ... ز آلودگی وجود ما مشتی خاک

چوں جلوہ گر و نظارہ گر جملہ خود ست ... گر ما و تو در میاں نباشیم چہ باک

(۲) واجب ز وجود نیک بد مستغنی ست ... واحد ز مراتب عدد مستغنی ست

در خود ہمہ را چو جاوداں می بیند ... ز دیدن شاں بہ کل او مستغنی ست

(۱۸) لائحہ ہیژدہم، ہر نوع حیوانی کے افراد کے تشخصات و تعینات کو [illegible] کرکے دیکھا جائے، تو تمام افراد کے لئے اسم مشترک [illegible] حیوانی کے ممیزات کو اگر دور کیا جائے تو سب کے لئے اسم مشترک [illegible] حیوانات و جسم نامی کے دوسرے انواع کے ممیزات کو [illegible] باقی رہجائیگا جسم نامی و دیگر انواع جسم کے ممیزات [illegible] باقی رہجائیگی جسم و دیگر انواع جوہر کے ممیزات کو اگر رفع کر دیا جائے، تو [illegible]

باقی رہے گا جو ہر و اعراض کے ممیزات کو اگر حذف کر دیا جائے۔ تو اسم مشترک ممکن نکلے گا
ممکن و واجب کے ممیزات کو بھی اگر حذف کر دیا جائے۔ تو سب سے آخر میں
وجود مطلق باقی رہ جائیگا۔ اور یہی تمام ذوات و صفات کا منتہیٰ ہے۔ ؎

تا چند حدیث جسم و ابعاد و جہات | تا کے سخن معدن و حیوان و نبات
یک ذات فقط بود محقق نہ ذوات | این کثرت وہمی ز شیون ست و صفات

(۱۹) لائحہ نوزدہم: یہ شیون و تجلیات جو ذات واحد میں مندرج ہیں اُن کی وہ صورت نہیں ہوتی جیسے کسی بڑی چیز کے ظرف میں مظروف کے اندراج کی ہوتی ہے بلکہ وہ صورت ہوتی ہے جیسے وصف و لوازم میں اندراج ہوتا ہے۔ جیسے لوازم کی ہوتی ہے مثلاً ایک کے عدد میں اس کے نصف و ثلث اور ربع و خمس وغیرہ کسور کا غیر متناہی چیز کا شمول و اندراج ہے۔

(۲۰) لائحہ بستم: وجود مطلق کی حقیقت بجائے خود بے صورت اور غیر متعین ہے اور خود اپنے ظہور کے لئے جو قالب اور شیون و اعتبارات سے جو مظاہر اختیار کرے اور آفتاب سے پاک و ناپاک دونوں منور ہوتے ہیں آفتاب خود پاک یا ناپاک کچھ بھی نہیں ہوتا۔

(۲۱) لائحہ بست و یکم: تمام قاعدہ یہ ہے کہ مطلق بغیر مقید کے نہیں رہتا اور مقید
مطلق بے مقید نہ باشد ہرگز مطلق | بغیر مطلق کے صورت نہیں اختیار کرتا لیکن مقید محتاج
صورت نہ پذیرد، اما مقید محتاج است | ہوتا ہے مطلق کا اور مطلق مستغنی ہے مقید سے
مطلق ز مطلق مستغنی است از مقید پس | پس لزوم و استلزام تو دونوں جانب سے ہے لیکن
استلزام از طرفین ست و احتیاج از یکطرف | احتیاج صرف مقید کی جانب سے ہے۔

Marfat.com

(۲۲) لائحہ بست و سوم، اس کا ماحصل اس رباعی سے ظاہر ہو گا ؎

ہم سایہ و ہمنشیں و ہمرہ ہمہ اوست — در دلق گدا و اطلس شہ ہمہ اوست
در انجمن فرق و نہان خانۂ جمع — باللہ ہمہ اوست ثم باللہ ہمہ اوست

(۲۳) لائحہ بست و سوم، لیکن اگرچہ حقیقت وجود تمام مظاہر میں مشترک ہے پھر بھی مراتب شیون متفاوت ہیں بعضہا فوق بعض اور ہر مرتبہ کے لئے الگ الگ اسماء وصفات و اعتبارات مخصوصہ ہیں، مرتبۂ الوہیت و ربوبیت کے اعتبارات اور مرتبۂ عبودیت و خلقیت کے اور سب کو متحد کر دینا عین کفر و زندقہ ہے ؎

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی — واندر صفت صدق و یقیں صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی

(۲۴) لائحہ بست و چہارم، موجود حقیقی جس کے مراتب بے شمار ہیں جب اس کی بے انتہائی بے قیدی اور لاتعینی کے لحاظ سے نظر کیجائے تو نہ کوئی عقل ادراک کر سکتی ہے، نہ کسی کشف کی رسائی اس تک ہو سکتی ہے علم و عقل کشف و عرفان سب اس مرتبۂ آخری کے ادراک سے عاجز ہیں ؎

ہر چند کہ جان عارف آگاہ بود — کے در حرم قدس توا ش راہ بود
دست ہمہ اہل کشف و ارباب شہود — از دامن ادراک تو کوتاہ بود

(۲۵) لائحہ بست و پنجم حقیقت صفات ذات الٰہی فی حد ذاتہ [illegible]
شمار و عدد کا گزر نہیں البتہ بہ لحاظ تجلیات کثیرہ و متعددہ [illegible]
[illegible] حق سے موسوم کرتے ہیں اور بہ لحاظ [illegible] ظہور و بطون
اولیت و آخریت سب اسی کے نسب و اعتبارات [illegible] معنی ہیں آئینہ

هو الاول والاخر والظاهر والباطن کے،

(۲۶) لائحہ بست وششم، اس میں شیخ ابن عربیؒ کے اِس قول کی مفصل شرح بیان کی ہے کہ، عالم عبارت ہے ان اغراض سے جو عین واحد میں، کہ حقیقت ہستی ہے مجتمع ہو گئے ہیں، اور ان میں ہر لحظہ و ہر آن تجدد و تبدل ہوا کرتا ہے جیسا آیۂ کریمہ سے مترشح ہوتا ہے۔ بل هم في لبس من خلق جديد

(۲۷) لائحہ بست وہفتم، اجمال وحدت حقیقی کے حق میں عظیم ترین حجاب اور کثیف ترین نقاب اس کے یہی تقیدات وتعینات ہیں جنہیں نظریں الجھ کر رہجاتی ہیں، لوگ موجوں کے کھیل تماشہ میں کچھ ایسے محو ہو جاتے ہیں کہ سمندر کی موجودگی کا احساس ہی جاتا رہتا ہے ؎

بحریست وجود جاوداں موج زناں — زاں بحر ندیدہ غیر موج اہلِ جہاں
از باطن بحر موج بین گشتہ عیاں — بر ظاہر بحر بحر در موج نہاں

(۲۸) لائحہ بست وہشتم، حقیقت ہستی اپنے جمیع شیون وصفات ونسبت واعتبارات کے ساتھ ہر موجود کی حقیقت میں شامل وساری ہے، شیخ محمود شبستریؒ صاحب گلشن راز اسی مسئلہ کو یوں بیان کرتے ہیں،

دل یک قطرہ را گر بر شگافی — برون آید ازو صد بحر صافی

(۲۹) لائحہ بست ونہم، جو افعال مظاہر سے صادر ہوتے رہتے ہیں اُن کے صدور کا انتساب از روے صورت ان مظاہر کی جانب صحیح ہے لیکن از روے حقیقت کے نفس الامر میں سب کا انتساب صرف اسی ذات واحد کی جانب صحیح

Marfat.com

ہو سکتا ہے، جیسا کہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ واللہ خلقکم وما تعملون،

(۳۰) لائحہ سی ام، ہر امر وجودی بجائے خود خیر محض ہے، جن افعال میں شر و نقصان کا پہلو نکلتا ہے، وہ ان افعال وجودی کا بجائے خود نتیجہ نہیں، بلکہ اس اعتبار سے ہے، کہ فلاں امر وجودی نے ایک دوسرے امر وجودی کو معدوم کر دیا،

"چوں صفات و احوال و افعال کہ در مظاہر ظاہر است فی الحقیقۃ مضاف بحق ظاہر در آں مظاہر است۔ بس اگر احیاناً در بعضے از آنہا شرے و نقصانے واقع باشد از جہت عدمیت امرے دیگر تواند بود۔ زیرا کہ وجود من حیث ہو وجود خیر محض است و از ہر امر وجودی کہ شرے متوہم میشود، بہ واسطۂ عدمیت امر وجودی دیگر است نہ بہ واسطۂ آں امر وجودی من حیث ہو امر وجودی"،

زید اگر بکر کو قتل کر ڈالتا ہے، تو یہ واقعہ اپنے اثباتی یا ایجابی پہلو یعنی زید کی قوت و قابلیتِ قتل کے لحاظ سے مذموم نہیں، بلکہ اپنے عدمی و سلبی پہلو یعنی اس بات سے مذموم ہے کہ اس کے باعث بکر کی حیات مرتبۂ تکمیل تک نہ پہونچ سکی،

(۳۱) لائحہ سی ویکم، شیخ صدر الدین قونوی کے ایک قول کی شرح کی ہے اور بتایا ہے کہ علم تابع ہے وجود کے، ہر حقیقت وجودی کے لئے ایک علم ہے، اور حقائق وجود کے مناسب تفاوتِ علم بھی ہوتا رہتا ہے،

(۳۲) لائحہ سی ودوم، جس طرح حقیقتِ ہستی مطلق جمیع موجودات کی ذات میں شامل و مندرج ہے، اسی طرح اس کے صفات بھی جمیع صفات میں جاری و ساری ہیں،

(۳۳) لائحہ سی وسوم، اصل عبارت سننے کے قابل ہے،

Marfat.com

"حقیقتِ ہستی ذاتِ حق سبحانہ تعالیٰ شیون ونسب واعتبارات آں صفات
او واظہار او مرخودش را متلبسہ بھذا النسب والاعتبارات فعل و تاثیر
فعل تاثیر او تعینات ظاہرہ مرتبہ علی ھذا الاظہار آثار او

(۳۴) لاکھ سی وچہارم حضرتِ حق کی دو تجلیات ہیں، ایک علمی غیبی جس کو
صوفیہ فیضِ اقدس سے موسوم کرتے ہیں، دوسرے شہادی وجودی، جس کا اصطلاحی
نام فیضِ مقدس ہے،

"دامنِ تجلی ثانی مترتب بر تجلی اول ست و مظہر ست مرکمالاتے راکہ بہ تجلی اول
در قابلیات و استعدادات اعیان اندراج یافتہ بود"

Marfat.com

ضمیمہ (۱)

"فقرِ محمدی"

پرانے مشایخِ طریقت میں، ایک بزرگ شیخ احمد بن ابراہیم الواسطی گذرے ہیں، جنکو شیخ عبدالحق دہلویؒ "عالمِ عامل" اور "عارفِ کامل" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور شہادت دیتے ہیں کہ،

از کبارِ مشایخِ دیارِ عرب بود و مقتدائے	عرب کے مشہور مشائخ میں سے تھے اور اپنے
روزگار، و در طریقِ اتباعِ سنتِ تقویم	زمانہ کے پیشوا اور پیروئ سنتِ رسولؐ اور
و ترویجِ ایں طریقہ بے نظیرِ وقتِ خود بود	اس کے پھیلانے میں اپنے زمانہ میں بے نظیر تھے

ان بزرگ کا عربی میں ایک رسالہ الفقر المحمدی کے نام سے ہے، شیخ دہلوی کو ایک نسخہ اس کا ہاتھ لگ گیا، اس کا فارسی ترجمہ انھوں نے تحصیل الکمال الابدی [illegible] باختیار فقر احمدی کے نام سے کر دیا، جو ان کے مجموعۂ رسائل و مکتوبات میں [illegible] پر شائع ہوا ہے، آج تصوف کے بہت سے دشمن اور مخالفین، اور [illegible] و موافقین، اس کو شریعتِ اسلام سے علیحدہ کوئی مستقل نظام [illegible]

دونوں گروہوں کے حق میں، شاید اس کے بعض [illegible] ترجمہ لفظی نہیں، عنوانات بھی اپنے اضافہ کئے ہوئے ہیں، اور مضامین کی ترتیب بھی

میری ہی قائم کی ہوئی ہو،

تصوف کا اصل اصول اگر سچی درویشی اور اصلی فقیری کی طلب ہے، جس کی جڑ مضبوط او جس کی شاخیں بلند ہوں، تو لازم ہے کہ محمدؐ رسول اللہ صلعم کی فقیری اور درویشی کو اختیار کرو، اور انھیں کی پیروی کرو کہ صاف اور پاکیزہ پانی وہیں ملتا ہی جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے، اور بعد کے آنے والوں کی درویشی کو اختیار نہ کرو کہ پانی سرچشمہ سے دور جاکر گدلا ہوجاتا ہے، اور اس کا رنگ اصلی باقی نہیں رہتا،

اس مسلک کا انجام اس طریقۂ محمدیؐ پر اگر قایم رہے، تو امید ہے کہ اگلوں سے جا ملو جو پیغمبر خدا صلعم کے اصحاب میں سے تھے، اور قیامت کے روز پیمبرؐ کے جھنڈے کے نیچے پیمبرؐ و یاران پیمبرؐ کے ساتھ تمھارا حشر ہوگا، یہ وہ وقت ہوگا کہ دوسرے اپنے اپنے شیوخ اور مرشدوں کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، لیکن تمھارے اوپر اس وقت تمھارے شیخ، یعنی حضور رسولِ خدا صلعم کے جھنڈے کا سایہ ہوگا،

تصوف کے معنی لوگوں کی زبان پر آج فقر فقر ہے، لیکن اس کی حقیقت سے بہت کم لوگ واقف ہیں، نہ یہ جانتے ہیں کہ اس کی ابتدا کہاں سے ہوتی ہی، اور نہ یہ خبر ہے کہ اس کی انتہا کیا ہے، اگر فقر کے معنی سمجھ میں آجائیں، اور اس کے ابتدائی مدارج کا علم ہوجائے تو اس پر اس کی انتہا کا بھی قیاس کیا جاسکتا، فقر کے میدان میں قدم رکھنا صرف اسی وقت ممکن ہے جب ممنوعات سے بچنے، اور احکام کی تعمیل پر قدرت حاصل ہوے،

لازمی شرطیں، اس رنگ میں ڈوبنے کے لئے پہلی شرط یہ ہے، جس طرح، کہ جس اپنے جسم کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے، اسی طرح فقیر اپنے دل کو خیالِ گناہ سے

Marfat.com

محفوظ رکھے، اور اگر دل میں کبھی کوئی خطرہ پیدا ہو، تو فوراً اس سے توبہ کرے، فقیر ایسے بھی ہوتے ہیں، جن کے دلوں میں مرضیٔ الٰہی کے خلاف کسی خطرہ کا گذر ہی نہیں ہوتا، انھیں اس امر کی شرم ہوتی ہے کہ خدا کی دوستی کا دعویٰ کرکے کسی غیر خدائی خیال کو دل میں آنے دیں، یہ فقر کا ابتدائی مرتبہ ہے، جب تک یہ قدرت نہ حاصل ہوے، زبان پر فقیری کا نام لاتے ہوئے بھی شرمانا چاہیئے۔

گناہ سے بچنے احکام کی پابندی کرنے، اور دل کو خطرات اور وساوس سے محفوظ کر لینے کے بعد، دوسری شرط فقیر کے لئے یہ ہے کہ خدا کی طلب و محبت دل پر اتنی غالب آجائے اور طبیعت خدا کی محبت سے اس قدر مغلوب ہو جائے، کہ دنیا کے تمام فوائد و منافع بالکل بھول جائیں، اور ان کا خیال تک نہ آنے پائے، دل کو محض محبوب حقیقی و مطلوب اصلی کے لئے مخصوص ہو جانا چاہیئے، اور ماسویٰ سے بالکل خالی ہو جانا چاہئے، جب تک یہ کیفیت نہ طاری ہو جائے فقیری کا دعویٰ کرنے سے شرمانا چاہیئے۔

کاملین کا مرتبہ اوپر جو شرطیں بیان کی گئیں یہ مبتدیوں کے لئے ہیں، [illegible] کو جنھیں کے سننے کی تاب نہیں، اور ان پر عمل کی توفیق نہیں، تو کاملین کے مرتبہ کمال کو وہ کیونکر سمجھ سکتا ہے، اور اس کی تشریح اس مختصر رسالہ میں کیسے کیجا سکتی ہے، صرف ان کے مرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

جھوٹے فقیر رونے کا مقام ہے، کہ ہم میں ایسا گروہ پیدا ہو گیا [illegible] ہے، اور باطل میں مشغول رہتا ہے، جو ان لوگوں [illegible] وہی ان کے نزدیک حلال ہے، اور جو نہ دے وہی حرام ہے، [illegible]

رہتی ہے. کہ لذیذ غذائیں کھانے کو اور خوبصورت چہرے دیکھنے کو اور نغمہ کی آوازیں سننے کو ملتی رہیں، اور اس دھن میں یہ بڑے بڑے دعوے زبان سے نکالتے ہیں اور اپنے میں وجد و حال ظاہر کرتے ہیں، تاکہ عوام ان کے معتقد ہوں، اور انھیں دنیا کچھ اور ہاتھ آئے، ان لوگوں کو نہ حلاوتِ اسلام سے واسطہ، نہ لذتِ ایمان سے سروکار، ساری ساری رات رقص و سماع میں مصروف رہتے ہیں، اور نماز کیلئے کھڑے ہوتے ہیں، تو گویا ٹکریں مار کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، اور امیروں اور بادشاہوں کے ہاں کی آمد و رفت، اور ان سے نذریں حاصل کرنے پر فخر کرتے ہیں، خدا تعالیٰ انکے شر سے بچائے، کہ دنیا کے رہزنوں سے کہیں بڑھکر یہ دین کے رہزن ہیں، دنیا کا رہزن مال لیجاتا ہے، اور یہ دولت ایمان پر ہاتھ صاف کرتے ہیں، عوام پر ان کے لباس فقر کا اثر پڑتا ہے، اور وہ سمجھنے لگتے ہیں، کہ فقیری اسی کا نام ہے،

سچے فقیر کی علامات، محمدی فقیروں کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے ذوق سے مست رہتے ہیں، اور اس کی آواز پر وجد کرنے لگتے ہیں، اور اس کے سننے کے وقت ان پر خود متکلم (یعنی خدا) کی تجلیوں کا عکس پڑنے لگتا ہے، کیسے غضب کی بات ہے، کہ جس محبوب کی محبت کا دعوی کیا جائے، اسی کے کلام میں لطف نہ آئے، اس کے لئے طبیعت حاضر نہ ہو، اور لطف آئے. تو شعر و قصیدہ پر گانے بجانے پر، اور تالیوں پر!

سماع اور قرآن، اللہ کے دوستوں اور عاشقوں کے لئے ساری لذت و حلاوت قرآن میں ہے، اور ان کے دلوں کی راحت و تسکین کا سامان اسی میں ہی کلام کے ساتھ ہی ان کا دل متکلم سے وابستہ ہو جاتا ہے، اور قرآن کے احکام و قصص

Marfat.com

مواعظ و اخبار، وعد و وعید کو سنتے ہی اُن کے دلوں میں گداز پیدا ہو جاتا ہے، اور متکلم کی عظمت میں وہ اپنی ہستی گم کر دیتے ہیں اور جو یہ کہا جاتا ہے، کہ شعر کو نہ کہ قرآن کو، طبیعت بشری سے خاص مناسبت ہے اس لئے اشعار کو سنکر دل میں قدرتاً تحریک پیدا ہوتی ہے، سو یہ قول لغو و بے حقیقت ہے اس لئے کہ شعر کے وزن اور موسیقی کے تال سُر پر حرکت کرنا جبلت حیوانی کا تقاضا ہے چنانچہ حیوانات اور بچے سب اچھی موسیقی سے اثر قبول کرتے ہیں، یہ فطرت حیوانی ہے۔ انسان کی اعلیٰ فطرت کا درجہ اس سے کہیں بلند ہے، جن کے دلوں میں ایمان گھر کر چکا ہے اور محبتِ الٰہی حلاوت حاصل کر چکی ہے، جیسا کہ حضرات صحابہؓ اور ان کے بعد کے آنے والوں کا حال تھا۔ سو ان کے قلب کو حرکت میں لانے والی، اور ان کے شوق، وجد، رقت، اور خشوع کو بڑھانے والی شے قرآن پاک کی سماعت ہی ہو سکتی ہے۔

عملی ہدایات | صحیح تصوف، یا فقر محمدی میں قدم رکھنے والے کے لئے عملی ہدایتوں میں سے پہلی شے یہ ہے:-

"اپنے پروردگار کے سامنے جس نے قرآن اور رسول [illegible] اکرم [illegible] نعمتیں [illegible] ہیں، صدقِ دل سے توبہ کرنا، پھر تنہائی میں جا کر [illegible] سے الگ وضو کر کے دو رکعتیں خشوعِ قلب کے ساتھ پڑھنا۔ اس [illegible] ننگے سر، ہاتھ باندھے ہوئے اپنی خطاؤں پر نادم ہو کر اتنی دیر تک [illegible] دل میں گداز پیدا ہو جائے۔ اور [illegible] اس وقت رو رو کے توبہ و استغفار کرنا اور [illegible] الفاظ حدیث کے مطابق [illegible]

پڑھنا۔ پھر طریق پیروی رسول صلعم پر قایم و مضبوط رہنے کے لئے توفیق چاہنا، اور آیندہ کیلئے مضبوط عہد کرنا کہ آنکھ، کان، زبان، شکم، شرمگاہ اور ہاتھ پیر ہر قسم کے گناہ سے محفوظ رہیں گے ایسا کہ جب دن ختم ہو، تو نہ زبان کسی کی بدگوئی، جھوٹ، بدزبانی وغیرہ سے آلودہ ہوئی ہو۔ نہ کان نے کوئی بیجا بات سنی ہو اور نہ آنکھ کسی ایسی چیز پر پڑی ہو جسکا دیکھنا شرعاً ناپسندیدہ تھا، اور نہ خالق و مخلوق میں سے کسی کا حق اپنے اوپر باقی رہنے پائے۔

عملی ہدایات کی دوسری دفعہ یہ ہے، کہ نماز با جماعت، اپنے ارکان و آداب حضور قلب وغیرہ کی پوری پابندیوں کے ساتھ ادا کیجائے ایسی کہ حدیث مین جو لفظ احسان آیا ہے، اس کی پوری عملی تفسیر ہوتی رہے۔ حال صحیح وہی ہے جو حالت نماز میں طاری ہو۔ بندہ اور پروردگار کے درمیان رابطہ پیدا کرنے والی شئے نماز ہے پس اگر نماز میں حضور قلب نہیں پیدا ہوتا، تو اسکا کوئی حال معتبر نہیں، اس لئے کہ جن بندہ کے حجابات، ایسی منزل قرب میں بھی پہونچ کر دور نہیں ہوئے، اس کے لئے کسی دوسرے موقع پر اس کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ حیف ہے کہ سماعِ شعر کے وقت تو قلب حاضر ہو، لیکن جو وقت حضوریِ حق کا ہوتا ہے، اسی وقت غائب ہو، ایسی فقیری فاسد اور ایسی درویشی ناجائز۔

بنیاد کار

سچے تصوف کی بنیاد، رسول کریم صلعم کے ساتھ محبت و ربطِ قلب پیدا کرنے پر ہے۔ اپنے دل کو اس ذات گرامی کی محبت میں اٹکایا جائے، اسی کو اپنا مقتدا اور اپنا امام بنایا جائے، اسی کے نام پر بکثرت درود و صلوٰۃ بھیجا جائے، اور اسی کے ساتھ پیوند محبت مستحکم کر لیا جائے، تمام درویشوں کو دیکھا ہوگا کہ ان کے دلوں میں ان کے مرشدوں کی عظمت ایسی بیٹھ جاتی ہے، کہ وہ جب کبھی اپنے شیخ یا مرشد

Marfat.com

کا نام سنتے ہیں، تو بے چین ہو جاتے ہیں ایسی کیفیت، یہی نسبت قلب سچے درویش کو رسول کریم صلعم کی ذات گرامی کے ساتھ پیدا کر لینی چاہیے، اپنا امام اور شیخ انھیں کو بنانا چاہیے، دل میں خیال آئے تو انھیں کا، آنکھوں میں صورت پھرتی رہے تو انھیں کی، کان لذت حاصل کریں تو انھیں کے نام مبارک سے عظمت کا احساس پیدا ہو تو انھیں کے ذکر سے، زبان انھیں پر درود بھیجنے میں لگی رہے، دل میں انھیں کے حالات سننے اور جاننے کا ذوق پیدا ہو، حدیث و آثار کے پڑھنے سے علاقہ محبت کو اور ترقی ہو، شوق و اشتیاق ہو تو انھیں کا، یاد ہو تو انھیں کی، پیروی ہو تو انھیں کی، ہر امر میں انھیں کے حکم کی تعمیل اور پیروی کا شوق غالب ہو، اور ان کی پیروی میں اتنی شدت برتی جائے، کہ ہر شخص دیکھتے ہی "محمدی" سمجھ لے،

رسالہ کے اہم اور ضروری مطالب کا ملخص سطور بالا میں آ گیا، شیخ عبد الحق دہلوی ان تمام مطالب کو نقل کرنے کے بعد خود بھی ان کی پرزور تائید کرتے ہیں، کیا اہل شریعت اس میں کوئی امر اپنے عقیدہ کے خلاف پاتے ہیں؟ کیا اہل طریقت کو اس میں کہیں حرف رکھنے کی گنجائش ہے؟ کیا کسی گروہ کو کوئی وجہ اعتراض ہے؟

ہمارے سچے رسول صلعم کی زبان سے یہ پیام دنیا کو پہونچا تھا، کہ غیر مسلم اگر خدائے واحد و یکتا کی پرستش پر متفق ہو جائیں، تو مسلمانوں سے فوراً صلح ہو سکتی ہے، اگر آج سارے اسلامی فرقے، رسول صلعم خاتم دور حق کی محبت و اطاعت [illegible] نقطے پر آکر جمع ہو جائیں، تو آپس کی رنجش و نقیض، [illegible] کے لئے [illegible] رہ جاتی ہے؟

Marfat.com

ضمیمہ (۲)

مرشد کی تلاش

صوبۂ اودھ کے ایک قصبہ سے ایک صاحب کا ایک بہت طویل مراسلہ مہینوں سے آیا ہوا پڑا ہے، دوسرے مضامین کے ہجوم نے اب تک توجہ نہ کرنے دی۔ مراسلہ کا زیادہ حصہ حسب ذیل ہے :-

"مدت سے ایک ضمیری الجھن میں مبتلا ہوں، اور کوئی روحانی طبیب مجھے ملتا نہیں، بحیثیت مسلمان پیری مریدی سے متعلق آپ کے حقیقت آگیں خیالات سے مستفیض ہونا چاہتا ہوں، خوش نصیبی یا بدنصیبی سے میرے خاندان میں دونوں شغل ہوتے ہیں، مجھے کسی اللہ والے سے نسبتِ ارادت حاصل نہیں، بہت گناہگار ہوں مگر قلب و ضمیر کی حالت بحمد اللہ بہت کچھ قابلِ اطمینان ہے، ....

اسلامی نقطۂ نظر سے پیری مریدی کے اغراض و مقاصد کیا ہیں؟ ملتِ مرحومہ کے لئے من حیث الاسلام یہ کہاں تک لازمی ہے؟ کیا قرن اول میں جو یقیناً اسلام کا عہدِ سعادت تھا، ایسی مثالیں ملتی ہیں؟ عہدِ نبوت و عہدِ صحابہؓ کے بعد دور تابعین میں بھی کیا پیری مریدی کی یہ کثرت اور ناخوش آیند بہتات تھی؟ تمسک بالکتاب والسنۃ کے بعد کیا یہ بھی لازمی ہے کہ کسی رسمی پیر کی پیروی کی جائے؟

ایک مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا پابند اللہ سے ڈرتا، سچ بولتا، مشائخ کرام صلحائے امت کا ادب و احترام رکھتا ہو، لیکن عرف عام میں مرید نہیں کیا عند اللہ وہ اس کا ذمہ دار ہے؟ اگر بیعت کا مقصد دعوت الی الحق، رشد و ہدایت وغیرہ ہے، تو آج کل پیروں کی جماعت عموماً یہ خدمات کہاں تک انجام دے رہی ہے، پھر محترم علمائے امت کی موجودگی میں اس جماعت کی ضرورت ہی کیا ہے؟ پھر صوفیہ کرام کی جماعت میں اگر کچھ صاحبان علم و عمل افراد ہیں بھی، تو ان میں ایسوں کا تو بالکل پتہ نہیں، جو بلا خوف لوم لائم اظہار حق میں بیباک ہوں......

صحابہ کرامؓ کے اسوۂ حسنہ محفوظ ہیں۔ کیا ان سے اس نظریہ کی تائید ہوتی ہے، کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں ہونی چاہئیں، ایک دین کی رہنمائی کے لئے اور دوسری دنیا کی، یا یوں کہا جائے، کہ ایک مسلمانوں کے قلب و ضمیر کی اصلاح کرے اور دوسری شریعت کے ظاہری احکام کی طرف رہنمائی؟ پھر اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے اخلاق کی اصلاح کرنا چاہتا ہے تو کیا یہ ممکن نہیں؟

جناب رسالتمآب صلعم کے ارشاد گرامی، من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ الجاھلیۃ، کا کیا مفہوم ہے؟ امام سے مراد امیر امت تھا، عسکر، مرشد طریقت، امام جماعت، لیکن اول الذکر دو صورتوں میں ہندوستان کے سات کروڑ حلقہ بگوشان اسلام کے لئے صورت تشفی کیا ہو؟

مشائخ کرام سورۂ فتح کی آیہ کریمہ ان الذین یبایعونک الخ، سے استدلال فرماتے ہیں، اور بیعت طریقت کو لازمی بتاتے ہیں، کیا موجودہ بیعتوں کو کوئی نسبت اس بیعت سے ہے؟ اسلام میں بیعت کی مختلف صورتیں ہیں، سند اول بیعتیں کس نوع میں داخل ہیں؟

Marfat.com

ایک بیعت اس خیال سے بھی کیجاتی ہو کہ چاہے تمام عمر کچھ بھی کرتے رہیں، لیکن اگر کسی سلسلہ میں داخل ہو گئے، تو ہمارے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، .....
اب واقعی بیعت کی دو صورتیں رہ گئیں، کسی مسلمان کا اپنے گناہوں سے پشیمان ہونا اور کسی محترم شخصیت کے ہاتھ پر ترکِ گناہ کا عہد کرنا . . . - مگر ظاہر ہے کہ آجکل یہ خیال سرے سے پیشِ نظر ہی نہیں، اب رہی دوسری صورت اور وہی یقیناً مبارک ہے یعنی کسی مسلمان کو پورا پورا پابندِ شریعت اور متبعِ سنت پائے اور اس کے قدم بہ قدم چل کر اپنی دنیا و عاقبت سنوارے، لیکن جناب محترم مجھ سے کہیں زیادہ باخبر ہیں کہ آج مسلمان اس پر کہاں تک عامل ہیں ...... جامعہ عثمانیہ کے ایک ممتاز فاضل سے تبادلۂ خیال کا اتفاق ہوا، ان کی تقریر کا ماحصل یہ نکلا، کہ مسلمان ان معاملات میں بھی دوسرے اقوام کے عقائد و خیالات سے متاثر ہوئے، اور انھوں نے کچھ تاریخی شہادتوں سے استناد کیا،،

مراسلہ نویس کے دل میں جو خیالات اور سوالات پیدا ہوئے ہیں بہتوں کے ذہن انھیں الجھنوں میں مبتلا ہیں، اور سچ یہ ہے کہ جس سے وہ جوابات اور اپنی تشفی چاہتے ہیں، وہ خود بھی نہ ابھی تک کسی کا مرید ہے، اور نہ ان الجھنوں سے آزاد ہو چکا ہے، بیمار کے علاج کے لئے ضرورت طبیب کی ہے، نہ کہ کسی دوسرے بیمار کی تاہم بعض پرانے مریض، طبیبوں کی باتیں سنتے سنتے خود بھی کچھ نیم طبیب ہو جاتے ہیں، اور گو خود بدستور بیمار چلے جاتے ہیں، لیکن اپنے ان تجربوں سے نئے مریضوں کی ایک گونہ ہمدردی و دلدہی کر سکتے ہیں،

سب سے پہلے ایک اہم حقیقت کو پیشِ نظر کر لینا چاہیے، جو اگرچہ بالکل صاف

واضح اور غیر اختلافی ہے، لیکن اکثر ذہن سے نکل جاتی ہے اور اسی کے نظر انداز ہو جانے سے طرح طرح کی غلط فہمیاں اور الجھنیں پیدا ہو جاتی ہیں، وہ حقیقت یہ ہے کہ خالص دینی علوم بھی آج جن باآئین و باضابطہ صورتوں میں موجود ہیں، اور جو مصطلحات ان میں رائج ہیں، عہدِ رسالتمآب صلعم میں ان میں سے کوئی شے بھی نہ تھی، اور اس خاص لحاظ سے یہ سب "بدعت" ہی ہیں، خود سنتِ رسول صلعم ہی کو لیجئے، آج فنِ احادیث وسنن ایک مستقل ومخصوص فن ہے جسمیں صدہا اصطلاحات ہیں جس کے اصول پر تصانیف کا ایک دفتر ہے جس کی مختلف شاخیں اور شعبے ہیں، اور جس کے سیکھنے کے لئے برسوں کی محنت اور اساتذۂ کاملین کی ہدایت کی ضرورت ہی، ظاہر ہے کہ عہدِ رسالت صلعم میں یہ کچھ بھی نہ تھا، رسول اللہ صلعم کی معمولی سادہ گفتگو کا نام "حدیث" اور روزانہ زندگی کا نام "سنت" تھا، باایں ہمہ محدثین کرام کی کاوشوں کو کوئی شخص بدعت، کہنے کی جرات نہیں کرسکتا، یہی حال ائمہ تفسیر کی نکتہ سنجیوں اور ائمہ فقہ کے قیاس، اجتہاد و استنباط کا ہے، لغوی معنی کے لحاظ سے یہ سب کچھ بدعت ہی ہے، لیکن اگر حقیقۃً بخاری ومسلم، ابوحنیفہ ومالک رحمۃ اللہ علیہم کی جانفشانیوں سے یکسر قطعِ نظر کر لیجائے، تو شریعتِ اسلام کے پاس باقی کیا رہجائیگا؟ خود صحیفۂ ربانی تک، اس ہیئت و ترتیب و تدوین کے ساتھ مکتوبی صورت میں، عہدِ رسالت میں کہیں یکجا موجود نہ تھا،

بات بالکل صاف اور موٹی ہے، لیکن ذہن انسانی کا خاصہ سامنے کی چیزوں کو بالکل بھلائے رکھتا ہے، اور دور دور کی باریکیوں میں الجھنے لگتا ہے، غرض جو حال فقہ کا ہے، تفسیر کا ہے، حدیث کا ہے، ٹھیک وہی حال

تصوف وسلوک کا ہے، رسول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں نہ لفظ "تصوف" موجود تھا، نہ لفظ صوفی، اور نہ "احوال"، "مقامات"، "اذکار"، "اشغال"، کی وہ سیکڑوں دوسری اصطلاحیں جنہیں موجودہ تصوف بھرا پڑا ہوا ہے، "پیری" "مریدی" کے الفاظ بھی اس زمانہ میں ناپید تھے، پس جہاں تک لفظ و اصطلاح کا تعلق ہے، یہ دعوی بالکل درست ہے، کہ تصوف اور پیری مریدی بدعت ہے، لیکن اس معنی میں خود فنِ حدیث بھی بدعت ہے، کہ رسول اللہ صلعم کے عہدِ مبارک میں نہ کوئی فن اسماء الرجال تھا، نہ "جرح" "تعدیل" کے اصول وقواعد مدون تھے، نہ "ضعیف" "موضوع" کی اصطلاحیں وضع ہوئی تھیں، اور نہ کوئی دماغ "متواتر"، "صحیح"، "حسن" "غریب" کی بحثوں سے آشنا ہوا تھا لیکن لفظ و اصطلاح کی بحث سے گزر کر اگر اصل حقیقت تک پہونچنا مقصود ہے تو سچ ہر صحابی، بزمِ رسول صلعم کا ہر صحبت یافتہ، دربارِ رسول صلعم کا ہر حاضر باش، مفسر تھا محدث تھا، اور فقیہ تھا، اسی طرح صوفی بھی تھا، اور بلا استثناء ہر صحابی مرید بھی تھا سب کے پیر، مرشد کل، سرکار رسالت صلعم تھے،

کہا جاتا ہے کہ، "تمسک بالکتاب والسنۃ کے بعد کسی رسمی پیر کے مرید ہونے کی ضرورت کیا رہتی ہے"؛ سارا مغالطہ سوال کے لفظ "رسمی" میں موجود ہے، "رسمی" تو کسی شے کی بھی ضرورت نہیں، نہ رسمی اسلام کی، نہ رسمی اتباعِ رسول صلعم کی، نہ رسمی تمسک بالکتاب کی، لیکن حقیقی اسلام حقیقی ایمان حقیقی تمسک بالکتاب والسنۃ بغیر کسی زندہ شخصیت کے توسط کے ممکن کیونکر ہے؟ اور اسی زندہ شخصیت کا اصطلاحی نام "پیر" ہے "مرشد" ہے، "صاحبِ بیعت وارشاد" ہے، ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و علیؓ، حسنؓ و

حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین سے بہتر فطری صلاحیت و استعداد کس میں موجود ہو سکتی ہے، پھر جب ان کے لئے ایک زندہ شخصیت (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع ناگزیر رہا، تو اور کسی کو کب مفر ہو سکتا ہے؟ حدیث کی جن کتابوں کو ہم سرچشمہ تقدیس سمجھ رہے ہیں، ان کے نقوش و حروف ان کے کاغذ کی سفیدی اور الفاظ کی سیاہی میں کیا رکھا ہوا ہے، ان میں جو کچھ تقدس ہے، وہ سارے کا سارا اسی بنا پر تو ہے، کہ ان کے اندر کسی زندہ شخصیت کی روح کس حد تک محفوظ ہے، یہ روح مردہ کاغذ کے مردہ طوماروں میں تو محفوظ ہو جائے، اور زندہ انسان کے زندہ قلب میں نہ محفوظ ہو سکے! یہ روح الماریوں کے سفینوں میں تو منتقل ہو جائے، اور پاکوں اور پاکبازوں کے سینوں کو منور نہ کر سکے!

قرآن رسولؐ کا تو کلام نہیں، اللہ ہی کا کلام ہے، اور بندوں کی ہدایت ہی کے لئے نازل ہوا ہے۔ یہ بھی ہم سب کا ایمان ہے، اور خود قرآن بار بار اس کا دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اس میں ساری ضروری ہدایات تفصیل و تشریح کے ساتھ موجود ہیں، باایں ہمہ یہ نہ ہوا کہ قرآن براہ راست تمام بندوں کے پاس پہونچ جاتا، منکرین و مومنین اسے آسمان سے اترتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے، کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہوا مل جاتا، یا ایک روز جب صبح ہوتی تو اس کا ایک ایک نسخہ ہر شخص کے سرہانے رکھا ہوا موجود ہوتا، اس طرح کی تو کوئی چیز بھی نہ ہوئی، بلکہ اللہ نے اس کے بالکل برعکس طریقہ یہ اختیار کیا، کہ پہلے ایک انتہائی بدکار قوم کے درمیان ایک برگزیدہ ہستی پیدا کی، چالیس برس کی عمر تک اس شخصیت کو اس قوم کے درمیان ہر قسم کے سابقہ کے ساتھ رکھا، اور اس کی شخصیت و سیرت کے ایک ایک جزئیہ کی جانچ

Marfat.com

اور پرکھ کا پورا موقع دیا، جب یہ سب مراتب طے ہو چکے، اس وقت کہیں جا کر پیام کا نزول شروع ہوا، لیکن اس وقت بھی "پیام" کے پیش کرانے سے قبل "پیام بر" کی شخصیت ہی کو پیش کرایا گیا، اور جب قوم اس شخصیت کے صادق و امین ہونے کا اقرار کر چکی تب اس سچے کی زبان سے سچی باتیں کہلائی جانی شروع ہوئیں، اس پر بھی سارے پیام کو یک بیک اور دفعۃً نہیں پیش کر دیا گیا، بلکہ پیامبر کی شخصیت پر مختلف اور متعدد دور طاری کر کے ۲۲-۲۳ برس کی طویل مدت میں، بہت ہی، تدریج کیساتھ اس پیام کو پہونچایا گیا، پس فطری اور ربانی طریقہ تو یہی ہے کہ پہلے پیامبر پھر پیام پہلے طبیب پھر نسخہ، پہلے ہادی، پھر ہدایت، اب اگر ہم اس ترتیب کو الٹ دینا چاہیں اگر ہادی سے بے نیاز ہو کر ہدایت تک، اور شخصیتوں سے قطع نظر کر کے محض اصول و مسائل تک، پہونچ جانا چاہیں، تو یہ ترتیب ربانی سے جنگ کرنا ٹھہری۔

یہ نہ خیال گذرے، کہ یہ طریقِ دعوت و ہدایت صرف وحیِ الٰہی کے ساتھ مخصوص تھا، بلکہ رسول اللہ صلعم نے اپنے بعثت کے بعد اپنے قصد و ارادہ کے ساتھ یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے، آپ نے یہ نہ کیا، کہ قرآن مجید کے نسخوں کی نقلیں کثرت سے کرا کے محض اُنھیں، اطرافِ ملک میں بھیج دیا ہوتا، یا اپنے اقوال و سنن کو ضبطِ تحریر میں لا کر ملک میں ان کے نسخے کی اشاعت کر دی ہوتی، بلکہ آپ نے صحابیوں کی جماعت پیدا کی، اشخاص پیدا کیے، جو اپنی زندگیوں میں آپ کی تعلیم اور آپ کے عمل کے عملی نسخہ تھے، اور دین کی روشنی آپ نے ان زندہ مشعلوں کے ذریعہ سے پھیلائی، اللہ کے رسول (صلعم) نے یہ بھی نہ کیا، کہ کسی گوشہ میں تشریف فرما ہو کر سکون و خاموشی کیساتھ قلم و کاغذ لے کر تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے اور حسن عمل و حسن اخلاق کے

مقالات تیار فرمانے لگتے، بلکہ آپ نے اپنی نورانیت سے قلوب کو منور کرنا شروع کیا، اور اپنی پاکیزگی کے عکس سے دوسروں کے سینوں کو پاک بنا دیا، رسولِ خدا صلعم نے کچھ تصنیفات اپنی یادگار چھوڑیں؟ ہاں، بے شبہ چھوڑیں، لیکن وہ کاغذ کے طومار اور سیاہی کے ڈھیر نہیں، وہ گوشت و پوست کے بنے ہوئے جسم اور تقویٰ و طہارت میں ڈھلی ہوئی روحیں تھیں، ان تصانیف کا شمار ہزارہا تک پہونچتا ہے، چند مشہور ترین کے نام ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ تھے، پھر یہ حضرات بھی کتابی تصنیف و تالیف پر ایک لمحے کے لئے متوجہ نہ ہوئے، انھوں نے بھی زندہ ہستیوں کو اپنے نمونہ پر ڈھالنا شروع کیا، اور اپنے شاگردوں کے جسموں میں اپنی روحیں پھونکنے کا عمل جاری رکھا، "صحابہؓ" "تابعین" اور "تبع تابعین" یہ سب کون تھے؟ شاگردوں کی جماعت، مریدوں کی جماعت، بیعت کرنے والوں کی جماعت، ارادت رکھنے والوں کی جماعت۔

مادی علوم میں آج کون سا علم، اور دستکاری کے پیشوں میں آج کون سا پیشہ ایسا ہے، جس میں استاد کی مدد لازمی نہیں؟ پھر روحانیت کا علم، جو ان تمام علوم سے زیادہ لطیف، تزکیۂ نفس کا فن، جو ان تمام فنون سے زیادہ دشوار، اللہ کی معرفت، جو ہر شے سے زیادہ نازک ہے، اس کے سکھانے میں استاد کی ضرورت نہ پڑے؟ اس سفر میں تو قدم قدم پر رہنما ناگزیر ہے، اس رہنما یا ایسے استاد کا اصطلاحی نام پیر و مرشد ہے، کہا جاتا ہے کہ علماء کے ہوتے ہوئے پیروں کی [illegible] لیکن یہ مولویوں اور پیروں کی موجودہ [illegible] ہماری [illegible] ہے، اسلام [illegible] کا ظہور کب ہے؟ اسلام [illegible] "متقین" "مومنین" "محسنین" "مخلصین" کی جماعت پیدا کرنا چاہتا ہے، [illegible] اس طرح کا لٹریچر نہیں [illegible]

Marfat.com

تو نظر آئیں، قول و فعل، فقہ و فقر، دونوں کی جامع ہوتی تھیں، یہ تفریق تو سیکڑوں دوسری تفریقوں کی طرح دور انحطاط اور راستہ کی بدبختی و بداقبالی نے پیدا کر رکھی ہے اور وہی اس کی ذمہ دار ہے۔

مریدی کا اصلی راز پیر کی صحبت ہے، چنانچہ لفظ "صحابی" بھی صحبت ہی کی اہمیت کو واضح کر رہا ہے، اور پیر کے مفہوم کی جانب ابھی اشارہ ہو چکا ہے، یعنی وہ شخص جس کے نفس کا تزکیہ اس حد تک ہو چکا ہے کہ وہ اپنی رفاقت سے دوسرے کے بھی نفس کا تزکیہ کر سکے، وہ کامل جو دوسروں کو بھی کامل بنا سکے، وہ مصلح جس کی ہمنشینی اور دوسروں کی فطری صلاحیتوں کو ابھار دے، پس مرید ہونے کے معنی اس سے زیادہ کچھ نہیں، کہ جس کے پاک و صالح ہونے پر بھروسہ ہو۔ .... جس کے تزکیہ نفس پر اعتماد ہو، یا بہ اصطلاح صوفیہ جس سے قلب کو "ارادت" ہو، اس کی خدمت میں اطاعت و نیاز مندی کے ساتھ حضوری رکھی جائے، اور یہ مریدی کلام مجید کے حکم وکونوا مع الصادقین کی عین تعمیل ہے، پوری آیت کے الفاظ یہ ہیں، یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین، گویا محض ایمان کافی نہیں، ایمان والوں سے تو خطاب ہی ہے، ایمان تو پہلے ہی قائم ہو چکا ہے، اب اس کے بعد حکم ہوتا ہے کہ اللہ سے تقوی اختیار کرو، صدق دل سے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، ادائے حقوق کرو، وغیرہ، لیکن یہ سارے اعمال بھی کافی نہیں، بلکہ دوسرا حکم یہ ملتا ہے کہ صادقوں کی معیت اختیار کرو، راست بازوں کی صحبت میں رہو، پاکوں کی پیروی کرتے رہو، اور یہی مریدی ہے۔"

اتباع رسول صلعم کا نام لیا گیا ہے، لیکن رسول خدا صلعم کی زندگی محض خارجی افعال

اور ظاہری اعمال کے مجموعہ کا نام نہ تھی، پیکر خاک کے اندر نور پاک جلوہ گر تھا اور اس نور کی تجلی ریزیاں ہر گھڑی اور ہر لمحہ ہوتی رہتی تھیں، تمام صحابہؓ ہر حیثیت سے مساوی نہ تھے، اپنا اپنا ظرف اور اپنی اپنی نظر تھی، حضرت خالدؓ میدانِ جہاد کے یکہ تاز ہوئے، حضرت بلالؓ کسی کی نگاہِ ناز کے خود ہی گھائل ہوئے حضرت ابوہریرہؓ روایت حدیث کی اشاعت کرتے رہے، حضرت ابن عباسؓ کی قسمت میں ترجمان القرآن بننے کی سعادت آئی حضرت حسینؓ بن علیؓ کو خاکِ کربلا میں تڑپنا اور خون میں لوٹنا نصیب ہوا، ہر صاحب کا مذاقِ طبیعت جداگانہ تھا، قدرۃً ایک بڑی جماعت کی توجہ امور خارجی پر زیادہ مبذول رہی، اور اس کا بڑی تفصیل سے مطالعہ ہوتا رہا، کہ رسول اللہ صلعم نے نماز میں ہاتھ سینے پر باندھا، یا ناف پر، آمین آہستہ فرمائی، یا آواز سے، لیکن ایک دوسری جماعت بھی برابر موجود رہی، جسکی نظر ظاہر سے زیادہ باطن پر، قال سے زیادہ حال پر رہا کی، یہ وہ خوش نصیب تھے جنھوں نے محض "فتح مکہ" کی جلوہ طرازیوں کا تماشا نہیں دیکھا بلکہ "غار حرا" کی خلوت آرائیوں کا مزہ بھی چکھا، جنھوں نے محض حرض المومنین علی القتال ہی کا پیام نہیں سنا، بلکہ سبحان الذی اسری کی حقیقت کو بھی پہچانا، اور جنکی نگاہیں محض یہیں تک محدود نہیں رہیں کہ نمازیں کتنی پڑھی گئیں، بلکہ یہاں تک بھی پہونچیں کہ نماز کس دل سے پڑھی گئی، کس ذوق و شوق سے ادا کی گئی، اور ان کے اندر خضوع و خشوع کی کیا کیفیتیں جاگزیں رہیں، شجرۂ تصوف و طریقت سلسلہ یہی بزرگان کرام ہوئے ہیں، اس نعمت کے حصہ دار کم و بیش تمام صحابہ کرامؓ تھے، لیکن خصوصیت کے ساتھ اس دولت سے مالا مال حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت علی مرتضیٰؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوعبیدہ

حضرت ابودرداؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت معاذؓ بن جبل، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت ابوموسیٰؓ اشعری، وغیرہم تھے، چنانچہ صوفیہ کے قدیم تذکرے انھیں حضرات سے شروع کیے گئے ہیں، اور تصوف کی بعض قدیم ترین تصانیف میں تو حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو بھی صراحت کے ساتھ اساطینِ تصوف میں شمار کیا ہے،

"شریعت" و "طریقت" کے درمیان کوئی تخالف یا تضاد مطلق نہیں بلکہ اکابرِ طریقت کے حسبِ تصریح کمالِ شریعت ہی کا نام طریقت ہے اتباعِ رسول صلعم جب تک محض ظواہر تک محدود ہے، اس کا نام شریعت ہے، اور جب قلب و باطن بھی نورانیتِ رسول صلعم سے منور ہو گیا، تو یہی طریقت ہے، ایک شخص نے نماز حسبِ قواعد مندرجہ کتبِ فقہ پڑھ لی، شریعت کے رو سے یہ نماز جائز ہو گئی، طریقت اسے کافی نہ سمجھے گی وہ اس پر مصر ہو گی کہ جس طرح چہرہ کعبہ کی جانب متوجہ رہا، قلب بھی ربِ کعبہ کی جانب متوجہ رہے، اور جس طرح جسم حالتِ نماز میں ظاہری نجاستوں سے پاک رہا، روح بھی باطنی آلائشوں، پریشان خیالیوں سے پاک رہے، یہ شریعت کی مخالفت ہوئی، یا منشائے شریعت کی عین تکمیل؟ حضرت اکبر نے اسی مقام اور اسی منزل کی توضیح اپنے مخصوص انداز میں کی ہے ؎

شریعت درِ جسمِ مصطفےٰ — طریقت عروجِ دلِ مصطفےٰ
عبادت سے عزت شریعت میں ہے — محبت کی لذت طریقت میں ہے
شریعت میں ہے صورتِ "شرحِ صدر" — طریقت میں ہے معنیِ "شقِ صدر"
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیب — طریقت میں حسن و جمالِ حبیب
نبوت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ — عبث ہے یہ ملا و صوفی کی جنگ

Marfat.com

آخر یہ ارشاد بھی تو رسول اللہ صلعم ہی کا ایک باخبر سائل کے جواب میں ہے کہ:۔

قال ما الاحسان؟ قال ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ، فان لم تکن تراہ فانہ یراک (بخاری کتاب الایمان)

احسان نام اس کا ہے کہ تو اللہ کی عبادت اس طرح کرے کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھتا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے،

پوری حدیث میں ایمان کے معنی بعض عقائد کے بتائے گئے ہیں، اور اسلام کے معنی بعض اعمال کے ارشاد ہوئے ہیں، اس کے بعد احسان کی یہ توضیح فرمائی گئی ہے، گویا عقیدہ و عمل کے بعد ایک تیسری منزل، ان دونوں سے بلند تر احسان کی آتی ہے جس کا تعلق محض جاننے اور کرنے سے نہیں بلکہ "مشاہدہ و رؤیت" سے ہے یہی منزل تصوف و طریقت کی منزل ہے،

چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے "اہل تصوف" کے بجائے "اہل احسان" ہی کی اصطلاح اختیار کی ہے، اور شاید "اہل صدق" "وصدیقین" کی اصطلاحیں بھی یہی کام دیتیں لیکن یہ ساری بحثیں محض لفظی ہیں، سوال صرف یہ ہے، کہ ایمان کے اجزاء اور اسلام کے ارکان تو کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتے ہیں، ایمان و عمل کے ظاہری اور خارجی پہلو تو کتابوں سے دریافت ہو سکتے ہیں، لیکن قلب کو مرتبہ احسان تک پہونچا دینا، تزکیہ باطن، تجلیہ نفس، تطہیر اخلاق بغیر ایک زندہ شخصیت بغیر ایک مرشد کامل کی وساطت کے کیونکر ممکن ہے؟ جو قانون اور ضابطے کتابوں میں درج کرنے و [illegible] حدیث و آثار و فقہ کی کتابوں میں مدون ہوتے رہے، لیکن جن چیزوں کا تعلق [illegible] سے ہے، وہ تحریر میں کیونکر آسکتی تھیں، وہ تو ایک قلب [illegible] ڈال سکتی ہیں،

یہ مرشد کوئی خودرو اور خود رائے ہستی نہیں ہوتی، بلکہ جس طرح آپ قرآن کی

Marfat.com

ساری عبارت کو محض سند عمل کی بنا پر، کلام الٰہی مانتے چلے آتے ہیں جس طرح آپ
بخاری کی کسی روایت کو محض اس لئے کلام رسول صلعم تسلیم کر لیتے ہیں کہ وہ معتبر سند
مسلسل کے ساتھ رسول اللہ صلعم سے روایت ہوئی ہو ٹھیک اسی طرح اس مرشد کا قلب
بھی ایسے ہی مضبوط واسطوں کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے قلب مبارک سے ملا ہوا
ہوتا ہے۔ اس کا رابطہ روحانی بھی، ایسی ہی زنجیر کی مضبوط کڑیوں کی طرح سرچشمۂ تقدس
و روحانیت سے جڑا ہوا ہوتا ہے، جس طرح امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ (اللہ ان کی تربتوں
کو ٹھنڈا رکھے) ''آثار رسول (صلعم)'' و ''اخبار رسول'' (صلعم) کو اپنے ضخیم دفتروں میں ضبط و
فراہم کرتے رہے، اسی طرح حسن بصریؒ و جنیدؒ ''اسرار رسول ﷺ''، ''انوار رسول'' سے
اپنے سینوں کو منور کرتے رہے، گفتار رسول کا قال ایک سفینے سے دوسرے سفینے میں نقل ہوتا رہا، ادھر رسول
کا حال ایک سینے سے دوسرے سینے کو طور سینا بناتا رہا، دونوں شعبوں کی جامعیت عہد صحابہؓ ہی میں صرف
تھوڑے سے خوش نصیبوں کے حصے میں آئی پھر آج چودھویں صدی ہی میں اس کی
تلاش پر کیوں اصرار ہے۔ تاہم زمانہ اب بھی یکسر خالی نہیں ہے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ
اور مولانا شاہ بدر الدینؒ کی مبارک ہستیاں اسی چودھویں صدی میں تھیں۔

سوال کیا گیا ہے، کہ اگر کوئی مسلمان اپنی فطری صلاحیت سے اپنے اخلاق
کی اصلاح کر لینا چاہے، تو کیا یہ ممکن نہیں؟ جواب میں ایک دوسرا سوال پیدا ہوتا ہے
کہ اگر کوئی شخص محض اپنی عقل سلیم کی مدد سے خالق و مخلوق کے حقوق پوری طرح
ادا کرنے لگے تو کیا یہ کافی نہیں؟ نہیں اور یقیناً نہیں، اگر محض عقل سلیم اور صلاحیت فطری
خدا شناسی کے لیے کافی ہو، تو کیا کتابوں کے نازل کرنے، انبیائے کرامؑ کے بار بار بھیجے
اور ان سے منکرین کے جدال و قتال کا سارا نظام، معاذ اللہ بیکار و عبث ہی ٹھہرتا ہے؟

Marfat.com

یہ تنگی نہیں عین وسعت اور سختی نہیں عین رحمت ہے کہ دین اور ... دین کی نزاکتوں کا بار محض تو اسے عقل پر نہیں ڈال دیا گیا بلکہ اس کے لئے قوائے ... کہیں زیادہ بلند تر قوت، وحی الٰہی سے امداد بہم پہونچائی گئی، اور اس نعمت غیر مرئی کو اجسام انبیائے کرام کی شکل میں مرئی و مجسم کر کے پیش کیا گیا، اور دنیا پر ان کی پیروی فرض کی گئی۔ لفظ فرض اچھی طرح ذہن میں رہے محض مستحب یا مستحسن نہیں، انبیائے کرام خصوصاً سب سے آخری نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی فرض اور قطعی فرض ہے۔ اگر آج کوئی شخص محض عقلی دلائل سے، یا اپنے باطن کی اشراقیت کو بیدار کر کے اس نتیجے تک پہونچ جاتا ہے، کہ صحیح عقیدہ، عقیدۂ توحید ہے، اور نماز اور روزہ وغیرہ میں بےشمار فوائد ہیں، تو ایسے شخص کا شمار ہرگز مسلموں میں نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس نے ان مسائل کو صحیح راستہ سے پیروی رسول صلعم، اتباع وحی سے نہیں حاصل کیا۔ مسلم شخص کے لئے رسول کے لائے ہوئے دین کی، رسول صلعم کے نمونے کی پیروی لازمی ہے، اور اسلام اور عدم اسلام کے درمیان یہی ایک شے فرق و امتیاز پیدا کرنے والی ہے۔

جب پیروی رسول ناگزیر ٹھہری تو سوال یہ ہے کہ پیروی رسول صلعم کے معنی کیا ہیں؟ کیا محض الفاظ رسول (صلعم) کو قبول کر لینا مراد ہے؟ کیا محض ہیئت عبادت رسول صلعم کا اقتدا مقصود ہے؟ کلام مجید میں ایک جگہ نہیں متعدد بار اور کئی طرح نہیں صراحۃً اتباع رسول کا حکم وارد ہوا ہے، جہاں کہیں بھی یہ حکم آیا ہے، وہ مطلق و غیر مقید صورت میں آیا ہے، یہ نہ کہیں ارشاد ہوا ہے، نہ اشارہ کہ امت کے لئے رسول صلعم کے صرف ظاہری پیروی کافی ہے اور باطن کی پیروی غیر ضروری ہے۔ رسول اللہ صلعم جس طرح ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کا حکم رکھتے ہیں

نماز کی تعداد رکعات کے، رکوع وسجود کے، قیام وقرات کے رکھتے ہیں، اسی طرح وہ نماز میں خضوع وخشوع کے لحاظ سے، ذوق ووجد کے لحاظ سے، کیف واستغراق کے لحاظ سے بھی ہمارے لئے اسوۂ حسنہ کے حکم میں داخل ہیں، پس جب باطنِ رسول صلعم کی پیروی بھی ویسی ہی ضروری ٹھہری جیسی ظاہر رسول صلعم کی، تو اب ارشاد ہو کہ اس پیروی باطن کی صورت کیا ہے؟ رسالت صلعم کے لفظ اور ظاہر کی پیروی تو کتابوں کے ذریعہ سے ممکن ہے، پر معنی اور باطن کی پیروی کا کیا ذریعہ ہے؟ اخبار رسول صلعم تو مجلدات کے الٹ پلٹ سے ہاتھ آسکتے ہیں لیکن انوار رسول صلعم کا عکس کس آئینہ میں نظر آئے؟ رسول صلعم کی بعثت کے

بعث فی الامیین رسولا منهم
یتلو علیهم آیاته ویزکیهم
ویعلمهم الکتاب والحکمة

اصلی مقاصد کلام مجید میں امت پر تلاوت آیات کے دو بتائے گئے ہیں، ایک تزکیۂ نفوس، دوسرے تعلیم تشریح کتاب وحکمت۔ تشریح کتاب وحکمت کا سامان تو امام بخاری وامام مسلم کی وساطت سے بحمد اللہ ہو گیا لیکن اس سے بھی مقدم تر مقصد تزکیہ کی آخر کیا صورت ہے؟ مرشد کی تلاش، ایک زندہ نائب رسول صلعم کی بیعت انہیں سوالات کا جواب ہے؟

مرشد صحیح معنی میں "مقلد" ہوتا ہے، آئینہ کے پیچھے "طوطی صفت" رہکر استادِ ازلی کے سبق کی تکرار کرتے رہنے سے اس کا کام زائد نہیں، کوئی نئی ریاضت کوئی نیا مجاہدہ، ایجاد واختراع کرنا ہرگز اس کا کام نہیں لیکن اجتہاد واستنباط کا دروازہ تو مقلدوں کے ائمۂ فقہ، اور غیر مقلدوں کے ائمۂ حدیث، دونوں کے لئے کھلا ہوا ہے، پھر رحمتِ عام کا دروازہ غریب صوفی ہی کے حق میں کیوں بند کردیا جائے

وہ ایجاد و اختراع کی بدعت سے یقیناً بچے گا لیکن جس طرح اہل ظاہر اپنے فہم و قیاس و استنباط کو معطل نہیں کر دیتے، وہ بھی اپنے کشف، اپنے وجدان، اپنے اشراق کو سرے سے معطل نہ کر دیگا، وہ نسخہ جب کبھی بھی لکھے گا، یقیناً شفاخانہ نبوت ہی کے قرابادین سے لکھے گا لیکن مریض کے مزاج و خصوصیات، موسم کے حالات، آب و ہوا کے اثرات وغیرہ کی مناسبت سے اجزائے نسخہ کی ترکیب اس کی اپنی ہوگی، یہ اس کی خودرائی نہیں عین تقلید، بدعت نہیں، عین پیروی سنت ہوگی،

بڑی مصیبت یہ آن پڑی ہے کہ دلیل کے مقدمات میں مثالیں بہروپیوں اور جعلسازوں کی پیش نظر رہتی ہیں، اور نتائج نکالتے وقت سرے سے اصلیت و حقیقت سے انکار کر دیا جاتا ہے! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اگر پیتل کی چمک دمک پر آپ کو کئی بار سونے کا دھوکا ہو چکا ہے، تو اب آپ سرے سے سونے ہی کے وجود کے منکر ہو چلے ہیں! کہا جاتا ہے کہ اگر بیعت کا مقصد دعوت الی الحق ہے، تو پیروں کی جماعت آج کہاں تک اس فرض کو ادا کر رہی ہے؟ سوال معقول ہے، لیکن تلاش کو یہیں ختم نہ ہو جانا چاہئے، بلکہ مزید سوالات یہ بھی پیش ہونے چاہئیں کہ آج علمائے ظاہر کہاں تک اپنے فرائض کو ادا کر رہے ہیں، قومی رہنماؤں میں سے کتنوں کے عمل ان کے دعووں کے موافق ہیں؟ اخبارات کے ایڈیٹروں میں کس قدر خلوص و صداقت ہے؟ مسلمان تاجروں کو کہاں تک دیانت [illegible] ہے؟ [illegible] علی ہذا ظاہر ہے کہ [illegible] آج یہ دن دیکھنا ہی کیوں نصیب ہوتا [illegible] سے منکر ہو جانا ہرگز نہ شریعت کے مطابق [illegible]

Marfat.com

نفیِ حکمت مکن از بہرِ دلِ عامے چند

تصوف کے ہزاروں سینکڑوں بدنام کرنے والوں کے ہجوم میں کچھ سچے صوفی تو اس وقت بھی موجود ہیں،
حضرت شاہ ولی اللہؒ القول الجمیل میں تحریر فرماتے ہیں، کہ رسمِ بیعتِ مسنون
ہے، اور بیعت صرف بیعتِ خلافت تک محدود نہیں، بلکہ عہدِ نبویؐ میں بیعت کی متعدد
صورتیں رائج تھیں، مثلاً بیعتِ اسلام، بیعتِ ہجرت، بیعتِ جہاد، بیعتِ توبہ، وغیرہ، اور
صوفیہ کی مروجہ بیعت، بیعتِ تقویٰ کی قسم میں داخل ہے، خلفائے راشدینؓ کے زمانے
میں تو اس بیعت کی علیحدہ ضرورت ہی نہ تھی، اس لئے کہ صحابہؓ کے قلوب و نفوس ب
صحبتِ رسول صلعم سے خود ہی نورانی تھے، خلفائے راشدینؓ کے بعد فتنہ کے خوف سے
اور بیعتِ خلافت کے ساتھ اشتباہ و التباس کی بنا پر یہ بیعت موقوف رہی، اور صوفیہ
بیعت کا قائم مقام خرقہ کو سمجھتے رہے، پھر جب متقی سلاطین کا دور آیا، اور بیعتِ خلافت
بند ہوگئی، تو صوفیۂ کرام نے فرصت کو غنیمت سمجھ کر سنتِ بیعت کی ازسرِ نو تجدید کی، آگے
چل کر حضرت شاہ صاحب جہاں بیعت لینے والے مرشد کے اوصاف کو شمار کراتے ہیں
اس کی ایک خصوصیت یہ فرماتے ہیں:-

والشرط الخامس ان یکون صحب	پانچویں شرط یہ ہے کہ مشائخ کی صحبت میں کر
المشائخ وتأدب بهم دهراً طویلاً	[illegible] طویل [illegible] صحبت ادب حاصل کیا ہو
واخذ منهم النور الباطن والسکینة	اور ان سے [illegible] باطنی اطمینان حاصل کیا ہو
[illegible]	[illegible] ہے کہ [illegible]
[illegible]	[illegible] انسان کو [illegible]
[illegible]	[illegible] جب تک اس نے مراد پالے [illegible]

العلما وعلی هذا القیاس غیر ذالک من الصناعات، — کو نہ دیکھا ہو، جس طرح علم نہیں حاصل ہوتا بغیر صحبت علما کے اور علی ہذا القیاس دوسرے پیشے بغیر استاد کے۔

مضمون یوں ہی بہت طویل ہوگیا ہے، اگر مزید طوالت کا اندیشہ نہ ہوتا، تو حضرت شاہ صاحب کے ارشاد کی، کہ حصول فیض کے لئے کسی زندہ شخصیت کی صحبت لازمی ہے، کلام مجید سے تشریح کی جاتی، اور مرشد کی ضرورت نیز آداب مرشد پر واقعہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر سے استدلال کیا جاتا، نیز انسان کے آگے جو حقیقۃً خلیفۃ اللہ ہے، سر نہ جھکانے کی وعید پر واقعہ حضرت آدم و ابلیس سے روشنی ڈالی جاتی۔ وہیں رسوم صوفیہ اور خرقہ، ذکر وغیرہ۔ سوال کا کوئی لازمی تعلق بلا [illegible] و مقصد بیعت سے نہیں ہے، تاہم اگر ان رسوم کی صورت اور [illegible] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک معلوم کرنے سے دلچسپی ہو تو شیخ نقشاشی کی السمط المجید [illegible] کی جا سکتی ہے، جو دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن سے شایع ہو چکی ہے۔

ایک ضمنی سوال یہ تھا کہ حدیث نبوی صلعم من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاہلیۃ [illegible]

[illegible]

الامات میتة جاهلیة، اور مرجائیگا، تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوگی،

حدیث کا مفہوم واضح ہے، متابعتِ امام ولزومِ جماعت کی تاکید، امام بخاریؒ نے کتاب الاحکام میں باب السمع والطاعة للامام مالم تکن معصیة (امام کی اطاعت کرنا جب تک کہ گناہ نہ ہو) کے تحت میں اسے رکھا ہے، اور دوسرے محدثین کرامؒ اس مضمون کی حدیثوں سے لزومِ جماعت و اطاعتِ امیر امت و امامِ جماعت کا مفہوم نکالا ہے، اس پر یہ سوال پیدا ہونا بالکل قدرتی ہے، کہ ایسے ارشاداتِ نبویؐ کی موجودگی میں پھر سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا کیا حشر ہوگا؟ ترکِ موالاتِ حکومت کے فتاوے، امارتِ شرعیہ کا قیام، خلافت کمیٹیوں کا نظام، یہ سب اسی سوال کے جوابات کی کوششیں ہیں،

Marfat.com

مصنف کی دوسری کتابیں

ملفوظات مولانا روم

حضرت مولانا جلال الدین رومی صاحب مثنوی کے فارسی ملفوظات جو حقائق و معارف کا ذخیرہ ہیں اور جو اب تک شائع نہیں ہوئے تھے مطبع معارف میں چھپ کر شائع ہوئے ہیں، شروع میں مصنف کا لکھا ہوا اردو مقدمہ ہے جس میں مولانا کی سوانحعمری اور ان کی تصنیف پر تبصرہ ہے لکھائی چھپائی کاغذ عمدہ قیمت:- ۱۲؍

فلسفۂ جذبات

فلسفیات کے شعبۂ نفسیات کو علمی حیثیت سے سب سے پہلے بہترین طریقہ سے مولوی عبدالماجد صاحب بی اے ہی نے روشناس کیا۔ اس کتاب میں اسی علم کے شعبۂ جذبات پر ادیبانہ طریقہ سے یہ کتاب لکھی گئی ہے حیات انسانی کے مطالعہ کے لیے اس کا دیکھنا از بس ضروری ہے قیمت:- ۱۲؍

پیام امن

اسباب جنگ و تدابیر امن پر عقل و نقل فلسفہ و مذہب کی روشنی میں محققانہ بحث مشہور فرنچ فلسفی موسیو پال رچرڈ کے خیالات کی ترجمانی با ضافہ تبصرہ و حواشی و ضمیمہ جات قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۱۲؍

مثنوی بحر المحبت

شیخ مصحفی کی غیر مطبوعہ مثنوی بحر المحبت کو مولف نے بہ تصحیح و تحشیہ و اضافہ و مالہ نہ مقدمہ و تبصرہ مالامال کر کے دنیائے اردو کے سامنے پہلی مرتبہ پیش کیا ہے قیمت:- ۸؍ ..... منیجر

Marfat.com

سلسلۂ برکلے

اس سلسلہ میں تین کتابیں داخل ہیں

مکالماتِ برکلے

برکلے کے "ڈائلاگس" کا ترجمہ جس میں مکالمہ کی صورت میں برکلے نے اپنے خاص فلسفہ کی تشریح کی ہے، از مولوی عبدالماجد بی اے، قیمت قسم اول عہ قسم دوم عہ

برکلے

اس مجموعہ میں برکلے کے سوانح اس کی فلسفیانہ تصنیفات کی ناقدانہ تلخیص اور اسکے فلسفۂ تصوریت کی تشریح و تنقید ہے، از پروفیسر عبدالباری ندوی، قیمت :- عہ

مبادی علم انسانی

برکلے کی سب سے معرکۃ الآرا کتاب "پرنسپلز آف ہیومن نالج" کا ترجمہ جس میں مادہ کا ابطال ہے، اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ ذہن سے باہر مادہ کا کوئی وجود نہیں، از پروفیسر عبدالباری ندوی قیمت :- عہ

منیجر

دارالمصنفین اعظم گڈھ

Marfat.com